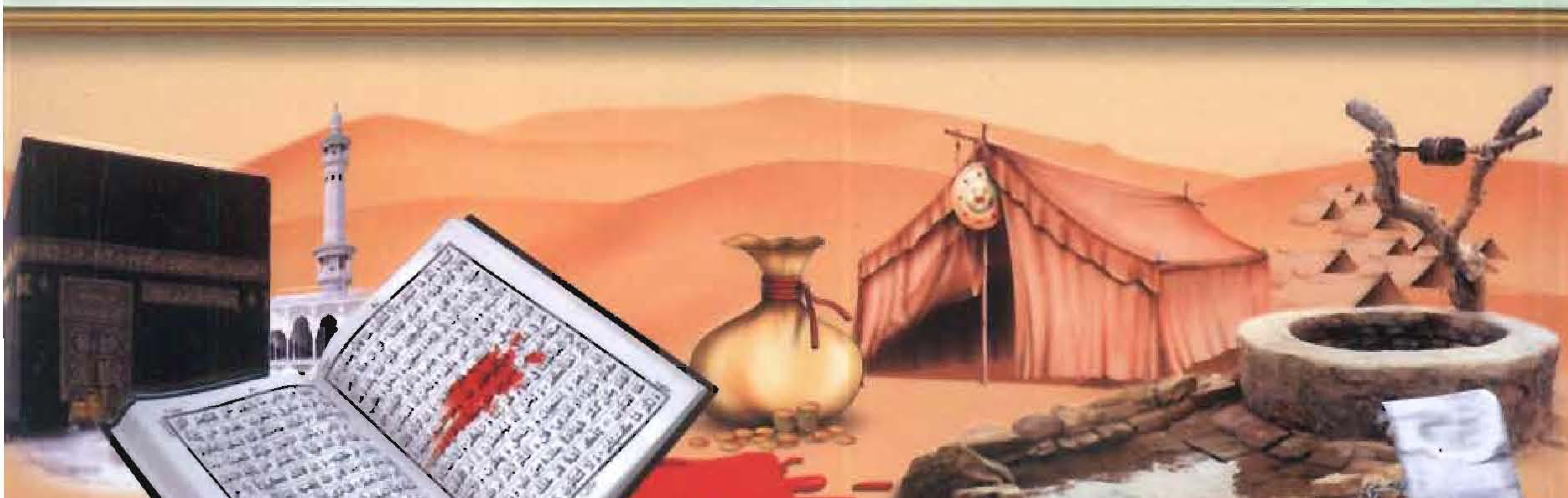
تاریخ الخلفاء الراشدین

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

شخصیت اور کارنامے

ہماری دعوت
اسلاف کا راستہ



تالیف: ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی   مترجم: شمیم احمد خلیل السلفی

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

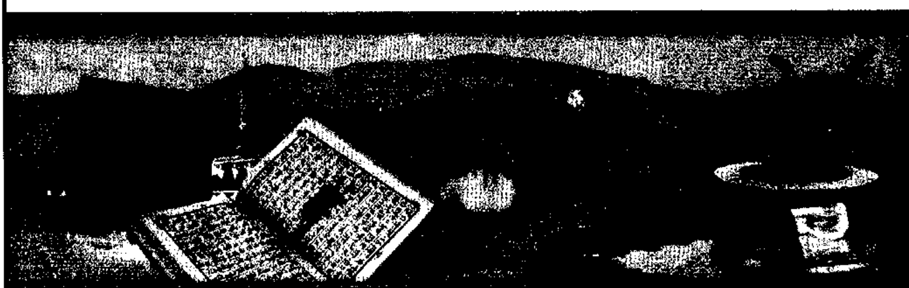
شخصیت اور کارنامے

تالیف

ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی

مترجم

فضیلۃ الشیخ شمیم احمد خلیل السلفی



الفرقان ٹرسٹ، خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ، پاکستان

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

شخصیت اور کارنامے

تالیف ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی

مترجم فضیلۃ الشیخ شمیم احمد خلیل السلفی

سعودی عرب

دار العلوم الندیه للنشر والتوزیع

س ت: ١٠١٠٢٠٤٨٧٦

فرع: مرکز الجامع التجاری شارع باخشب جده

معرض: ٠٢٦٣٣٦٦٤٠ فاکس: ٠٢٦٨٧٤٥٥٧

المكتب الرئيسى الرياض، حي الفيصلة

هاتف: ٠١٢٤٢٣١٢٦

مكتبه دار الفرقان، الرياض

هاتف: ٠١-٤٣٥٨٦٤٦، ٠٥٦٣٠٦٤٧٣٦، ٠٥٠٧٤١٩٩٢١

مكتبه بيت السلام، الرياض

هاتف: ٠١-٤٤٦٠١٢٩، ٠٥٠٥٤٤٠١٤٧، ٠٥٠٢٠٣٣٢٦٠

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ڈیلرز

اسلامی اکیڈمی: الفضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-7357587

کتاب سرائے: الحمد مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-7320318

نعمانی کتب خانہ: حق سٹریٹ، اُردو بازار لاہور فون: 042-7321865

مکتبہ اسلامیہ: غزنی سٹریٹ، اُردو بازار لاہور فون: 042-7244973

دار الکتب السلفیہ: اقرا سینٹر، غزنی سٹریٹ اُردو بازار، لاہور۔ فون: 0423-7361505

ہیثم بک کارنر غزنی سٹریٹ اُردو بازار، لاہور۔ فون: 0300-8010580

فضلی بک سپر مارکیٹ: نزد ریڈیو پاکستان کراچی فون: 021-2212991

AL-FURQAN TRUST

فہرست مضامین

دوسری فصل ...... ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا استخلاف

تیسری فصل...... عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مال وقضا کے ادارے

چوتھی فصل......عہد عثمانی کی فتوحات

پانچویں فصل..... عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں صوبوں کا نظام

چھٹی فصل......فتنہ قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے اسباب

ساتویں فصل:......عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا قتل

عرضِ خاص

معلوم نہیں کہ وہ بات جو عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شان وعظمت کے متعلق میرے دل میں ہے صحیح طرح بیان بھی کر سکوں یا نہیں؟ کیوں کہ وہ تو صبر ورضا، حلم و بردباری اور عفو ومحبت اسلام کے ایسے پیکر تھے کہ شاید دنیائے الفاظ میں ایسے الفاظ ملنا ناممکن ہیں جو اُن کے کردار کے شایانِ شان ہوں۔ آپ کے دور میں بہت سے ایسے واقعات ہوئے جن کی وجہ سے آپ کی زندگی کا مطالعہ کرتے وقت متعدد سوالات کا ذہن میں گردش کرنا ایک طبعی امر ہے، جس میں سبائی فتنہ سرفہرست ہے۔ آپ کی شہادت بھی سبائیوں کے ہاتھوں ہوئی۔ پس اس مقام پر ہر قاری کے لیے عظمت صحابہ اور ان کے اجتہادات کے تعلق سے منہج اسلاف سے واقفیت نہایت ضروری ہے۔

ان جلیل القدر ہستیوں کی نفسیات، ان کے ذہنی محرکات، ماحول اور حالاتِ گرد و پیش کا جائزہ لیے بغیر خام تاریخی مواد پر اعتماد کرتے ہوئے جن مصنفین اور اہل قلم نے ان کی سیرت وسوانح کو تاریخ کے صفحات میں جگہ دی وہ عموماً صحیح علمی منہج سے بہک گئے اور صحابہ کی اجتہادی آراء واختلافات کو ذاتی رنجش، مفاد پرستی اور دلی کدورت قرار دیا۔ انہیں ایسی دو پارٹیوں کی شکل میں پیش کیا، جیسے ان میں سے ہر ایک دوسرے کو زیر کرنے کے لیے کوئی موقع ہاتھ سے نہ گنوانا چاہتی ہو۔

عثمان رضی اللہ عنہ اپنی نرم خوئی اور مسلمانوں کے خون سے اپنا دامن محفوظ رکھنے کی وجہ سے اپنوں کی طرف سے ''نامناسب خاموشی'' اور غیروں کی طرف سے ''اقرباء نوازی'' سے متہم کیے گئے۔ پس کیا چوطرفہ یلغار کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ امیر المومنین ہوتے ہوئے اس بات کے اہل نہ تھے کہ سر اٹھاتے ہوئے فتنے کو اپنی ملکی سیکورٹی اور بے باک ومخلص وزراء کے ذریعے سے فرو کرتے؟ اور کیا آپ کی خاموشی اس بات کا اعتراف تھی کہ مجھ پر لگائی جانے والی تہمتیں سچ ہیں؟

نہیں ایسی کوئی وجہ نہ تھی، بلکہ آپ اور آپ جیسی دیگر جلیل القدر ہستیاں جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاکر آپ سے عقیدت ومحبت کا سچا ثبوت دیا تھا اور آپ کے ایک اشارے پر مر مٹنے والے تھے سب کا مطمح نظر صرف ایک تھا یعنی کہ اتباع سنت نبوی، وحدت اسلامیہ کی بقا، اسلامی تعلیمات کا فروغ اور وحدانیت کا بول بالا۔

وحدت اسلامیہ کی بقا ہی کے پیش نظر آپ نے کلمہ گو فسادیوں کے خلاف تلوار نہ اٹھائی۔ خود پیکر صدق وصفا،

زہد وورع، صبر ورضا اور امام عزم واستقامت بنے رہے۔ آپ نے بزور بازو فتنہ کو نہیں دبایا کہ مبادا اس سے بھی عظیم فتنہ بپا ہو جائے۔ آپ نے اپنے اوپر اچھالے جانے والے اعتراض کا مدلل اور مسکت جواب دیا۔ ملک کی مالی سیاست اور عدلیہ کو اپنے پیش رو خلفاء ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے اصول وعمل پر باقی رکھا۔ امت مسلمہ کو ایک مصحف پر اکٹھا کر کے اور خود اسی کی تلاوت کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

اس کتاب میں مصنف نے عثمان رضی اللہ عنہ کے زندگی کے ان تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ چنانچہ معاویہ بن ابی سفیان بن حرب اموی ہوں یا عبداللہ بن عامر بن کریز، ولید بن عقبہ ہوں یا سعید بن عاص، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ہوں یا مروان بن حکم رضی اللہ عنہم اجمعین، آپ نے ان تمام اقارب وگورنران عثمان رضی اللہ عنہ کی زندگی اور ان کے تابناک کارناموں پر روشنی ڈالتے ہوئے معترضین کو کٹہرے میں کھڑا کر دیا ہے۔ اگر ایسی شخصیتیں مورد الزام ٹھہر سکتی ہیں تو پھر ان نفس پرست معترضین کے لیے چیلنج ہے کہ وہ خلافت وملوکیت کے فرضی عنوان سے ہٹ کر صرف دنیائے قیادت و سیاست ہی کا کوئی ایسا کامل انسان پیش کریں جس نے عثمان رضی اللہ عنہ اور دیگر خلفائے راشدین جیسی سیاست وحکمرانی کی ہو؟ سچ تو یہ ہے کہ تاریخ کے صفحات اس سے خاموش ہیں، اور اگر کسی نے تاریخ کو زندگی عطا کی ہے تو بس وہ یہی شخصیتیں ہیں۔

کتاب کی ایک خاص خصوصیت یہ ہے کہ اس کے مصنف نے جدید علمی تحقیقات میں ایسے بعض اہم مصادر و مراجع کو سامنے رکھا ہے جن کے محققین نے خالص علمی وشرعی منہج کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی کتابیں تیار کی ہیں مثلاً ڈاکٹر یحییٰ ابراہیم الیحیی کی کتاب "مرویات ابی مخنف فی تاریخ طبری" ڈاکٹر عبدالعزیز ابراہیم العمری کی کتاب "الولایة علی البلدان فی عصر الخلفاء الراشدین"، ڈاکٹر عبدالعزیز صغیر دحان کی کتاب "احداث الفتنة الاولی"

جن جن مقامات پر صحابہ کی عظمت وقدسیت پر حرف آتا تھا، ان تمام مقامات کی حقیقت کو نمایاں کرنے میں مصنف نے جان توڑ محنت کی ہے اور ان کی زندگی کے صحیح رخ اور نظریات کی حقانیت کو انتہائی مہذب انداز میں پیش کر کے سیرت نگاری کا حق ادا کیا ہے۔ کتاب کی یہی وہ خصوصیت ہے جو اسے دیگر مصنفین کی کتابوں سے منفرد کرتی ہے۔

میں جناب مؤلف فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی حفظہ اللہ اور مترجم جناب فضیلۃ الشیخ شمیم احمد خلیل السلفی حفظہ اللہ کا از حد ممنون ہوں جنہوں نے الفرقان ٹرسٹ کو پاکستان میں اس کی اشاعت کے حقوق دے کر اس عظیم کام کا موقع فراہم کیا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف اور مترجم دونوں کی حفاظت فرمائے۔

خاص طور پر جناب مؤلف کے لیے دُعا گو ہوں کہ انہوں نے اُمت پر احسانِ عظیم کرتے ہوئے اس حساس

موضوع کو انصاف کے تمام تقاضے پورے کرتے ہوئے حق کے ترازو میں ناپ تول کر لکھا۔ کیوں کہ اس سے پہلے کوئی کتاب ایسی نہ تھی جس میں تاریخ کے اُن چھپے اصل حقائق کی نقاب کشائی کی گئی ہو اور سبائیوں، باغیوں کی گہری سازشوں اور اُن کے پیچھے کارفرما عزائم ومنصوبوں کا اتنی گہرائی سے جائزہ لیا گیا ہو کہ اصلیت کھل جائے۔

سب سے آخر میں، میں اپنے عزیز بھائی عبدالرؤف کا شکرگزار ہوں، جو پاکستان میں الفرقان ٹرسٹ کے رفیق اور مکتبۃ الکتاب کے مدیر بھی ہیں۔ اس کتاب کی خوبصورتی، سیٹنگ اور طباعت سے اُن کی خلفائے راشدین سے گہری محبت کی جھلک نمایاں ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنے بندوں کے لیے نفع بخش بنائے اور مولف، مترجم وناشر سب کے لیے توشہ آخرت بنائے۔ آمین یارب العالمین

ابوساریہ عبدالجلیل

جدہ، سعودی عرب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ ، وَنَسْتَغْفِرُهُ ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ ، وَمَنْ يُضْلِلْ هَادِيَ لَهُ ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ .

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝١٠٢ ﴾ (آل عمران : ۱۰۲)

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝١ ﴾ (النساء : ۱)

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝٧٠ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝٧١ ﴾ (الاحزاب : ۷۰ـ۷۱)

اما بعد!

اس کتاب میں سیدنا عثمان بن عثمان رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور کارنامے کا تذکرہ ہے۔ یہ خلفائے راشدین کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس سے قبل ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور کارنامے کا تذکرہ ہمارے سامنے آچکا ہے۔ اس سلسلہ کے اندر ہم نے یہ اہتمام کیا ہے کہ ان کی سیرتوں سے دروس وعبر کو اخذ کریں، اور معاشروں کی تحریر اور ملکوں کی تعمیر اور قوموں کی ترقی، قائدین اور لوگوں کے درمیان اللہ کے دین کی نشر واشاعت کرنے والے افراد کی تربیت میں الٰہی سنن وقوانین کا استیعاب کریں۔

بشریت کی قیادت میں اپنے ماضی کی طرف لوٹنے کے لیے ضروری ہے کہ امت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے نقش قدم پر چلے۔ ہمارے حبیب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تاریخی مراحل کی خبر دی ہے جس سے امت گزرے گی۔ ارشاد نبوی ہے:

((تکون النبوۃ فیکم ما شاء اللہ ان تکون، ثم یرفعھا اللہ اذا شاء ان یرفعھا، ثم تکون خلافۃ علی منھاج ، فتکون النبوۃ ما شاء اللہ ان تکون ، ثم یرفعھا اذا شاء اللہ ان یرفعھا، ثم تکون ملکا عاضا فیکون ما شاء اللہ ان تکون، ثم

یرفعها اذا شاء الله ان یرفعها ، ثم تکون خلافة علی منهاج النبوة .)) ❶

''تم میں نبوت جب تک اللہ چاہے گا رہے گی پھر جب اس کو اٹھانا چاہے گا اٹھا لے گا، پھر منہاج نبوت پر خلافت ہوگی جب تک اللہ چاہے گا اور پھر جب اس کو اٹھانا چاہے گا اٹھا لے گا، پھر سخت گیر ملوکیت ہوگی، جب تک اللہ چاہے گا رہے گی اور جب اللہ اس کو اٹھانا چاہے گا اٹھا لے گا، پھر منہاج نبوت پر خلافت ہوگی۔''

امت اسلامیہ اس زندگی میں جن عزائم و مقاصد کو بروئے کار لانے کے لیے کوشاں ہے اس کے لیے منہاج نبوت اور خلافت کے دور کی معرفت انتہائی ضروری اقدام ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین من بعدی .))❷

''تم میرے طریقے کو اور میرے بعد ہدایت یاب خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑو۔''

خلفائے راشدین کے دور کی تاریخ دروس وعبر سے پر ہے۔ یہ کتابوں اور مصادر ومراجع میں بکھرے ہوئے ہیں، خواہ یہ تاریخی ہوں یا حدیثی یا فقہی یا ادبی یا تفسیری ہوں۔ اس کی جمع وترتیب اور توثیق وتحلیل کی ہمیں اشد ضرورت ہے۔ خلافت راشدہ کی تاریخ کو اگر اچھی طرح پیش کیا جائے تو یہ ارواح کو غذا پہنچاتی ہے، نفوس کو مہذب بناتی ہے اور دلوں کو منور کرتی ہے، عقلوں کو مستحکم اور ہمتوں اور عزائم کو تیز کرتی ہے، دروس واسباق پیش کرتی ہے، عبرتوں کو آسان اور فکر کو پختگی بخشتی ہے اور اس خلافت کے نقوش، قائدین کے صفات، نظام محکم، اسلامی نسلوں کے اخلاف، ازدہار وترقی کے عوامل اور زوال کے اسباب کو واضح کرتی ہے۔ اس سے ہم منہاج نبوت اور فقہ خلافت راشدہ پر مسلم نسل کی تربیت میں استفادہ کر سکتے ہیں، اور ان نفوس کی زندگیوں کا تعارف حاصل کر سکتے ہیں جن کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۰۰﴾ (التوبہ: ۱۰۰)

''اور جو مہاجرین وانصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے، اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔''

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا

❶ المسند (٤/ ٢٧٣)۔ البزار (١٥٨٨) رجاله ثقات۔

❷ سنن ابی داؤد: ٤/ ٢٠١۔ الترمذی: ٥/ ٤٤ حسن صحیح۔

سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ﴾ (الفتح : ٢٩)

''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں، آپس میں رحم دل ہیں، تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع وسجدے کر رہے ہیں، اللہ کے فضل اور رضا مندی کی جستجو میں ہیں۔''

اور ان کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خير امتی القرن الذی بعثت فيهم......)) ❶

''میری امت کے بہترین لوگ وہ ہیں جن کے درمیان میں بھیجا گیا ہوں۔''

اور ان کے بارے میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((من كانا مستنا فليستن بمن قد مات ، فان الحی لا تؤمن عليه الفتنة ، اولئك اصحاب محمد ﷺ ، كانوا و الله افضل هذا الامة و ابرها قلوبا ، و اعمقها علما ، واقلها تكلفا ، قوم اختار هم الله لصحبة نبيه و اقامة دينه فاعرفوالهم فضلهم ، و اتبعوهم فی اثارهم و تمسكوا بما استطعتم من اخلاقهم و دينهم ، فانهم كانوا علی الهدی المستقيم .)) ❷

''جس کو اقتداء کرنی ہے وہ گزرے ہوئے لوگوں کی اقتداء کرے کیوں کہ زندہ فتنہ سے مامون نہیں۔ اور وہ محمد ﷺ کے صحابہ ہیں۔ اللہ کی قسم وہ اس امت کے سب سے افضل لوگ تھے ان کے دل سب سے نیک، ان کا علم سب سے گہرا، سب سے کم تکلف کرنے والے، ان کو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی صحبت اور اقامت دین کے لیے چن لیا تھا، لہٰذا تم ان کی فضیلت کو پہچانو، ان کے آثار کا اتباع کرو اور جس قدر ہو سکے ان کے اخلاق و دین کو تھام لو وہ لوگ سیدھی ہدایت پر قائم تھے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اسلامی احکام کو نافذ کیا اور مشرق ومغرب میں اس کی نشر واشاعت کی۔ ان کا دور سب سے بہتر دور ہے۔ انہوں نے ہی امت کو قرآن سکھایا، رسول اللہ ﷺ سے سنن وآثار کو روایت کیا، ان کی تاریخ وہ خزانہ ہے جس نے فکر وثقافت، علم وجہاد، فتوحات کی تحریک اور اقوام وامم کے ساتھ تعامل کے سلسلہ میں امت کے سرمایہ کو محفوظ کر رکھا ہے۔ صحیح منہج اور رشد وہدایت پر زندگی کا سفر جاری رکھنے کے لیے نسلوں کے لیے یہ تاریخ معاون ثابت ہوگی اور اس کی روشنی میں انہیں اپنے پیغام اور دور کی معرفت حاصل ہوگی۔

اعدائے اسلام نے اسلامی تاریخ کو نشانہ بنا رکھا ہے وہ اس کوشش میں لگے ہیں کہ اسلام اور اس کی روشن تاریخ کے درمیان خلا پیدا کر دیں تاکہ نسلوں کو اسلام اور اس کے عقیدۂ شریعت، اخلاق واقدار اور علمی میراث سے

❶ مسلم: ٤/ ١٩٦٣۔ ١٩٦٤۔ ❷ شرح السنة/ البغوی ١/ ٢١٤۔ ٢١٥۔

دور کر دیں، اس کے لیے وہ اسلامی معاشرہ میں پوری کوشش سے زہر پھیلانے میں لگے ہوئے ہیں۔

مستشرقین اور ان سے قبل روافض نے بھرپور کوشش کی کہ ان باطل روایتوں کو عام کریں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تنقیص کرتی ہوں، اور امت کی عظیم تاریخ کو مطعون قرار دیتی ہوں، اور ان کی تاریخ کی ایسی تصویر پیش کرتی ہوں کہ جس میں قیادت وحکومت اور بالادستی کے لیے جنگ جاری ہو، اس لیے ہر کاذب رافضی اور حاقد مستشرق اور جاہل سیکولر سے ہوشیار رہنا ضروری ہے اور اسی طرح ہر اس شخص سے بھی ہوشیار رہنا ضروری ہے، جو ان کے منہج پر قائم ہو اور ضروری ہے کہ ہم اپنی لازوال تاریخ کا پرزور دفاع کریں، اور کذاب اور منحرف لوگوں کے مناہج پر پرجوش حملے کریں، اور یہ مبارک حملے، روشن حقائق، قطعی دلائل اور ناقابل ابطال براہین سے پر، حق کے علمی ایٹم بم سے ہو۔ امت کے سپوتوں پر اہل سنت والجماعت کے منہج پر تاریخ اسلام کی ترتیب اور تدوین ضروری ہے۔ اس منہج پر تاریخ کی تدوین وترتیب پر مولفین ومحققین کے قلم اٹھ چکے ہیں۔ انہوں نے اس کام کو بے فائدہ شروع نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کو اس دین اور امت کی حفاظت کرنی ہے اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تاریخ کے لیے ایسے لوگوں کو تیار کیا ہے جو اس کے وقائع وحوادث تحقیق کریں، اخبار وروایات کی تصحیح کریں، اور روایات گھڑنے والے وضاع وکذاب راویوں کا پردہ فاش کریں۔ یہ عظیم جدوجہد اللہ کا فضل ہے اور پھر اہل سنت ائمہ فقہاء ومحدثین کی کاوشوں کا نتیجہ ہے جن کی کتابیں ایسے بہت سے اشارات اور صحیح روایات سے بھری ہیں جو گھڑنے والوں کی وضعی روایات کی قلعی کھولتی ہیں۔ ❶

اہل سنت والجماعت کے منہج کے اصول کو میں نے اختیار کیا اور قدیم وجدید مراجع ومصادر میں لگ گیا اور خلفائے راشدین کے دور کے سلسلہ میں صرف تواریخ طبری، ابن اثیر، ذہبی اور مشہور کتب تاریخ پر ہی اعتماد نہیں کیا بلکہ تفسیر وحدیث، شروحات حدیث، عقائد وفرق، تراجم وسیر، جرح وتعدیل اور فقہ کی کتابوں کو کھنگالا، مجھے ان میں ایسے کثیر تاریخی مواد ملے جن کا متداول ومعروف کتب تاریخ میں ملنا مشکل ہے۔ اس کتاب میں میں نے خلیفہ راشد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے متعلق گفتگو شروع کی ہے جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((اصدقها حياء عثمان .)) ❷

''عثمان حیا میں سب سے سچے ہیں۔''

اور غزوہ تبوک کے موقع پر جب آپ نے بے دریغ خرچ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے متعلق فرمایا:

((ما ضر عثمان بعد اليوم، ما ضر عثمان بعد اليوم .)) ❸

---

❶ المنهج الاسلامي لكتابة التاريخ د/ محمد محزون ص: (٤)

❷ فضائل الصحابة لابي عبدالله احمد بن حنبل (١/ ٦٠٤) إسناده صحيح۔

❸ سنن الترمذي: ٣٧٨٥ .

''آج کے بعد عثمان کو کوئی عمل نقصان نہیں پہنچا سکتا، آج کے بعد عثمان کو کوئی عمل نقصان نہیں پہنچا سکتا۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے آپ کو مصیبت لاحق ہونے کے ساتھ جنت کی بشارت سنائی، ❶ اور لوگوں کو فتنہ رونما ہونے کے وقت عثمان رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ رہنے پر ابھارا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((انكم تلقون بعدی فتنة و اختلافا او اختلافا وفتنة . فقال له قائل من الناس: فمن لنا يا رسول الله؟ قال: عليكم بالأمين وأصحابه وهو يشير إلى عثمان .)) ❷

''میرے بعد تم فتنہ و اختلاف یا اختلاف و فتنہ دیکھو گے۔ لوگوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے لیے کون ہوگا؟ تو آپ نے عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: امین اور اس کا ساتھی۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، رسول اللہ ﷺ کے دور میں ہی پہلا مقام ابوبکر کو پھر عمر کو پھر عثمان کو دیتے تھے۔ چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

((كنا في زمن النبي ﷺ لا نعدل بأبي بكر أحدا، ثم عمر، ثم عثمان، ثم نترك اصحاب النبي ﷺ لا نفاضل بينهم .)) ❸

''نبی ﷺ کے عہد میں ہم ابوبکر کے برابر کسی کو نہیں قرار دیتے تھے، پھر عمر کو، پھر عثمان کو، اس کے بعد آپؐ کے صحابہ پر ہم کوئی بحث نہیں کرتے تھے اور نہ کسی کو ایک دوسرے پر فضیلت دیتے تھے۔''

شاعر نمیری نے کہا:

عشية يدخلون بغير إذن
على متوكل اوفى و طابا

''اس شام کو (یاد کرو) جب لوگ عمدہ، وفادار اور اللہ پر بھروسہ کرنے والے (عثمان رضی اللہ عنہ) کے گھر میں زبردستی داخل ہو رہے تھے۔''

خليل محمد و وزير صدق
و رابع خير من وطیء الترابا ❹

''وہ محمد ﷺ کے پکے دوست، سچے معاون، اور روئے زمین کے چوتھے سب سے اچھے آدمی تھے۔''

---

❶ البخاری: ۳٦۹۵.
❷ فضائل الصحابة: ۱/ ۵۵۰ إسناده صحيحٌ.
❸ البخاری، فضائل اصحاب النبی ﷺ: ۳٦۹۸.
❹ البداية والنهاية: ۷/ ۲۰٦.

ان کے بارے میں ابو محمد قحطانی نے کہا:

لما قضى صديق احمد نحبه
دفع الخلافة للامام الثاني

''جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ انتقال کرنے لگے تو خلافت امام ثانی کو سونپ دی۔''

اعني به الفاروق فرق عنوة
بالسيف بين الكفر و الإيمان

''یعنی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جنہوں نے کفر و ایمان کے مابین بذریعہ تلوار فرق کر دیا۔''

هو اظهر الاسلام بعد خفاءه
و محا الظلام و باح بالكتمان

''انہوں نے اسلام کا برملا اظہار کیا، تاریکی کو مٹایا، چھپی چیز کو واضح کر دیا۔''

ومضى و خلى الأمر شورى بينهم
في الامر فاجتمعوا على عثمان

''خلافت کا معاملہ شوریٰ کے حوالے کر کے چلے گئے، چنانچہ لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ پر اتفاق کیا۔''

من كان يسهر ليلة ركعة
وترا فيكمل ختمة القرآن

''جو ایک رکعت وتر میں پوری رات گزار دیتے اور قرآن کو ختم کر دیتے تھے۔''

یہاں تک کہ کہا:

والويل للركب الذين سعوا إلى
عثمان فاجتمعوا على العصيان ❶

''تباہی ہے اس قافلہ کے لیے جو عثمان تک پہنچا اور گناہ کے لیے اکٹھا ہوا۔''

سیدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی زندگی، تاریخ امت کا روشن صفحہ ہے۔ میں نے آپ کی تاریخ، زندگی اور روشن دور کو تلاش کر کے اس کی ترتیب، تنسیق اور توثیق و تحلیل کی ہے تا کہ امت کے مختلف طبقات علماء، داعیان، خطباء، سیاست داں، مفکرین، جرنیل، حکام، طلبہ اور عام لوگوں کے دسترس میں ہو، شاید اپنی زندگی میں اس سے استفادہ کریں، اور اپنے اعمال میں اس کی اقتداء کریں اور پھر اللہ تعالیٰ، دارین میں انہیں فوز و فلاح سے ہمکنار فرمائے۔

❶ نونية القحطاني: (٢١-٢٥)

اس کتاب کے اندر میں نے ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے نام ونسب، کنیت و القاب، خاندان، جاہلیت و اسلام میں آپ کا مقام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی شادی، ابتلاء و آزمائش، حبشہ کی طرف ہجرت، قرآن کے ساتھ آپ کی زندگی، اور حکومت کی تعمیر میں اقتصادی تعاون کو بیان کیا ہے۔ میں نے ان احادیث کو تلاش کیا ہے جس میں دوسروں کے ساتھ آپ کے فضائل بیان ہوئے ہیں۔ اور ان احادیث کو بھی، جن میں صرف آپ کے فضائل مذکور ہیں۔ جس فتنہ میں آپ نے جام شہادت نوش کیا اس فتنہ سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ وارد ہوا ہے اور آپ کے استخلاف کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے شوریٰ کو چلانے میں جو عظیم کارنامہ انجام دیا ہے اس کو واضح کیا ہے۔ اس سلسلہ میں جو رافضی اباطیل گھس آئی ہیں ان کی تردید کی ہے۔ قوی ترین علمی براہین اور منطقی دلائل سے ان کے بطلان اور کھوٹے پن کو ثابت کیا ہے۔ اور آپ کی خلافت پر اجماع کے انعقاد اور استحقاق خلافت کے متعلق علماء کے اقوال کو پیش کیا ہے۔ گورنروں، جرنیلوں اور عام لوگوں کے نام عثمان رضی اللہ عنہ کے خطوط کی روشنی میں نظام حکم میں آپ کے منہج اور زندگی میں آپ کے مواقف کی شرح کی ہے۔ آپ نے حکومت کو اعلیٰ مراجعیت، خلیفہ کے محاکمہ میں امت کا حق، شورائیت، عدل، مساوات، حریت و آزادی اور معاشرتی زندگی میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے بعض قائدانہ صفات کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے۔ اور آپ کی صفات میں انیس (۱۹) صفات کو آپ کے ان مواقف کے ساتھ ذکر کیا ہے جو ان بلند صفات اور اخلاق حمیدہ پر دلالت کرتے ہیں۔ اور مالی شعبہ (وزارت خزانہ) پر گفتگو کرتے ہوئے ان مالی سیاست کے نقوش کو بیان کیا ہے جو خلافت سنبھالتے ہوئے آپ نے اعلان کیا تھا۔ اور آپ کے دور میں عام اخراجات مثلاً: گورنروں اور فوجیوں کو تنخواہیں، حج کے اخراجات، مسجد نبوی کی تعمیر و ترمیم کی تحویل، مسجد حرام کی توسیع، پہلے اسلامی بحری بیڑے کی تیاری، شعیبہ سے جدہ کی طرف ساحل کی تحویل، کنویں کھودنا، موذنوں کی تنخواہیں وغیرہ کو بیان کیا ہے۔ اجتماعی اور اقتصادی زندگی پر مال کے ریل پیل کے اثر اور عثمان رضی اللہ عنہ اور آپ کے اقارب کے مابین تعلق اور بیت المال سے عطیہ دینے کی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے اور شعبہ قضا (وزارت عدل) اور عثمان رضی اللہ عنہ کے بعض فقہی اجتہادات پر گفتگو کی ہے جو بعد میں فقہی مدارس میں اثر انداز ہوئی ہیں۔ میں نے کتب تاریخ میں بکھری ہوئی عثمانی فتوحات کو جمع کیا اور مشرق و شام، مصر اور شمالی افریقہ میں لشکر اسلام کی نقل و حرکت کے مطابق اس کی ترتیب و تنظیم کی ہے۔ اور فتوحات کی تحریک سے دروس و عبر اور فوائد کا استخراج کیا ہے مثلاً اہل ایمان کے لیے وعدۂ الٰہی کی تکمیل، حربی و سیاسی فنون کی ترقی، سرحدوں کی حفاظت، دشمن کے مقابلہ میں اتحاد کا اہتمام، اعداء سے متعلق معلومات جمع کرنا وغیرہ۔ موقع بموقع بعض فاتح قائدین کی سیرت پیش کی ہے جیسے احنف بن قیس، عبدالرحمٰن بن ربیعہ باہلی، سلیمان بن ربیعہ، حبیب بن مسلمہ فہری، اور مصحف عثمانی پر امت کو متحدہ کرنے کو عثمان رضی اللہ عنہ کے عظیم ترین مفاخر میں شمار کیا ہے۔ اور جمع قرآن کے

سبب اور صحابہ کرام سے مشورہ، ان مصاحف کی تعداد جو صوبوں کو بھیجے گئے، اختلاف سے ممانعت سے متعلق آیات کے سلسلہ میں صحابہ کا فہم، گورنروں کا شعبہ، آپ کے دور میں سلطنت کے صوبے، گورنروں کے ساتھ آپ کی سیاست اور ان کے حقوق و واجبات، گورنروں کی نگرانی اور جائزہ لینے اور ان کی خبروں پر مطلع ہونے کے اسالیب، اور عثمان رضی اللہ عنہ کے گورنروں کی حقیقت اور ان کے مثبت و منفی پہلو، ابوذر، ابن مسعود اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کے ساتھ عثمان رضی اللہ عنہ کے تعلق کی حقیقت کو بیان کیا ہے۔ قتل عثمان کے فتنہ کے اسباب و وقائع کو تفصیل سے پیش کیا ہے اور ہر سبب کو مستقل فقرہ میں بیان کیا ہے جیسے خوش حالی اور معاشرہ پر اس کا اثر، اجتماعی تبدیلی، عثمان رضی اللہ عنہ کا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد آنا، اکابر صحابہ کا مدینہ سے منتقل ہو جانا، جاہلی عصبیت، فتوحات میں توقف، جاہلی زہد و ورع، جاہ طلبی، حاقدین کی سازش، مظلوم خلیفہ راشد کے خلاف اعتراضات بھڑکانے کی منظم تدبیر، لوگوں کو برانگیختہ کرنے والے وسائل و اسالیب کو اختیار کرنا، فتنہ برپا کرنے میں سبائیوں کا اثر، اس کے علاج کے لیے عثمان رضی اللہ عنہ نے جو اقدامات کیے مثلاً جانچ وتحقیق کی کمیٹیاں تشکیل دے کر روانہ کرنا، ہر صوبے کو تمام مسلمانوں کے لیے اعلان کے طور پر خط ارسال کرنا، گورنروں سے مشورہ طلب کرنا، باغیوں پر حجت قائم کرنا، ان کے بعض مطالبات کو منظور کرنا، اور فقہ عثمانی کی روشنی میں فتنوں کے ساتھ تعامل کے ضوابط بیان کیے ہیں۔ جیسے تحقیق، عدل وانصاف، حلم وسنجیدگی کو لازم پکڑنا، جمع کرنے والی چیزوں کا اہتمام اور اختلاف ڈالنے والی چیزوں سے اجتناب، خاموشی کو لازم پکڑنا، کثرت کلام سے اجتناب، ربانی علماء سے مشورے، فتن سے متعلق احادیث، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی اور مدینہ پر باغیوں کے قبضہ، عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپ کی طرف سے دفاع اور اس سے آپ کے انکار کو بیان کیا ہے۔ قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں صحابہ کے موقف اور فتنہ قتل سے متعلق ان کے وارد شدہ اقوال کو ذکر کیا ہے۔

یہ کتاب ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی عظمت کو مدلل کرتی ہے، اور قارئین کرام کے سامنے یہ ثابت کرتی ہے کہ آپ ایمان وعلم، اخلاق و آثار کے ساتھ انتہائی عظیم تھے۔ آپ کی عظمت اسلام کے فہم وتطبیق، اللہ کے ساتھ عظیم تعلق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کی اتباع کا نتیجہ تھی۔

یقیناً عثمان رضی اللہ عنہ ائمہ میں سے ہیں جن کے طرز عمل، اور اقوال و افعال کی لوگ اقتداء کرتے ہیں آپ کی سیرت، ایمان، صحیح اسلامی جذبہ اور دین اسلام کے فہم سلیم کے قوی مصادر میں سے ہیں اسی لیے میں نے آپ کی شخصیت اور کارنامے کے متعلق بحث وتحقیق کی اپنی طاقت و وسعت بھر کوشش کی، نہ مجھے عصمت کا دعویٰ ہے اور نہ میں لغزشوں سے بری ہوں۔ میں نے اللہ کی رضا اور اس کا ثواب چاہا ہے۔ اسی سے سوال ہے کہ الٰہی میری مدد فرما اور اس کو نفع بخش بنا، اس کا نام پاکیزہ ہے اور وہ دعاؤں کو سنتا ہے۔

اس کتاب کی تصنیف سے میں چہار شنبہ بوقت ۲ر بجے فجر بتاریخ ۸ر ربیع الثانی سن ۱۴۲۳ھ موافق

۱۸/۶/۲۰۰۲ء کو فارغ ہوا۔ اول و آخر اللہ کا فضل ہے میں اللہ تعالیٰ سے اس کے اسمائے حسنیٰ اور صفات عالیہ کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ اس ناچیز کی کوشش کو اپنے لیے خالص کر لے اور اپنے بندوں کے لیے نفع بخش بنا دے اور جو حرف بھی میں نے لکھا ہے اس پر مجھے اجر عطا فرمائے اور اسے میری نیکیوں کے پلڑے میں رکھے اور اس حقیر کوشش کے اتمام میں میرے جن بھائیوں اپنی وسعت بھر کوشش کی ہے ان کو اس کا ثواب و صلہ عطا فرمائے اور ہر مسلمان سے جو اس کتاب کو پڑھیں میری گزارش ہے کہ اپنی دعاؤں میں اس بندۂ فقیر کو نہ بھولیں:

﴿ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَ اَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾ ﴾ (النمل : ۱۹)

''اے میرے رب تو مجھے توفیق دے کہ میں تیرے ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں، اور میرے ماں باپ پر اور میں ایسے نیک اعمال کرتا رہوں جن سے تو خوش رہے، مجھے اپنی رحمت سے نیک بندوں میں شامل کر دے۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِکَ لَهَا ۚ وَ مَا یُمْسِکْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ﴿۲﴾ ﴾ (فاطر : ۲)

''اللہ تعالیٰ جو رحمت لوگوں کے لیے کھول دے سو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس کو بند کر دے اس کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے۔''

وصلى الله على سيدنا محمد و على آله و صحبه أجمعين سبحانك اللهم و بحمدك أشهد ان لا إله إلا انت استغفرك و اتوب إليك و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين.

الفقير الى عفو ربه و مغفرته ورحمته ورضوانه

علی محمد محمد الصلابی

پہلی فصل

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مکہ و مدینہ میں

- نام، نسب، کنیت، اوصاف، خاندان اور دور جاہلیت میں آپ کا نام
- عثمان رضی اللہ عنہ اور قرآن
- مدینہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی صحبت
- عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے متعلق احادیث نبویہ
- عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ عہد صدیقی و فاروقی میں

(۱)

نام، نسب، کنیت، القاب، اوصاف، خاندان اور دورِ جاہلیت میں آپ کا مقام

ا۔ نام ونسب، کنیت اور القاب

۱:......**نام و نسب:** عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب۔ ❶ اس طرح عبد مناف پر آپ کا سلسلہ نسب رسول اللہ ﷺ کے سلسلہ نسب میں جا ملتا ہے۔ آپ کی والدہ اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی ہیں۔ ❷

اور آپ کی نانی ام حکیم بیضاء بنت عبد المطلب ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے والد عبد اللہ کی سگی بہن تھیں، اور زبیر بن بکار کی روایت کے مطابق دونوں جڑواں پیدا ہوئے تھے۔ اس طرح عثمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بہن کے لڑکے تھے، اور رسول اللہ ﷺ آپ کی والدہ کے ماموں زاد بھائی تھے۔ آپ کی والدہ مشرف بہ اسلام ہوئیں اور آپ کی خلافت میں وفات پائی اور آپ ہی انہیں قبرستان لے گئے۔ ❸

آپ کے والد دورِ جاہلیت ہی میں وفات پا چکے تھے۔

۲:......**کنیت:** دورِ جاہلیت میں آپ کی کنیت ابو عمرو تھی، لیکن جب آپ کے زوجیت میں رقیہ بنت رسول اللہ آئیں اور ان کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عبد اللہ رکھا گیا اس وقت سے آپ نے ابو عبد اللہ کی کنیت اختیار کی اور مسلمانوں نے اسی کنیت سے آپ کو یاد کرنا شروع کر دیا۔ ❹

۳:......**لقب:** عثمان رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا، علامہ بدر الدین عینی ❺ بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں:

---

❶ الطبقات/ ابن سعد: ۳/ ۵۳۔ الاصابة: ٤/ ۳۷۷، رقم (٥٤٦٣).

❷ التمهيد والبيان فی مقتل الشهيد عثمان / محمد يحيىٰ الاندلسی ص: (۱۹)

❸ الخلافة الراشدة والدولة الأموية/ يحيىٰ اليحيى ص: ۳۸۸.

❹ التمهيد والبيان فی مقتل الشهيد عثمان ص: (۱۹)

❺ آپ کا نام محمود بن احمد بن موسیٰ عینی ہے ابو محمد آپ کی کنیت ہے۔ تاریخ، حدیث اور فقہ کے علماء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ ۸۵۵ھ میں وفات پائی۔ دیکھیے: شذرات الذهب: ۷/ ۲۸۶۔ الضوء اللامع: ۱۰/ ۱۳۱۔

''اس لیے کہ آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جس کی زوجیت میں نبی کی دو بیٹیاں آئی ہوں۔'' ❶

''مہلب بن ابی صفرہ ❷ سے پوچھا گیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کیوں کہا گیا؟ تو انہوں نے فرمایا:

عبداللہ بن عمر بن ابان جعفی کہتے ہیں، مجھ سے میرے ماموں حسین الجعفی نے کہا: تمہیں معلوم ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کیوں کہا گیا؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: جب سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اس وقت سے لے کر قیامت تک عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کی زوجیت میں نبی کی دو بیٹیاں نہیں آئیں۔ اسی لیے آپ کو ذوالنورین سے ملقب کیا گیا۔ ❸

بعض لوگوں نے یہ وجہ تسمیہ بیان کی ہے کہ آپ ہر رات نماز میں کثرت سے تلاوت قرآن کرتے تھے چوں کہ قرآن اور قیام لیل دونوں ہی نور ہیں اس لیے آپ کو ذوالنورین کہا گیا۔ ❹

۴:...... **ولادت:** آپ صحیح قول کے مطابق مکہ میں عام الفیل کے چھ سال بعد پیدا ہوئے۔ ❺ بعض لوگوں نے مقام ولادت طائف قرار دیا ہے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً پانچ سال چھوٹے تھے۔ ❻

۵:...... **پیدائشی اوصاف:** آپ کا قد درمیانہ تھا نہ پست قد تھے اور نہ بہت لمبے، چمڑا باریک تھا، گھنی اور لمبی داڑھی تھی، جوڑوں کی ہڈیاں بڑی تھیں۔ دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ بڑا تھا۔ سر میں گھنے بال تھے۔ داڑھی میں زرد خضاب لگاتے تھے۔

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عثمان رضی اللہ عنہ درمیانہ قد حسین بالوں والے اور خوبصورت تھے، سر کے سامنے کے بال گر گئے تھے، دونوں قدموں کے درمیان اچھا فاصلہ تھا، ❼ ناک اونچی تھی، پنڈلیاں ضخیم تھیں، بازو لمبے تھے، بال گھنگھریالے تھے، دانت انتہائی خوبصورت تھے۔ آپ کی زلفیں کانوں سے نیچے لٹکتی تھیں۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ آپ کا رنگ گندمی تھا، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ آپ گورے چٹے تھے۔ ❽

---

❶ مہلب بن ابی صفرہ الازدی العتکی، بہادر امراء میں سے ہیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہندوستان پر حملہ کیا، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت میں جزیرہ کے والی مقرر ہوئے، اور عبدالملک بن مروان کے عہد خلافت میں خوارج سے جنگ کی اور پھر ۷۹ھ میں عبدالملک کی طرف سے خراسان کے والی مقرر ہوئے آپ کی شہرت خوارج کے ساتھ جنگ سے وابستہ ہے۔ ۸۳ھ میں وفات پائی۔ دیکھیے: وفیات الاعیان: ۵/ ۳۵۰۔ سیر اعلام النبلاء: ٤/ ٣٨٣.

❷ عمدة القاري: ١٦/ ٢٠١.

❸ سنن البیهقی: ۷/ ۷۳۔ ڈاکٹر عاطف الماضیہ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

❹ عثمان بن عفان ذوالنورين / عباس العقاد، ص: ٧٩.

❺ الإصابة: ٤/ ٣٧٧، ٥٤٦٤.

❻ عثمان بن عفان / صادق عرجون ص: ٤٥.

❼ تاريخ الطبري: ٥/ ٤٤٠.

❽ صفوة الصفوة: ١/ ٢٩٥۔ صحيح التوثيق في سيرة و حياة ذي النورين، ص: ١٥.

۲۔خاندان

عثمان رضی اللہ عنہ نے کل آٹھ شادیاں کیں اور سب کی سب اسلام کے بعد کیں۔

بیویاں:

- رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان کے بطن سے آپ کے فرزند عبداللہ بن عثمان پیدا ہوئے۔
- ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: رقیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد آپ نے ان سے شادی کی۔
- فاختہ بنت غزوان: یہ امیر عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کی ہمشیر تھیں، ان کے بطن سے آپ کے فرزند عبداللہ الاصغر پیدا ہوئے۔
- ام عمرو بنت جندب الازدیة: ان کے بطن سے آپ کی اولاد: عمرو، خالد، ابان، عمر اور مریم کی ولادت ہوئی۔
- فاطمة بنت ولید بن عبد شمس بن مغیرة المخزومیة: ان کے بطن سے آپ کی اولاد: ولید، سعید، ام سعد کی ولادت ہوئی۔
- ام البنین بنت عیینة بن حصن الفزاریه: ان کے بطن سے آپ کے فرزند عبدالملک کی ولادت ہوئی۔
- رملة بنت شیبة بن ربیعة الامویة: ان کے بطن سے آپ کی اولاد: عائشہ، ام ابان، ام عمرو کی ولادت ہوئی۔ رملہ مشرف بہ اسلام ہوئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔
- نائلة بنت فرافصة الکلبیة: یہ نصرانی تھیں لیکن رخصتی سے قبل اسلام قبول کر لیا تھا اور اچھی مسلمان ثابت ہوئیں۔ [1]

بیٹے:

آپ کے کل نو بیٹے تھے:

- عبداللہ: ان کی والدہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں۔ ہجرت سے دو سال قبل ولادت ہوئی اور اپنے والدین کے ساتھ مدینہ ہجرت کی اور مدینہ کے ابتدائی دور میں ہی آنکھ کے قریب چہرہ میں مرغ نے چونچ ماردی اور یہ زخم بڑھتا رہا یہاں تک کہ پورا چہرہ متاثر ہو گیا اور اسی کے سبب ۴ھ میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر کل چھ سال تھی۔ [2]

---

[1] تاریخ الطبری: ۵/ ۴۴۱۔التمهید والبیان فی مقتل الشهید عثمان ، ص: ۱۹۔ الامین ذوالنورین / محمود شاکر، ص ۳۶۴۔

[2] الامین ذوالنورین ص: (۳۶۵)، التمهید و البیان ص: ۱۹ .

❀ عبداللہ الاصغر: ان کی والدہ فاختہ بنت غزوان تھیں۔

❀ عمرو: ان کی والدہ ام عمرو بنت جندب تھیں۔ انہوں نے اپنے والد عثمان رضی اللہ عنہ اور اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے احادیث روایت کی ہیں، اور ان سے علی بن حسین زین العابدین اور سعید بن مسیب اور ابو الزناد رحمہم اللہ نے احادیث روایت کی ہیں۔ ویسے یہ قلیل الحدیث تھے، ان کی شادی امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی بیٹی رملہ سے ہوئی تھی، انہوں نے ۸۰ھ میں وفات پائی۔

❀ خالد: ان کی والدہ ام عمرو بنت جندب تھیں۔

❀ ابان: ان کی والدہ ام عمرو بنت جندب تھیں، یہ فقہ میں امام تھے ان کی کنیت ابوسعید تھی، عبدالملک بن مروان کے عہد خلافت میں سات سال تک مدینہ کے گورنر رہے۔ اپنی والدہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما سے احادیث سنیں ان کی مرویات بہت تھوڑی ہیں۔ ان کی مرویات میں سے یہ حدیث ہے جسے انہوں نے اپنے والد عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

''جس نے صبح و شام یہ دعا پڑھی:

((بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ .))

اس دن یا اس رات اس کو کوئی چیز نقصان نہ پہنچائے گی۔''

جب ابان رحمہ اللہ پر فالج کا حملہ ہوا تو انہوں نے فرمایا: واللہ میں اس ذکر کو پڑھنا بھول گیا تاکہ اللہ کی قضا پوری ہو جائے۔ [1] اپنے دور کے فقہائے مدینہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان کی وفات ۱۰۵ھ میں ہوئی۔ [2]

❀ عمر: ان کی والدہ ام عمرو بنت جندب تھیں۔

❀ ولید: ان کی والدہ فاطمہ بنت ولید بن عبد شمس بن مغیرہ مخزومیہ تھیں۔

❀ سعید: ان کی والدہ فاطمہ بنت ولید مخزومیہ تھیں، امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں ۵۶ھ میں خراسان کے گورنر مقرر ہوئے۔

❀ عبدالملک: ان کی والدہ ام البنین بنت عتبہ بن حصن تھیں، اور بچپن ہی میں ان کا انتقال ہو گیا تھا۔

نائلہ بنت فرافصہ کے بطن سے آپ کے ایک بیٹے عنبسہ کی ولادت بیان کی گئی ہے۔ [3]

بیٹیاں:

آپ کی کل سات بیٹیاں تھیں:

---

[1] الترمذی: کتاب الدعوات (۳۳۸۵) صحیح۔
[2] سیر أعلام النبلاء: ٤/ ۲۵۳۔ تاریخ القضاعی ص: ۳۰۸
[3] الامین ذوالنورین ص: ۳۶۹.

- مریم: ان کی والدہ ام عمرو بنت جندب تھیں۔
- ام سعید: ان کی والدہ فاطمہ بنت ولید بن عبد شمس مخزومیہ تھیں۔
- عائشہ: ان کی والدہ رملہ بنت شیبہ بن ربیعہ تھیں۔
- مریم بنت عثمان: ان کی والدہ نائلہ بنت فرافصہ تھیں۔
- ام البنین: ان کی والدہ ام ولد تھیں۔ ❶

بہنیں:

عثمان رضی اللہ عنہ کی صرف ایک حقیقی بہن تھیں۔ ان کا نام آمنہ بنت عفان تھا۔

دور جاہلیت میں کنگھی کرنے کا پیشہ اختیار کیا پھر ہشام بن مغیرہ مخزومی کے آزاد کردہ حکم بن کیسان سے شادی ہوئی۔ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے دستے نے ان کو گرفتار کیا اور مدینہ لائے، مدینہ میں اقامت اختیار کر لی۔ ۴ھ کے آغاز میں بئر معونہ کے واقعہ میں جام شہادت نوش کیا اور آمنہ بنت عفان مکہ ہی میں حالت شرکت میں پڑی رہیں، اور فتح مکہ کے موقع پر اپنی والدہ اور بہنوں کے ساتھ اسلام قبول کیا اور ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا زوجہ ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیعت کی اور شرک نہ کرنے نیز چوری وزنا سے دور رہنے کا عہد کیا۔ ❷

عثمان رضی اللہ عنہ کی ماں شریک تین بہنیں تھیں:

- ام کلثوم بنت عقبة بن ابی مُعَیط رضی اللہ عنہا: مکہ ہی میں مشرف بہ اسلام ہوئیں، مدینہ کی طرف ہجرت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ صلح حدیبیہ کے بعد یہ سب سے پہلی خاتون ہیں جنھوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔
- ام حکیم بنت عقبة
- هند بنت عقبة ❸

بھائی:

عثمان رضی اللہ عنہ کے ماں شریک تین بھائی تھے:

- ولید بن عقبة بن ابی معیط رضی اللہ عنہ: ان کا باپ عقبہ بن ابی معیط بحالت کفر بدر میں قتل ہوا، صلح حدیبیہ کے بعد ولید اپنے بھائی عمارہ کے ساتھ اپنی بہن ام کلثوم کو واپس لانے کے لیے مدینہ پہنچے جو اسلام قبول کر کے مدینہ ہجرت کر گئی تھیں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو واپس نہ کیا۔ ولید نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا۔

---

❶ التمهيد والبيان ص: ٢٠.
❷ الأمين ذوالنورين: ص (٣٤٦)
❸ الأمين ذوالنورين: ص (٣٥٤)

❀ عمارہ بن عقبہ: تاخیر سے اسلام قبول کیا۔

❀ خالد بن عقبہ. ❶

۳۔ دور جاہلیت میں آپ کا مقام

دور جاہلیت میں عثمان رضی اللہ عنہ کا شمار اپنی قوم کے افضل ترین لوگوں میں ہوتا تھا۔ آپ جاہ وحشمت کے مالک، شیریں کلام، شرم وحیا کے پیکر اور مال وار تھے۔ قوم کے لوگ آپ سے بڑی محبت کرتے اور توقیر وتعظیم کا برتاؤ کرتے۔ جاہلیت میں بھی کبھی کسی بت کو سجدہ نہ کیا اور نہ برائی کا ارتکاب کیا۔ اسلام سے قبل شراب نہ پی۔ آپ کہا کرتے تھے یہ عقل کو زائل کرتی ہے اور انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلند ترین عطیہ عقل ہے۔ انسان پر لازم ہے کہ وہ اس کے ذریعے سے بلندی کو حاصل کرے اس کو برباد کرنے کی کوشش نہ کرے۔ دور جاہلیت میں بھی لہو ولعب کی محفلیں اور گیت ورنگ آپ کو اپنی طرف مائل نہ کر سکے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی ستر دیکھنا بھی گوارا نہ تھا۔ ❷

اللہ تعالیٰ عثمان رضی اللہ عنہ پر اپنی رحمتیں نچھاور فرمائے آپ نے اپنا تعارف ہمارے لیے آسان کر دیا ہے، آپ فرماتے ہیں:

> ''میں نے کبھی گیت نہیں گایا، نہ اس کی تمنا کی، اور جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے اپنے دائیں ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو نہ چھوا، نہ جاہلیت میں اور نہ اسلام میں کبھی شراب نوش کی، اور جاہلیت واسلام میں کبھی زنا کے قریب نہ گیا۔'' ❸

جاہلیت میں عرب کے علوم ومعارف کا آپ کو بخوبی علم تھا، امثال، انساب اور تاریخ سے آپ بخوبی واقف تھے جو جاہلیت کے اہم ترین علوم میں سے تھے۔ آپ نے روئے زمین پر سیر وسیاحت بھی کی۔ شام اور حبشہ کا سفر کیا، غیر عرب اقوام سے ملے اور ان کے حالات واطوار سے واقفیت حاصل کی جس کی معرفت اور لوگ حاصل نہ کر سکے۔ ❹

اپنی تجارت کو اچھی طرح سنبھالا جو آپ کو وراثت میں ملی تھی آپ کے سرمایہ میں برکت ہوئی اور بنو امیہ کے بڑے لوگوں میں آپ کا شمار ہونے لگا جنھیں پورے خاندان قریش میں مقام حاصل تھا۔ مکہ کا جاہلی معاشرہ جس میں عثمان رضی اللہ عنہ پروان چڑھے، مال کی بنیاد پر لوگوں کی قدر کرتا تھا۔ بھائیوں اور اولاد افراد اور خاندان کی

❶ الامین ذوالنورین: ص (۳۵٤)

❷ موسوعة التاریخ الاسلامی: احمد شلبی (۱/ ٦۱۸)

❸ حلیة الأولیاء: ۱/ ٦۰، ٦۱۔ صحیح۔

❹ عبقریة عثمان/ العقاد: ص(۷۲)

اساس پر لوگ مرعوب ہوتے تھے۔ اس طرح عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی قوم میں انتہائی اونچا مقام ملا اور لوگوں کی بے حد محبت حاصل ہوئی۔ لوگوں کو عثمان رضی اللہ عنہ سے آپ کے صفات حمیدہ کی وجہ سے جو محبت تھی اس سلسلہ میں دلچسپ ترین بات یہ ہے کہ آپ کے دور میں عربی خواتین اپنے بچوں کو لوریاں سناتے ہوئے کہتی تھیں:

احبك والرحمن حب قريش لعثمان ❶

''رحمٰن کی قسم میں تجھ سے اسی قدر بے حد محبت کرتی ہوں جیسے قریش کے لوگ عثمان سے محبت کرتے ہیں۔''

جس وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اسلام کی دعوت پیش کی اس وقت آپ کی عمر چونتیس (۳۴) سال تھی۔ اس دعوت پر آپ نے کوئی لیت ولعل نہ کیا بلکہ صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت پر فوراً لبیک کہا اور سابقین اولین کی سنہری فہرست میں داخل ہو گئے۔ چنانچہ ابو اسحاق کا بیان ہے: ابوبکر، علی اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم کے بعد سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ ❷ اس طرح مردوں میں چوتھے نمبر پر اسلام قبول کرنے والے آپ تھے۔ شاید یہ سبقت اس واقعہ کا نتیجہ تھا جو شام سے لوٹتے ہوئے آپ کے ساتھ پیش آیا تھا، چنانچہ جس وقت آپ اور طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا، قرآن کی تلاوت فرمائی، اسلامی حقوق سے آگاہ کیا اور اللہ کے انعام کا ان سے وعدہ کیا تو دونوں فوراً ایمان لے آئے اور آپ کی تصدیق کی۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: یا رسول اللہ! میں ابھی تازہ تازہ شام سے آیا ہوں، جس وقت ہم معان اور زرقاء کے درمیان تھے نیند کی سی کیفیت تھی اتنے میں ایک منادی نے نداء دی: اے سونے والو! اٹھو! احمد مکہ میں نمودار ہو چکے ہیں۔ پھر ہم جب مکہ پہنچے تو آپ سے متعلق ہم نے سنا۔ ❸

بلاشبہ یہ واقعہ انسان کے اندر اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ انسان جس وقت اپنے سامنے اس کا مشاہدہ کرے گا اس کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ کون ہوگا جو اس نبی کی دعوت قبول کرنے میں تردد کرے جس سے متعلق اپنے شہر پہنچنے سے قبل سنے، اور جب پہنچے تو حقائق اس کے سامنے ہوں اور جو کچھ سنا تھا اس کی تصدیق کر رہے ہوں؟ انسان کتنا ہی بڑا دشمن کیوں نہ ہو ایسی صورت میں حق کو قبول کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وہ جس قدر بھی مخالفت کا اظہار کرے لیکن اس کا ضمیر برابر اس کے سینے میں اصرار کرتا رہے گا یہاں تک کہ ایمان لے آئے یا اسی حالت میں مر جائے اور ضمیر سرزنش اور ملامت سے نجات پائے۔

عثمان رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام میں جلدی کرنا وقتی جذبے یا حماقت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ یقین محکم اور تصدیق

---

❶ موسوعة التاريخ الاسلامی (۱/ ۶۱۸)

❷ السيرة النبوية / ابن هشام: (۱/ ۲۸۷-۲۸۹)

❸ الطبقات/ ابن سعد: ۳/ ۵۵.

کامل سے تھا جس میں شک کا گزر نہیں تھا۔ ❶

آپ نے اس جدید دعوت سے متعلق اچھی طرح اور پورے سکون کے ساتھ غور وفکر کیا جو مسائل کے حل میں آپ کی عادت تھی آپ نے اپنے غور وفکر کے نتیجے میں دیکھا کہ یہ رذائل سے نجات اور فضائل کے حصول کی دعوت ہے، توحید کی دعوت اور شرک سے انتباہ ہے، عبادت کی دعوت اور غفلت سے تنبیہ، اخلاق فاضلہ کی ترغیب اور اخلاق رزیلہ سے ترہیب ہے۔ پھر آپ نے اپنی قوم کو دیکھا وہ بتوں کی پوجا کرتے، مردار کھاتے، پڑوسیوں کے ساتھ برا سلوک کرتے، حرام چیزیں، خوں ریزی وغیرہ کو حلال سمجھتے تھے۔ ❷ اس کے برعکس نبی کریم ﷺ صادق وامین تھے، ہر چیز کے حامل اور ہر طرح کے شر سے دور تھے، کبھی جھوٹ نہیں بولا، کبھی خیانت نہیں کی اور پھر آپ لوگوں کو اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کی دعوت دے رہے ہیں، پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک اور نماز، روزہ کے داعی ہیں اور اللہ کے ماسوا کی عبادت سے منع کر رہے ہیں۔ ❸ لہٰذا آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا، اور اپنے ایمان میں قوت وہدایت، صبر واستقامت، عظمت ورضا، عفو وکرم، احسان ورحم، جود وسخا کے ساتھ آگے بڑھے، اہل ایمان کے ساتھ مواساۃ اور کمزوروں سے تعاون کرتے رہے یہاں تک کہ اسلام کی جڑیں مضبوط ہو گئیں۔ ❹

آپ کی خالہ سعدیٰ بنت کریز نے آپ کے اسلام سے متعلق یہ اشعار کہے ہیں:

هدى الله عثمانا بقولي الى الهدى
وارشده والله يهدي الى الحق

''میری ہدایت کی دعوت سے اللہ نے عثمان کو ہدایت دی اور انہیں خیر کی طرف رہنمائی کی، اور اللہ ہی حق کی ہدایت دیتا ہے۔''

فتابع بالرأي السديد محمدا
وكان برأي لا يصد عن الصدق

''چنانچہ درست رائے کے ساتھ آپ نے محمد ﷺ کی پیروی کی اور کسی بھی رائے میں سچ بات کہنے سے ہرگز گریز نہ کرتے تھے۔''

وانكحه المبعوث بالحق بنته
فكان كبدر مازج الشمس في الافق

❶ جولة تاريخية فى عصر خلفاء الراشدين: صفحه ۳۰۲.
❷ مرويات العهد المكى/ عادل عبدالغفور (۲/ ۸۰۵)
❸ فتنة مقتل عثمان، د. عبدالله الغبان (۱/ ۳۷)
❹ عثمان بن عفان/ صادق عرجون صفحه (۵۳)

''حق کے ساتھ مبعوث کردہ شخصیت (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی لڑکی کو آپ کے عقد نکاح میں دیا۔ اس طرح آپ کا وجود اس بدر کامل کی طرح ہو گیا جو سورج کے ساتھ گھل مل کر افق عالم پر نمودار ہوا ہو۔''

فداؤك يا ابن الهاشميين مهجتي
وانت امين الله ارسلت للخلق ❶

''اے ہاشمیوں کے سپوت! تجھ پر میری جان قربان، تو اللہ کا امین تھا، اور مخلوق کی رہبری کے لیے بھیجا گیا تھا۔''

۵۔ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی شادی

عثمان رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام سے مسلمان انتہائی خوش ہوئے۔ آپ اور اہل ایمان کے درمیان محبت واخوت ایمانی کا رشتہ مضبوط ہوا۔ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت بخشی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رقیہ رضی اللہ عنہا کا عقد عتبہ بن ابی لہب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا عقد عتیبہ بن ابی لہب سے کر رکھا تھا لیکن جب سورۃ المسد ﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ﴾ نازل ہوئی تو ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل بنت حرب نے اپنے دونوں بیٹوں کو طلاق دینے کا حکم دے دیا اللہ کے فضل وکرم سے ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ دونوں نے اپنے والدین کے حکم پر عمل کرتے ہوئے طلاق دے دی۔ ❷

عثمان رضی اللہ عنہ کو جب اس کی خبر ملی تو بے حد خوش ہوئے اور رقیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کا پیغام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام کو قبول کرتے ہوئے شادی کر دی، ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رقیہ کو رخصت کیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ قریش میں انتہائی خوبصورت تھے، اور رقیہ رضی اللہ عنہا حسن و جمال میں آپ سے کم نہ تھیں۔ رخصتی کے وقت لوگوں کی زبان پر یہ شعر تھا:

احسن زوجين رأهما انسان
رقية و زوجها عثمان ❸

''خوبصورت جوڑے جنھیں کسی انسان نے دیکھا رقیہ اور ان کے شوہر عثمان ہیں۔''

عبدالرحمٰن بن عثمان القرشی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی کے گھر تشریف لے گئے، اس وقت وہ عثمان رضی اللہ عنہ کا سر دھلا رہی تھیں، اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیٹی! ابوعبداللہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، یقیناً وہ میرے صحابی ہیں، اخلاق میں مجھ سے سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔'' ❹

---

❶ البداية والنهاية: ۷/ ۲۱۰۔ ❷ ذوالنورين عثمان بن عفان/ محمد رشيد رضا صفحه (۱۲)

❸ انساب الاشراف صفحه (۸۹)

❹ الطبرانی، اس کے رواۃ ثقات ہیں، دیکھیے مجمع الزوائد، رقم: (۱۴۵۰۰)

ام جمیل اور اس کے شوہر ابولہب نے یہ سمجھا تھا کہ رقیہ وام کلثوم رضی اللہ عنہما کو طلاق دلا کر محمدی گھرانے کو زک پہنچائیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ نے رقیہ وام کلثوم رضی اللہ عنہ کے لیے خیر و بھلائی منتخب فرمائی، اور بدبخت ابولہب وام جمیل کو رسوا و ذلیل کیا، وہ اپنا منہ لے کر رہ گئے اور اللہ نے نبوی گھرانے کو ان کے شر سے محفوظ رکھا، اور اللہ کا حکم مقدر تھا اور نافذ ہو کر رہا۔ ❶

٦۔ ابتلاء اور حبشہ کی طرف ہجرت

ابتلاء کی سنت الٰہی افراد و جماعت اور اقوام و ملل میں جاری ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں یہ سنت جاری رہی انہوں نے ان مصائب و آلام کا اس طرح مردانہ وار سامنا کیا جس سے دیو ہیکل پہاڑ عاجز آ جائیں۔ اللہ کی راہ میں انہوں نے اپنے مال و خون بہایا اور مشقتیں برداشت کیں، اعلیٰ حسب و نسب کے مسلمان بھی اس ابتلاء سے محفوظ نہ رہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ بھی اپنے چچا حکم بن ابی العاص بن امیہ کے ہاتھوں اللہ کی راہ میں اذیت پہنچائے گئے۔ چچا نے آپ کو رسّی میں جکڑ دیا اور کہا: کیا تم نے اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر نئے دین کو اختیار کر لیا ہے؟ میں تم کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ تم اس دین سے پھر نہیں جاتے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ کی قسم! میں کبھی اس دین کو چھوڑ نہیں سکتا، جب حکم نے دین پر استقامت اور ان کی اپنے موقف میں صلابت دیکھی تو چھوڑ دیا۔ ❷

ایذا رسانی کا سلسلہ تمام مسلمانوں کے ساتھ شدت اختیار کر گیا اور حد سے تجاوز کر گیا، یاسر اور ان کی بیوی رضی اللہ عنہما قتل کر دیے گئے۔ اس صورت حال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت پریشان ہوئے اور مسلمانوں کے سلسلہ میں فکر مند ہوئے کہ ان کے لیے جائے سکون کہاں ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حبشہ کا خیال آیا اور مسلمانوں سے فرمایا:

((لو خرجتم إلى الحبشة فإن بها ملكا صالحا لا يظلم عنده احد .))

"اگر تم حبشہ چلے جاؤ تو بہتر ہوگا، وہاں صالح بادشاہ ہے اس کے یہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا ہے۔" ❸

حبشہ کی طرف ہجرت کا آغاز ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الم زدہ ہوئے، آپ دیکھ رہے تھے کہ مسلمان چپکے چپکے مکہ سے نکل رہے ہیں ❹ اور سمندری سفر کر رہے ہیں۔ بعض سواری پر اور بعض پیدل چل کر بحر احمر کے ساحل پر پہنچے پھر سب نے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر بنا لیا، اللہ کی مشیت سے انہیں دو کشتیاں مل گئیں اور

---

❶ دماء على قميص عثمان/ د. ابراهيم المنشاوى صفحه (٨٤)

❷ التمهيد و البيان: صفحه ٢٢ .

❸ الهجرة فى القرآن الكريم صفحه ٢٩٠۔ السيرة النبوية لابن هشام (١/ ٤١٣)

❹ دماء على قميص عثمان صفحه (١٥)۔ الطبقات: ١/ ٢٠٤ .

نصف نصف دینار کے عوض سب سوار ہو گئے۔ جب قریش کو ان کے سلسلہ میں خبر ملی تو جلدی سے ساحل سمندر پہنچے لیکن دونوں کشتیاں روانہ ہو چکی تھیں۔ ❶

حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا شرف پہلی اور دوسری مرتبہ جن نفوس کو حاصل ہوا ان میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما اور ان کی زوجہ محترمہ رقیہ رضی اللہ عنہا شامل ہیں۔

یہ لوگ رجب ۵ نبوی میں حبشہ پہنچے، وہاں انہیں امن وامان اور عبادت کی آزادی حاصل ہوئی، قرآن پاک نے ہجرت حبشہ کا ذکر کیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (النحل: ٤١)

''جن لوگوں نے ظلم برداشت کرنے کے بعد اللہ کی راہ میں ترک وطن کیا ہے ہم انہیں بہتر سے بہتر ٹھکانا دنیا میں عطا فرمائیں گے اور آخرت کا ثواب تو بہت ہی بڑا ہے کاش! لوگ اس سے واقف ہوتے۔''

امام قرطبی رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں قتادہ رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہاں مقصود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جن پر مکہ کے مشرکین نے ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے اور انہیں مکہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا یہاں تک کہ ان کا ایک گروہ حبشہ جا پہنچا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مدینہ میں جائے قرار عطا فرمایا، اور ان کے لیے اہل ایمان میں سے انصار بنائے۔ ❷

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ ﴾ (الزمر: ١٠)

''کہہ دو کہ اے میرے ایمان والے بندو! اپنے رب سے ڈرتے رہو، جو اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لیے نیک بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ ہے، صبر کرنے والوں ہی کو ان کا پورا پورا بے شمار اجر دیا جاتا ہے۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مقصود جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور وہ حضرات صحابہ ہیں جنھوں نے ان کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ ❸

---

❶ الطبقات: ١/ ٢٠٤۔ تاریخ الطبری: ٢/ ٦٩ .

❷ الجامع لاحکام القرآن/ القرطبی: ١٠/ ١٠٧ .

❸ الجامع لاحکام القرآن/ القرطبی: ١٥/ ٢٤٠ .

عثمان رضی اللہ عنہ نے اس ہجرت سے استفادہ کیا، اپنے تجربات میں اضافہ کیا اور اس بابرکت سفر میں دروس و اسباق حاصل کیے ان میں سے اہم ترین دروس وعبر یہ تھے:

۱۔ دہشت گردوں اور گمراہوں کے انواع و اقسام کے مظالم کے باوجود اہل ایمان کا اپنے عقیدے پر ثابت قدم رہنا ان کے صدق ایمان، اخلاص عقیدہ اور بلندی نفس کی دلیل ہے کیوں کہ یہ لوگ راحت ضمیر، اطمینانِ نفس وعقل اور اللہ کی رضا کو جسمانی تعذیب وحرمان اور جو تکلیف انہیں پہنچتی ہے اس سے کہیں زیادہ عظیم تصور کرتے ہیں، کیوں کہ مومنین صادقین اور مخلصین داعیان کے یہاں غلبہ ہمیشہ ارواح کو حاصل ہوتا ہے اجسام کو نہیں، یہ نفوس ارواح کے مطالب کو پورا کرنے میں جلدی کرتے ہیں اور اجسام کے مطالب، راحت و آرام، لذت و آسودگی کی پروانہیں کرتے اور اسی طرح دعوت وتحریکات پروان چڑھتی ہیں اور ظلم و جہالت سے لوگوں کو نجات ملتی ہے۔ ❶

۲۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے امت پر شفقت کا درس سیکھا تھا اور یہ شفقت ایام خلافت، عہد نبوی، اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں نمایاں ہوئی۔ آپ نے اپنی بصارت وبصیرت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ورحمت اور ان کے امن وراحت پر حرص شدید کا مشاہدہ کیا تھا، یہ آپ کی شفقت ہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عادل بادشاہ کے پاس انہیں چلے جانے کا اشارہ کیا جس کے یہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ معاملہ ویسے ہی تھا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو امن و امان کے ساتھ دین پر عمل پیرا ہونے کی آزادی ملی اور بہترین جائے اقامت ملی۔ ❷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توجہ حبشہ کی طرف مبذول کرائی تھی اور آپ ہی نے اپنی جماعت اور دعوت کے لیے پرامن جگہ کا انتخاب فرمایا تھا تاکہ اس کو تباہی و بربادی سے محفوظ رکھ سکیں۔ ہر دور میں مسلم قائدین کے لیے یہ نبوی تربیت ہے کہ وہ دعوت و داعیان حق کی حمایت کے لیے بڑی حکمت اور دور اندیشی سے منصوبہ بندی کریں اور پرامن سرزمین کا انتخاب کریں جو ایسے وقت میں دعوت اسلامی کا احتیاطی صدر مقام اور مرکز تحریک ثابت ہو جب کہ مرکز کو خطرہ لاحق ہو، داعیان حق ہی اصل ثروت ہیں، ان کی حفاظت وحمایت کے لیے تمام کوششیں صرف ہونی چاہییں، ان کے امن وراحت میں کوئی تفریط واقع نہیں ہونی چاہیے۔ ایک مسلمان پوری روئے زمین کے کفار ومشرکین کے برابر ہے۔ ❸

۳۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے ہجرت حبشہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل سے یہ سیکھا تھا کہ خطرات کے مواقع پر قائد

❶ السيرة النبوية/ الدكتور مصطفى السباعي صفحه (٥٧)
❷ الهجرة فى القرآن الكريم صفحه (٣١٢)
❸ التربية القيادية / منير الغضبان: (١/ ٣٣٣)

کے مقربین، اس کے اہل و عیال اور خاندان پیش پیش ہوں۔ اگر اس کے برعکس قائد کے مقربین اور خواص خطرات کے موقع سے دور رکھے جائیں اور دوسرے لوگوں کو پیش پیش رکھا جائے تو یہ چیز نبوی منہج کے بالکل برخلاف ہے۔ ❶ اسی لیے جب ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالی تو اپنے اقرباء کو اسلامی فوج میں پیش پیش رکھا۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو افریقہ کو فتح کرنے کے لیے آگے بڑھایا، عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو مشرق کی فتوحات میں پیش پیش رکھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کو سمندری فتوحات پر روانہ کیا، ان کے ساتھ ان کی بیوی بھی تھیں، ان کی تفصیلات فتوحات کے بیان میں آئیں گی۔

۴۔ اس امت میں عثمان رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اپنی بیوی کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ ❷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((صحبهما الله ، إن عثمان لأول من هاجر إلى الله بأهله بعد لوط .))❸

''ان دونوں کے ساتھ اللہ ہو، یقیناً عثمان لوط کے بعد پہلے شخص ہیں جنھوں نے اپنی بیوی کے ساتھ ہجرت کی ہے۔''

جب یہ افواہ پھیل گئی کہ مکہ والے اسلام لے آئے ہیں اور یہ بات مہاجرین حبشہ کو پہنچی تو وہ لوگ مکہ کے لیے روانہ ہو گئے اور جب مکہ سے قریب پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ یہ خبر جھوٹی تھی چنانچہ بعض اہل مکہ کی ضمانت میں مکہ میں داخل ہوئے، ان واپس آنے والوں میں عثمان اور رقیہ رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ ❹ اس کے بعد آپ نے مکہ میں اقامت اختیار کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم فرمایا۔ آپ نے جب سے اسلام قبول فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کو لازم پکڑا صرف ہجرت کے وقت جدائی اختیار کی، اور وہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے یا پھر ایسی مہم کے موقع پر جہاں آپ ہی موزوں تھے آپ کا بدل کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ دیگر خلفائے راشدین کی طرح اس سلسلہ میں آپ کی بھی حالت رہی، گویا کہ یہ خلفائے راشدین کی ان بنیادی خصوصیات میں ہے جس کی بنیاد پر یکے بعد دیگرے خلافت کے مستحق بنے۔ ❺ ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا تعلق دعوت سے پہلے ہی سال سے مضبوط رہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے خاص و عام امور آپ سے فوت نہ ہوئے یا آج کی اصطلاح میں یوں کہہ لیجیے کہ اسلامی سلطنت کی تاسیس کے اعمال میں سے کسی عمل سے آپ پیچھے نہ رہے۔ ❻

---

❶ التربية القيادية: (١/ ٣٣٣)، السيرة النبوية للصلابی: (١/ ٣٤٨)

❷ الصواعق المرسلة : ١/ ٣١٤ .

❸ المعرفة والتاريخ: (٣/ ٢٦٨) ضعيف الإسناد

❹ السيرة النبوية/ ابن هشام: (١/ ٤٠٢)

❺ عثمان بن عفان/ العقاد: صفحه (٨٠) ❻ عثمان بن عفان/ العقاد: صفحه (٧٨)

(۲)

عثمان رضی اللہ عنہ اور قرآن

جس تربیتی منہج پر عثمان رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تربیت پائی وہ رب العالمین کی جانب سے نازل شدہ قرآن کریم تھا۔ یہی تعلیم و تربیت کا واحد مصدر تھا اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں ایک طرف مصدر تعلیم و تربیت کی توحید و تفرید کا اہتمام فرمایا وہیں دوسری طرف اس بات کا اہتمام فرمایا کہ قرآن کریم ہی وہ منہج ہو جس پر مسلم فرد و خاندان اور جماعت کی تربیت ہو۔ چنانچہ وہ آیات کریمہ جنھیں عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اس کا آپ کی شخصیت سازی اور آپ کے قلب و نفس کی تطہیر و تزکیہ میں اثر رہا، آپ کی روح اس کے ساتھ اس طرح گھل مل گئی کہ آپ شعور و اہداف اور سلوک و افکار میں ایک جدید انسان بن کر اٹھے۔ ❶

عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کیا۔ چنانچہ ابو عبدالرحمٰن السلمی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سیکھا تھا۔ آپ کے ایسے اقوال ہیں جو قرآن کے ساتھ والہانہ محبت پر دلالت کرتے ہیں۔ ابو عبدالرحمٰن السلمی سے روایت ہے: ہمیں جو لوگ قرآن پڑھاتے تھے جیسے عثمان بن عفان اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما وغیرہم یہ حضرات جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیتیں سیکھ لیتے تو اس وقت تک آگے نہیں بڑھتے تھے جب تک ان میں جو علم و عمل ہے اس کو سیکھ نہ لیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہم نے قرآن اور علم و عمل سب ایک ساتھ سیکھا ہے اسی لیے سورت کو حفظ کرنے میں ایک مدت لگ جاتی تھی۔ ❷ اور یہ طرز عمل اس لیے اختیار کیا گیا تھا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ (۲۹)

(ص: ۲۹)

”یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اس لیے نازل فرمایا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور و فکر کریں اور عقل منداس سے نصیحت حاصل کریں۔“

عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کیا ہے:

((خير كم من تعلم القرآن وعلمه .)) ❸

”تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو قرآن سیکھیں اور قرآن سکھائیں۔“

---

❶ السيرة النبوية / الصلابی ۱/ ۱٤٥ . ❷ الفتاوی: (۱۳/ ۱۷۷)

❸ البخاری: فضائل القرآن صفحه (۵۰۲۷)

آپ نے قرآن کریم کو مکمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا، آپ کے مشہور تلامذہ میں سے ابوعبدالرحمن السلمی، مغیرہ بن ابی شہاب، ابوالاسود، زر بن حبیش ہیں۔ ❶

تاریخ نے قرآن کریم سے متعلق عثمان رضی اللہ عنہ کے بعض اقوال کو محفوظ کر رکھا ہے، مثال کے طور پر آپ فرماتے ہیں:

❀ اگر ہمارے دل پاک ہوں تو اللہ کے کلام سے آسودہ نہیں ہو سکتے۔ ❷

❀ یقیناً میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ کوئی یوں ہی دن گزر جائے اور میں قرآن کریم کو نہ دیکھوں۔ ❸

❀ مجھے دنیا کی تین چیزیں محبوب ہیں: بھوکوں کو آسودہ کرنا، ننگوں کو کپڑے پہنانا اور قرآن کی تلاوت کرنا۔ ❹

❀ چہار چیزیں ظاہر میں فضیلت ہیں لیکن باطن میں فریضہ ہیں۔ صالحین کی صحبت فضیلت ہے اور ان کی اقتداء فریضہ ہے۔ تلاوت قرآن فضیلت ہے اور اس پر عمل پیرا ہونا فریضہ ہے۔ زیارت قبر فضیلت ہے اور موت کی تیاری فریضہ ہے۔ مریض کی عیادت فضیلت ہے اور اس سے وصیت حاصل کرنا فریضہ ہے۔ ❺

❀ سب سے زیادہ ضائع ہونے والی دس چیزیں ہیں:

۱۔ عالم جس سے سوال نہ کیا جائے۔

۲۔ علم جس پر عمل نہ کیا جائے۔

۳۔ صحیح رائے جسے قبول نہ کیا جائے۔

۴۔ اسلحہ جسے استعمال نہ کیا جائے۔

۵۔ مسجد جس میں نماز نہ ادا کی جائے۔

۶۔ مصحف جس کو پڑھا نہ جائے۔

۷۔ مال جس میں سے خرچ نہ کیا جائے۔

۸۔ گھوڑا جس پر سواری نہ کی جائے۔

۹۔ زہد کا علم اس شخص کے اندر جو دنیا دار ہو۔

۱۰۔ طویل عمر جس میں انسان سفر آخرت کی تیاری نہ کرے۔ ❻

آپ قرآن کے حافظ تھے، آپ کی گود قرآن سے خالی نہیں رہتی تھی، اس سلسلہ میں آپ سے دریافت کیا

---

❶ تاریخ الاسلام، عهد الخلفاء الراشدين/ الذهبی صفحه (٤٦٧)

❷ الفتاوی: ١١/ ١٢٢۔ البداية والنهاية: ٧/ ٢٢٥.

❸ البداية والنهاية: ٧/ ٢٢٥۔ فرائد الكلام صفحه: ٢٧٥.

❹ ارشاد العباد الاستعداد ليوم المعاد صفحه: ٨٨.

❺ ارشاد العباد للإستعداد ليوم المعاد: صفحه ٩٠۔ فرائد الكلام: صفحه: ٢٧٨.

❻ ارشاد العباد للإستعداد ليوم المعاد: صفحه ٩١۔ فرائد الكلام: صفحه ٧٧٨.

گیا تو فرمایا یہ بابرکت کتاب ہے اور بابرکت ذات کی طرف سے آئی ہے۔ ❶

کثرت تلاوت سے آپ کا مصحف آپ کی وفات سے قبل پھٹ چکا تھا۔ اور آپ کی زوجہ محترمہ نے محاصرہ کے دن بلوائیوں سے کہا تھا: خواہ انہیں قتل کر دو یا چھوڑ دو اللہ کی قسم یہ تو رات کو ایک رکعت میں قرآن کے ذریعے سے زندہ کرتے ہیں۔ ❷

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ایک رات ایک رکعت میں قرآن پڑھ لیا اور رکعتیں نہ پڑھیں۔ ❸

آپ کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد صادق آتا ہے:

﴿ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ ﴾

(الزمر: ۹)

''بھلا جو شخص راتوں کے اوقات سجدے اور قیام کی حالت میں (عبادت میں) گزارتا ہو، آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہو (اور جو اس کے برعکس ہو برابر ہو سکتے ہیں؟) بتاؤ تو علم والے اور بے علم کیا برابر کے ہیں؟ یقیناً نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں جو عقلمند ہوں (اپنے رب کی طرف سے)۔''

عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کو اپنے اندر جذب کر لیا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی اختیار کر کے قرآن کریم سے یہ معرفت حاصل کر لی تھی کہ الٰہ واحد کون ہے جس کی عبادت ضروری ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نفس میں ان عظیم آیات کے معانی کو جاگزیں کر دیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے انتہائی حریص تھے کہ خالق کائنات اور اس کے حقوق کے صحیح تصور پر اپنے صحابہ کی تربیت کریں۔ اور آپ کو یہ بخوبی معلوم تھا کہ یہ تصور، جس وقت نفوس پاک ہوں گے اور فطرت سیدھی ہو گی تصدیق و یقین پیدا کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ، کائنات، جنت و جہنم، قضاء و قدر، انسان کی حقیقت اور شیطان کے ساتھ انسان کی جنگ سے متعلق عثمان رضی اللہ عنہ کا نظریہ قرآن و سنت سے ماخوذ تھا۔

❀ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے نقائص و عیوب سے منزہ ہے، اور لامتناہی کمالات سے موصوف ہے، وہ اکیلا ہے اس

---

❶ البیان والتبیان فی مقتل الشہید عثمان: ۳/ ۱۷۷۔ فرائد الکلام: صفحہ ۲۷۳۔

❷ البدایۃ والنہایۃ: ۷/ ۲۲۵۔

❸ الخلافۃ الراشدۃ والدولۃ الامویۃ: صفحہ ۳۹۷۔ ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھنے کے سلسلہ میں جو روایات بیان کی جاتی ہیں وہ غلو سے خالی نہیں ہیں۔ ایسی روایتیں صحیح نہیں ہیں، اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے کم میں قرآن ختم کرنے سے منع فرمایا لہٰذا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی امر رسول کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ (مترجم)

کا کوئی شریک نہیں اور نہ اس کے بیوی اور بچے ہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ نے تو عبد اور عبودیت کے مضمون کو اچھی طرح قرآن میں بیان کر دیا ہے۔ ❶

اور کائنات سے متعلق آپ کا نظریہ ان ارشادات الٰہیہ سے ماخوذ تھا:

﴿قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ﴿۹﴾ وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِيْهَا وَ قَدَّرَ فِيْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ﴿۱۱﴾ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ اَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖۗ وَ حِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۱۲﴾﴾ (حٰم السجدہ: ۹-۱۲)

''آپ کہہ دیجیے کہ کیا تم اس (اللہ) کا انکار کرتے ہو اور تم اس کے شریک مقرر کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین پیدا کر دی سارے جہانوں کا پروردگار وہی ہے۔ اور اس نے زمین میں اس کے اوپر سے پہاڑ گاڑ دیے اور اس میں برکت رکھ دی، اور اس میں (رہنے والوں کی) غذاؤں کی تجویز بھی اسی میں کر دی (صرف) چار دن میں ضرورت مندوں کے لیے یکساں طور پر۔ پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں (سا) تھا پس اسے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا ناخوشی سے، دونوں نے عرض کیا ہم بخوشی حاضر ہیں، پس دو دن میں سات آسمان بنا دیے اور ہر آسمان میں اس کے مناسب احکام کی وحی بھیج دی اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے زینت دی اور نگہبانی کی۔ یہ تدبیر اللہ غالب اور دانا کی ہے۔''

یہ زندگی کتنی ہی طویل ہو زوال پذیر ہے اور اس کا ساز و سامان کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو قلیل اور حقیر ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَ الْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَ ازَّيَّنَتْ وَ ظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَاۤ ۙ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾﴾ (یونس: ۲۴)

''پس دنیاوی زندگی کی حالت تو ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے زمین کی نباتات جن کو آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں خوب گنجان ہو کر نکلی، یہاں تک کہ جب وہ زمین اپنی

---

❶ منهج الرسول في غرس الروح الجهادية: ۱۰-۱٦.

رونق کا پورا حصہ لے چکی اور اس کی خوب زیبائش ہو گئی اور اس کے مالکوں نے سمجھ لیا کہ اب ہم اس پر بالکل قابض ہو چکے تو دن میں یا رات میں اس پر ہماری طرف سے کوئی حکم (عذاب) آ پڑا سو ہم نے اس کو ایسا صاف کر دیا کہ گویا کل وہ موجود ہی نہ تھی ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے جو سوچتے ہیں۔''

اور جنت سے متعلق آپ کا نظریہ آیات قرآنیہ سے مستفاد تھا۔ یہی تصور شریعت الٰہی سے انحراف سے روکنے کا سبب بنا، چنانچہ سیرت عثمانی کا مطالعہ کرنے والے کو آپ کی سیرت میں اللہ تعالیٰ کے حضور پیشی کے فہم میں گہرا استیعاب اور عذاب الٰہی کا شدید خوف نمایاں نظر آئے گا۔ آئندہ صفحات میں ان شاء اللہ یہ تفصیلات ہم ملاحظہ کریں گے۔

قضاء و قدر کے مفہوم کو کتاب اللہ اور تعلیم نبوی سے حاصل کیا تھا آپ کے دل میں قضاء و قدر کا مفہوم راسخ ہو چکا تھا اور کتاب میں اس کے مراتب کا استیعاب کر رکھا تھا۔ انہیں اس بات کا پختہ یقین تھا کہ اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُو مِنْهُ مِن قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ ۚ وَمَا يَعْزُبُ عَن رَّبِّكَ مِن مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿٦١﴾﴾

(یونس: ٦١)

''اور آپ کسی حال میں ہوں اور من جملہ ان احوال کے آپ کہیں سے قرآن پڑھتے ہوں اور جو کام بھی کرتے ہوں ہم کو سب کی خبر رہتی ہے جب تم اس کام میں مشغول ہوتے ہو۔ اور آپ کے رب سے کوئی چیز ذرہ برابر بھی غائب نہیں، نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی اور نہ کوئی چیز بڑی مگر یہ سب کتاب مبین میں ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ہر ہونے والی چیز کو لکھ رکھا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ﴿١٢﴾﴾ (یس: ١٢)

''بے شک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھتے جاتے ہیں وہ اعمال بھی جن کو لوگ آگے بھیجتے ہیں اور ان کے وہ اعمال بھی جن کو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب میں ضبط کر رکھا ہے۔''

اللہ کی مشیت نافذ ہو کر رہتی ہے اور اس کی قدرت تام ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ اَوَ لَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴾ (فاطر: ٤٤)

''اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں جس میں دیکھتے بھالتے کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیا ہوا؟ حالاں کہ وہ قوت میں ان سے بڑھے ہوئے تھے اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ کوئی چیز اس کو ہرا دے، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ بڑے علم والا بڑی قدرت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴾ (الانعام: ١٠٢)

''یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، تو تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔''

حقیقت میں قضاء و قدر کے فہم صحیح اور اعتقاد راسخ کے نافع اور مفید ثمرات آپ کی زندگی میں ظاہر ہوئے جس کا بحکم الٰہی ہم اس کتاب میں اس کا مشاہدہ کریں گے۔

قرآن کریم کی روشنی میں آپ نے اپنی اور بنی نوع انسان کی حقیقت کو اچھی طرح پہچان لیا اور یہ حقیقت آشکارا ہوگئی کہ انسان کی تخلیق کی حقیقت دو اصلوں سے وابستہ ہے: ایک اصل بعید یعنی مٹی سے پہلی پیدائش جس وقت اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کا ناک ونقشہ درست کیا، اور اس میں روح ڈالی۔ اور دوسری اصل: نطفے سے انسان کی تخلیق۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّاۗءٍ مَّهِيْنٍ ۝ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ ﴾ (السجدہ: ٧-٩)

''جس نے نہایت خوب بنائی جو چیز بھی بنائی اور انسان کی بناوٹ مٹی سے شروع کی، پھر اس کی نسل ایک بے وقعت پانی کے نچوڑ سے چلائی۔ جسے ٹھیک ٹھاک کر کے اس میں اپنی روح پھونکی اسی نے تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے (اس پر بھی) تم بہت ہی تھوڑا احسان مانتے ہو۔''

آپ کو یہ معرفت اچھی طرح حاصل تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور اچھی شکل وصورت اور معتدل قامت سے اسے شرف بخشا، عقل، گویائی اور تمیز عطا فرمائی، اور زمین و آسمان کی تمام اشیاء کو اس کے

لیے مسخر کیا، اور بہت سی مخلوقات پر اس کو فضیلت بخشی اور رسولوں کو بھیج کر اسے شرف بخشا۔ اور انسان کی الٰہی تکریم کا حسین ترین مظہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی محبت و رضا کا اہل قرار دیا اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہوگا جس نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تاکہ دنیا میں بہترین زندگی گزاریں اور آخرت کی نعمتوں سے ہمکنار ہوں۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (النحل: ۹۷)

''جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت لیکن با ایمان ہو تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور دیں گے۔''

عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کی روشنی میں انسان و شیطان کے مابین جنگ کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ یہ دشمن انسان کے پاس آگے پیچھے دائیں بائیں ہر چہار جانب سے آتا ہے، اور معصیت کے وسوسے پیدا کرتا ہے، اور اس کے اندر پوشیدہ شہوتوں کو برانگیختہ کرتا ہے۔ اس لیے آپ نے اپنے دشمن ابلیس کے خلاف اللہ رب العزت سے مدد طلب کی اور اپنی زندگی میں اس پر غالب رہے اور قرآن کریم میں مذکور آدم علیہ السلام اور ابلیس کے قصہ سے یہ سیکھا کہ آدم علیہ السلام بشریت کی اصل ہیں اور اسلام کا جوہر اللہ کی اطاعت مطلقہ ہے اور انسانی طبیعت میں گناہ کے وقوع کی صلاحیت ہے۔ اسی طرح آپ نے آدم علیہ السلام کی غلطی سے یہ سیکھا کہ انسان کے لیے اللہ پر توکل کی ضرورت ہے اور مومن کی زندگی میں توبہ و استغفار کی بڑی اہمیت ہے، حسد و کبر سے احتراز کی ضرورت، صحابہ کے ساتھ اچھے طرز تخاطب کی اہمیت کو سیکھا۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَ قُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝﴾ (الاسراء: ۵۳)

''اور میرے بندوں سے کہہ دیجیے کہ وہ بہت ہی اچھی بات منہ سے نکالا کریں کیوں کہ شیطان آپس میں فساد ڈلواتا ہے بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو اسلام سے مکرم کیا تو آپ نے اس کے مطابق زندگی گزاری اور اس کی نشر و اشاعت کے لیے جہاد کیا، اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے اصول و فروع اخذ کیے۔ اور ان ائمہ ہدیٰ میں سے قرار پائے جو لوگوں کے لیے راستے متعین کرتے ہیں اور لوگ اس زندگی میں ان کے اقوال و افعال کو نمونہ بناتے ہیں مزید ہم نہیں بھول سکتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ کاتبین وحی میں سے تھے۔ ❶

❶ السیاسة المالیة لعثمان: صفحه ۲۲۔ التبیین فی انساب القرشیین: صفحه ۹٤.

(۳)

مدینہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی صحبت

قوی معاون جو عثمان رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں اثر انداز ہوا اور آپ کی صلاحیتوں کو نکھارا، آپ کی طاقت میں جوش پیدا کیا اور نفس کی تہذیب کی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت اور مدرسہ نبوت میں آپ کا تلمذ تھا، چنانچہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد مکہ میں اور ہجرت کے بعد مدینہ میں آپ کی صحبت کو لازم پکڑا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے نفس کو منظم کیا، معلم بشریت اور ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کہ جنھیں اللہ عزوجل نے اچھی طرح علم و ادب سے سنوارا تھا مدرسہ نبوت کے مختلف علوم وفنون کے حلقوں میں تلمذ کے حریص رہے۔ سید الخلق صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن وسنت سیکھنے کا اہتمام کیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی وابستگی اور صحبت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''یقیناً جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اور آپ پر کتاب نازل فرمائی تو میں اللہ ورسول کی دعوت کو قبول کرنے اور ایمان لانے والوں میں سے تھا۔ میں نے پہلی دو ہجرتیں کیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد ہونے کا شرف حاصل کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو دیکھا۔'' [1]

عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآنی منہج پر تربیت پائی اور آپ کے مربی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رہے آپ کی تربیت کا نقطہ آغاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات تھی۔ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رابطہ و ملاقات سے آپ کی زندگی میں عجیب انقلاب پیدا ہوا اور پھر اچانک ہدایت حاصل ہوئی، اور آپ دائرہ ظلمت سے نکل کر دائرہ نور میں پہنچ گئے۔ ایمان حاصل کیا اور کفر کی چادر اتار پھینکی اور اسلام اور اس کے بلند عقائد کی راہ میں مصائب و مشکلات کو برداشت کرنے پر ڈٹ گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں دوسروں کے اندر جذب وتاثیر کی عجیب قوت تھی، اللہ تعالیٰ نے اپنی آنکھوں کے سامنے آپ کو سنوارا تھا اور روئے زمین کی تاریخ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسان کی کامل ترین صورت عطا فرمائی تھی۔ لوگ ہمیشہ عظمت کے گرویدہ اور دلدادہ ہوتے ہیں اور دلدادہ لوگ اس کے گرد جمع ہوتے ہیں اور اس سے چمٹے رہتے ہیں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف عظمت کے مالک نہ تھے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ آپ رسول اللہ تھے، اللہ کی وحی آپ پر نازل ہوتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں تک اس کے مبلغ تھے۔ یہ دوسرا پہلو ہے جو آپ کے سلسلہ

[1] فضائل الصحابة/ ابو عبدالله احمد بن حنبل (۱/ ۵۹۷) إسناده صحيح۔

میں مومن کے شعور کو بیدار کرنے میں اپنا اثر رکھتا ہے۔ دیگر بڑی شخصیتوں کی طرح صرف آپ کی ذات کی وجہ سے ایک مومن آپ سے محبت نہیں کرتا، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس ربانی عطیہ کی وجہ سے آپ سے محبت کرتا ہے جو اللہ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی تھی۔ لہٰذا وہ آپ کے ساتھ قابل تکریم وحی الٰہی کے حضور میں ہوتا ہے اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں بشر عظیم اور رسول عظیم آ ملتے ہیں پھر آخر میں دونوں شے واحد ہو جاتے ہیں اور آغاز و اختتام میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا۔ عمیق محبت رسول بشر یا بشر رسول کو شامل ہوتی ہے اور اللہ کی محبت رسول اللہ کی محبت سے مرتبط ہو جاتی ہے، اور یہ دونوں محبتیں اس کے اندر ایک ساتھ مل جاتی ہیں پھر یہی دونوں محبتیں اس کے وجدان و جذبات میں تمام جذبات کا نقطۂ ارتکاز اور شعوری و عملی حرکت کا محور ہوتی ہیں۔

یہ محبت تھی جس نے اسلام کی اولین جماعت یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حرکت بخشی تھی۔ یہ اسلامی تربیت کی کنجی، نقطۂ ارتکاز اور مرکز ہے جہاں سے اس کا آغاز ہوتا ہے۔ ❶

عثمان رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و تربیت کی برکت سے بلند ایمانی حوصلے ملتے تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زانوائے تلمذ تہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن وسنت، احکام تلاوت اور تزکیہ نفس کی تعلیم حاصل کی۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا ٱللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِۦ شَيْـًٔا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا۟ فَقُولُوا۟ ٱشْهَدُوا۟ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٦٤﴾﴾ (آل عمران: ٦٤)

''آپ کہہ دیجیے کہ اے اہل کتاب ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں برابر ہے، کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں، نہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو ہی رب بنائیں، پس اگر وہ منہ پھیر لیں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں۔''

عثمان رضی اللہ عنہ نے جنگ و صلح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر ہدایت نبوی میں تبحر حاصل کیا، اور اس صحبت سے آپ کو جنگی امور میں تجربہ و مہارت اور علم و واقفیت اور نفوس کے طبائع و رجحانات کی معرفت حاصل ہوئی، آئندہ صفحات میں ان شاء اللہ ہم مدنی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہادی، سیاسی، اجتماعی اور اقتصادی میدان میں آپ کے مواقف و کردار کو بیان کریں گے۔

---

❶ منهج التربية الاسلامية/ محمد قطب صفحه (٣٤، ٣٥)

ا۔عثمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان جہاد میں

مدینہ میں سکونت پذیر ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی حکومت کے ستونوں کو مضبوط کرنا شروع کیا، چنانچہ مہاجرین و انصار کے مابین مواخاۃ کرائی، ہر مہاجر کے حصے میں کوئی انصاری آیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے حصے میں اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ آئے۔ ❶

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی اور یہودیوں کے ساتھ معاہدے کیے۔ فوجی دستوں کی نقل و حرکت شروع ہوئی۔ نئے معاشرے میں اقتصادی، تعلیمی اور تربیتی تعمیر کا اہتمام فرمایا، عثمان رضی اللہ عنہ اسلامی حکومت کے ایک اہم ستون تھے مشورہ، رائے اور مال میں کوئی بخیلی نہیں کی، غزوۂ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک رہے۔ ❷

ا۔عثمان رضی اللہ عنہ اور غزوہ بدر:

جب مسلمان غزوہ بدر کے لیے روانہ ہوئے اس وقت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ رقیہ رضی اللہ عنہا چیچک کی بیماری میں مبتلا تھیں۔ لیکن اس کے باوجود جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے قریش کے تجارتی قافلے کو چھیڑنے کے لیے نکلنے کا حکم دیا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس حکم کی تعمیل میں جلدی کی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع کر دیا، اور رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کے لیے ان کو گھر پر محترمہ صابرہ و طاہرہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں رہے۔ جب مرض بڑھ گیا اور موت کے آثار نمودار ہوئے اس حالت میں رقیہ رضی اللہ عنہا کو جب کہ موت نے انہیں گھیر رکھا تھا اپنے والد محترم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو بدر میں مشغول تھے اور اپنی ہمشیر زینب رضی اللہ عنہا کی دیدار کے انتہائی شوق میں بے تاب تھیں، جو مکہ میں تھیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ آنسوؤں کے ساتھ ان پر ٹکٹکی لگائے ہوئے تھے اور جیسے غم سے دل پھٹا جا رہا تھا۔ ❸

رقیہ رضی اللہ عنہا نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت کے ساتھ موت کو لبیک کہا اور رفیق اعلیٰ سے جا ملیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نہ ہو سکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میدان بدر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اعلائے کلمۃ اللہ میں مشغول تھے، جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لخت جگر رقیہ رضی اللہ عنہا کے جنازے میں شرکت نہ کر سکے۔ رقیہ رضی اللہ عنہا کی تجہیز و تکفین ہوئی، لوگ آپ کے پاک جسم کو کندھوں پر اٹھا کر قبرستان روانہ ہوئے، آپ کے شوہر عثمان رضی اللہ عنہ غمگین پیچھے پیچھے چلتے، جب جنازہ "بقیع" پہنچ گیا تو آپ کو وہاں دفن کر دیا گیا، لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری

---

❶ الامین ذوالنورین / محمود شاکر ، صفحہ (٤٠)

❷ الخلفاء الراشدون/ عبدالوهاب النجار صفحه (٢٦٩)

❸ نساء اهل البيت/ احمد خليل جمعه (٤٩١-٥٠٤)

تھے آپ کو دفن کر کے جب لوگ واپس آ رہے تھے تو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی پر سوار ہو کر فتح و نصرت کا مژدہ جانفزا لے کر مدینہ پہنچے، اور لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی سلامتی اور مشرکین کے قتل و قید کی خوشخبری سنا رہے تھے۔ مسلمانانِ مدینہ کے چہروں پر فتح و نصرت کی ان خبروں سے خوشی اُمڈ آئی، عثمان رضی اللہ عنہ بھی انہی لوگوں میں سے تھے لیکن رقیہ رضی اللہ عنہا کے فراق کا غم چھپا نہ سکے۔

مدینہ واپسی پر رسول اللہ ﷺ کو رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی خبر ملی، آپ بقیع تشریف لے گئے، ان کی قبر پر کھڑے ہو کر آپ نے بخشش و غفران کی ان کے لیے دعا کی۔ ❶

عثمان رضی اللہ عنہ غزوہ بدر سے بزدلی یا راہ فرار اختیار کرتے ہوئے پیچھے نہیں ہوئے تھے جیسا کہ اہل بدعت کا زعم باطل ہے، اور نہ ان کے پیش نظر نبی کریم ﷺ کی مخالفت تھی، جو فضیلت اہل بدر کو نبی کریم ﷺ کی اطاعت میں میدان بدر میں حاضری کی وجہ سے حاصل ہوئی وہ فضیلت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی حاصل ہوئی کیوں کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دوسروں کی طرح روانہ ہوئے تھے، لیکن خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی لخت جگر رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کے لیے ان کو واپس کر دیا تھا، لہٰذا آپ کا بدر سے پیچھے رہنا رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و فرماں برداری میں تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے حصہ مقرر کیا، اور اس طرح آپ اہل بدر کے ساتھ مال غنیمت، فضیلت اور اجر و ثواب میں شریک رہے۔ ❷

عثمان بن عبداللہ بن موہب سے روایت ہے کہ ایک شخص مصر سے حج کے لیے آیا اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا میں آپ سے ایک چیز کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہوں اللہ کے واسطے آپ مجھے بتائیں: کیا آپ کو معلوم ہے کہ عثمان بدر سے غائب رہے اور شریک نہ ہوئے؟ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں لیکن بدر سے ان کا غائب ہونا اس وجہ سے تھا کہ آپ کی زوجیت میں رسول اللہ ﷺ کی لخت جگر (رقیہ رضی اللہ عنہا) تھیں جو بیمار تھیں، جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے انہیں رکنے کا حکم دیا، اور فرمایا: تمہیں بدر میں شریک ہونے والے کے برابر اجر و ثواب اور حصہ ملے گا۔ ❸

ابو وائل، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں بدر کے دن رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کی وجہ سے پیچھے رہا اور رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت میں ہمارے لیے حصہ مقرر فرمایا۔ اور زائدہ اپنی حدیث میں کہتے ہیں کہ جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے حصہ مقرر کیا تو گویا وہ شریک رہا۔ ❹ اور عثمان رضی اللہ عنہ کا

---

❶ دماء علی قمیص عثمان بن عفان، صفحہ (۲۰)

❷ کتاب الامامۃ والرد علی الرفضۃ/ الأصبہانی صفحہ (۳۰۲)

❸ البخاری: ۳۶۹۸۔

❹ الامامۃ والرد علی الرافضۃ صفحہ ۳۰٤.

شمار بالاتفاق بدری صحابہ میں ہوتا ہے۔ ❶

۲۔ عثمان رضی اللہ عنہ اور غزوہ احد:

غزوہ احد کے اندر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ابتدائی مرحلہ میں فتح نصیب فرمائی، اور مسلمانوں کی تلواریں مشرکین کی گردن پر اپنا کام کرتی رہیں، مشرکین کو ہزیمت وشکست میں شک نہ رہا اور مشرکین کے پرچم بردار یکے بعد دیگرے ایک ایک کر کے قتل ہوتے رہے، اور پرچم سے قریب ہونے کی ہمت کسی میں باقی نہ رہی، اب مشرکین شکست خوردہ ہو چکے تھے اور خواتین جو گا گا کر دف بجا بجا کر ہمت دلا رہی تھیں سب کچھ چھوڑ کر آہ و بکا کرنے لگیں، اور دف وغیرہ پھینک کر خوفزدہ ہو کر پنڈلیاں کھولے ہوئے پہاڑ کی طرف بھاگ کھڑی ہوئیں...... لیکن اچانک معرکے کا توازن بگڑ گیا اور اس کا سبب یہ ہوا کہ جن تیراندازوں کو پہاڑ کے اوپر مقرر کیا گیا تھا اور ان کی ڈیوٹی لگائی گئی تھی کہ معرکہ کا نتیجہ کچھ بھی ہو اپنی جگہ کو نہ چھوڑیں ان میں سے چند کے علاوہ بقیہ نے اپنی جگہ چھوڑ دی، اور پہاڑی سے اتر کر دوسروں کے ساتھ مال غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے۔ تب تک خالد بن ولید نے جو قریشی شہسواروں کے قائد تھے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے شہسواروں کو لے کر عکرمہ بن ابی جہل کے ساتھ پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اولاً جو پہاڑی پر تیراندازی باقی تھے جن میں عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے جو تیراندازوں کے امیر تھے، انہیں قتل کیا پھر جو مسلمان بالکل غافل تھے اور مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول تھے خالد بن ولید نے ان پر دھاوا بول دیا، مسلمان اس اچانک حملے سے اضطرابی کیفیت میں مبتلا ہو گئے اور ان کا ایک گروہ مدینہ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا، انہی میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی تھے، یہ لوگ اس وقت تک واپس نہ ہو سکے جب تک کہ جنگ ختم نہ ہوئی، اور دوسرا گروہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قتل کی افواہ سن کر حریان و پریشان ہو کر رہ گیا، اور تیسرا گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ڈٹا رہا۔ پہلے گروہ سے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں جو قیامت تک تلاوت کی جاتی رہیں گی:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا ۖ وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٥٥﴾﴾ (آل عمران: ۱۵۵)

''تم میں سے جن لوگوں نے اس دن پیٹھ دکھائی، جس دن دونوں جماعتوں کی مڈ بھیڑ ہوئی تھی یہ لوگ اپنے بعض کرتوتوں کے باعث شیطان کے پھسلانے میں آ گئے لیکن یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا، اللہ تعالیٰ ہے بخشنے والا اور تحمل والا۔''

لیکن اہل بدعت اپنی خواہشات کے بندے ہوتے ہیں اور انہیں وہی نظر آتا ہے۔ انہیں میدان جنگ سے لوٹنے والوں میں صرف عثمان رضی اللہ عنہ ہی نظر آئے اس لیے وہ صرف آپ ہی کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں حالاں کہ آپ

❶ عثمان بن عفان / صادق عرجون صفحہ (۴۷)

اس میں تنہا نہ تھے آپ کے ساتھ دیگر صحابہ بھی تھے۔ ❶ اور جب اللہ تعالیٰ نے ان سب کو معاف کر دیا تو پھر مسئلہ بالکل واضح ہو گیا کوئی التباس باقی نہیں رہا لہٰذا اس کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ پر انگلی نہیں اٹھائی جا سکتی۔ ❷

یہ کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نص قرآنی سے آپ کی معافی کا اعلان کر دیا، آپ کی جہادی زندگی مجموعی طور پر آپ کی شجاعت پر شاہد عدل ہے۔

۳۔ غزوۂ غطفان میں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو غطفان پر چڑھائی کی تیاری کا فرمان جاری کیا۔ چار سو افراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، ان کے ساتھ چند گھوڑے بھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ ذوالقصہ مقام پر مسلمانوں نے غطفان کے ایک شخص جبار بن ثعلبہ کو گرفتار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غطفان کی پوری تفصیل سے آگاہ کیا اور بتلایا کہ وہ لوگ آپ سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ آپ کے نکلنے کی خبر سن کر ہی وہ لوگ پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا چھپے ہیں۔ میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسلام کی دعوت پیش کی، اس نے اسلام قبول کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کوئی بھی نہ آیا بخیر و عافیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس ہو گئے، اس موقع پر کل گیارہ دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر رہے۔ ❸

۴۔ غزوۂ ذات الرقاع میں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ غطفان سے ثعلبہ اور أنمار کے لوگ مدینہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار سو صحابہ کو لے کر صراصر پہنچ گئے اور روانگی سے قبل عثمان رضی اللہ عنہ کو مدینہ پر اپنا نائب مقرر فرمایا۔ غطفان کی ایک بڑی تعداد مسلمانوں کے مقابلہ میں نکلی لیکن جنگ نہ ہوئی، خوف و ہراس کا عالم رہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو صلوٰۃ الخوف پڑھائی اور آخر کار واپس ہو گئے، اس موقع پر آپ پندرہ روز مدینہ سے باہر رہے۔ ❹

۵۔ بیعت الرضوان میں:

بیعت رضوان کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر نزول فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ ایک خصوصی سفیر قریش کے پاس روانہ فرمائیں جو ان کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصد و موقف کی

---

❶ الامین ذوالنورین صفحہ (۴۹)

❷ ذوالنورین مع النبی ﷺ / د۔ عاطف لماضۃ صفحہ (۳۲)

❸ الروض الأنف: ۳/ ۱۳۷۔ الطبقات/ ابن سعد: (۲/ ۳۴، ۳۵)

❹ الامین ذوالنورین / محمود شاکر صفحہ (۵۲، ۵۳) یہ غزوہ ۷ھ میں پیش آیا تھا۔ دیکھیے: زاد المعاد: ۳/ ۲۵۰۔۲۵۴۔

وضاحت کر دے کہ آپ ﷺ صلح و آشتی کا پیغام لے کر آئے ہیں قتال کا کوئی ارادہ نہیں، مقامات مقدسہ کے احترام کے آپ حریص ہیں، عمرہ کرنے آئے ہیں، عمرہ ادا کر کے مدینہ واپس ہو جائیں گے اس سلسلہ میں اولاً انتخاب خراش بن امیہ الخزاعی رضی اللہ عنہ کا ہوا، آپ ﷺ نے ثعلب نامی اونٹ پر سوار کر کے انہیں روانہ کیا، لیکن جب یہ مکہ پہنچے تو قریش نے ان کے اونٹ کو مار ڈالا اور خراش رضی اللہ عنہ کے قتل کے درپے ہوئے لیکن احابیش نے انہیں بچا لیا۔ خراش رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں واپس آ کر قریش کی رپورٹ پیش کی۔ آپ ﷺ نے دوسرا سفیر روانہ کرنے کا ارادہ فرمایا جو آپ کا پیغام قریش کو پہنچا سکے۔ آپ کی نظر انتخاب عمر رضی اللہ عنہ پر پڑی۔ ❶ لیکن آپ نے معذرت پیش کی اور عثمان رضی اللہ عنہ کو اس اہم مہم کے لیے منتخب کرنے کا مشورہ دیا، ❷ اور اس سلسلہ میں واضح دلائل پیش کیے کیوں کہ ایسے شخص کے لیے جو دشمن کے پاس اتنی اہم مہم پر جا رہا ہو ضروری ہے کہ اس کی حفاظت و حمایت کے اسباب مہیا ہوں اور یہ چیز عمر رضی اللہ عنہ کو حاصل نہ تھی اسی لیے عثمان رضی اللہ عنہ کو اس مہم پر روانہ کرنے کا مشورہ دیا، عثمان رضی اللہ عنہ کا خاندان مکہ میں موجود تھا اور انہیں قوت حاصل تھی، وہ آپ کو مشرکین کی ایذا رسانی سے بچا سکتے تھے، اور اس طرح وہ آپ ﷺ کا پیغام قریش کو اچھی طرح پہنچا سکتے تھے۔ ❸ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: مجھے اپنے سلسلہ میں قریش سے ڈر ہے۔ ان کے تئیں میری عداوت معروف ہے اور مکہ میں بنو عدی کا ایسا کوئی فرد نہیں جو ان کے مقابلے میں میری حمایت کر سکے، لیکن پھر بھی اگر آپ چاہتے ہیں تو میں ان کے پاس جانے کے لیے تیار ہوں۔ ❹ اس پر رسول اللہ ﷺ نے کچھ نہیں کہا۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ میں ایک ایسے شخص کی نشان دہی کرتا ہوں جو مکہ میں مجھ سے زیادہ معزز اور اس کے خاندان کے افراد زیادہ طاقتور ہیں وہ عثمان بن عفان ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: تم قریش کے پاس جاؤ اور انہیں بتاؤ کہ ہم کسی سے قتال کرنے نہیں آئے ہیں، ہم خانہ کعبہ کی زیارت اور اس کی حرمت کی تعظیم کے لیے آئے ہیں، ہمارے ساتھ ہدی کے جانور ہیں ہم انہیں ذبح کریں گے اور واپس ہو جائیں گے۔

عثمان رضی اللہ عنہ اس مہم پر روانہ ہوئے، بلدح مقام پر پہنچے تو قریش کے لوگ انہیں وہاں ملے، انہوں نے آپ سے سوال کیا کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ وہ تمہیں اللہ اور اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ظاہر اور اپنے نبی کو غالب کر کے رہے گا۔ اگر یہ منظور نہیں ہے تو تم ان کا راستہ چھوڑ کر خاموش ہو جاؤ، دوسروں کو اس کے لیے چھوڑ دو، اگر وہ محمد ﷺ پر غالب آ گئے تو تمہارا مقصد پورا ہو گیا اور اگر محمد ﷺ غالب آ گئے تو پھر تمہیں اختیار ہو گا چاہے تم اس دین میں داخل ہو جاؤ جس میں لوگ داخل ہوئے ہیں یا پھر تم ان سے اس حالت میں قتال کرو جب کہ تمہاری تعداد زیادہ ہو اور قوت و

---

❶ غزوۃ الحدیبیۃ/ ابوفارس صفحہ (۷۳)
❷ المغازی/ محمد بن عمر الواقدی: (۲/ ۶۰۰)
❸ المغازی: (۲/ ۶۰۰)
❹ المغازی: (۲/ ۶۰۰)

طاقت حاصل ہو، کیوں کہ فی الحال جنگ نے تمہیں کمزور کر دیا ہے اور سورماؤں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔
عثمان رضی اللہ عنہ اپنی گفتگو جاری رکھے ہوئے تھے جو کفار کو ناگوار گزر رہی تھی، وہ آپ کی باتوں کو یہ کہہ کر ٹالتے جاتے تھے کہ جو آپ کہہ رہے ہیں ہم نے سن لیا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ وہ زبردستی مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے، آپ واپس جائیں اور اپنے ساتھی سے کہہ دیں کہ وہ یہاں نہیں آسکتے۔ یہ موقف دیکھ کر ابان بن سعید بن العاص نے آپ کو خوش آمدید کہا اور پناہ دی اور کہا آپ اپنی مہم سے رکیں نہیں پھر وہ اپنے گھوڑے سے اترا اور عثمان کو اپنے ساتھ سوار کر لیا اس طرح عثمان رضی اللہ عنہ مکہ میں داخل ہوئے۔ فرداً فرداً سرداران قریش سے ملاقات کی۔ ابوسفیان بن حرب، صفوان بن امیہ وغیرہم جن سے بلدح میں ملاقات کی تھی، اور وہ لوگ جن سے صرف مکہ میں مقالات ہوئی سب ہی آپ کی بات کو یہ کہہ کر ٹالتے رہے کہ ''محمد کبھی مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔'' ❶ مشرکین نے عثمان رضی اللہ عنہ سے پیش کش کی کہ وہ خانہ کعبہ کا طواف کر لیں، لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ ❷

عثمان رضی اللہ عنہ نے مستضعفینِ مکہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا، اور جلد مشکلات سے نجات پانے کی بشارت سنائی۔ ❸ اور ان سے زبانی پیغام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیا جن میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام بھیجا تھا اور یہ کہا تھا کہ جو ذات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ پہنچا سکتی ہے وہ اس بات پر قادر ہے کہ آپ کو مکہ کے اندر داخل کر دے۔ ❹

ابھی آپ مکہ ہی میں اپنی مہم میں لگے ہوئے تھے کہ مسلمانوں میں یہ افواہ گردش کرنے لگی کہ عثمان رضی اللہ عنہ قتل کر دیے گئے، ان حالات کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو مشرکین سے قتال کے سلسلہ میں بیعت کی دعوت دی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے آپ کے ہاتھوں پر موت کی بیعت کی۔ ❺ صرف جد بن قیس نے اپنی منافقت کی وجہ سے بیعت نہ کی۔ ❻

ایک روایت میں ہے کہ یہ بیعت صبر کی تھی۔ ❼ اور ایک روایت میں ہے کہ عدم فرار کی بیعت تھی۔ ❽ لیکن ان روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں کیوں کہ موت کی بیعت کا مطلب صبر و عدم فرار کی بیعت ہے۔ ❾

---

❶ زادالمعاد: ۳/ ۲۹۰۔ السیرۃ النبویۃ/ ابن ھشام (۳/ ۳٤٤)
❷ زادالمعاد: (۳/ ۲۹۰).
❸ زادالمعاد: (۳/ ۲۹۰)
❹ غزوۃ الحدیبیۃ/ ابو فارس صفحہ (۸۵)
❺ البخاری: ٤١٦٩ .
❻ السیرۃ النبویۃ فی ضوء المصادر الأصلیۃ صفحہ (٤٨٦)
❼ البخاری: ٤١٦٩ .
❽ مسلم: ١٨٥٦ .
❾ السیرۃ النبویۃ فی ضوء المصادر الأصلیۃ صفحہ (٤٨٦)

سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ابوسنان عبداللہ بن وہب الاسدی رضی اللہ عنہ نے بیعت کی ❶ اس کے بعد تمام لوگوں نے بیعت کی۔ ❷ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر تین مرتبہ بیعت کی، شروع میں، درمیان میں اور آخر میں۔ ❸

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کے متعلق فرمایا: ''یہ عثمان کا ہاتھ ہے'' اور پھر اپنے دوسرے ہاتھ پر مار کر عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت کی۔

اس موقع پر درخت کے نیچے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی ان کی تعداد ایک ہزار چار سو تھی۔ ❹

قرآن کریم میں ان نفوس قدسیہ کا تذکرہ آیا ہے جنھوں نے بیعت رضوان میں شرکت کی تھی، اور قرآن و حدیث کے بہت سے نصوص میں ان کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔

۱۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٠﴾﴾

(الفتح : ۱۰)

''جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ یقیناً اللہ سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے، تو جو شخص عہد شکنی کرے وہ اپنے نفس پر ہی عہد شکن آتا ہے اور جو شخص اس اقرار کو پورا کرے جو اس نے اللہ کے ساتھ کیا ہے تو اسے عنقریب اللہ بہت بڑا اجر دے گا۔''

۲۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿لَّقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿١٨﴾﴾ (الفتح : ۱۸)

''یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جب کہ وہ درخت کے تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، ان کے دلوں میں جو تھا اسے اس نے معلوم کر لیا اور اس پر اطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی۔''

---

❶ السيرة النبوية فى ضوء المصادر الأصلية صفحه (٤٨٦)
❷ زاد المعاد: ٣/ ٢٩٦.
❸ صحيح السيرة النبوية صفحه (٤٠٤)
❹ السيرة النبوية فى ضوء المصادر الأصلية صفحه (٤٨٢)

۳۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے روز ہم سے فرمایا:

((أنتم خير اهل الارض.))

''تم روئے زمین میں سب سے بہتر ہو۔''

اس وقت ہم ایک ہزار چار سو تھے اگر میری بینائی کام کرتی تو میں تمھیں اس درخت کا مقام دکھا دیتا جس کے نیچے بیعت ہوئی تھی۔ ❶

یہ حدیث اصحاب شجرہ کی فضیلت میں صریح ہے اس وقت مکہ و مدینہ وغیرہ میں مسلمان موجود تھے۔

اس سے بعض شیعہ نے عثمان رضی اللہ عنہ پر علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر استدلال کیا ہے بایں طور پر کہ اس وقت علی رضی اللہ عنہ مخاطبین اور ان لوگوں میں شامل تھے جنھوں نے درخت کے نیچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور اس وقت عثمان رضی اللہ عنہ نہ تھے، لیکن یہ استدلال باطل ہے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت کی تھی، لہٰذا عثمان رضی اللہ عنہ اس خیر میں ان کے مساوی قرار پائے اور حدیث میں بعض کو بعض پر فضیلت دینی مقصود نہیں ہے۔ ❷

حدیبیہ کے سلسلہ میں محبّ طبری نے عثمان رضی اللہ عنہ کے چند خصائص کا تذکرہ کیا ہے:

۱۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس وقت عثمان رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا۔

۲۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام مکہ میں قیدی مسلمانوں تک پہنچایا۔

۳۔ ترک طواف کے سلسلہ میں ان کی موافقت کی شہادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ ❸

۴۔ ایاس بن سلمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت کی تو لوگوں نے کہا: ابوعبداللہ کو بحالت امن طواف مبارک ہو، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک میں طواف نہ کروں عثمان طواف نہیں کر سکتے۔ ❹

یہ اتہام لگا کر لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ پر ظلم ڈھایا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت میں شرکت نہیں کی اور غائب رہے۔ ارکان خلافت کو ڈھانے کے لیے فتنہ رچا گیا اور اس سلسلہ میں جو اتہامات عثمان رضی اللہ عنہ پر باندھے گئے انہی میں سے ایک اتہام یہ بھی ہے۔ ❺ ان شاء اللہ اس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔

---

❶ مسلم: ۳/ ۱٤۸٥.

❷ فتح الباری: ۷/ ٤٤۳.

❸ الرياض النضرة فی مناقب العشرة صفحه (٤۹۰، ٤۹۱)

❹ الرياض النضرة فی مناقب العشرة صفحه (٤۹۱) اس کی سند میں ضعف ہے۔

❺ ذوالنورين مع النبی ﷺ صفحه (۳۲)

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیعت رضوان کا حکم فرمایا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیج رکھا تھا، لوگوں نے بیعت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عثمان اللہ و رسول کی ضرورت میں لگے ہیں، پھر آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا، عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ لوگوں کے اپنے ہاتھوں سے بہتر تھا۔ ❶

۶۔ فتح مکہ میں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے سلسلہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کی سفارش:

فتح موقع پر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر چھپ گیا آپ نے اس کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! عبداللہ سے بیعت لے لیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اٹھایا اور اس کو تین مرتبہ انکار کی نگاہوں سے دیکھا اور پھر اس سے بیعت لے لی پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم میں کوئی ایسا شخص نہیں تھا کہ مجھے بیعت سے ہاتھ کھینچتے ہوئے دیکھا ہوتا اور اس کی گردن قلم کر دیتا؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں نہیں معلوم کہ آپ کے جی میں کیا ہے آپ نے کیوں نہیں اپنی آنکھوں سے اشارہ فرما دیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبی کے لیے آنکھوں کی خیانت مناسب نہیں۔ ❷

اور ایک روایت میں ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف چار اشخاص کے علاوہ سب کو امان دے دی، اور ان چار اشخاص کے سلسلہ میں فرمایا انہیں جہاں کہیں پاؤ قتل کر دو اگرچہ وہ خانہ کعبہ کا پردہ پکڑ کر لٹکے ہوئے ہوں: عکرمہ بن ابی جہل، عبداللہ بن خطل، مقیس بن حبابہ، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔ ❸

عبداللہ بن خطل خانہ کعبہ کا پردہ تھامے ہوئے پکڑا گیا، سعید بن حارث اور عمار بن یاسر دونوں اس کی طرف لپکے اور سعید نے آگے بڑھ کر قتل کر دیا۔ اور عکرمہ بن ابی جہل بھاگ کھڑے ہوئے اور جا کر کشتی پر سوار ہو کر فرار اختیار کرنا چاہا، تیز و تند آندھی چلی، کشتی والوں نے کہا: صرف اللہ کو پکارو، یہاں تمہارے معبود کام آنے والے نہیں۔ عکرمہ نے کہا اللہ کی قسم! اگر سمندر میں اللہ کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا تو خشکی میں بھی اس کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا، اور دعا کی: اے اللہ! اگر تو نے مجھے بچا لیا تو میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں گا، اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور عفو و درگزر کرنے والا، کرم نواز پاؤں گا۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر چھپ گئے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بیعت کی اور دعوت دی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

❶ سنن الترمذی: ۳۷۰۲۔ سیر سلف الصالحین: ۱/ ۱۸۱۔ اس کی سند ضعیف ہے اور حدیث صحیح ہے لیکن اس حدیث کو محدث البانی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ضعیف سنن الترمذی: ۴۲۱-۴۲۲) (مترجم)

❷ الصارم المسلول علی شاتم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ (۱۰۹)

❸ اضواء البیان فی تاریخ القرآن/ صابر بن ابی سلیمان صفحہ (۷۹)

خدمت میں پیش کر دیا۔ اس روایت میں باقی حصہ گزشتہ روایت کی طرح ہے۔ ❶

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کتابت کرتا تھا، لیکن شیطان نے اس کو بہکایا اور کفار سے جا ملا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر اس کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ لیکن جب عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے پناہ طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ دے دی۔ ❷

ابن اسحاق عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے قتل سے متعلق فرمان نبوی اور عثمان رضی اللہ عنہ کی سفارش کا سبب بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کا فرمان اس لیے جاری کیا تھا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لکھنے پر مامور تھا پھر یہ مرتد ہو کر قریش کے پاس واپس چلا گیا، اور چوں کہ عثمان رضی اللہ عنہ اس کے رضاعی بھائی لگتے تھے اس لیے فتح مکہ کے موقع پر ان کے پاس جا کر چھپ گیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے پاس رکھا اور جب مکہ میں امن و امان بحال ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے اس کے لیے امان طلب کی۔

ابن ہشام کا بیان ہے کہ پھر اس کے بعد یہ دوبارہ اسلام لے آئے، اور عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اپنے بعض عمال پر انہیں والی مقرر کیا، اور عمر رضی اللہ عنہ کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں والی مقرر فرمایا۔ ❸

۷۔ غزوۂ تبوک:

۹ھ میں ہرقل نے اپنا سازشی رخ جزیرہ عرب کی طرف اس کو ہڑپنے اور اس پر عدوان و سرکشی کے برے ارادے سے پھیرا، اور اپنی فوج کو تیاری کرنے کا اور حملہ کے لیے اس کے فرمان کے انتظار کا حکم جاری کیا، یہ خبریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں پہنچیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو جہاد کی تیاری کا حکم فرمایا۔ سخت گرمی کا موسم تھا، جس میں پہاڑ بھی پگھل جائیں، اور ملک میں سخت خشک سالی تھی، اگر مسلمان ایمان کی قوت سے مہلک گرمی کا مقابلہ کرتے ہوئے دہکتے ہوئے صحرا پر سے گزرتے ہوئے جہاد کے لیے نکل پڑیں تو سامان جنگ اور جہاد کے اخراجات کہاں سے آئیں؟ ان حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو چندہ پر ابھارا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے ہر ایک نے اپنی وسعت بھر حصہ لیا اور چندہ جمع کیا۔ خواتین نے اپنے زیورات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جہاد کے لیے پیش کیے، لیکن جو کچھ جمع ہوا ضروریات جہاد کے لیے کافی نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی لمبی قطار پر نظر دوڑائی جو جذبہ جہاد سے سرشار تھے، اور فرمایا: کون ہے جو انہیں سامان جنگ فراہم کرے اور اللہ کی مغفرت حاصل کرے؟

---

❶ اضواء البیان فی تاریخ القرآن صفحہ (۸۰)۔ ❷ اضواء البیان فی تاریخ القرآن صفحہ (۸۰)۔

❸ السیرۃ النبویۃ/ ابن ہشام: (۴/ ۵۷، ۵۸)

جیسے ہی عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا یہ اعلان سنا اللہ کی مغفرت و رضوان کی طرف آگے بڑھے، اور اس طرح کمر توڑ تنگی کے لیے عثمان رضی اللہ عنہ سخی مہیا ہو گئے۔ ❶ آپ نے لشکر اسلام کی تمام ضروریات کو مہیا کیا، لگام ورسی بھی نہیں چھوڑی اس کا بھی انتظام فرمایا۔

ابن شہاب زہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک میں لشکر اسلام کے لیے نو سو چالیس (۹۴۰) اونٹ اور ساٹھ گھوڑے فراہم کیے، ایک ہزار کی گنتی پوری کی اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر دس ہزار دینار (تقریباً ساڑھے پانچ کلو سونے کے سکے) نبی کریم ﷺ کی آغوش میں بکھیر دیے۔ رسول اللہ ﷺ انہیں الٹتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے: ((ما ضر عثمان ما عمل بعد الیوم .)) ''آج کے بعد عثمان جو بھی کریں انہیں ضرر نہ ہوگا۔'' ❷

اس غزوہ میں انفاق کرنے میں عثمان رضی اللہ عنہ سب سے آگے رہے۔ ❸ عبدالرحمٰن بن حباب رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ کے انفاق سے متعلق بیان کرتے ہیں کہ میں اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا جب آپ لوگوں کو جیش عسرہ ❹ پر ابھار رہے تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ! میرے ذمہ اللہ کی راہ میں دو سو اونٹ ٹاٹ اور پالان کے ساتھ ہیں۔ پھر آپ نے لوگوں کو ابھارا، عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ کی راہ میں میرے ذمہ تین سو اونٹ ٹاٹ و پالان کے ساتھ ہیں، پھر میں نے دیکھا رسول اللہ منبر سے اترنے لگے اور یہ فرمانے لگے: ((ما علی عثمان ما عمل بعد هذه ، ما علی عثمان ما عمل بعد هذه .)) ''اس کے بعد عثمان جو بھی کریں انہیں ضرر نہ ہوگا اس کے بعد عثمان جو بھی کریں انہیں ضرر نہ ہوگا۔'' ❺

عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے جیش عسرہ کو تیار کیا تو عثمان رضی اللہ عنہ ایک ہزار دینار اپنے کپڑے میں رکھ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ اپنے دست مبارک سے اس کو پلٹتے جاتے اور فرماتے جاتے: ((ما ضر ابن عفان ما عمل بعد الیوم .)) ''آج کے بعد ابن عفان جو بھی کریں انہیں ضرر نہ ہوگا۔'' بار بار آپ یہی دہراتے تھے۔ ❻

بظاہر اس جدید امت کے لیے گویا کہ آپ سرمایہ لگانے والے تھے۔ لشکر اسلام کا انتظام ہو جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ انہیں لے کر روانہ ہوئے، اور دمشق و مدینہ کے درمیان تبوک کے مقام پر جا پہنچے، وہاں خوش کن

---

❶ فتح الباري: ۷/ ٦٧۔ خلفاء الرسول ، ص: ۲۵۰۔ العشرة المبشرون بالجنة/ محمد صالح عوض ، ص (۵۳)
❷ سنن الترمذی: ۳۷۸۵۔ صحیح التوثیق صفحه (۲٦)
❸ السیرة النبویة فی ضوء المصادر الأصلیة صفحه (٦۱۵)
❹ چوں کہ غزوہ تبوک کے موقع پر حالات بڑے تنگ تھے سخت گرمی کا موسم تھا اس لیے لشکر کو جیش عسرہ کا نام دیا گیا۔
❺ سنن الترمذی: ۳۷۰۰ .　❻ سنن الترمذی: ۳۷۰۲ .

خبریں آپ ﷺ کو پہنچیں کہ ہرقل جو دمشق سے جزیرہ عرب پر حملہ کی تیاری کر رہا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کے عزم کو پسپا کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی روانگی کی خبر پا کر اپنے رسوا کن منصوبہ سے دست بردار ہو کر وہ دمشق سے جا چکا ہے۔ اسلامی لشکر اپنے ان تمام ساز و سامان کے ساتھ واپس ہوا جو عثمان رضی اللہ عنہ نے فراہم کیا تھا، تو کیا عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے واپس لے لیا، ہرگز نہیں، عثمان رضی اللہ عنہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے تھے، بلکہ آپ نبی کریم ﷺ کے بذل وعطا کے ہر اشارہ پر فوراً لبیک کہنے والے رہے۔ ❶

مدینہ میں سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی معاشرتی زندگی

ا۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے شادی ۳ھ:

ام کلثوم رضی اللہ عنہا اپنی کنیت سے معروف ہیں، ان کا نام معروف نہیں ہے، الا یہ کہ حاکم نے مصعب زبیری سے ان کا نام امیہ نقل کیا ہے۔ یہ عمر میں فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑی تھیں۔ ❷

سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جب رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا اور ادھر حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہ کے شوہر وفات پا گئے تو عمر رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: کیا حفصہ سے شادی کرو گے؟ تو چوں کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے حفصہ رضی اللہ عنہا سے متعلق سن رکھا تھا اس لیے کوئی جواب نہ دیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس سے بہتر چاہتے ہو؟ میں حفصہ سے شادی کر لیتا ہوں اور عثمان کی شادی حفصہ سے بہتر ام کلثوم سے کر دیتا ہوں۔ ❸

اور بخاری میں عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حفصہ کے شوہر خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کا مدینہ میں انتقال ہو گیا۔ میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے کہا اگر چاہو تو حفصہ سے تمہاری شادی کر دوں، انہوں نے کہا اس سلسلہ میں غور کرتا ہوں چند راتیں گزر گئیں پھر عثمان رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے اور کہا میری یہ رائے قرار پائی ہے کہ ابھی شادی نہ کروں۔ پھر میں (عمر رضی اللہ عنہ) ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور عرض کیا اگر آپ چاہیں تو حفصہ کو آپ کی زوجیت میں دے دوں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بالکل خاموشی اختیار کی اور کوئی جواب نہ دیا ان پر مجھے عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ غصہ آیا۔ کچھ ہی راتیں گزری تھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حفصہ سے نکاح کا پیغام بھیجا اور میں نے حفصہ کی شادی رسول اللہ ﷺ سے کر دی۔ اس کے بعد مجھ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے اور فرمایا: حفصہ سے شادی کے سلسلہ میں آپ کی پیشکش کا جواب نہ دینے کی وجہ سے شاید آپ مجھ سے ناراض ہو گئے تھے، چوں کہ میں نے حفصہ کا ذکر

---

❶ خلفاء الرسول صفحہ (۱۳۸)۔ العشرۃ المبشرون بالجنۃ صفحہ (۳۱)

❷ الدوحۃ النبویۃ الشریفۃ، فاروق حمادۃ صفحہ (۴۵۔۴۶)

❸ مستدرك حاکم (۴/ ۴۹)۔ الآثار لابی یوسف صفحہ (۱۹۵۷)

رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا اس لیے میں رسول اللہ ﷺ کے راز کا افشا نہیں کرنا چاہتا تھا، اگر آپ ﷺ حفصہ سے شادی نہ کرتے تو میں قبول کر لیتا۔ ❶

ام المومنین صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ سے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دی تو ام ایمن رضی اللہ عنہا سے فرمایا: میری بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو تیار کر کے عثمان کے یہاں رخصت کرو اور دف بجاؤ، ام ایمن رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا۔ رسول اللہ ﷺ تین دن کے بعد ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: میری بیٹی اپنے شوہر کو کیسا پایا۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا بہترین شوہر ہیں۔ ❷

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی کے دروازے کے پاس ٹھہرے اور فرمایا: اے عثمان! یہ جبریل ہیں جنھوں نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے ام کلثوم کی شادی رقیہ کے مہر کے مثل اور صحبت کے مثل پر کر دی ہے۔ یہ ربیع الاول ۳ھ میں ہوا، اور رخصتی جمادی الاخریٰ میں عمل میں آئی۔ ❸

۲۔ عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہما کی وفات:

جمادی الاولیٰ ۴ھ میں عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ وفات پا گئے جو رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے۔ اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کے والد عثمان رضی اللہ عنہ قبر میں اترے۔ ❹ یہ عظیم ابتلا و آزمائش تھی جس سے عثمان رضی اللہ عنہ دوچار ہوئے، یہ سچ ہے کہ داعیان حق کی زندگی ابتلا و محن سے پر ہوتی ہیں۔

۳۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات:

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بیمار پڑیں اور ۹ھ میں وفات پائی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین کے وقت ان کی قبر کے پاس بیٹھے۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی قبر کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا، آپ کی دونوں آنکھیں اشکبار تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں کون ہے جس نے آج رات بیوی سے مباشرت نہ کی ہو؟ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ان کی قبر میں اترو۔ ❺

لیلیٰ بنت قانف ثقفیہ بیان کرتی ہیں کہ میں ان خواتین میں شامل تھی جنھوں نے ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ

---

❶ البخاري: كتاب النكاح (٥١٢٢)

❷ السيرة النبوية/ ابو شهبة (٢/ ٢٣١)۔ دماء على قميص عثمان صفحه (٢٢)

❸ سنن ابن ماجه: (١١٠)۔ اس میں عثمان بن خالد راوی ضعیف ہے۔

❹ الكامل لابن الاثير: ٢/ ١٣٠ ۔ دماء على قميص عثمان، صفحه (٢٢) عبداللہ بن عثمان کو ایک مرغ نے آنکھ کے قریب ٹھونگ ماری، زخم پک گیا، اور یہی زخم وفات کا سبب بنا۔ (رحمۃ للعالمین: ۱۰۵/۲) (مترجم)

❺ البخاري: كتاب الجنائز (١٣٤٢)

کی وفات کے وقت ان کو غسل دلایا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازار دی، پھر قمیص، پھر دوپٹہ، پھر چادر دی، پھر دوسرے کپڑے میں لپیٹ دی گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دروازے پر کھڑے ہوئے ایک ایک کپڑا پکڑا رہے تھے۔ ❶

اور طبقات ابن سعد میں ہے کہ ابوطلحہ کے ساتھ علی بن ابی طالب، فضل بن عباس، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم ان کی قبر میں اترے، اور اسماء بنت عمیس اور صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے انہیں غسل دیا۔ ❷

ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی جدائی سے عثمان رضی اللہ عنہ بے حد متاثر ہوئے اور بڑے ہی حزن و ملال کا شکار ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا کہ غم میں نڈھال سر جھکائے جا رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے قریب ہوئے اور فرمایا:

اے عثمان! اگر میرے پاس تیسری بیٹی ہوتی تو تم سے شادی کر دیتا۔ ❸

یہ عثمان رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی دلیل ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عثمان رضی اللہ عنہ کی وفاداری اور توقیر کی دلیل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے اس بدشگونی کی نفی ہوتی ہے جو ہمارے معاشرے میں ایسے موقع پر پائی جاتی ہے۔ اللہ کے حکم کو کوئی ٹالنے والا نہیں اس کا حکم نافذ ہو کر رہتا ہے، تقدیر الٰہی ہرگز نہیں ٹلتی۔ ❹

۳۔ اسلامی حکومت کی تعمیر میں اقتصادی تعاون

عثمان رضی اللہ عنہ ان اغنیاء میں سے تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا تھا۔ آپ بہت بڑے تاجر تھے، مال و دولت کی انتہا نہ تھی، لیکن آپ نے اس مال و دولت کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی اطاعت میں لگا رکھا تھا، ہر کار خیر میں سبقت کرتے اور بے دریغ خرچ کرتے، فقر و محتاجی کا ذرا بھی خوف نہ کھاتے، بطور مثال بعض مواقع کا یہاں ذکر کیا جا رہا ہے جس میں عثمان رضی اللہ عنہ نے بے دریغ اپنا مال خرچ کیا:

ا۔ بئر رومہ:

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے وہاں میٹھے پانی کی بڑی قلت تھی، بئر رومہ کے علاوہ کوئی کنواں نہ تھا جہاں سے میٹھا پانی حاصل کیا جا سکے، اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من یشتری بئر رومة فیجعل دلوه مع دلاء المسلمین بخیر له فی الجنة .)) ❺

---

❶ سنن ابی داود (۳۱۵۷). ❷ الطبقات/ ابن سعد: ۸/ ۳۹۔ الدوحة النبویة صفحہ: ۴۸.
❸ مجمع الزوائد / الهیثمی: ۹/ ۸۳۔ شواہد کی بنا پر اس کی سند درجہ حسن کو پہنچتی ہے۔
❹ الخلفاء الراشدون اعمال و احداث / د۔ امین القضاة صفحہ (۷۳)
❺ صحیح النسائی للألبانی ۲/ ۷۶۶.

''جو بئر رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے لیے عام کر دے اس کو جنت میں اس سے بہتر ملے گا۔''

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

((من حفر بئر رومة فله الجنة .))❶

''جو بئر رومہ کو کھودے اس کے لیے جنت ہے۔''

مدینہ میں نبی کریم ﷺ کی آمد سے قبل رومہ کا پانی لوگ خرید کر پیا کرتے تھے۔ جب مہاجرین مدینہ پہنچے تو انہیں پانی کی ضرورت پڑی۔ بنی غفار میں سے ایک شخص کے پاس پانی کا ایک چشمہ تھا، جس کو رومہ کہا جاتا تھا، اور وہ ایک مشک ایک مد میں بیچتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے کہا: ((تبیعها بعین فی الجنة .)) کیا تم اس کو جنتی چشمے کے عوض بیچو گے؟'' اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے اور میری اولاد کے لیے اور کوئی ذریعے سے معاش نہیں ہے، یہ بات جب عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے اسے ۳۵ ہزار درہم میں خرید لیا، پھر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا: کیا مجھے بھی وہی ملے گا جو آپ نے اس شخص کے لیے فرمایا تھا؟ آپ نے فرمایا: ہاں، عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے اس کو مسلمانوں کے لیے عام کر دیا ہے۔❷

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایک یہودی کا کنواں تھا جس کا پانی وہ مسلمانوں کو بیچتا تھا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو بیس ہزار درہم میں خرید کر غنی وفقیر اور مسافر سب کے لیے عام کر دیا۔❸

۲۔ مسجد نبوی کی توسیع:

جب رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی کی تعمیر مدینہ میں فرمائی تو مسلمان پنج وقتہ نماز اور خطبہ جمعہ سننے کے لیے جمع ہونے لگے، جس کے اندر انہیں اوامر ونواہی دیے جاتے تھے، اور اسی مسجد میں دین کی تعلیم کرتے اور یہیں سے تیار ہو کر غزوات کے لیے روانہ ہوتے۔ اس طرح مسجد لوگوں کے لیے تنگ ہو گئی۔ نبی کریم ﷺ نے بعض صحابہ کو رغبت دلائی کہ مسجد کے بغل میں ایک قطعہ ارض خرید کر مسجد کے لیے وقف کر دے تاکہ مسجد کی توسیع کر دی جائے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((من یشتری بقعة آل فلان فیزیدها فی المسجد بخیر له منها فی الجنة .))

''کون ہے جو فلاں کی زمین خرید کر مسجد میں اضافہ کر دے جس کو جنت میں اس سے بہترین جگہ ملے؟''

یہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مال میں سے ❹ پچیس یا بیس ہزار درہم دے کر خرید لیا، پھر وہ جگہ مسجد نبوی میں شامل کر دی گئی۔❺

❶ البخاری (۲۷۷۸)۔ تعلیقًا ❷ تحفه الاحوذی بشرح الترمذی/ المبارکفوری صفحه (۱۹۶)

❸ فتح الباری: (۵/ ۴۰۸)۔ الحکمة فی الدعوة الی الله صفحه (۲۳۱)

❹ صحیح سنن الترمذی للالبانی: ۳/ ۲۰۹۔ (۲۹۲۱)

❺ صحیح سنن النسائی: ۲/ ۷۶۶ .

اس طرح آپ نے مسلمانوں کے لیے وسعت پیدا کی۔ ❶

۳۔ جیش عسرۃ اور سخی عثمان:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فوج کی تیاری کے لیے مال خرچ کرنے کی رغبت دلائی جسے روم سے ٹکرانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیار کر رہے تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے حسب طاقت اس میں حصہ لیا اور بڑھ چڑھ کر مال دیے، لیکن عثمان رضی اللہ عنہ اس میدان میں سب سے سبقت لے گئے۔ ❷ اس کی تفصیل غزوہ تبوک کے بیان میں آچکی ہے۔

❶ اعلام المسلمین/ خالد البیطار (۳/ ٤١)

❷ الحکمة فی الدعوة الی الله صفحه (۲۳۱)

(۴)

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں احادیث نبویہ

دوسروں کے ساتھ آپ کے فضائل پر مشتمل احادیث:

۱:...... ((افتح له و بشره بالجنة على بلوى تصيبه .))

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے ایک باغ میں تھا، اتنے میں ایک شخص آیا اور دروازہ کھلوانا چاہا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((افتح له و بشره بالجنة .)) ''دروازہ کھول دو اور انہیں جنت کی بشارت دو۔'' دروازہ کھولا تو دیکھتا ہوں ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، میں نے انہیں جنت کی بشارت سنائی۔ انہوں نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر ایک اور شخص نے دروازہ کھلوانا چاہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((افتح له و بشره بالجنة)) ''دروازہ کھول دو اور انہیں جنت کی بشارت سنا دو'' میں نے دروازہ کھولا تو دیکھتا ہوں عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا میں نے انہیں اس سے آگاہ کیا تو انہوں نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی۔ پھر ایک شخص نے دروازہ کھلوانا چاہا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((افتح له و بشره بالجنة على بلوى تصيبه .)) ''دروازہ کھول دو اور انہیں جنت کی بشارت سنا دو ایک آزمائش سے دوچار ہوں گے۔'' میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا عثمان رضی اللہ عنہ ہیں، میں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا اس سے آگاہ کیا، آپ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا اللہ ہی مدد کرنے والا ہے۔ ❶

یہ حدیث پاک ان تینوں ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی فضیلت پر مشتمل ہے کہ یہ تینوں جنتی ہیں، اس سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اس حدیث میں اس بات کی دلالت موجود ہے کہ اگر خود پسندی وغیرہ کے فتنے میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہیں تو منہ پر تعریف کی جا سکتی ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ اور ابتلاء و آزمائش کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جو خبر دی یہ واضح طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ اور اس حدیث میں اس بات کی دلالت ہے کہ یہ تینوں صحابہ ایمان و ہدایت پر قائم رہیں گے۔ ❷

۲:......((اسكن احد فليس عليك إلا نبي و صديق و شهيدان .))

''انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے، آپ کے ساتھ ابوبکر، عمر اور

---

❶ البخاری: ۳٦٩٥ .

❷ شرح النووي على صحيح مسلم: ١٥/ ١٧٠-١٧١ .

عثمان رضی اللہ عنہم تھے، احد ہلنے لگا، آپ نے فرمایا:

((اسکن احد فلیس علیك الا نبی و صدیق و شهیدان .))

''احد ٹھہر جا، تیرے اوپر تو صرف نبی، صدیق اور دو شہید ہیں۔''

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرماتے ہوئے اپنا قدم احد پہاڑ پر مارا۔ [1]

۳:......((اهدأ فما علیك الا نبی او صدیق او شهید .)) [2]

''پرسکون ہو، جا تجھ پر یا تو نبی ہے یا صدیق یا شہید۔''

٤:...... ((ان عثمان رجل حییٌ .))

یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ ان کے والد سعید بن العاص نے انہیں خبر دی کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کی چادر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے، اتنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنے کی اجازت طلب کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دی، وہ آئے اور اپنی ضرورت پوری کر کے چلے گئے، پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دی اور وہ اپنی ضرورت پوری کر کے چلے گئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت میں رہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پھر میں نے اجازت طلب کی تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا اپنا کپڑا اسمیٹ لو، مجھے اجازت دی میں نے اپنی ضرورت پوری کی اور واپس ہو گیا، عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا بات ہے جب ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ آئے تو آپ اس طرح اٹھ کر نہیں بیٹھے جیسا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی آمد پر بیٹھے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إن عثمان رجل حییٌ و انی خشیت ان اذنت له علی تلك الحال أن لا یبلغ الی فی حاجته .)) [3]

''یقیناً عثمان شرمیلے آدمی ہیں مجھے خوف ہوا کہ اگر اسی حالت میں انہیں آنے کی اجازت دے دوں تو وہ اپنی ضرورت مجھ سے نہ کہہ سکیں گے۔''

٥:......((الا استحی من رجل تستحی منه الملائكة .))

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں لیٹے ہوئے تھے اور آپ کی دونوں رانیں یا پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنے کی اجازت طلب کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی اور آپ اسی حالت میں رہے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ سے گفتگو کی اور چلے گئے، پھر عمر رضی اللہ عنہ نے آنے کی اجازت طلب کی، ان کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی اور آپ اسی حالت میں رہے انہوں

---

[1] البخاری: ٣٦٩٧.
[2] مسلم: ٢٤١٧.
[3] مسلم: ٢٤٠٢.

نے بھی آپ سے گفتگو کی، پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے آنے کی اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کر لیے۔ پھر آپ نے اجازت دی، عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی، جب عثمان رضی اللہ عنہ چلے گئے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے پروا نہ کی، پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے پروا نہ کی، پھر عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کر لیے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الا استحی من رجل تستحی منه الملائكة.)) ❶

''کیا میں ایسے شخص سے شرم نہ کروں جس سے فرشتے شرماتے ہیں۔''

علامہ مناوی فرماتے ہیں: عثمان رضی اللہ عنہ کا مقام حیا کا مقام ہے اور حیاء سامنے والے کے اجلال و تعظیم اور اپنے نفس میں نقص کے تصور سے پیدا ہوتا ہے، تو گویا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے اوپر حق تعالیٰ کے اجلال کا غلبہ ہوا اور انہوں نے اپنے نفس میں نقص و تقصیر محسوس کیا، اور یہ دونوں چیزیں مقربین بارگاہ الٰہی کی بڑی خصلتوں میں سے ہیں۔ اس طرح عثمان رضی اللہ عنہ کا مرتبہ بلند ہوا۔ (اور اللہ کی خاص مخلوق) ملائکہ ان سے حیاء کرنے لگے، جو اللہ سے محبت کرتا ہے اللہ کے اولیاء اس سے محبت کرتے ہیں اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اس سے ہر چیز ڈرتی ہے۔ ❷

٦:......((أصدقها حياء عثمان.))

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ارحم امتی ابوبكر، و اشدها فی دين الله عمر و اصدقها حياء عثمان و اعلمها بالحلال و الحرام معاذ بن جبل و أقرأها لكتاب الله أُبيّ و أعلمها بالفرائض زيد بن ثابت و لكل أمة أمين و أمين هذه الأمة أبو عبيدة بن الجراح)) ❸

''میری امت میں سب سے زیادہ رحم دل ابوبکر ہیں، اللہ کے دین کے لیے سب سے زیادہ سخت عمر ہیں، سب سے سچے حیا دار عثمان ہیں، حلال و حرام کے سب سے بڑے عالم معاذ بن جبل ہیں، اور کتاب الٰہی کے سب سے بڑے حافظ و قاری ابی بن کعب ہیں، اور فرائض کے سب سے بڑے عالم زید بن ثابت ہیں، اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔''

---

❶ مسلم: ٢٤٠١.

❷ فيض القدير/ المناوی: ٤/ ٣٠٢.

❸ فضائل الصحابة/ امام احمد: ١/ ٦٠٤ اسناده صحيح۔

شہادت عثمان رضی اللہ عنہ سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں:

۱:...... ((من نجا من ثلاث فقد نجا .))

عبداللہ بن بجالہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا:

((من نجا من ثلاث فقد نجا۔ ثلاث مرات ۔ موتی ، والدجال ، و قتل خليفة مصطبر بالحق معطيه .)) ❶

"جو تین فتنوں سے بچ گیا اس نے نجات پالی، میری موت، دجال، حق پر قائم خلیفہ کا مظلومانہ قتل۔"

جس حق پر قائم خلیفہ کا مظلومانہ قتل ہوا وہ عثمان رضی اللہ عنہ ہیں، کیوں کہ قرائن اسی پر دلالت کرتے ہیں اس حدیث میں خلیفہ سے مقصود عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث میں (اللہ بہتر جانتا ہے) اس بات کی طرف عظیم اشارہ ہے کہ اس فتنہ کے سلسلہ میں حسی و معنوی ہر اعتبار سے اپنے دامن کو بچائے رکھنا چاہیے حسی کا تعلق اس فتنہ کے زمانہ سے ہے، یعنی قتل اور قتل پر ابھارنے اور اکسانے سے اجتناب کیا جائے اور معنوی کا تعلق یوں کہ دور فتنہ کے بعد اس سلسلہ میں باطل طرز فکر نہ اختیار کی جائے اور ناحق گفتگو کی جائے۔ اس طرح یہ تمام امت کے لیے عام ہوگا، فتنے کے دور کے ساتھ خاص نہیں۔ ❷

۲:...... ((يقتل فيها هذا المقنع يومئذ مظلوما .))

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر کیا، اتنے میں ایک شخص کا گزر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يقتل فيها هذا المقنع يومئذ مظلوما .))

"اس فتنے میں اس وقت یہ سر چھپائے ہوئے شخص مظلومانہ طور سے قتل ہوگا۔"

میں نے دیکھا وہ عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ ❸

۳:...... ((. هذا يومئذ على الهدى))

کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنے کا تذکرہ اس انداز سے کیا کہ گویا وہ قریب ہی ہے، اتنے میں ایک شخص اپنا سر چھپائے ہوئے ادھر سے گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((هذا يومئذ على الهدى .))

---

❶ المسند: ٤/ ٤١٩، ٥/ ٣٤٦ تحقيق احمد شاكر .

❷ فتنه مقتل عثمان/ د. محمد عبدالله الغبان : ١/ ٤٤ .

❸ فضائل الصحابة: (١/ ٥٥١) إسناده حسن .

''یہ شخص اس دن ہدایت پر قائم ہوگا۔''

یہ سن کر میں کود پڑا، اور عثمان رضی اللہ عنہ کے دونوں بازو پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کر عرض کیا: یہ شخص؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی شخص۔ ❶

٤:...... ((تهيج فتنة كالصياصى ، فهذا و من معه على الحق .))

مرہ بہزی سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تهيج فتنة كالصياصى ، فهذا و من معه على الحق .))

''فتنہ سینگ کی طرح ابھرے گا یہ اور اس کے ساتھی اس وقت حق پر ہوں گے۔''

یہ سن کر میں گیا اور اس شخص کے کپڑے پکڑ لیے، دیکھا تو وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ ❷

٥:...... ((هذا يومئذ و اصحابه على الحق و الهدى .))

ابواشعث سے روایت ہے: معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور امارت میں ایلیاء (بیت المقدس) میں خطباء جمع ہوئے اور لوگوں سے خطاب کیا، سب سے آخر میں مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: میں نے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث نہ سنی ہوتی تو میں خطاب نہ کرتا، میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنے کا ذکر فرمایا، اور اسے قریب کر کے پیش کیا، اتنے میں ایک شخص اپنا سر چھپائے ہوئے ادھر سے گزرا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((هذا يومئذ و اصحابه على الحق و الهدى .))

''یہ شخص اور اس کے ساتھی اس وقت حق و ہدایت پر قائم ہوں گے۔''

میں نے عرض کیا، کیا یہی یا رسول اللہ؟ میں نے ان کا چہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی۔ تو وہ عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ ❸

٦:...... ((عليكم بالأمين و اصحابه .))

ابو حبیبہ سے روایت ہے کہ وہ اس گھر میں داخل ہوئے جہاں عثمان رضی اللہ عنہ محصور تھے، انہوں نے سنا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ سے کچھ کہنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں، آپ نے انہیں اجازت دے دی، ابوہریرہ کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((انكم تلقون بعدى فتنة و اختلافا .))

---

❶ صحیح سنن ابن ماجه: ١/ ٢٤ .

❷ المسند: ٥/ ٣٣۔ متعدد طرق سے اس کو تقویت پہنچتی ہے۔

❸ فضائل الصحابة: ١/ ٥٠٠۔ اسناده صحيح۔

''تم میرے بعد فتنہ واختلاف سے دوچار ہوگے۔''

ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم کس کے ساتھ رہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((علیکم بالامین و اصحابه .))

''تم لوگ امین اوراس کے ساتھیوں کے ساتھ رہنا۔''

یہ فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرمارہے تھے۔ ❶

۷:...... ((فإن ارادك المنافقون علی خلعه فلا تخلعه .))

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا، جب وہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے، جب ہم نے یہ دیکھا تو ہم خواتین ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو گئیں، ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ کے دونوں کندھوں کے درمیان دست مبارک رکھا اور آخری بات تین بار یہ فرمائی:

((یا عثمان إن اللّٰه عزوجل عسی أن یلبسك قمیصا ، فإن ارادك المنافقون علی خلعه فلا تخلعه حتی تلقانی .))

''اے عثمان امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں قمیص (خلافت) پہنائے گا۔ پس اگر منافقین اسے تم سے اتروانا چاہیں تو مت اتارنا یہاں تک کہ مجھ سے (جنت میں) ملنا۔'' ❷

۸:......((إن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عهد إلی عهدا و انی صابر نفسی علیه .))

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعض صحابہ کو بلاؤ میں نے عرض کیا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، میں نے کہا: عثمان رضی اللہ عنہ کو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ جب عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تم یہاں سے ہٹ جاؤ، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے سر گوشیاں کرنے لگے، اور عثمان رضی اللہ عنہ کا رنگ بدلنے لگا، جب آپ گھر میں محصور کر دیے گئے، ہم نے عرض کیا: یا امیر المومنین! آپ ان سے قتال نہیں کریں گے؟ فرمایا: نہیں:

((ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عهد إلی عهدا وانی صابر نفسی علیه .)) ❸

❶ فضائل الصحابة: ۱/ ۱۵۵۰۔ اسنادہ صحیح

❷ فضائل الصحابة: ۱/ ۶۳۱۔ اسنادہ صحیح

❸ فضائل الصحابة: ۱/ ۶۰۵۔ اسنادہ صحیح

''رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ایک عہد لیا ہے میں اس پر ڈٹا رہوں گا۔''

اس حدیث پاک سے عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ ﷺ کی شدت محبت اور اپنے بعد مصالح امت کا حرص واضح ہوتا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو بعض ان چیزوں کی خبر دی جو اس فتنہ سے متعلق تھیں یعنی فتنہ آپ کے قتل پر منتہی ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے مکمل طور پر اس کو راز میں رکھنے کا اہتمام فرمایا، ہم تک صرف اتنی ہی بات پہنچی جتنی فتنہ کے دوران میں عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ کیا آپ ان سے قتال نہیں کریں گے؟ تو آپ نے فرمایا:

''رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ایک عہد لیا ہے میں اس پر ڈٹا رہوں گا۔''❶

عثمان رضی اللہ عنہ کے اس قول سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فتنہ بھڑکنے کے وقت صحیح موقف کی طرف رہنمائی فرمائی، اور یہ اس لیے تاکہ فتنہ بڑھنے نہ پائے۔

بعض روایات میں کچھ اضافہ ہے جس سے اس سرگوشی کے بعض پوشیدہ امور سے پردہ ہٹتا ہے، چنانچہ ان روایات میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا:

((وإن سالوك أن تنخلع من قميص قمصك الله عزوجل فلا تفعل .))❷

''اگر لوگ تم سے اس قمیص کو اتروانا چاہیں جسے اللہ نے تمھیں پہنایا ہوگا تو ایسا مت کرنا۔''

اس عہد کا مضمون جسے عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے، فتنہ اور صبر کی وصیت اور خلافت سے دست بردار نہ ہونے سے متعلق ہے۔ اگرچہ ان احادیث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ ایک دن خلیفہ ہوں گے، اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس فتنہ سے متعلق دوسرے وصایا اور ارشادات بھی آپ نے بہم پہنچائے ہوں گے جو صرف عثمان رضی اللہ عنہ ہی جانتے تھے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وصیت کو راز میں رکھنے کا بے حد اہتمام فرمایا، چنانچہ جس وقت عثمان رضی اللہ عنہ سے سرگوشی کرنی چاہی آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو وہاں سے چلے جانے کا حکم فرمایا، اور پھر وہاں کسی کے نہ ہونے کے باوجود ان سے سرگوشی کی، یہاں تک کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا رنگ متغیر ہوگیا، نیز جو باتیں ان سے سرگوشی میں کہی گئی ہیں ان کی عظمت کا پتہ چلتا ہے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس سرگوشی کو فتنہ سے مربوط کرنا واضح دلیل ہے کہ سرگوشی اسی فتنہ سے متعلق تھی جس میں عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا گیا۔

اسی طرح یہ سرگوشی عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے ارشادات و توصیات پر مشتمل تھی تاکہ جب خلافت سے دست برداری کا مطالبہ ہو تو صحیح موقف اختیار کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے صرف فتنہ کے وقوع کی خبر دینے پر اکتفا نہ کیا، کیوں کہ اس کی خبر متعدد احادیث میں رسول اللہ ﷺ علانیہ طور پر دے چکے تھے، لہٰذا آپ ﷺ کی سرگوشی

❶ فضائل الصحابة: ١/ ٦٠٥ إسناده صحيح

❷ فضائل الصحابة: (١/ ٦١٣) إسناده صحيح، الطبقات/ ابن سعد: (٣/ ٦٦-٦٨)

اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سرگوشی وقوع فتنہ کی خبر کے ساتھ دیگر اور امور پر مشتمل رہی ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو کسی حکمت کے پیش نظر پوشیدہ رکھنا چاہا جسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

یہ حدیث پاک عثمان رضی اللہ عنہ کے دوران حصار میں قتال کی عدم اجازت کے اصرار کی تفسیر بیان کرتی ہے، اور اسی طرح خلافت سے عدم تنازل کی تفسیر پیش کرتی ہے۔

ان دونوں موقف کے سبب کے سلسلہ میں مورخین اور ریسرچ اسکالروں نے اکثر بحث وکرید کی ہے لیکن کسی حل تک نہ پہنچ سکے۔ ❶

عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا حادثہ، ان حادثات میں سے ہے جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں غیب سے بیان کیا ہے اور علم غیب، صفات الٰہی میں سے ہے، کسی مخلوق کو یہ علم حاصل نہیں، رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس سے باخبر کیا تھا اور آپ کو لوگوں کو اس سے مطلع کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ ❷

ارشاد الٰہی ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۖۛ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚۛ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۱۸۸﴾ (الاعراف: ۱۸۸)

''آپ فرما دیجیے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لیے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہو، اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا، میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔''

---

❶ فتنة مقتل عثمان/ محمد عبدالله الغنان: ۱/ ۴۸

❷ فتنة مقتل عثمان/ محمد عبدالله الغبان: ۱/ ۴۸

(۵)

ذوالنورین رضی اللہ عنہ عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں

عہد صدیقی میں

۱۔ مجلس شوریٰ کی رکنیت:

خلافت صدیقی میں عثمان رضی اللہ عنہ ان صحابہ اور اہل شوریٰ میں سے تھے جن کی رائے اہم ترین مسائل میں لی جاتی تھی۔ آپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک مرتبہ میں دو میں سے دوسرے تھے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عزیمت و شدائد کے لیے اور عثمان رضی اللہ عنہ رفق و بردباری کے لیے۔ عمر رضی اللہ عنہ خلافت صدیقی کے وزیر اور عثمان رضی اللہ عنہ جنرل سکریٹری تھے، ناموس اعظم اور کاتب اکبر تھے۔ ❶

آپ کی رائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے یہاں مقدم رہتی، چنانچہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ارتداد کی تحریک کو کچل دیا تو روم پر چڑھائی کرنے اور مختلف اطراف میں مجاہدین کو روانہ کرنے کا ارادہ فرمایا، اور اس سلسلہ میں لوگوں سے مشورہ لینا شروع کیا، خردمندوں نے اپنی اپنی باتیں آپ کے سامنے رکھیں، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں مزید مشورہ طلب کرتے ہوئے فرمایا: آپ حضرات کی کیا رائے ہے؟ تو عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ اس امت کے خیر خواہ اور مشفق ہیں، لہٰذا آپ کسی بات کو عام مسلمانوں کے لیے مفید سمجھیں تو اس کو کر گزریے، یقیناً آپ پر کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ❷

اس پر طلحہ، زبیر، سعد، ابوعبیدہ، سعید بن زید اور اس مجلس میں موجود تمام مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم نے کہا: عثمان نے سچ کہا ہے! جو آپ مناسب سمجھیں کر گزریے۔ ❸

اسی طرح جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ اس شخص کو بحرین کا والی مقرر کیجیے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین والوں کے پاس بھیجا تھا، اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین والوں کے اسلام اور اطاعت کے ساتھ واپس ہوئے تھے، لوگ ان کو جانتے ہیں اور وہ انہیں اور ان کے ملک کو جانتے ہیں۔ یعنی علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ

---

❶ عثمان بن عفان/ صادق عرجون صفحہ (۵۸)

❷ تاریخ دمشق/ ابن عساکر (۲/ ۶۳۔۶۵) ابوبکر الصدیق/ الصلابی صفحہ (۳۶۴)

❸ ابوبکر الصدیق/ الصلابی صفحہ ۳۶۴.

نے آپ کی اس رائے پر عمل کرتے ہوئے علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو بحرین کا والی بنا کر بھیجا۔ ❶

جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیماری بڑھ گئی تو لوگوں سے مشورہ لیا کہ وہ ان کے بعد خلافت کی باگ ڈور سنبھالنے کے لیے کس کو پسند کرتے ہیں؟ لوگوں نے عمر رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں مشورہ دیا، اور عثمان رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق رائے پیش کرتے ہوئے فرمایا:

((اللهم علمي به أن سريرته خير من علانيته وانه ليس فينا مثله .))

''الٰہی میرے علم کے مطابق ان کا باطن ان کے ظاہر سے بہتر ہے، اور ہم میں ان کے مثل کوئی نہیں۔''

اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اللہ آپ پر رحم فرمائے اللہ کی قسم......'' ❷

۲۔ دور صدیقی میں اقتصادی بحران:

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بارش رک گئی، لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: بارش نازل نہیں ہوئی، فصلیں نہیں اگیں، لوگ سخت بحران و پریشانی کا شکار ہیں، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ لوگ جائیں اور صبر سے کام لیں، شام تک اللہ تعالیٰ تمہاری اس پریشانی کو دور فرما دے گا۔ اتنے میں عثمان رضی اللہ عنہ کا تجارتی قافلہ سو اونٹوں پر گندم لادے شام سے مدینہ پہنچ گیا۔ اس کی خبر سن کر لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچ گئے۔ عثمان رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا: آپ حضرات کیا چاہتے ہیں؟ لوگوں نے کہا: آپ جانتے ہیں یہ وقت قحط سالی کا ہے۔ بارش نازل نہیں ہوئی اور فصلیں نہیں اُگیں، لوگ انتہائی پریشانی کا شکار ہیں۔ ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ کے پاس گندم ہے، آپ اسے ہمیں فروخت کر دیں تاکہ ہم اسے فقراء و مساکین تک پہنچا دیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بہت خوب! اندر تشریف لائیں اور خرید لیں۔ تجار آپ کے گھر میں داخل ہوئے، دیکھا گندم رکھی ہوئی ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے تاجروں سے کہا: آپ لوگ شام سے میری خرید و قیمت پر کتنا منافع دیں گے؟ انہوں نے کہا: دس کا بارہ دیں گے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اس سے زیادہ مل رہا ہے۔ تاجروں نے کہا: دس کا پندرہ لے لیجیے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس سے زیادہ مل رہا ہے۔ تاجروں نے عرض کیا اے ابو عمرو مدینہ میں تو ہمارے علاوہ اور کوئی تاجر تو ہے نہیں،

---

❶ كنز العمال: (٥/ ٦٢٠) (١٤٠٩٣) تاريخ الطبري: ٤/ ١٢٢ ـ القيود الواردة على سلطة الدولة / عبدالله الكيلاني ، صفحه (١٦٩)

❷ الكامل/ ابن اثير (٢/ ٧٩)ـ الخلفاء الراشدون/ محمود شاكر ، صفحه (١٠١)

❸ الكامل/ ابن اثير (٢/ ٧٩).

تو کون آپ کو زیادہ دے رہا ہے؟ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہمیں زیادہ دے رہا ہے۔ ایک درہم کا دس درہم دے رہا ہے کیا آپ حضرات اس سے زیادہ دے سکتے ہیں؟ لوگوں نے کہا: نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں، اس غلے کو میں نے مسلمانوں کے فقراء پر صدقہ کر دیا ہے۔ ❶

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چتکبرے گھوڑے پر سوار ہیں۔ آپ پر نور کا جوڑا ہے، آپ کے پیروں میں نور کی جوتیاں ہیں اور ہاتھ میں نور کا گچھا ہے، اور آپ جلدی میں ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں، آپ کا اور آپ کی گفتگو کا بے حد مشتاق ہوں، آپ اتنی جلدی میں کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن عباس! عثمان نے ایک صدقہ کیا ہے اور اللہ نے اس کو قبول فرما لیا ہے، اور جنت میں ان کی شادی کی ہے اور ہمیں ان کی شادی میں شرکت کی دعوت دی گئی ہے۔ ❷

کیا اللہ تعالیٰ مال و دولت کے پجاریوں اور بخل و لالچ میں غذاؤں کا احتکار و ذخیرہ اندوزی کرنے والوں کے کان اس عثمانی عظمت کی آواز کے لیے کھولے گا کہ ان کے دلوں میں پیوست ہو، اور شفقت و عظمت اور فراخ طبعی کی روح ان میں پھونک دے، اور ان فقراء و مساکین، بیواؤں یتیموں اور ضرورت مندوں کے ساتھ رحمت و احسان کے جذبات کو بیدار کر دے جنھیں زندگی کے بحران نے کچل رکھا ہے، اور سخت دل مال داروں نے جن کا خون چوس لیا ہے؟

زندگی کے اس مرحلے میں مسلمانوں کو فقراء و مساکین پر انفاق مال سے متعلق عثمانی عزائم کی شدید ضرورت ہے، جو ان کے مابین عطف و مواساۃ اور نیکی و احسان کو برپا کر دے؟ ❸

یہ عثمان رضی اللہ عنہ کے نیکی و احسان کے مواقف کی ایک ادنیٰ مثال ہے، آپ لوگوں کے ساتھ بڑے رحم دل تھے۔ آپ یہ آیت کریمہ: ﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ ۝﴾ (العلق ٦) ''سچ مچ انسان تو آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔'' پڑھتے تو یہ آیت کریمہ آپ کو طغیان و سرکشی سے باز رکھتی۔

اور یہ آیت کریمہ پڑھتے:

﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝﴾ (البقرہ: ٤٤)

''کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو باوجودیکہ تم کتاب پڑھتے ہو

❶ الرقة و البكاء/ ابن قدامة، ص (١٩٠)۔ الخلفاء الراشدون/ حسن ايوب، ص (١٩١)۔ شهيد الدار/ احمد الخروف، ص (٢١)

❷ الرقة والبكاء، ص (١٩٠)۔ ❸ عثمان بن عفان/ صادق عرجون ص: (٥٢)

کیا اتنی بھی تم میں سمجھ نہیں؟''

یہ آیت کریمہ آپ کو نفاق اور منافقین سے انتہائی دور کر دیتی۔ اور یہ آیت کریمہ پڑھتے:

﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴿١٧٧﴾﴾

(البقرہ: ۱۷۷)

''ساری اچھائی مشرق و مغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں بلکہ حقیقتاً اچھا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو، جو مال سے محبت کرنے کے باوجود قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سوال کرنے والے کو دے، غلاموں کو آزاد کرے، نماز کی پابندی کرے، زکوٰۃ کی ادائیگی کرے، جب وعدہ کرے تب اسے پورا کرے، تنگدستی، دکھ درد اور لڑائی کے وقت صبر کرے، یہی سچے لوگ ہیں، اور یہی پرہیز گار ہیں۔''

یہ آیت کریمہ آپ کو اس بات پر ابھارتی کہ آپ ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴿١٧٧﴾﴾ ''یہی سچے لوگ ہیں اور یہی پرہیز گار ہیں'' کے مصداق ہوں۔ [1]

عہد فاروقی میں

عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک عثمان رضی اللہ عنہ کا انتہائی بلند مقام تھا، لوگ جب عمر رضی اللہ عنہ سے کچھ منوانا چاہتے تو عثمان اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا سہارا لیتے۔ دور فاروقی میں عثمان رضی اللہ عنہ کو ردیف کہا جاتا تھا۔ عربی میں ردیف شہسوار کے پیچھے سوار ہونے والے کو کہتے ہیں، اور عرب بادشاہ کے ہم نشین اور ثانی کو ردیف کہتے ہیں۔ جب ان دونوں سے کام نہیں بنتا تو تیسرے نمبر پر عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا سہارا لیتے۔ [2]

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو لے کر مدینہ سے نکلے اور مقام صرار پر پڑاؤ ڈال دیا۔ عثمان، عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، کیا خبر ہے؟ کہاں کا ارادہ ہے؟ عمر "الصلاة جامعة" کے ذریعے سے اعلان کرنے یا پھر لوگوں کو اپنے عزم سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: میں عراق پر حملہ کرنا چاہتا ہوں۔ [3]

---

[1] شهيد الدار ص: (۲۲، ۲۳) [2] تاريخ الطبرى: ٤/ ٨٣۔ المرتضى/ ابو الحسن على الندوى ص: (۱۳۱)

[3] عثمان بن عفان/ الخليفة الشاكر الصابر ص: (٦٣)

جب عمر رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت کو سنبھالا تو کبار صحابہ سے بیت المال سے وظیفہ لینے سے متعلق مشورہ لیا تو عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کھائیے اور کھلائیے۔ ❶

جس وقت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو بیت المقدس فتح کرنے کے لیے وہاں پہنچنے کی دعوت دی تو عمر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں لوگوں سے مشورہ لیا، عثمان رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا: آپ وہاں تشریف نہ لے جائیں تاکہ اس سے نصاریٰ کو ذلت و رسوائی حاصل ہو، اگر آپ وہاں نہیں گئے تو وہ سمجھ جائیں گے کہ آپ کو ان کی پروا نہیں ہے اور آپ ان سے قتال کے لیے تیار ہیں، پھر وہ جلد ہی اپنی شکست تسلیم کر کے جزیہ ادا کرنے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ ❷ اور علی رضی اللہ عنہ نے یہ مشورہ دیا کہ آپ تشریف لے جائیں، پھر عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں پر آسانی چاہتے ہوئے اور جنگی مشکلات کو ختم کرنے کے لیے علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر عمل کیا۔ ❸

عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں عثمان رضی اللہ عنہ کی حیثیت خلیفہ کے وزیر کی تھی۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ دور فاروقی میں آپ کا وہی مقام تھا جو خلافت صدیقی میں عمر رضی اللہ عنہ کا مقام تھا۔ اللہ رب العزت نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے عمر رضی اللہ عنہ کی وزارت سے وہ کام کیا جو اپنے خاص بندوں کے لیے کرتا ہے اور عمر رضی اللہ عنہ کے لیے عثمان رضی اللہ عنہ کی وزارت سے وہ کام کیا جو اپنے خاص بندوں کے لیے کرتا ہے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ انتہائی رحم دل تھے اور عمر رضی اللہ عنہ حق کے لیے انتہائی سخت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے صدیق رضی اللہ عنہ کی رحمت اور فاروق رضی اللہ عنہ کی شدت کے درمیان امتزاج قائم کر دیا جس سے صدق کی خلافت، عدل کی سیاست اور عزم کی قوت برپا ہوئی۔ عثمان رضی اللہ عنہ رحمت میں صدیق رضی اللہ عنہ کے زیادہ مشابہ تھے اور فاروق رضی اللہ عنہ اپنی شدت پر قائم تھے تو جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کی باگ ڈور سنبھالی تو اللہ تعالیٰ نے عثمان رضی اللہ عنہ کی وزارت کے ذریعے سے صدیق رضی اللہ عنہ کی رفق و رحمت کا عوض انہیں عطا کر دیا اور دونوں کے باہمی تعاون و امتزاج سے نظام حکومت و سیاست محکم ترین اور عادل ترین سیاست کی مثال قائم ہوئی۔ خلافت فاروقی میں عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ مقام و مرتبہ لوگوں کے درمیان معروف تھا۔ عثمان رضی اللہ عنہ ہی نے دیوان اور تاریخ نویسی کی تجویز پیش کی۔

ا۔ دواوین:

جب اسلامی فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوا اور مال کثرت سے خلافت کے خزانے میں پہنچنے لگا تو عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان اموال کے سلسلہ میں مشورہ کے لیے جمع کیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں مال بہت ہے جو تمام لوگوں کے لیے کافی ہے اگر لوگوں کا احصاء نہ کیا گیا تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کس نے لیا اور کس نے

❶ عثمان بن عفان/ الخلیفة الشاكر الصابر ص: (٦٣)

❷ عثمان بن عفان/ محمد حسین هیكل ص: (٤٧۔٤٨) بحواله السياسة المالية لعثمان بن عفان ص (٢٤)

❸ عثمان بن عفان / الخليفة الشاكر ص: (٦٣)

نہیں لیا تو مجھے خوف ہے کہ آگے مشکلات پیدا ہوں گی۔ ❶

عمر نے عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے کو اختیار کیا اور دواوین تیار کرنے کا حکم جاری کیا۔

۲۔ تاریخ:

بعض روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سن ہجری کا آغاز ماہ محرم سے کرنے کے سلسلہ میں عثمان رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا تھا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مشورہ کے بعد اس بات پر متفق ہو گئے کہ اسلامی سن کا آغاز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ ہجرت سے کیا جائے، جس نے حق و باطل کے مابین فرق قائم کر دیا ہے، لیکن سن ہجری کا آغاز کس مہینہ سے کیا جائے؟ اس سلسلہ میں لوگوں کے آراء مختلف تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: محرم کو سال کا پہلا مہینہ قرار دیا جائے کیوں کہ یہ حرمت والے مہینوں میں سے ہے شمار میں پہلا مہینہ ہے اور اس وقت لوگ حج سے لوٹ چکے ہوتے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب شوریٰ نے اس کو پسند کیا اور اس کو معمول بہ بنا لیا گیا اور اسلامی تاریخ کی ابتدا ہوگئی۔ ❷

۳۔ خراجی زمین:

عثمان نے عمر رضی اللہ عنہما سے اس رائے کی بھرپور تائید فرمائی کہ مفتوحہ اراضی فاتحین کے درمیان تقسیم نہ کی جائے بلکہ اسے مالکین اراضی کے پاس رہنے دیا جائے، وہ مسلمانوں اور ان کی ذریت کے لیے فے کے طور پر باقی رہے تاکہ سب اس سے مستفید ہوں۔ ❸

۴۔ امہات المومنین کے ساتھ حج:

جب ۱۳ھ میں عمر رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو اس سال عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا۔ انہوں نے لوگوں کے ساتھ حج کیا، اور اسی طرح ۲۳ھ میں جو آخری حج عمر رضی اللہ عنہ نے کیا، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔ اس سال عمر رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات کو حج کرنے کی اجازت دی، انہیں ہودج میں سوار کیا گیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ عثمان بن عفان اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ عثمان رضی اللہ عنہما اپنی سواری پر سوار ازواج مطہرات کے آگے آگے چلتے اور کسی کو بھی ان کے قریب نہ آنے دیتے اور جہاں عمر رضی اللہ عنہ پڑاؤ ڈالتے وہاں ازواج مطہرات بھی منزل کرتیں، عثمان اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ انہیں گھاٹیوں میں اتارتے اور یہ دونوں گھاٹی کے بالکل کنارے رہتے اور کسی کو ان کے پاس سے گزرنے نہ دیتے۔ ❹

---

❶ تاریخ الطبری: ٥/ ٢٠٣۔ عثمان بن عفان / صادق عرجون ص (٦٠)

❷ عثمان بن عفان / صادق عرجون ص (٦٠)

❸ السياسة المالية لعثمان ص (٢٥)

❹ طبقات ابن سعد (٣/ ١٣٤)۔ انساب الاشراف (١/ ٤٦٥، ٤٦٦)۔ مجلة البحوث الاسلامية، العدد العاشر، ص ٢٦٣ .

دوسری فصل

ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا استخلاف

- ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا استخلاف
- عثمان رضی اللہ عنہ کا منہج حکومت
- اہم شخصی اوصاف

(۱)

ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا استخلاف

استخلاف سے متعلق فقہ عمری:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو وحدت امت اور اس کے مستقبل کی فکر برابر دامن گیر تھی۔ یہاں تک کہ زندگی کے آخری لمحات میں بھی جب کہ آپ گہرے زخموں کے آلام سے چور تھے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ یہ ناقابل فراموش لمحات ہوتے ہیں، لیکن اس میں فاروق رضی اللہ عنہ کا ایمان عمیق اور اخلاص و ایثار روز روشن کی طرح عیاں ہوتا ہے۔[1] ان نازک لمحات میں فاروق رضی اللہ عنہ نے جدید خلیفہ کے انتخاب کا نیا طریقہ ایجاد کیا جس کی مثال سابق میں نہیں ملتی، اور جو اسلامی سلطنت کی سیاست میں آپ کی فقہ و فراست کی واضح علامت اور دلیل ہے۔ آپ سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد نص صریح سے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں فرمایا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مشورہ سے عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے نامزد کر دیا اور جب فاروق رضی اللہ عنہ سے اس وقت جب کہ آپ بستر مرگ پر تھے خلیفہ کی نامزدگی کا مطالبہ کیا گیا تو آپ نے اولاً اس سلسلہ میں غور و فکر کیا، اور یہ فیصلہ کیا کہ ایسا اسلوب اختیار کرنا چاہیے جو حالات کے مناسب ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت وفات پائی تھی اس وقت سب ہی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور اسبقیت کے معترف تھے۔ اس وقت اختلاف کا احتمال نادر تھا، اور خاص کر جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و فعل سے امت کی رہنمائی فرما دی تھی کہ آپ کے بعد خلافت کے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ زیادہ مستحق ہیں۔ اور جس وقت صدیق نے عمر رضی اللہ عنہما کو خلافت کے لیے نامزد کیا وہ بخوبی جانتے تھے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اس بات پر یقین و اطمینان حاصل ہے کہ آپ کے بعد خلافت کی ذمہ داری سنبھالنے کے لیے سب سے افضل و قوی عمر رضی اللہ عنہ ہیں، اسی لیے کبار صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کر کے عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں خلافت کی باگ ڈور دے دی، اور کسی نے بھی ان کی اس رائے کی مخالفت نہ کی، اور عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت پر اجماع ہو گیا۔[2]

لیکن جدید خلیفہ کے انتخاب کا طریقہ یہ اختیار کیا گیا کہ شوریٰ کو مخصوص تعداد میں محصور کر دیا گیا، اور چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کے لیے خاص کر دیا گیا، جن میں سے ہر ایک خلافت کے لیے مناسب و موزوں تھا اگرچہ

[1] الخلیفۃ الفاروق عمر بن الخطاب/ العانی ص: (۱۶۱)

[2] اولیات الفاروق/ د. غالب عبدالکافی القرشی: صفحہ ۱۲۲۔

ان کے مابین تفاوت موجود تھا، اسی طرح آپ نے طریقہ انتخاب اور اس کی مدت کی تحدید فرما دی، اور ان دونوں کی تعداد کی بھی تعیین فرما دی جو خلیفہ کے انتخاب کے لیے کافی تھے۔ اس مجلس انتخاب کے لیے حکم (فیصل) اور اگر ووٹ برابر ہوں تو مرجح کی بھی تعیین فرما دی، اور مجلس انتخاب میں انتخابی کارروائی کی نگرانی، فتنہ و فساد کو روکنے اور جماعت کی مخالفت کرنے والے کو سزا دینے کے لیے اللہ کے لشکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک جماعت کو مقرر فرمایا تاکہ اہل حل وعقد کی مجلس میں جو انتخابی کارروائی ہو اس میں نہ تو کوئی داخل ہو سکے اور نہ سن سکے۔ ❶

گزشتہ اجمال کی تفصیل ملاحظہ ہو:

ا۔ مجلس شوریٰ کے افراد کی تعداد اور ان کے اسمائے گرامی:

ان کی تعداد کل چھ تھی اور وہ یہ حضرات تھے:

ا۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

۲۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

۳۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

۴۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

۵۔ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

۶۔ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ

سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا نام ان میں شامل نہ کیا حالاں کہ وہ بھی عشرۂ مبشرہ میں سے تھے جن میں سے یہ چھ افراد تھے، شاید اس لیے ان کا نام شامل نہیں کیا کیوں کہ یہ آپ کے قبیلے بنوعدی سے تھے، ❷ اور عمر رضی اللہ عنہ اس بات کے انتہائی حریص تھے کہ اپنے قرابت داروں کو امارت و قیادت سے دور رکھیں، حالاں کہ ان میں اس کے اہل موجود تھے اسی لیے آپ نے اپنے قرابت دار سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو خلافت کی مجوزہ فہرست میں شامل نہ فرمایا۔ ❸

۲۔ طریقہ انتخاب خلیفہ:

انہیں حکم دیا کہ کسی ایک کے گھر میں جمع ہو جائیں، اور آپس میں مشورہ کریں، اور اپنے ساتھ مشیر کی حیثیت سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو شامل کر لیں، ان کی حیثیت صرف مشیر کی ہوگی، خلافت کا استحقاق نہ ہوگا۔ مشورہ کی مدت میں لوگوں کی امامت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کرائیں گے، چنانچہ ان سے آپ نے فرمایا: ان تین دنوں میں تم نماز کے امیر ہو گے۔ آپ نے ان افراد شوریٰ میں سے کسی کو امامت نہیں سونپی، کیوں کہ ایسی صورت میں عمر رضی اللہ عنہ

---

❶ اولیات الفاروق/ د. غالب عبدالکافی القرشی ، صفحہ ۱۲۴۔

❷ البدایة والنهایة: ۷/ ۱۴۲ .

❸ الخلفاء الراشدون/ الخالدی ص: ۹۸ .

کی طرف سے یہ خلافت کے لیے نامزدگی تصور ہوتی۔ ❶ اور پھر مقداد بن اسود اور ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہما کو انتخابی کارروائی کا مراقب ونگراں مقرر فرمایا۔ ❷

۴۔ مدت انتخاب یا مشورہ:

عمر رضی اللہ عنہ نے تین دن کی مدت اس انتخاب ومشورہ کے لیے متعین فرمائی کیوں کہ اس سے زیادہ کی صورت میں اختلاف وسیع تر ہوتے، اسی لیے آپ نے ان سے کہا کہ چوتھا دن نہ آنے پائے الا یہ کہ امیر تم پر مقرر ہو۔ ❸

۴۔ خلیفہ کے انتخاب کے لیے ووٹ کی تعداد:

ابن سعد نے ثقہ رواۃ سے طبقات میں نقل کیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے صہیب رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ تین دن تک لوگوں کو نماز پڑھائیں، اور یہ حضرات کسی گھر میں خلیفہ کے انتخاب کے لیے جمع ہو جائیں اور جب یہ لوگ کسی کی خلافت پر اتفاق کر لیں تو جو ان کی مخالفت کرے اس کی گردن اڑا دو۔ ❹

عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو قتل کرنے کا حکم فرمایا جو اس مجوزہ مجلس کی قرارداد کی مخالفت کرے، اور مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے اختلاف وانشقاق برپا کرے۔ آپ نے یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر عمل کرتے ہوئے دیا تھا:

((من اتاکم و امرکم جمیع علی رجل منکم یرید ان یشق عصا کم او یفرق جماعتکم فاقتلوہ.)) ❺

''جب تم اپنے میں سے کسی کی امارت وخلافت پر متفق ہو اور کوئی آ کر تمہارے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا چاہے اور تمہاری جماعت میں اختلاف کا بیج ڈالے تو اس کو قتل کر دو۔''

اور جو تاریخ کی کتابوں میں یہ آیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کو جمع ہونے اور مشورہ کرنے کا حکم فرمایا، اور خلیفہ کے انتخاب کے لیے ووٹ کی تعداد کی تحدید فرماتے ہوئے فرمایا کہ اگر ان میں سے پانچ کسی کی خلافت پر اتفاق کر لیں اور ایک مخالف ہو تو اس کی گردن مار دو اور اگر چار اتفاق کر لیں اور دو مخالف ہوں تو ان دونوں کی گردنیں اڑا دو ❻ تو یہ روایات صحیح اسانید سے ثابت نہیں ہیں، یہ تو وہ عجائب وغرائب ہیں جنھیں ابومخنف رافضی شیعی نے نصوص صحیحہ اور معروف سیرت صحابہ کے خلاف بیان کیا ہے، اور یہ منکر قول ہے، عمر رضی اللہ عنہ ایسا کیسے کہہ

❶ الخلافۃ و الخلفاء الراشدون/ البھنساوی ص (۲۱۳)

❷ اشھر مشاھیر الاسلام فی الحرب والسیاسیۃ ص (٦٤٨)

❸ الطبقات لابن سعد: ۳/ ۳٦٤.

❹ الطبقات لابن سعد: ۳/ ۳٤۲.

❺ مسلم: ۳/ ۱٤۸۰.

❻ تاریخ الطبری: ٥/ ۲۲٦.

سکتے ہیں جب کہ وہ جانتے تھے کہ یہ حضرات اصحاب رسول ﷺ سے چنندہ لوگ تھے اور خود عمر رضی اللہ عنہ ہی نے ان کو ان کے افضل اور قدر و منزلت کی بنیاد پر امر خلافت کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ ❶

اسی طرح طبقات ابن سعد کی یہ روایت کہ عمر رضی اللہ عنہ نے انصار سے کہا: ان کو ایک گھر میں تین دن کے لیے داخل کر دو، اگر سیدھے رہے تو ٹھیک ورنہ داخل ہو کر ان کی گردنیں اڑا دو۔ ❷ اس کی سند منقطع ہے اور اس کی سند میں ایک راوی سماک بن حرب ہے جو ضعیف ہے، اور آخری عمر میں اس کا حافظہ جاتا رہا۔ ❸

۵۔ اختلاف کی صورت میں حکم:

عمر رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اس مجلس کی کارروائی میں شریک رہیں، لیکن خلافت سے متعلق ان کو کوئی اختیار نہ ہوگا، اگر ان چھ افراد میں سے تین ایک شخص کو منتخب کریں اور تین دوسرے کو، تو ایسی صورت میں عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کو حکم (فیصل) بنایا جائے اور یہ جس فریق کے حق میں فیصلہ دے دیں ان میں سے ایک کو منتخب کر لیا جائے، اور اگر لوگ عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کے فیصلے سے راضی نہ ہوں تو اس فریق کے ساتھ ہو جاؤ جس میں عبدالرحمٰن بن عوف ہوں، اور ان کی توصیف میں فرمایا: عبدالرحمٰن بن عوف بڑی اچھی رائے والے ہیں، سیدھے راستے پر قائم اور ہدایت یاب ہیں، اللہ کی طرف سے ان کی حفاظت ہوتی ہے۔ لہٰذا تم ان کی بات مانو۔ ❹

عمر رضی اللہ عنہ نے ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے کہا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذریعے سے اسلام کو عزت بخشی، لہٰذا تم انصار میں سے پچاس افراد کو منتخب کر لو، اور انہیں مستعد رکھو یہاں تک کہ یہ لوگ اپنے میں سے ایک شخص کو خلافت کے لیے منتخب کر لیں۔ ❺

اور مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے کہا: جب تم مجھے قبر میں رکھ دو تو ان لوگوں کو کسی گھر کے اندر جمع کر دینا تاکہ یہ اپنے میں سے کسی کو خلیفہ بنا لیں۔ ❻

۷۔ افضل کی موجودگی میں مفضول کی ولایت کا جواز:

شوریٰ کے اس واقعہ کے فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کی ولایت جائز ہے، کیوں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کے لیے چھ رکنی کمیٹی مقرر فرمائی، حالاں کہ آپ بخوبی جانتے تھے کہ ان میں سے

❶ مرویات ابی مخنف فی تاریخ الطبری/ د۔ یحییٰ الیحیی ص (۱۷۵)

❷ الطبقات لابن سعد: ۳/ ۳۴۲۔

❸ مرویات ابی مخنف فی تاریخ الطبری ص (۱۷۶)

❹ تاریخ الطبری: (۵/ ۲۲۵)

❺ تاریخ الطبری: (۵/ ۲۲۵)

❻ تاریخ الطبری: (۵/ ۲۲۵)

بعض بعض سے افضل ہیں، اور اسی طرح مختلف علاقوں اور شہروں پر عمر رضی اللہ عنہ نے جو امراء اور والیان مقرر فرمائے اس سے بھی اس کا جواز ملتا ہے، آپ صرف دینی فضیلت کا خیال نہیں کرتے تھے، بلکہ اس کے ساتھ سیاسی بصیرت ومعرفت کا بھی آپ خیال رکھتے، چنانچہ آپ نے معاویہ، مغیرہ بن شعبہ، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کو امیر و والی مقرر فرمایا۔ جب کہ دین وعلم میں ان سے افضل لوگ موجود تھے، جیسے شام میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ، اور کوفہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ ❶

۸۔ خلیفہ کی تعیین اور عدم تعیین:

عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کی تعیین اور عدم تعیین جیسا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے امیدوار کی تعیین فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدم تعیین کے درمیان جمع کیا، چنانچہ چھ افراد کو مقرر کر کے ان سے خلافت کے سلسلہ میں مشورہ کر کے اپنے میں سے ایک کو منتخب کرنے کا فیصلہ کیا۔ ❷

۹۔ شوریٰ صرف چھ افراد کے درمیان محصور:

عمر رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ شوریٰ صرف انہی چھ افراد کے درمیان محصور نہ ہوگی بلکہ خلیفہ کس کو بنایا جائے اس سلسلہ میں اہل مدینہ کی رائے معلوم کی جائے گی، چنانچہ آپ نے ان کے لیے تین دن کی مدت متعین فرمائی تاکہ وہ اس مدت میں مشاورت اور ان کی رائے معلوم کرسکیں، اور اس طرح آپ کے بعد کا خلیفہ دارالہجرۃ میں موجود اکثریت کے اتفاق سے آئے، اس وقت مدینہ میں اکثر صحابہ موجود تھے، اور جو باہر تھے وہ بھی انہی کے تابع تھے، مدینہ ۲۳ھ تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا مرکز تھا، بلکہ کبار صحابہ مدینہ میں تھے، عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیگر مفتوحہ علاقوں کی طرف منتقل ہونے سے روک رکھا تھا۔ ❸

۱۰۔ مجلس شوریٰ اعلیٰ سیاسی ادارہ:

عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کا انتخاب صرف مجلس شوریٰ کے سپرد کر دیا تھا، اور قابل ذکر اہم بات یہ ہے کہ اصحاب شوریٰ میں سے کسی نے بھی عمر رضی اللہ عنہ کی اس قرارداد کی مخالفت نہ کی، اس طرح دیگر صحابہ میں سے کسی نے بھی اس پر اعتراض نہ کیا۔ ہمارے سامنے جو نصوص ہیں، وہ اسی پر دلالت کرتے ہیں، ہمیں اس کا سراغ نہیں ملتا کہ کسی نے اس دور میں کوئی دوسری تجویز اس سلسلہ میں پیش کی ہو یا عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کے خلاف کوئی مخالفت آپ کی زندگی کے آخری لمحات میں یا وفات کے بعد اٹھی ہو۔ تمام ہی لوگ آپ کی اس تدبیر سے راضی وخوش تھے اور اسی میں انہوں نے مسلم امت کی مصلحت سمجھی۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے صدر مملکت یا خلیفہ کے انتخاب کے لیے

---

❶ المدینۃ النبویۃ فجر الاسلام و العصر الراشدی (۲/ ۹۷)

❷ المدینۃ النبویۃ فجر الاسلام و العصر الراشدی (۲/ ۹۷)

❸ المدینۃ النبویۃ فجر الاسلام و العصر الراشدی (۲/ ۹۷)

اعلیٰ سیاسی ادارہ ایجاد کیا، یہ نئی دستوری تنظیم جسے عبقری شخصیت عمر رضی اللہ عنہ نے ایجاد کیا ان اساسی اصول و مبادی سے متعارض نہیں جسے اسلام نے قائم کیا ہے اور خاص کر جو شوریٰ سے متعلق ہیں اس لیے کہ اعتبار جامع مسجد میں جاری ہونے والے عام بیعت کے نتیجہ کا ہے، اس لیے یہاں یہ سوال ہو ہی نہیں سکتا جو بعض ذہنوں میں آسکتا ہے کہ یہ حق عمر رضی اللہ عنہ کو کس نے دیا اور عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اس تدبیر کی دلیل اور اساس کیا تھی، ہمارے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ مسلمانوں کی جماعت نے اس تدبیر کو قبول کیا اور اس کو پسند کیا اور اس کے خلاف اعتراض کی کوئی آواز نہ اٹھی، اور ہمیں یہ بات یقینی طور سے معلوم ہوتی ہے کہ اس تدبیر کے صحت و نفاذ پر اجماع منعقد ہو چکا تھا جو مصادر تشریع میں سے ایک بنیاد و مصدر ہے۔ ❶

ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد ہیں، اور ہمیں یہ بھی یقین کرنا چاہیے کہ مجلس شوریٰ اعلیٰ سیاسی ادارہ ہے، خلفائے راشدین کے دور میں نظام حکومت نے اس کو تسلیم کیا ہے اور پھر جس بورڈ کی تعیین عمر رضی اللہ عنہ نے کی تھی ان کے اندر جو خصائص پائے جا رہے تھے مسلمانوں میں اور لوگ اس کے حامل نہ تھے۔ اور یہ خصائص ان کو اللہ کی طرف سے حاصل ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اطلاع دی تھی، لہٰذا یہ ممکن نہیں کہ تقویٰ و امانت میں مسلمانوں میں سے کوئی ان عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے مقام کو پہنچ سکے۔ ❷

عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی اس طرح مکمل کی کہ مصائب و آلام اور سکرات الموت جیسے حالات مسائل امت کی تدبیر سے آپ کو نہ روک سکے اور ان حالات میں آپ نے شوریٰ کا انتہائی صالح نظام قائم کیا، آپ سے قبل اس کی مثال نہیں، بلاشبہ شوریٰ کی اصل دلیل کتاب کریم اور قولی و فعلی سنت سے ثابت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیا ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے کوئی بدعت ایجاد نہ کی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا وہ یہ کہ خلیفہ کے انتخاب کا طریقہ متعین فرما دیا، اور جن حضرات میں سے خلیفہ منتخب ہو ان کی تعداد محدود کر دی، اور یہ چیز نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی اور نہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے۔ اس کو سب سے پہلے کرنے والے عمر رضی اللہ عنہ ہیں جنھوں نے اسے کیا ہی خوب کیا! اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے حالات کے مطابق یہی افضل طریقہ تھا۔ ❸

عمر رضی اللہ عنہ کی اپنے بعد خلیفہ کو وصیت

عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو انتہائی اہم وصیت کی۔ وصیت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

''میں تمھیں اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں، اور میں تمھیں مہاجرین اولین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی وصیت کرتا ہوں ان کی سبقت کا خیال رکھنا، اور انصار کے ساتھ اچھا

---

❶ نظام الحکم فی الشریعة والتاریخ الاسلامی/ ظافر القاسمی (۱/ ۲۲۷، ۲۲۸)

❷ نظام الحکم فی الشریعة والتاریخ الاسلامی (۱/ ۲۲۹)

❸ اولیات الفاروق / د. غالب عبدالکافی القرشی، ص (۱۲۷)

برتاؤ کرنے کی وصیت کرتا ہوں، ان میں محسن کی بات قبول کرنا اور خطا کار سے درگزر کرنا، اور اہل امصار کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں، وہ دشمن سے بچانے والے ہیں اور فے کو وصول کر کے لانے والے ہیں، ان سے وہی وصول کرنا جو ان سے زائد ہو۔ اسی طرح دیہات والوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی وصیت کرتا ہوں، وہ عرب کی اصل اور اسلام کا خام مال ہیں، تم ان کے بچے ہوئے مال میں سے لینا اور پھر ان کے فقراء و مساکین کو لوٹا دینا، ذمیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، ان کے پیچھے جو ہیں ان سے قتال کرنا، ان کی طاقت سے زیادہ ان کو مکلّف نہ کرنا جب کہ وہ طوعاً و کرہاً مومنوں کے جو حقوق ان پر ہیں ادا کریں۔ میں تمہیں اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، اس کے عقاب سے بچنا، اس کی ناراضی سے خوف کھانا کہ وہ تمہیں کسی شک میں مبتلا پائے۔ تمہیں میری یہ وصیت ہے کہ لوگوں کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرتے رہنا، اور اللہ کے بارے میں لوگوں سے نہ ڈرنا، رعیت کے ساتھ عدل و انصاف لازم پکڑنا، ان کی ضروریات کی تکمیل کے لیے ہمیشہ تیار رہنا، فقراء پر مال داروں کو ترجیح نہ دینا، ان شاء اللہ اس سے تمہارا دل محفوظ رہے گا اور تمہارا بوجھ ہلکا ہوگا اور تمہارا انجام کار بہتر ہوگا یہاں تک کہ تم اس ذات سے ملو جو تمہارے خفیہ رازوں سے واقف ہے اور جو تمہارے اور تمہارے دل کے مابین حائل ہوتا ہے۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ احکام الٰہی، اس کے حدود اور معصیت کے سلسلے میں لوگوں پر سخت رہنا، خواہ وہ قریبی ہو یا دور کا، اس سلسلے میں کسی پر رحم نہ کھانا، جس پر حق عائد ہو اس سے حق وصول کرنے میں کسی کی پروا نہ کرنا، اور اللہ کے سلسلہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پروا نہ کرنا۔ خبردار! اللہ کی طرف سے اہل ایمان کو عطا کردہ چیزوں میں جس کا تمہیں اللہ والی بنائے ترجیح نفس سے بچنا اور اس میں انصاف سے منحرف نہ ہونا کہ ظلم و زیادتی کرنے لگو اور اللہ تعالیٰ نے جس چیز میں تمہیں وسعت دی ہے اس سے اپنے آپ کو محروم کرنے لگو جب کہ تم دنیا و آخرت کے منازل میں ایک مقام پر پہنچ چکے ہو۔ اگر تم اپنی دنیا کے لیے عدل و عفت کو اختیار کرو گے تو ایمان و رضا حاصل ہوگی، اگر تمہارے اوپر ہویٰ و ہوس کا غلبہ ہوگا تو اللہ کا غضب حاصل ہوگا۔ میں تمہیں اس بات کی تاکید کرتا ہوں کہ ذمیوں پر ظلم کے سلسلہ میں نہ تو اپنے آپ کو اور نہ دوسروں کو رخصت دینا، میں نے تم کو وصیت کر دی، اور تمہیں خاص کیا، اور تمہیں نصیحت کی لہٰذا اللہ کی رضا اور دار آخرت کے طالب بنو، میں نے تمہیں وہی رہنمائی و نصیحت کی ہے جس کو میں اپنے اور اپنی اولاد کے لیے پسند کرتا ہوں۔ پس میں نے تمہیں جو وعظ کیا ہے اگر تم نے اس پر عمل کیا اور تمہیں جو حکم دیا اس کو کر گزرے تو اس سے وافر مقدار اور کافی حصہ تمہیں حاصل ہوگا اور اگر تم نے اسے قبول نہ کیا اور اہمیت نہ دی اور اہم امور کو اس حد تک نہیں پہنچایا جو اللہ کو پسند ہے تو یہ تمہارے

لیے نقص ہوگا اور تمہاری رائے محفوظ نہ رہے گی۔ اس لیے کہ خواہشات و اہواء مشترک ہیں اور معصیت وگناہ کا لیڈر ابلیس ہر ہلاکت وتباہی کی طرف دعوت دینے والا ہے۔ وہ تم سے پہلے گزشتہ قوموں کو تباہ کر چکا ہے اور انہیں جہنم جیسے برے مقام پر پہنچا چکا ہے۔ بدترین قیمت یہ ہے کہ انسان کے حصے میں اللہ کے دشمن کی دوستی آئے جو معصیت کا داعی ہے۔ پھر تم حق کو اختیار کرو اور اس کے لیے سختیوں کو برداشت کرو اور اپنے نفس کے لیے واعظ بنو، میں تمہیں اللہ کی قسم دلاتا ہوں کہ تم مسلمانوں پر رحم کھانا، بڑوں کا اجلال واکرام کرنا اور چھوٹوں پر رحم کرنا، عالموں کی توقیر وتعظیم کرنا، مسلمانوں کو مارنا نہیں کہ وہ ذلیل ہو جائیں، اور مال فے کو اپنے لیے مخصوص نہ کر لینا جس سے وہ غصہ ہو جائیں۔ انہیں ان کے عطیات سے محروم نہ رکھنا کہ وہ محتاج ہو جائیں، ان کو اس طرح جنگ میں نہ جھونک دینا کہ ان کی نسلیں ختم ہو جائیں۔ مال کو صرف اغنیاء کے درمیان محصور نہ رکھنا۔ اپنا دروازہ ان کے سامنے بند نہ کرنا کہ قوی ضعیف کو کھا جائے۔ یہ میری تمہیں وصیت ہے اور میں اللہ کو تم پر گواہ بناتا ہوں۔ والسلام علیکم"۔ ❶

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ وصیت حکومت اور ادارہ کے مسائل میں بے نظیر ہے اور ان کے مکمل نظام اور منہج کو واضح کرتی ہے۔ دینی، سیاسی، عسکری، اقتصادی اور اجتماعی امور سے متعلق حکومت کے لیے اہم دستاویز ہے۔ اس وصیت کے اہم اصول ومبادی یہ ہیں:

ا۔ تقویٰ اور خشیت الٰہی کا اہتمام:

❀ **تقویٰ اور ظاہر و باطن میں قول و فعل کے اندر خشیت الٰہی پر حرص شدید کی وصیت:**

کیوں کہ جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ اس کو بچاتا ہے، اور جو اس کی خشیت اختیار کرتا ہے وہ اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ اس لیے بار بار اس وصیت میں عمر رضی اللہ عنہ نے تقویٰ اور خشیت الٰہی کی تاکید فرمائی۔

((اوصیك بتقوی اللہ وحدہ لاشریك له .))

"میں تمہیں اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔"

((واوصیك بتقوی اللہ والحذر منه .))

"اور میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور اس کے عذاب سے بچنے کی وصیت کرتا ہوں۔"

((واوصیك ان تخشی اللہ .))

"اور میں تمہیں اللہ کی خشیت اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔"

---

❶ الطبقات لابن سعد، ۳/ ۳۳۹۔ البیان والتبیین/ الجاحظ: ۲/ ٤٦۔ الکامل فی التاریخ: ۲/ ۲۱۰۔ الخلیفة الفاروق عمر بن الخطاب / العانی، ص ۱۷۱، ۱۷۲.

❀ **اقامت حدود:** قریب و بعید سب پر حدود الٰہی کو قائم کرنے کی وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

((لا تبال علی من وجب الحق .))

''جس پر حق واجب ہو جائے اس کی پروانہ کرنا۔''

((ولا تأخذك فی اللہ لومة لائم .))

''اللہ کے حقوق کے سلسلہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروانہ کرنا۔''

کیوں کہ حدود کو شریعت نے بیان کیا ہے لہٰذا یہ دین کا ایک حصہ ہے، اور شریعت الٰہی لوگوں پر حجت ہے اور لوگوں کے اعمال وافعال اسی کی روشنی میں تولے جائیں گے اور حدود الٰہی سے غفلت دین اور معاشرہ کی تباہی و بربادی ہے۔

❀ **استقامت:** یہ دین ودنیا کی ضروریات میں سے ہے، حاکم پر قولاً وفعلاً اس سے متصف ہونا واجب ہے اور پھر رعیت پر بھی۔

فرمایا:

((کن واعظا لنفسك .))

''اپنے نفس کے لیے واعظ بنو۔''

((وابتغ بذلك وجه اللہ والدار الآخرة .))

''اس کے ذریعے سے تم اللہ کی رضا اور دار آخرت کے طالب بنو۔''

۲۔ سیاسی پہلو:

❀ **عدل وانصاف کا التزام:** کیوں کہ عدل وانصاف حکومت وسلطنت کی اساس و بنیاد ہے، اور رعیت کے درمیان عدل وانصاف کا قیام حکومت کو سیاسی واجتماعی قوت وہیبت بخشتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں حاکم کی ہیبت واحترام میں اضافہ ہوتا ہے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے عدل کی وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

((واوصیك بالعدل .))

''میں تمہیں عدل وانصاف کی وصیت کرتا ہوں۔''

((واجعل الناس عندك سواء .))

''لوگوں کو اپنی نگاہ میں برابر رکھنا۔''

❀ **پہلے اسلام لانے والے مہاجرین وانصار کا خیال:** کیوں کہ انہوں نے اسلام کی طرف سبقت کی اور عظیم خدمات پیش کی ہیں، اور یہ عقیدہ اور اس سے جو سیاسی نظام برپا ہوا یہ انہی کے کندھوں پر قائم ہوا، یہی لوگ اس کے حاملین اور محافظ وحامی تھے چنانچہ وصیت کرتے ہوئے عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((اوصيك بالمهاجرين الاولين خيرا أن تعرف لهم سابقتهم ، و اوصيك بالانصار خيرا فاقبل من محسنهم و تجاوز عن مسيئهم .))

''میں تمہیں مہاجرین اولین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی وصیت کرتا ہوں ان کی سبقت کا خیال رکھنا اور انصار کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی وصیت کرتا ہوں، ان میں محسن کی بات قبول کرنا اور غلطی کرنے والے سے درگزر کرنا۔''

۳۔ عسکری پہلو:

❀ **فوج کا اہتمام اور حالات کے مطابق اس کی تیاری:** تاکہ حکومت وسلطنت کے امن وسلامتی کا تحفظ ہو سکے اور مجاہدین ومقاتلین کی ضروریات کی تکمیل کا اہتمام تاکہ وہ اپنی ضروریات سے بے فکر ہو کر مورچہ سنبھال سکیں۔

❀ **مقاتلین کو اہل و عیال سے دور طویل مدت تک مورچہ پر باقی رکھنے سے اجتناب:** تاکہ وہ اکتاہٹ، آزردگی اور قلق کے شکار نہ ہوں اور ان کے جذبات سرد نہ پڑ جائیں، لہٰذا یہ ضروری ہے کہ انہیں اوقات مقررہ اور متعین چھٹیاں دی جائیں، تاکہ ان میں آرام کریں اور اس دوران اپنے نشاط و سرگرمیوں کی تجدید کر سکیں اور اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹیں تاکہ نسل منقطع نہ ہونے پائے۔

چنانچہ فرمایا:

((ولا تجمرهم في الثغور فينقطع نسلهم .))

''ان کو اس طرح جنگ میں نہ جھونک دینا کہ ان کی نسلیں منقطع ہو جائیں۔''

اور فرمایا:

((واوصيك باهل الامصار خيرا ، فانهم ردء العدو .))

''اور میں تمہیں اہل امصار کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیوں کہ یہ دشمن سے محافظ ہیں۔''

❀ **ہر مقاتل کو فے اور عطیہ میں سے جس کا وہ مستحق ہے اسے دینا:** تاکہ اس کے اور اس کے اہل خانہ کے لیے مستقل آمدنی کا تحفظ رہے اور مالی امور میں غور وفکر سے آزاد ہو کر اپنے آپ کو جہاد میں مصروف رکھ سکے۔

چنانچہ فرمایا:

((ولا تستاثر عليهم بالفئ فتغضبهم ولا تحرمهم عطاياهم عند محلها فتفقرهم .))

''مال فے کو اپنے لیے مخصوص نہ کر لینا جس سے وہ غصہ ہو جائیں اور انہیں عطیات سے محروم نہ رکھنا کہ وہ محتاج ہو جائیں۔''

۴۔ اقتصادی اور مالی پہلو:

❀ عدل وانصاف کے ساتھ لوگوں کے درمیان مال کی تقسیم کا اہتمام اور ہر اس معاملے کی بیخ کنی جس سے مال ایک خاص طبقے کے اندر محصور ہو کر رہ جائے۔

چنانچہ آپ نے فرمایا:

((ولا تجعل الاموال دولة بين الاغنياء منهم .))

''مال کو اغنیاء کے درمیان محصور نہ کر دینا۔''

❀ ذمیوں کو ان کی طاقت سے زیادہ مکلّف نہ کرنا جب کہ وہ حکومت کے مالی حقوق کو ادا کر رہے ہوں۔

چنانچہ آپ نے فرمایا:

((ولا تكلفهم فوق طاقتهم إذا أدوا ما عليهم للمؤمنين .))

''ان کی طاقت سے زیادہ کا ان کو مکلّف نہ کرنا جب کہ وہ ان پر مومنوں کے جو حقوق ہیں اسے ادا کر رہے ہوں۔''

❀ لوگوں کے مالی حقوق کا تحفظ اور اس سلسلہ میں عدم تفریط اور ان کی طاقت سے زیادہ ان پر عائد کرنے سے اجتناب۔

چنانچہ فرمایا:

((ولا تحمل منهم إلا عن فضل منهم .))

''ان سے وہی وصول کرنا جو ان سے زائد ہو۔''

اور فرمایا:

((أن تأخذ حواشي اموالهم فترد على فقراء هم .))

''تم ان کے بچے ہوئے مال میں سے لینا اور پھر انہی کے فقراء میں لوٹا دینا۔'' [1]

۵۔ اجتماعی پہلو:

❀ رعیت کا اہتمام اور ان کے امور کی خبر گیری، ان کی ضروریات کی تکمیل اور مال فے اور عطیات میں سے ان کے حقوق کی ادائیگی۔

چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((ولا تحرمهم عطاياهم عند ملحها .))

''ان کو ان عطیات سے محروم نہ کرنا۔''

---

[1] الخليفة الفاروق عمر بن الخطاب/ العانى صفحه: ۱۷۴۔۱۷۵ .

❀ ترجیح نفس، انصاف سے انحراف اور خواہشات کی اتباع سے اجتناب، کیوں کہ اس میں ہلاکت وتباہی ہے جو حاکم کو انحراف کی طرف لے جاتی ہے، اور اس سے معاشرہ فساد اور انسانی تعلقات اضطراب کا شکار ہوتے ہیں۔

چنانچہ وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

((وایاك والاثرة والمحاباة فیما ولاك الله .))

''خبردار! اللہ جس چیز کا تمہیں والی بنائے اس میں ترجیح نفس سے بچنا اور انصاف سے انحراف نہ کرنا۔''

((ولا توثر غنیهم علی فقیرهم .))

''فقراء پر مال داروں کو ترجیح نہ دینا۔''

❀ رعایا کا احترام وتوقیر اور ان کے لیے تواضع اختیار کرنا خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے، کیوں کہ اس سے اجتماعی تعلقات بلند ہوتے ہیں اور رعایا کے تعلقات اپنے قائد سے مضبوط ہوتے ہیں اور ان کے نزدیک قائد سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

چنانچہ فرمایا:

((وانا شدك الله إلا ترحمت علی جماعة المسلمین ، واجللت كبیرهم ورحمت صغیرهم ووقرت عالمهم .))

میں تمہیں اللہ کی قسم دلاتا ہوں کہ تم مسلمانوں پر رحم کرنا، بڑوں کا اجلال واکرام اور چھوٹوں پر رحم کرنا، عالموں کی توقیر وتعظیم کرنا۔''

❀ رعایا پر دروازہ بند نہ کرنا تاکہ ان کی شکایتیں سن سکے اور ایک کو دوسرے سے انصاف دلا سکے۔ اور دروازہ بند کر دینے کی صورت میں آپس کے تعلقات اضطراب کا شکار ہو جاتے ہیں اور معاشرہ میں پیچیدگی اور انارکی عام ہو جاتی ہے۔

چنانچہ فرمایا:

((ولا تغلق بابك دونهم ، فیاكل قویهم ضعیفهم .))

''اپنا دروازہ رعایا کے سامنے بند نہ کرنا کہ قوی ضعیف کو کھا جائے۔''

❀ حق کی اتباع اور تمام حالات وظروف میں معاشرہ میں اس کو قائم رکھنے کی حرص کیوں کہ یہ اجتماع ضرورت ہے لوگوں کے درمیان اس کو قائم رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

چنانچہ فرمایا:

((ثم اركب الحق ، وخض الیه الغمرات .))

''پھر تم حق کو اختیار کرو اور اس کے لیے سختیوں کو برداشت کرو۔''

((واجعل الناس عندك سواء ، لا تبال علی من وجب الحق .))

''لوگوں کو اپنی نگاہ میں برابر رکھنا، جس پر حق عائد ہو اس سے حق وصول کرنے میں کسی کی پروانہ کرنا۔''

❀ ہر طرح کے ظلم سے اجتناب خاص کر ذمیوں کے ساتھ، کیوں کہ رعایا کے درمیان خواہ مسلم ہوں یا ذمی اقامت عدل مطلوب ہے، تا کہ تمام لوگ اسلام کے عدل سے مستفید ہوں۔

چنانچہ فرمایا:

((واوصيك الا ترخص لنفسك ولا لغيرك فی ظلم اهل الذمة .))

''اور میں تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ ذمیوں پر ظلم کے سلسلے میں نہ تو اپنے آپ کو اور نہ دوسروں کو رخصت دینا۔''

❀ دیہاتیوں کا اہتمام اور ان کی نگہداشت۔

چنانچہ فرمایا:

((واوصيك باهل البادية خيرا فانهم اصل العرب ومادة الاسلام .)) ❶

''اور میں تم کو دیہات والوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی وصیت کرتا ہوں وہ عرب کی اصل اور اسلام کا خام مال ہیں۔''

❀ عمر رضی اللہ عنہ کی اس وصیت کے ضمن میں یہ بات بھی تھی کہ کسی عامل کو سال بھر سے زیادہ باقی نہ رکھنا البتہ اشعریوں کو چار سال باقی رکھنا۔ ❷

شوریٰ کی ادارت میں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا منہج

ا۔ مشاورت کے لیے مجلس شوریٰ کا اجتماع:

ابھی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی تدفین سے لوگ فارغ ہی ہوئے تھے کہ شوریٰ اور اعلیٰ ریاستی کونسل کے ممبران نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اپنا اجتماع منعقد کرنے میں جلدی کی تا کہ عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد مسلمانوں کی زندگی میں جو عظیم ترین مسئلہ رونما ہوا ہے اس کا حل تلاش کریں، ممبران نے آپس میں گفت وشنید کی اور اپنی آراء وتجاویز پیش کیں، اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ایک کلمہ پر متفق ہو گئے جسے خاص و عام تمام مسلمانوں

---

❶ الخليفة الفاروق/ العالی، ص (۱۷۳۔۱۷۵)

❷ عصر الخلافة الراشدة: ۱۰۲ لیکن حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البداية والنهاية: ۷/ ۱۴۵ میں مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے مکان میں اس اجتماع کے منعقد ہونے کو ترجیح دی ہے۔ (مترجم)

نے پسند کیا۔ اور بعض روایات کے مطابق یہ اجتماع ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ کی بہن فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے گھر میں منعقد ہوا تھا۔ ❶

۲۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تنازل کی دعوت دیتے ہیں:

جب شوریٰ کے ممبران جمع ہو گئے تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ آپ حضرات اپنا معاملہ اپنے میں سے تین کے حوالہ کر دیں: زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں اپنا معاملہ علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ کرتا ہوں ❷ اور طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اپنا معاملہ عثمان رضی اللہ عنہ کے حوالہ کرتا ہوں اور سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اپنا معاملہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے حوالہ کرتا ہوں۔ اس تنازل سے مجوزہ امیدواروں کی تعداد تین ہو گئی، علی بن ابی طالب، عثمان بن عفان، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم۔

اس کے بعد عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عثمان اور علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ حضرات میں سے جو بھی خلافت سے اپنی براءت ظاہر کرے گا ہم خلافت اسی کو دیں گے اور اللہ اس کا نگران ونگہبان ہوگا اور اسلام کے حقوق کی ذمہ داری اس پر لازم ہوگی۔ ہر شخص کو غور کرنا چاہیے کہ اس کے خیال میں کون افضل ہے۔ اس پر حضرات شیخین (عثمان وعلی رضی اللہ عنہما) خاموش ہو گئے۔ تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ حضرات انتخاب کی ذمہ داری مجھ پر ڈالتے ہیں۔ اللہ گواہ ہے کہ میں آپ حضرات میں سے اسی کو منتخب کروں گا جو سب میں افضل ہوگا۔ ان حضرات نے فرمایا: جی ہاں۔ ❸

۳۔ شوریٰ کی ادارت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سپرد:

یک شنبہ کی صبح ممبران شوریٰ کے اجتماع کے اختتام کے فوراً بعد عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے ملاقات ومشاورت شروع کر دی، مسلسل تین دن تک اسی میں لگے رہے یہاں تک کہ چہارشنبہ ۴ محرم کی صبح نمودار ہوئی۔ یہ اس مدت کی انتہا تھی جسے عمر رضی اللہ عنہ نے مقرر کیا تھا۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مشاورت کا آغاز علی رضی اللہ عنہ سے کیا اور فرمایا: اگر اس منصب خلافت کے لیے آپ کے ہاتھ پر بیعت نہ کروں تو بھلا بتائیے اس منصب خلافت کے لیے آپ کس کا نام تجویز فرمائیں گے؟ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عثمان رضی اللہ عنہ کا نام۔ پھر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے کہا اگر اس مسند خلافت کے لیے آپ کے ہاتھ پر بیعت نہ کروں تو بتائیے اس منصب خلافت کے لیے آپ کس کا نام تجویز کریں گے؟ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا نام۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس جا جا کر ان سے مشورہ طلب کیا۔ مدینہ

---

❶ عثمان بن عفان / صادق عرجون صفحہ: ٦٢، ٦٣۔

❷ البخاری: فضائل اصحاب النبی ﷺ (٣٧٠٠)

❸ البخاری: فضائل اصحاب النبی ﷺ (٣٧٠٠)

میں کبار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جو بھی ملتا اس سے مشورہ طلب کرتے، فوجی قائدین و جرنیلوں اور جو بھی مدینہ آتا اس سے مشورہ کرتے یہاں تک کہ خواتین، بچوں اور غلاموں سے بھی ان کی رائے دریافت کرتے، اور اس مشاورت کا نتیجہ یہ رہا کہ بھاری اکثریت نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے موزوں قرار دیا، جب کہ کچھ ہی لوگوں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا، چنانچہ چہارشنبہ کی شب میں آپ اپنے بھانجے مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے گھر گئے۔ دروازے پر دستک دی تو وہ سو رہے تھے۔ دروازے پر زور سے مارا کہ وہ بیدار ہو گئے۔ فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تم سو رہے تھے آج کی رات تو میں نے نیند کا سرمہ تک نہیں لگایا۔ ❶ جاؤ اور زبیر اور سعد رضی اللہ عنہ کو بلا لاؤ، وہ انہیں بلا لائے، آپ نے ان دونوں سے مشورہ کیا پھر مسور رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: جاؤ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلا لاؤ، وہ انہیں بلا کر لائے آپ ان سے سرگوشی کرتے رہے یہاں تک کہ آدھی رات ہو گئی، پھر مسور رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلا لاؤ وہ انہیں بلا لائے اور آپ ان سے سرگوشی کرتے رہے یہاں تک کہ موذن نے اذان فجر دی۔ ❷

۴۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اتفاق:

بیعت کے دن (۴ر محرم ۲۴ھ) فجر کی نماز کے بعد جب کہ وصیت کے مطابق صہیب رومی رضی اللہ عنہ ہی امامت کرتے تھے، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ عمامہ باندھے ہوئے آگے بڑھے، ممبران شوریٰ منبر نبوی کے پاس تشریف فرما تھے، آپ نے مہاجرین و انصار اور فوجی قائدین اور جرنیلوں کو بلوایا ان میں شام کے امیر معاویہ بن ابی سفیان، حمص کے امیر عمیر بن سعد اور مصر کے امیر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم اس وقت موجود تھے، جنھوں نے حج میں عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شرکت کی تھی اور آپ کی معیت میں مدینہ پہنچے تھے۔ ❸

صحیح بخاری میں یہ واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے:

> ''جب لوگ صبح کی نماز سے فارغ ہوئے اور ممبران شوریٰ منبر کے پاس جمع ہو گئے تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مہاجرین و انصار میں سے جو حاضر تھے ان کو بلا بھیجا، اور اسی طرح سپہ سالاروں کو بلوایا جنھوں نے عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج میں شرکت کی تھی جب سب لوگ جمع ہو گئے تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے خطبہ مسنونہ پڑھا، اور پھر فرمایا: حمد وصلوٰۃ کے بعد، اے علی میں نے لوگوں کے خیالات معلوم کیے، اور میں نے دیکھا وہ عثمان کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے، اس لیے آپ اپنے دل میں کوئی میل نہ پیدا کریں، پھر فرمایا: میں آپ (عثمان رضی اللہ عنہ) سے بیعت کرتا ہوں اللہ کی سنت اور اس

---

❶ الخلفاء الراشدون/ الخالدی ص: (۱۰۶۔۱۰۷)

❷ البخاری: کتاب الاحکام (۷۲۰۷)

❸ شہید الدار عثمان بن عفان/ احمد الخروف، ص: (۳۷)

کے رسول ﷺ اور آپ کے دو خلفاء (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کی سنت کے مطابق۔ چنانچہ پہلے آپ سے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیعت کی پھر سب لوگوں نے، مہاجرین، انصار، سپہ سالار اور تمام مسلمانوں نے۔ ❶

اور صاحب تمہید کی روایت کے مطابق عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بعد سب سے پہلے جس نے عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کی وہ علی رضی اللہ عنہ تھے۔ ❷

۵۔ شوریٰ کی کارروائی میں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حکمت عملی:

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ شوریٰ کی تنفیذ میں جو طرز عمل اختیار فرمایا وہ بلندی عقل، شرافت نفس اور جذبہ ایثار وقربانی کا واضح ثبوت ہے، آپ نے مسلمانوں کی عام مصلحت کو ذاتی مصلحت اور شخصی نفع پر ترجیح دی، اور برضا و رغبت عظیم ترین منصب کو خیر باد کہا کہ جس کے لیے دنیا میں انسان انتہائی حریص ہوتا ہے۔ آپ نے یہ ایثار و قربانی اس لیے پیش کی تاکہ مسلمان متحد رہیں اور ان کا شیرازہ منتشر نہ ہونے پائے، اور آپ نے منظم شوریٰ کے مظاہر میں سے پہلا مظہر خلیفہ کے انتخاب کی شکل میں حاصل کر لیا، آپ نے بڑی بردباری، انتظار و مہلت، صبر و عزم اور حسن تدبیر کا مظاہرہ کیا جس کے نتیجے میں اس عظیم ذمہ داری کی ادائیگی میں کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ اس سلسلہ میں جو مراحل آپ نے اختیار کیے وہ اس طرح تھے:

- مجلس شوریٰ کے اول اجتماع میں اپنے پروگرام کو پیش کیا اور تمام ممبران شوریٰ کو اس بات پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ وہ اپنی اپنی رائے پیش کریں، اور اس طرح ہر ایک کے نقطۂ نظر کو معلوم کر لیا اور پھر اپنا سفر دلائل وثبوت کی روشنی میں آگے بڑھایا۔
- حق خلافت سے خود تنازل اختیار کر لیا تاکہ لوگوں کے دلوں میں کسی طرح کا شک وشبہ اور بدگمانی نہ پیدا ہو سکے اور لوگوں کا اعتماد بحال رہے۔
- ممبران شوریٰ میں سے ہر ایک کے خیالات وتصورات کو معلوم کرنے میں لگے رہے اور مختلف پہلوؤں سے ان سے گفت وشنید کرتے رہے یہاں تک کہ جزوی انتخاب تک پہنچنے میں کامیابی حاصل کر لی، جس میں عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں حاضرین کی اکثریت کی رائے نمودار ہوئی۔
- عثمان وعلی رضی اللہ عنہما میں سے ہر ایک سے دوسرے کے بارے میں دوسرے ممبران شوریٰ کے مقابلے میں حیثیت معلوم کرنے کی کوشش کی، جس میں آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ دونوں ہی ایک دوسرے کی دیگر ممبران شوریٰ کے مقابلے میں ترجیح کے قائل ہیں، اور اس کے مقابلے میں کسی اور کو درجہ نہیں دیتے۔

---

❶ البخاری: کتاب الاحکام (۷۰۔ ۷۲)

❷ التمهيد والبيان: ص (۲۶)

❀ مجلس شوریٰ سے باہر خاص و عام کی رائے معلوم کرنی شروع کی، دیکھا کہ بیشتر لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے ہیں، چنانچہ ان سے بیعت خلافت کی اور پھر تمام لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔ ❶

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی عقل مندی، امانت، استقامت، خلافت کی طمع سے دست برداری اور حکومت کے اعلیٰ منصب سے زہد کے نتیجے میں اس امتحان اور نازک گھڑی کو پار کیا، اور پوری مہارت اور بے نیازی سے شوریٰ کی قیادت کی جس میں آپ عظیم خراج تحسین وعقیدت کے مستحق ہیں۔ ❷

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے افضل ترین اعمال میں سے شوریٰ کے وقت اپنے آپ کو حق خلافت سے دست بردار کرنا اور اہل حل وعقد نے جس کا مشورہ دیا اس کو امت کے لیے بحیثیت خلیفہ منتخب کرنا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے امت کو عثمان رضی اللہ عنہ پر جمع کرنے میں بڑی کامیابی حاصل کی اگر وہ اس سلسلہ میں حق گریز کرتے اور ترجیح نفس کا شکار ہوتے تو آپ خود اس منصب کو اپنے لیے حاصل کر لیتے یا اپنے چچا زاد بھائی اور ممبران شوریٰ میں سب سے قریبی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو منتخب فرما دیتے۔'' ❸

اس طرح خلفائے راشدین کے دور میں شوریٰ کی دوسری شکل سامنے آئی وہ یہ کہ مجلس شوریٰ عام لوگوں سے مشورہ لے کر اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کر لے اور پھر عام بیعت ہو۔ ❹

واقعہ شوریٰ سے متعلق رافضی اباطیل اور کذب بیانیاں

اسلامی تاریخ شیعی اباطیل اور رافضی کذب بیانیوں سے پر ہے۔ شوریٰ اور عثمان رضی اللہ عنہ کی تولیت خلافت کا واقعہ بھی ان کی کذب بیانیوں اور اباطیل سے محفوظ نہ رہ سکا۔ مستشرقین ان کذب بیانیوں اور اباطیل کو لے اڑے اور وسیع پیمانے پر اس کی نشر و اشاعت کی۔ بہت سے جدید مورخین اور مفکرین ان کذب بیانیوں سے متاثر ہوئے، روایات کی جانچ پڑتال نہ کی اور ان روایات کی سند ومتن کو میزان تحقیق پر نہ پرکھا، نتیجہ یہ ہوا کہ یہ اباطیل اور کذب بیانیاں مسلمانوں میں پھیل گئیں۔

شیعی مورخین نے شوریٰ اور عثمان رضی اللہ عنہ کی تولیت خلافت کو اہمیت دی اور اس میں اپنی کذب بیانی اور

---

❶ عثمان بن عفان / صادق عرجون ص: (۷۰-۷۱)

❷ مجلة البحوث الاسلامية العدد (۱۰)، ص: ۲۵۵.

❸ سير أعلام النبلاء/ شمس الدين الذهبي (۱/ ۸۶)

❹ دراسات في عهد النبوة والخلافة الراشدة، ص (۲۷۸)

اباطیل کو شامل کیا۔ ان شیعی مورخین کی ایک اچھی خاصی تعداد نے اس موضوع پر کتابیں لکھیں، چنانچہ ابومخنف رافضی نے کتاب ''الشوریٰ'' لکھی، اسی طرح ابن عقدہ اور ابن بابویہ نے اس موضوع پر مستقل کتابیں تصنیف کیں۔ (1)

شوریٰ، بیعت عثمان رضی اللہ عنہ، اور تولیت خلافت کی تاریخ سے متعلق ابن سعد نے واقدی کی سند سے نو روایتیں نقل کی ہیں۔ (2) اور ایک روایت عبداللہ بن موسیٰ کی سند سے عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت، چھ افراد پر مشتمل شوریٰ کی تعیین، خلافت ملنے کی صورت میں عثمان و علی رضی اللہ عنہما کو وصیت، اور اس سلسلے میں صہیب رضی اللہ عنہ کو عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت سے متعلق نقل کی ہے۔ (3)

بلاذری نے مشاورت اور بیعت عثمان رضی اللہ عنہ کی خبریں ابومخنف (4) ہشام کلبی، واقدی (5) عبیداللہ بن موسیٰ (6) سے نقل کی ہیں، اور طبری نے اس سلسلہ میں مختلف روایتوں پر اعتماد کیا ہے جس میں سے ابومخنف کی بھی روایت ہے۔ (7) اور ابن ابی الحدید نے شوریٰ سے متعلق بعض واقعات احمد بن علی الجوہری کی سند سے نقل کیے ہیں۔ (8) اور واقدی کی کتاب ''الشوریٰ'' سے نقل کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (9) یہ تمام ترشیعی روایات متعدد جھوٹے امور پر مشتمل ہیں جن کی صحت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ وہ امور یہ ہیں:

ا۔ مسلمانوں کے معاملہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر ناانصافی کا اتہام:

شیعی روایات نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو مسلمانوں کے معاملہ میں متہم کیا ہے، اور یہ باور کرایا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اس بات پر راضی نہیں تھے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ خلیفہ کے انتخاب کی کارروائی چلائیں۔ ابومخنف رافضی، ہشام کلبی اور احمد جوہری نے یہ بیان کیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں جانب ووٹ برابر ہونے کی صورت میں ترجیحی صلاحیت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو سونپ دی تھی جس سے علی رضی اللہ عنہ نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ اب خلافت ان کے ہاتھ سے نکل گئی کیوں کہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سسرالی رشتہ کی وجہ سے عثمان رضی اللہ عنہ کو ہی ترجیح دیں گے۔ (10)

(1) الذریعة الی تصانیف الشیعة: (١٤/ ٢٤٦)
(2) الطبقات الکبریٰ/ ابن سعد: (٣/ ٦٣، ٣/ ٦٧)
(3) الطبقات الکبریٰ/ ابن سعد: (٣/ ٣٤٠)
(4) انساب الاشراف / البلاذری (٥/ ١٨، ١٩)
(5) انساب الاشراف/ البلاذری: (٥/ ١٨، ١٩)
(6) انساب الاشراف/ البلاذری: ٥/ ٦.
(7) اثر التشیع علی الروایات التاریخیة/ د۔ عبدالعزیز نور ص: ٣٢١.
(8) شرح نهج البلاغة: (٩/ ٤٩۔٥٨)
(9) شرح نهج البلاغة: ٩/ ١٥.
(10) اثر التشیع علی الروایات التاریخیة ص: ٣٢٢.

لیکن کیا یہ سچ ہے کہ دونوں میں رشتہ داری تھی۔

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے عثمان اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے درمیان کسی قریبی نسبی رشتہ داری کی نفی کی ہے۔ فرماتے ہیں: عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نہ تو عثمان رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے نہ چچازاد تھے اور نہ اصلاً آپ کے قبیلے سے ان کا تعلق تھا بلکہ یہ تو بنوزہرہ سے تھے اور عثمان رضی اللہ عنہ بنوامیہ سے، اور بنوزہرہ بنوامیہ کی بہ نسبت بنوہاشم کی طرف زیادہ مائل تھے۔ بنوزہرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ننھیال تھی یہ سب آپ کے ماموں لگتے تھے، اور انہی میں سے عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما تھے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

((هذا خالي فليرني امرؤ خاله .)) ❶

''یہ میرے ماموں ہیں ان جیسا کوئی اپنا ماموں دکھائے۔''

اور اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجر سے مہاجر اور انصاری سے انصاری کی مواخاۃ اصلاً نہیں کرائی تھی بلکہ مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخاۃ کرائی تھی (کہ اس طرح ہی عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا عثمان رضی اللہ عنہ سے رشتہ ہوا ہو بلکہ) عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کی مواخاۃ سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ سے کرائی تھی۔ ❷ اور اس مواخاۃ سے متعلق حدیث صحاح وسنن وغیرہ میں مشہور ومعروف ہے، اور اہل علم اس کو اچھی طرح جانتے ہیں ❸ لیکن چونکہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہ کی بہن ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تھی ❹ جو بنو امیہ سے تھیں۔ اس رشتہ مصاہرت کی بنا پر شیعی روایات نے اتہامات کا طومار کھڑا کر دیا، اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پر ناانصافی اور عثمان رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے ناحق ترجیح دینے کا اتہام باندھ دیا۔ اور ایک طرف جہاں یہ بھول گئے کہ نسب کی قوت مصاہرت کی قوت پر مقدم ہے وہیں دوسری طرف قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے درمیان تعلقات کی حقیقت کو فراموش کر دیا کہ ان کے تعلقات نسب ومصارت پر قائم نہیں تھے بلکہ ایمان وتقویٰ پر قائم تھے۔

۲۔ اموی پارٹی اور ہاشمی پارٹی:

ابومخنف کی روایت سے اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ بیعت کے وقت بنوہاشم اور بنوامیہ کے درمیان اختلاف اور سخت کلامی واقع ہوئی، حالاں کہ یہ بے بنیاد اور غلط بات ہے، صحیح یا ضعیف کسی بھی روایت میں اس کا سراغ نہیں ملتا۔ ❺

بعض مورخین نے شیعی اور رافضی روایات کے چکر میں آکر ان روایات پر اپنے غلط تبصروں کی بنیاد رکھی، اور خلیفہ کی تعیین وانتخاب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی مشاورت کی تصویر کشی قبائلی اختلاف کی شکل میں پیش کی، اور یہ

---

❶ صحیح سنن الترمذی: (۳/ ۲۲۰) (۴۰۱۸) ❷ البخاری: کتاب مناقب الانصار (۳۷۸۰)

❸ منهاج السنة النبوية/ ابن تيمية: ٦/ ٢٧١-٢٧٢. ❹ الطبقات الكبرىٰ: ٣/ ١٢٧.

❺ مرويات ابي مخنف في تاريخ الطبري ص (١٧٧، ١٧٨)

باور کرانے کی سعی لاحاصل کی کہ لوگ دو پارٹیوں یعنی اموی پارٹی اور ہاشمی پارٹی میں تقسیم ہو گئے تھے، لیکن یہ تصویر کشی موہوم اور استنباط مردود ہے، اس کی کوئی دلیل نہیں۔ یہ تصور اس ماحول سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین زندگی بسر کر رہے تھے جہاں ایک مہاجر اپنے باپ، بھائی، چچا زاد اور خاندان والوں کے خلاف ایک انصاری کا ساتھ دیتا۔ اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے تصور سے بھی میل نہیں کھاتا جو دین کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ اور نہ ان چنندہ عشرہ مبشرہ کی صحیح معرفت سے میل کھاتا ہے۔ ان کے متعلق بہت سے واقعات جو مروی ہیں وہ اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ یہ حضرات اس سے کہیں زیادہ بلند تھے کہ وہ اپنے امور کو حل کرنے کے لیے اس طرح کا تنگ گوشہ اختیار کریں گے، یہاں معاملہ خاندان یا قبیلے کی نمائندگی کا نہیں تھا بلکہ ان کے اسلامی مقام و مرتبہ کی بنیاد پر ممبران شوریٰ کا انتخاب تھا۔ ❶

۳۔ علی رضی اللہ عنہ پر تہمت طرازی:

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن جریر وغیرہ کی طرح بہت سے مورخین نے نامعلوم اور مجہول لوگوں سے جو یہ نقل کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے کہا: تم نے مجھے دھوکا دیا ہے، اور تم نے عثمان رضی اللہ عنہ کو اس لیے خلیفہ مقرر کیا کہ وہ تمہارے سسرالی رشتے میں آتے ہیں اور تاکہ وہ اپنے امور میں روزانہ تم سے مشورہ لیتے رہیں...... یہاں تک کہ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٠﴾﴾

(الفتح : ۱۰)

''جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ یقیناً اللہ سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے، تو جو شخص عہد شکنی کرے وہ اپنے نفس پر ہی عہد شکنی کرتا ہے، اور جو شخص اس اقرار کو پورا کرے جو اس نے اللہ کے ساتھ کیا ہے تو اسے عنقریب اللہ بہت بڑا اجر دے گا۔''

یہ اور اس طرح کی دیگر روایات جو صحیح روایات کے خلاف ہیں یہ سب کی سب ان کے قائلین و ناقلین پر مردود ہیں۔ واللہ اعلم۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے متعلق ہمارا ایمان و یقین ان واہموں کے برعکس ہے جو روافض اور بے وقوف قصہ گو بیان کرتے ہیں، کہ جن کے پاس صحیح و ضعیف اور غلط اور صحیح کی کوئی تمیز نہیں ہے۔ اللہ ہی صحیح کی توفیق دینے والا ہے۔ ❷

---

❶ الخلفاء الراشدون/ أمين القضاة ص (۷۸، ۷۹)

❷ البداية والنهاية: ۷/ ۱۵۲.

۴۔ عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما پر تہمت طرازی:

ابو مخنف نے شوریٰ کی روایت میں عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما سے متعلق بیان کیا ہے کہ یہ دونوں مشاورت کے وقت دروازے پر جا بیٹھے، اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو وہاں سے بھگا دیا، اور کہا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ بعد میں کہو کہ ہم بھی ممبران شوریٰ میں سے تھے؟

یہ انتہائی غلط بات ہے، عام لوگوں کے سلسلہ میں بھی یہ تصور نہیں کیا جا سکتا چہ جائیکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں یہ سوچا جائے۔ لوگ، ممبران شوریٰ کون ہیں انہیں اچھی طرح جانتے اور پہچانتے تھے، اور یہ خبر ان کے درمیان مشہور و عام تھی کہ کوئی غیر متعلق شخص اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

حقیقت میں ابو مخنف کی روایت میں تناقضات کی بھرمار ہے، غور و فکر کرنے اور صحیح اصولوں سے اس کا مقارنہ کرنے والوں کے لیے یہ بالکل واضح ہے، اور اس کے عجائب و غرائب مشہور ہیں، انہیں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ڈاکٹر یحییٰ الیحیی نے اس کی بعض مثالوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو اس روایت کے ابطال اور عدم اعتبار کے لیے کافی ہیں۔ ❶ تنبیہ و تحذیر کی خاطر ان زہر آلودگیوں سے متعلق بعض اشارے ذکر کیے ہیں جو ہماری تاریخ و ثقافتی میراث کے اندر پھیلی ہوئی ہیں اور مولفین و مورخین اور مفکرین کو متاثر کر رکھا ہے۔

۵۔ عثمان رضی اللہ عنہ کا خلافت کا زیادہ مستحق ہونا:

کوئی بھی مومن عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی حقیقت اور صحت کے سلسلہ میں شک نہیں کر سکتا، کوئی اس سلسلے میں انگلی نہیں اٹھا سکتا الا یہ کہ جس کے دل میں کجی ہو اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی اس کجی کے سبب عداوت رکھتا ہو، اور یہ صرف شیعہ روافض کا نصیبہ ہے کہ اس دنیا میں جن کا راس المال اور اصل سرمایہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر سب و شتم ہے، یہ لوگ خلفائے ثلاثہ ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت پر جو طعن و تشنیع اور نقد و جرح کرتے ہیں اس کی کوئی حیثیت نہیں کیوں کہ یہ سب باطل ہیں اور افترا پردازی کے سوا کچھ نہیں ہیں، صحت سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

متعدد قطعی اور صحیح نصوص اور مشہور آثار وارد ہیں جو عثمان رضی اللہ عنہ کے خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ❷

ان نصوص میں سے بعض یہ ہیں:

۱:...... اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ

❶ مرويات ابی مخنف ص (۱۷۹)

❷ عقيدة اهل السنة والجماعة فی الصحابة (۲/ ۶۵۶)

كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾ (النور: ۵۵)

''تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کیے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا، جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے، اور یقیناً ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا جسے ان کے لیے وہ پسند فرما چکا ہے، اور ان کے اس خوف و خطر کو وہ امن و امان سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں۔''

یہ آیت کریمہ عثمان رضی اللہ عنہ کی استحقاق خلافت پر یوں دلیل ہے کہ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے زمین پر خلافت سے نوازا، اور غلبہ اور تمکنت عطا فرمائی، اور آپ نے اپنے ایام خلافت میں لوگوں کے درمیان اچھی سیرت پیش کی، عدل و انصاف کی حکومت کی، نماز و زکوٰۃ کو قائم کیا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا، لہٰذا یہ آیت کریمہ آپ کی احقیت خلافت کی طرف واضح اشارہ ہے۔ ❶

۲:......ارشاد الٰہی ہے:

﴿قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾ (الفتح: ۱۶)

''آپ پیچھے چھوڑے ہوئے بدویوں سے کہہ دو کہ عن قریب تم سخت جنگجو قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ تم ان سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے، پس اگر تم اطاعت کرو گے تو اللہ تمہیں بہت بہتر بدلہ دے گا، اور اگر تم نے منہ پھیر لیا جیسا کہ اس سے پہلے تم منہ پھیر چکے ہو تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔''

اس آیت کریمہ سے عثمان رضی اللہ عنہ کی احقیت خلافت پر استدلال یوں کیا گیا ہے کہ ان بدویوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم نے روم، فارس اور ترک سے قتال کی دعوت دی، اس نص قرآنی سے ان تینوں کی اطاعت واجب قرار پائی، اور جب ان کی اطاعت واجب قرار پائی تو ان کی خلافت بھی صحیح قرار پائی۔ ❷

---

❶ عقيدة اهل السنة والجماعة فى الصحابة (۲/ ۶۵۶)

❷ الفصل فى المِلَل والأهواء والنِّحَل (۴/ ۱۰۹-۱۱۰)

۳:......ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں داخل ہوئے اور مجھے باغ کے دروازے کی نگرانی پر مامور کیا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان کو اندر آنے کی اجازت دے دو اور انہیں جنت کی بشارت سنا دو۔" دیکھا تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر دوسرے صاحب آئے انہوں نے بھی اندر آنے کی اجازت مانگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو اندر آنے کی اجازت دے دو اور انہیں جنت کی بشارت سنا دو، دیکھا تو عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر ایک صاحب اور آئے انہوں نے بھی اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو آنے کی اجازت دے دو اور (دنیا میں) آزمائش کے ساتھ جو انہیں لاحق ہوگی، جنت کی بشارت سنا دو۔ دیکھا تو وہ عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ ❶

اس حدیث پاک کے اندر ان تینوں کی ترتیب خلافت کی طرف اشارہ ہے، اور اس آزمائش کی خبر ہے جو عثمان رضی اللہ عنہ کو لاحق ہونے والی تھی، یہ آزمائش لاحق بھی ہوئی کہ آپ کو آپ کے گھر میں محصور کر دیا گیا اور مظلومانہ طور پر قتل کیا گیا۔ یہ حدیث اعلام نبوت میں سے ہے اور اس کے اندر اشارہ ہے کہ آپ شہید ہو کر مریں گے۔ ❷

۴:......سنن ابوداود میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((رای اللیلة رجل صالح ان ابا بکر نِیط برسول اللہ ﷺ و نیط عمر بابی بکر ، و نیط عثمان بعمر.))

"رات ایک صالح شخص نے دیکھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملائے گئے، اور عمر رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملائے گئے، اور عثمان رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ سے ملائے گئے۔"

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلے تو ہم نے کہا صالح شخص سے مقصود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور بعض کے بعض سے ملائے جانے سے مقصود اس دین کے والیان ہیں، جن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے۔ ❸

۵:......مستدرک حاکم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((انها ستکون فتنة و اختلاف او اختلاف و فتنة.))

"عنقریب فتنہ اور اختلاف ہوگا، یا اختلاف اور فتنہ ہوگا۔"

ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان حالات میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

---

❶ البخاری: (۳۶۹۵).

❷ عقیدة اهل السنة والجماعة فی الصحابة (۲/ ۶۵۷)

❸ سنن ابی داود: ۲/ ۵۱۳.

((علیکم بالامین واصحابه .)) ❶

"تم امین اور اس کے ساتھیوں کو لازم پکڑنا۔"

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح معجزہ ہے جو آپ کی نبوت کی صداقت کی واضح دلیل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتنہ کی خبر دی جو عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں رونما ہوا، اور ویسے ہی ہوا جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔

اسی طرح یہ حدیث عثمان رضی اللہ عنہ کی احقیت خلافت پر دلالت کرتی ہے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو انہیں لازم پکڑنے اور ان کے ساتھ رہنے کی طرف رہنمائی فرمائی، اور یہ خبر دی کہ فتنہ و اختلاف برپا ہوگا، اور اس صورت میں حق امیر المومنین کے ساتھ ہوگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کا ساتھ تھامے رہنے کا حکم فرمایا، کیوں کہ وہ حق پر ہوں گے اور جن لوگوں نے ان کے خلاف خروج کیا وہ باطل پر ہوں گے، اور وہ اہل بدعت و ضلالت ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سلسلہ میں یہ شہادت دی کہ آپ برابر ہدایت پر گامزن ہوں گے، اس سے علیحدگی اختیار نہیں کریں گے۔ ❷

٦:...... ترمذی نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((یا عثمان إنه لعل الله يُقَمِّصُك قميصا فإن ارادوك على خلعه فلا تخلعه لهم .)) ❸

"اے عثمان امید ہے اللہ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا پس اگر لوگ تم سے اس قمیص کو اتروانا چاہیں تو اس قمیص کو ان کی وجہ سے مت اتارنا۔"

یہ حدیث خلافت کی طرف اشارہ ہے، اور قمیص کو بطور استعارہ خلافت کے لیے استعمال کیا گیا ہے، اور قمیص کو اتروانے میں خلافت کے لیے آپ کی نامزدگی کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خلیفہ بنائے گا، اگر لوگ اس منصب سے تمہیں معزول کرنا چاہیں تو ان کی وجہ سے اپنے آپ کو معزول نہ کرنا، کیوں کہ تم حق پر ہوگے اور لوگ باطل پر۔ ❹

٧:...... ترمذی نے ابو سہلہ سے روایت کیا ہے کہ محاصرہ کے روز عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک عہد لیا میں اس پر ڈٹا رہوں گا۔ ❺

یہاں عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک عہد لیا ہے" سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان

---

❶ المستدرك (٣/ ٩٩) صححه و وافقه الذهبی

❷ عقيدة اهل السنة والجماعة فی الصحابة (٢/ ٦٦٠)

❸ فضائل الصحابة (١/ ٦١٣) اسناده صحيح .

❹ الدين الخالص/ محمد صديق حسن القنوجی البخاری (٣/ ٤٤٦)

❺ الترمذی: ٥/ ٢٩٥۔ فضائل الصحابة: ١/ ٦٠٥ .

مراد ہے کہ: ((وإن ارادوك على خلعه فلا تخلعه لهم .)) ''اگر لوگ اس کو تم سے اتروانا چاہیں تو ان کی وجہ سے مت اتارنا۔'' یعنی آپ ﷺ نے وصیت فرمائی ہے کہ میں خلافت سے دست بردار نہ ہوں۔ اور ((فانا صابر عليه .)) یعنی میں اس عہد پر ڈٹا رہوں گا، خلافت سے دست بردار نہیں ہوں گا۔ ❶

۸:......مستدرک حاکم میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ادعوا لي۔ او ليت عندي رجلا من اصحابي .))

''میرے لیے میرے صحابہ میں سے کسی کو بلاؤ، یا کاش میرے پاس میرے صحابہ میں سے کوئی ہوتا۔''

میں نے عرض کیا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو؟ فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا: عمر رضی اللہ عنہ کو؟ فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا: آپ کے برادر چچا زاد علی رضی اللہ عنہ کو؟ فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا: عثمان رضی اللہ عنہ کو؟ فرمایا: ہاں۔ جب عثمان رضی اللہ عنہ آگئے تو مجھ سے کہا یہاں سے جاؤ، پھر آپ ﷺ ان سے چپکے چپکے باتیں کرنے لگے اور ادھر عثمان رضی اللہ عنہ کا رنگ بدلنے لگا۔ ❷

عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام ابوسہلہ فرماتے ہیں کہ محاصرے کے دن ہم نے عرض کیا: کیا ہم ان لوگوں سے قتال نہ کریں؟ فرمایا: نہیں، رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ایک عہد لیا ہے میں اس پر ڈٹا رہوں گا۔

اس حدیث اور اس سے ماقبل کی حدیث میں آپ کی خلافت کی صحت کی واضح دلیل ہے۔ جس نے آپ کی خلافت کا انکار کیا اور آپ کو جنتی اور شہید نہ مانا، زبان یا دل سے آپ کی شان میں گستاخی کی تو وہ دائرۂ ایمان و اسلام سے خارج ہے۔ ❸

آپ کی خلافت و امامت کی صحت پر وہ روایت دلیل ہے جسے بخاری و مسلم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

((كنا في زمن النبي ﷺ لا نعدل بابي بكر احدا ثم عمر ثم عثمان ثم نترك اصحاب النبي ﷺ لا نفاضل بينهم)) ❹

''ہم نبی کریم ﷺ کے دور میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو درجہ نہیں دیتے تھے، پھر عمر، پھر عثمان، پھر ان کے بعد صحابہ میں کسی کو ایک دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔''

اس روایت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ترتیب خلافت کے سلسلہ

---

❶ تحفة الاحوذي/ محمد عبدالرحمن المباركفوري ۱۰/ ۲۰۹.

❷ فضائل الصحابة: ۱/ ۶۰۵۔ اسناده صحيح، المستدرك (۳/ ۹۹) و صححه و وافقه الذهبي.

❸ الدين الخالص (۳/ ۴۴۶)

❹ البخاري: فضائل اصحاب النبي ﷺ (۳۵۷۸)

میں جو کرنے والا تھا وہ پہلے ہی ڈال دیا تھا۔ ❶

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس روایت کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تفضیل کے سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا جو معمول تھا اس کی خبر دی گئی ہے، کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل مانتے تھے، پھر عمر رضی اللہ عنہ اور پھر عثمان رضی اللہ عنہ کو، اور یہ بھی مروی ہے کہ یہ باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتی تھیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نکیر نہیں فرماتے تھے۔ پس ایسی صورت میں گویا یہ تفضیل نص سے ثابت ہے، ورنہ کم از کم مہاجرین وانصار کے درمیان دور نبوی میں بلا نکیر جو معمول ومشہور رہا اس سے ثابت ہے، اور صحابہ وتابعین کے اس طرز عمل سے ثابت ہے جو عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ظاہر ہوا، یعنی سب نے بغیر کسی رغبت ورہبت کے عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر خلافت کی بیعت کی اور ان میں سے کسی نے بھی اس تولیت کا انکار نہ کیا۔ ❷

اس سلسلہ میں مذکورہ تمام نصوص قوی دلیل ہیں، ان میں عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی احقیت کی طرف اشارہ موجود ہے اور یہ شک وشبہ سے بالاتر ہے، اس سلسلہ میں عاملین کتاب وسنت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں، کتاب وسنت پر عمل کرنے والے سعادت مندوں کا یہ گروہ، اہل سنت والجماعت ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کی احقیت خلافت کا عقیدہ رکھے اور مکمل طور پر ان نصوص کو تسلیم کرے جو اس پر دلالت کرتی ہیں۔ ❸

۶۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسی طرح ان کے بعد ان کے نقش قدم پر چلنے والے اہل سنت والجماعت کا اس باب پر اجماع ہے کہ عثمان بن عفان، عمر رضی اللہ عنہما کے بعد خلافت نبوت کے سب سے زیادہ مستحق تھے، کسی نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا ہے بلکہ سب نے اس کو تسلیم کیا ہے، کیوں کہ آپ شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بعد مطلقاً سب سے افضل ہیں۔ عثمان کی عمر رضی اللہ عنہما کے بعد احقیت خلافت پر اجماع بہت سے علمائے حدیث وغیرہم نے نقل کیا ہے۔ ❹

۱۔ ابن ابی شیبہ نے حارثہ بن مضرب سے روایت کی ہے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حج کیا تو لوگوں کو دیکھا کہ انہیں اس سلسلہ میں کوئی شک نہیں تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے بعد ہونے والے خلیفہ عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ ❺

۲۔ ابونعیم اصفہانی نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا تھا، میرے گھٹنے عمر رضی اللہ عنہ کے گھٹنے سے لگ رہے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے لوگ کس کو امیر بنائیں گے؟ آپ نے

---

❶ عقیدة اهل السنة (۲/ ٦٦٤)

❷ منهاج السنة النبوية / ابن تيمية (۳/ ١٦٥)

❸ عقيدة اهل السنة والجماعة فى الصحابة الكرام / د. ناصر بن على عايض حسن الشيخ: ۲/ ٦٦٤.

❹ عقيدة اهل السنة والجماعة: ۲/ ٦٦٥.

❺ المصنَّف: ١٤/ ٥٨٨.

فرمایا: لوگوں نے اپنا معاملہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے حوالے کر رکھا ہے۔ ❶

۳۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے شریک بن عبداللہ القاضی سے روایت نقل کی ہے، فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمانوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا، اگر وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ افضل کسی کو سمجھ رہے ہوتے تو گویا انہوں نے دھوکا دیا۔ پھر ابوبکر نے عمر رضی اللہ عنہما کو خلیفہ مقرر کیا انہوں نے عدل وحق کو لوگوں میں نافذ کیا، پھر جب وہ اس دنیا سے رخصت ہونے لگے تو چھ افراد پر مشتمل شوریٰ بنا دی، وہ عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت پر جمع ہو گئے، اگر وہ عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ افضل کسی کو سمجھتے ہوتے تو گویا انہوں نے ہم کو دھوکا دیا۔ ❷

مذکورہ بیانات سے یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی ہی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان یہ بات مشہور تھی کہ خلافت کے زیادہ مستحق عثمان رضی اللہ عنہ ہی ہیں، کیوں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے علم میں بعض وہ نصوص تھے جن میں اس بات کی طرف اشارہ موجود تھا کہ خلافت نبوت کی ترتیب میں فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کا نمبر ہوگا، اور وہ جانتے تھے کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بعد لوگوں میں مطلقاً سب سے افضل عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ ❸

۴۔ ابن سعد نے نزال بن سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا گیا تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے لوگوں میں جو سب سے افضل بچے تھے ان کو خلیفہ بنایا ہے اور افضل کو اختیار کرنے میں ہم نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ ❹

۵۔ حسن بن محمد الزعفرانی کا بیان ہے کہ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا: لوگوں نے بالاجماع ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا، پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد چھ افراد پر مشتمل شوریٰ تشکیل دی، اور انہیں حکم دیا کہ اپنے میں سے ایک کو خلیفہ منتخب کر لیں، شوریٰ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کر لیا۔ ❺

ابو حامد محمد المقدسی نے امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف یہ قول منسوب کیا ہے: جان لو امام حق عمر رضی اللہ عنہ کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ ہیں، کیوں کہ شوریٰ نے خلیفہ کے انتخاب کو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا، اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے آپ کو خلیفہ منتخب کر لیا، اور صحابہ نے آپ کی رائے کو درست قرار دیتے ہوئے اس پر اجماع کر لیا، اور عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حق کی راہ پر قائم رکھا، عدل وانصاف کو عام کیا، یہاں تک کہ جام شہادت نوش کر لیا۔ ❻

---

❶ كتاب الامامة والرد على الرافضة ص: ۳۰۶.

❷ ميزان الاعتدال فی نقد الرجال/ محمد بن عثمان الذهبی (۲/ ۲۷۳) (یعنی ایسا ہرگز نہیں ہوا ہے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اس لیے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کو خلیفہ مقرر کیا اور عمر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے افضل عثمان رضی اللہ عنہ تھے اس لیے ان کو خلیفہ بنایا گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم امت کو دھوکا دینے والے نہ تھے۔) (مترجم)

❸ عقيدة اهل السنة والجماعة فی الصحابة الكرام/ د. ناصر بن علی عايض حسن الشيخ (۲/ ٦٦٦)

❹ الطبقات الكبرىٰ: ۳/ ٦۳. ❺ مناقب الشافعی/ البیهقی: ۱/ ٤۳٤۔٤۳٥. ❻ الرد علی الرافضة، ص (۳۱۹۔۳۲۰)

۶۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے: لوگ جس طرح عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت پر متفق ہوئے کسی کی بیعت پر متفق نہ ہوئے۔ ❶

۷۔ ابو الحسن الاشعری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عمر رضی اللہ عنہ کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کی امامت ان اصحاب شوریٰ کی قرار داد سے ثابت ہوئی جن کو عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے مقرر کیا تھا، انہوں نے آپ کو منتخب کیا، اور آپ کی امامت سے راضی ہوئے، اور آپ کے فضل و عدل پر اجماع کیا۔ ❷

۸۔ ترتیب خلافت کے بارے میں سلف صالحین اور اہل حدیث کے عقیدہ کو بیان کرتے ہوئے عثمان صابونی رحمہ اللہ نے اولاً ابوبکر، پھر عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: پھر عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت شوریٰ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع سے وجود میں آئی، تمام نے ان کو پسند کر کے خلافت کی باگ ڈور انہیں سونپ دی۔ ❸

۹۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام مسلمانوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی، کوئی بھی پیچھے نہیں ہٹا، جب قوت و طاقت والوں نے بیعت کر لی تو آپ امام قرار پا گئے، ورنہ اگر عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما بیعت کر لیتے اور علی رضی اللہ عنہ اور دیگر قوت و طاقت والے صحابہ بیعت نہ کرتے تو امام نہ قرار پاتے، لیکن جب عمر رضی اللہ عنہ نے چھ افراد، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، عبدالرحمن رضی اللہ عنہم پر مشتمل شوریٰ تشکیل دے دی اور پھر طلحہ، زبیر اور سعد رضی اللہ عنہم نے راضی وخوشی خود اپنا نام واپس لے لیا تو صرف عثمان، علی، اور عبدالرحمن رضی اللہ عنہم باقی رہے۔ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے حق خلافت سے دست بردار ہوتے ہوئے عثمان و علی رضی اللہ عنہ دونوں میں سے ایک کو خلیفہ نامزد کرنے کی ذمہ داری سنبھالی اور تین دن تک اپنی نیند حرام کر کے سابقین اولین اور دیگر صحابہ کرام اور سپہ سالاران فوج رضی اللہ عنہم سے رائے و مشورہ کرتے رہے، مسلمانوں نے انہیں عثمان رضی اللہ عنہ کو منتخب کرنے کا مشورہ دیا، اور پھر تمام لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی، یہاں نہ ان کو عثمان رضی اللہ عنہ سے کسی چیز کی لالچ تھی اور نہ ان سے کسی چیز کا خوف تھا، اسی لیے بہت سے اسلاف و ائمہ جیسے ابو ایوب سختیانی، احمد بن حنبل اور دار قطنی وغیرہم نے فرمایا: جس شخص نے علی رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ پر مقدم کیا اس نے مہاجرین و انصار پر اتہام باندھا اور ان پر عیب لگایا۔ یہ واضح ترین دلیل ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ افضل ہیں کیوں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کو اپنی پسند و مشورہ سے مقدم رکھا۔ ❹

❶ منهاج السنة (٣/ ٦٦)۔ السنة / الخلال، ص (٣٢٠)

❷ الإبانة عن اصول الديانة، ص ٦٨ .

❸ عقيدة السلف و اصحاب الحديث ضمن الرسائل المنيرية (١/ ١٣٩)

❹ منهاج السنة (١/ ١٣٤)

۱۰۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
مروی ہے کہ شوریٰ نے خلیفہ کے انتخاب کی مکمل ذمہ داری عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی تھی کہ وہ مسلمانوں میں جو افضل ہے اس کو خلیفہ منتخب کرنے کی پوری کوشش کریں، تو انہوں نے ممبران شوریٰ اور دیگر حضرات جن تک پہنچ سکتے تھے ان سے اس سلسلہ میں گفتگو کر کے رائے معلوم کی تو سب ہی نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے حق میں رائے دی، یہاں تک کہ آپ نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر میں آپ کو والی نہ بناؤں تو آپ اس منصب کے لیے کس کا نام پیش فرماتے ہیں؟ جواب میں علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کا۔ اور عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر میں آپ کو والی نہ بناؤں تو آپ اس منصب کے لیے کس کا نام پیش فرماتے ہیں؟ فرمایا: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا۔

بظاہر یہ اس وقت کا معاملہ ہے جب مسئلہ خلافت تین دن کے اندر محصور نہیں ہوا تھا اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے افضل ترین کو منتخب کرنے کے لیے اپنے آپ کو اس حق سے الگ نہیں کیا تھا۔

پھر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان دونوں یعنی عثمان و علی رضی اللہ عنہما کے سلسلے میں لوگوں سے صلاح و مشورہ شروع کیا، خاص و عام سب کی رائے معلوم کرنے لگے، الگ الگ، ایک ساتھ، دو دو، تنہا تنہا، خلوت و جلوت میں سب سے ملے، یہاں تک کہ پردہ نشین خواتین کے پاس پہنچے، ان کی رائے بھی معلوم کی، مکاتب میں بچوں سے ملے ان سے بھی پوچھا، حتیٰ کہ ان تین دنوں کے دوران میں جو مسافر اور دیہات کے رہنے والے مدینہ پہنچے ان سے بھی رائے معلوم کی، تو کسی کو عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں اختلاف کرتے ہوئے نہیں پایا۔

اس طرح عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے تین دن اور تین رات پوری محنت کی، نیند بھر نہ سوئے، اپنا سارا وقت نماز، دعا، استخارہ اور لوگوں سے صلاح و مشورہ میں گزار دیا، اور کسی کو عثمان رضی اللہ عنہ پر کسی کو مقدم کرتے ہوئے نہیں پایا، یہاں تک کہ وہ رات آئی جس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کا چوتھا دن طلوع ہونے والا تھا، آپ اس رات اپنے بھانجے مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور ان سے کہا: علی و عثمان کو بلا لاؤ، وہ بلا لائے۔ وہ دونوں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان دونوں حضرات کو خبر دی کہ میں نے لوگوں سے دریافت کیا تو لوگ آپ دونوں کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے ہیں، پھر آپ نے ان دونوں حضرات سے عہد لیا کہ اگر ان کو والی بنایا جائے تو وہ عدل و انصاف کو قائم کریں گے اور اگر ان پر دوسرے کو والی بنایا گیا تو اس کی اطاعت کریں گے، پھر عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے وہ عمامہ زیب تن کیا جو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا کیا تھا، اور تلوار لٹکائی، اور مسجد تشریف لائے۔ مہاجرین و انصار کے سربرآوردہ لوگوں کو بلا بھیجا اور ''الصلاۃ جامعۃ'' کے اعلان سے مسجد لوگوں سے بھر گئی اور تنگ ہوگئی، لوگ سمٹ سمٹ کر بیٹھے یہاں تک کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے بیٹھنے کی جگہ نہ ملی، لوگوں کے آخر میں جگہ ملی وہ بڑے شرمیلے تھے۔

پھر عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ منبر نبوی پر تشریف لائے، بڑی دیر تک کھڑے رہے طویل دعا کرتے رہے، لوگ سن نہ سکے پھر اپنی بات کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا: لوگو! میں نے آپ حضرات سے خفیہ وعلانیہ تمہارے خلیفہ کے بارے میں دریافت کیا تو میں نے پایا کہ آپ حضرات ان دونوں کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے، یا علی یا عثمان۔ فرمایا: اے علی اٹھو، علی رضی اللہ عنہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے پاس منبر کے نیچے جا کھڑے ہوئے۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ تھام کر فرمایا: کیا تم میرے ہاتھ پر اللہ کی کتاب، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے فعل کے مطابق حکومت کرنے کی بیعت کرتے ہو؟ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، لیکن اپنی وسعت و طاقت بھر۔ پھر عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ چھوڑ دیا، پھر فرمایا: اے عثمان اٹھو، وہ آپ کے پاس آ کر کھڑے ہوئے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: کیا تم میرے ہاتھ پر اللہ کی کتاب، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے فعل کے مطابق حکومت کرنے کی بیعت کرتے ہو؟ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں۔ پھر آپ نے اپنا سر مسجد کی چھت کی طرف اٹھایا، آپ کے ہاتھ میں عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھا اور فرمایا: اے اللہ سن لے اور گواہ رہ! اے اللہ سن لے اور گواہ رہ! اے اللہ میری گردن پر جو ذمہ داری ڈالی گئی تھی میں نے اس کو عثمان کی گردن پر ڈال دی۔ اس کے بعد لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو منبر کے پاس گھیر لیا، اور بیعت کے لیے لوگوں کی بھیڑ لگ گئی۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی جگہ منبر پر بیٹھے اور عثمان رضی اللہ عنہ کو منبر کے دوسرے زینہ پر بیٹھایا اور لوگ آ آ کر بیعت کرنے لگے، سب سے پہلے علی رضی اللہ عنہ نے بیعت کی۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے دوسرے نمبر پر بیعت کی۔ ❶

اجماع سے متعلق مذکورہ بیانات سے قطعی طور سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت باجماع صحابہ رضی اللہ عنہم پوری ہوئی اور کسی نے بھی اس سلسلہ میں اختلاف نہ کیا۔ ❷

۷۔ عثمان رضی اللہ عنہ پر علی رضی اللہ عنہ کو فوقیت دینے کا حکم:

اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ جو شخص علی رضی اللہ عنہ کو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہ پر فوقیت وفضیلت دیتا ہے وہ گمراہ اور بدعتی ہے، اور جو شخص علی رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ پر فوقیت وفضیلت دیتا ہے وہ غلطی پر ہے اس کو گمراہ و بدعتی قرار نہیں دیتے۔ ❸ اگرچہ بعض اہل علم نے اس پر سخت نکیر کی ہے جو علی رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ پر فوقیت دیتا ہے۔ فرماتے ہیں: جس نے علی رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ پر فوقیت دی تو گویا اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس خیانت سے متہم کیا کہ انہوں نے امانت کو ادا نہ کرتے ہوئے علی رضی اللہ عنہ پر عثمان رضی اللہ عنہ کو ترجیح دے دی۔ ❹

---

❶ البدایة والنهایة: ۷/ ۱۵۹۔۱۶۱۔

❷ عقیدة اهل السنة والجماعة فی الصحابة الکرام/ د. ناصر بن علی عایض الشیخ: (۲/ ۶۷۱)

❸ مجموع الفتاوی: ۳/ ۱۰۱۔۱۰۲۔

❹ حقبة من التاریخ/ عثمان الخمیس ص: (۶۶)

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل سنت عثمان رضی اللہ عنہ کی فوقیت وفضیلت اور انہیں مقدم رکھنے پر قائم ہیں، لیکن جمہور اہل سنت کے نزدیک اس مسئلے کا تعلق اصول سے نہیں ہے کہ جس کے مخالف کو گمراہ قرار دیا جائے، بلکہ اصل مسئلہ خلافت کا ہے کہ جس کے مخالف کو گمراہ قرار دیا جائے گا۔ اہل سنت کا ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ ابوبکر پھر عمر پھر عثمان اور پھر علی رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں، اور جو شخص ان خلفائے اربعہ میں سے کسی کی خلافت پر طعن کرے وہ اپنے گدھے سے زیادہ گمراہ ہے۔ ❶

عثمان پر علی رضی اللہ عنہما کی فوقیت وفضیلت سے متعلق اہل علم کے دو اقوال ہیں:

۱۔ یہ جائز نہیں ہے، لہٰذا جس نے علی کو عثمان رضی اللہ عنہما پر فوقیت دی وہ سنت سے خارج ہو کر بدعت کے دائرے میں داخل ہو گیا، کیوں کہ اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کی مخالفت کی، اسی لیے کہا گیا ہے کہ جس نے عثمان رضی اللہ عنہ پر علی رضی اللہ عنہ کو فوقیت دی اور مقدم جانا اس نے مہاجرین وانصار پر اتہام لگایا۔
یہ قول بہت سے ائمہ سے مروی ہے انہی میں سے ایوب سختیانی، احمد بن حنبل اور دارقطنی رحمہم اللہ ہیں۔

۲۔ اس کو بدعتی نہیں کہا جائے گا کیوں کہ عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کے حالات ایک دوسرے سے قریب ہیں۔ ❷

---

❶ مجموع الفتاوی: ۳/ ۱۰۱-۱۰۲.

❷ مجموع الفتاوی: ٤/ ٢٦٧۔ (قول اوّل ہی راجح ہے کیوں کہ نصوص اسی کی موید ہیں۔) (مترجم)

(۲)

عثمان رضی اللہ عنہ کا منہج حکومت

عثمان رضی اللہ عنہ سے جب لوگوں نے بیعت کر لی تو آپ نے قوم کو خطاب فرمایا اور اس خطاب کے اندر اپنے سیاسی منہج کو واضح کرتے ہوئے بتلایا کہ وہ اپنی حکومت میں کتاب وسنت اور شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی سیرت کا التزام کریں گے، اور یہ وضاحت فرمائی کہ وہ حلم و بردباری اور حکمت سے حکومت چلائیں گے الا یہ کہ کوئی اپنے اوپر شرعی حدود کو لازم کر لے۔ پھر آپ نے انہیں دنیا کی طرف مائل ہونے اور اس کے فتنے میں مبتلا ہونے سے آگاہ کیا تاکہ ان کے درمیان باہمی کشمکش، بغض اور حسد برپا نہ ہو جس سے امت اختلاف و افتراق کا شکار ہو جائے۔ عثمان رضی اللہ عنہ اپنی ناقدانہ بصیرت سے اس امت کے اندر خواہش پرستی کی وجہ سے رونما ہونے والے فتنوں کو پردے کے پیچھے دیکھ رہے تھے۔ ❶

آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اما بعد (حمد وصلوٰۃ کے بعد)! مجھے خلافت کا مکلف کیا گیا ہے اور میں نے اسے قبول کر لیا ہے۔ خبردار میں بدعتی نہیں بلکہ متبع ہوں۔ آگاہ رہو تمہارے لیے مجھ پر کتاب وسنت کے بعد تین حقوق ہیں: اول یہ کہ میں اپنے سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کی ان چیزوں میں اتباع کروں جن پر تم نے اجماع کیا ہے اور طریقہ متعین کیا۔ اور تم اور اہل خیر نے جو طریقہ متعین کیا ہے وہ تمام لوگوں کے سامنے متعین کروں۔ اور دوسرے یہ کہ اپنے ہاتھ کو تم سے روکے رکھوں الا یہ کہ تم خود اپنے اوپر سزا کو لازم کر لو، یقیناً دنیا سرسبز وشاداب ہے اور لوگوں کی طرف لپکی ہے، اور بہت سے لوگ اس کی طرف مائل ہو چکے ہیں، لہٰذا تم دنیا کی طرف نہ مائل ہونا اور نہ اس پر اعتماد کرنا، دنیا قابل اعتماد نہیں ہے اور یاد رکھو وہ کسی کو چھوڑنے والی نہیں ہے الا یہ کہ جو اس کو خود چھوڑ دے۔'' ❷

بعض حضرات کا یہ کہنا کہ ''عثمان رضی اللہ عنہ پہلا خطاب کرنے کے لیے جب کھڑے ہوئے تو کانپ اٹھے اور یہ نہ سمجھ سکے کہ کیا کہنا ہے یہاں تک کہ معذرت کرتے ہوئے فرمایا: لوگو! پہلی مرتبہ سواری پر سوار ہونا مشکل ہوتا ہے اگر زندگی رہی تو صحیح طریقے سے خطاب کروں گا'' اس بات کو العقد الفرید ❸ کے مصنف وغیرہ نے ذکر کیا

---

❶ تحقیق مواقف الصحابة في الفتنة (۱/ ۳۹۲) ❷ تاريخ الطبري: ٥/ ٤٤٣ .

❸ العقد الفرید کے مصنف ابن عبد ربہ اندلسی ہیں۔ انہوں نے اس کتاب کے اندر اخبار و حکایات اور نوادر جمع کیے ہیں سند اور صحت کا اہتمام نہیں کیا ہے۔

ہے، لیکن اس کی سند صحیح نہیں ہے۔ ❶

والیان، عمال، سپہ سالاروں اور عام لوگوں کے نام عثمان رضی اللہ عنہ کے خطوط

عثمان رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے ایک سال تک تمام عمال و والیان کو اپنے منصب پر باقی رکھا کسی کو بھی معزول نہ کیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے والیان، عمال اور سپہ سالاروں کے نام جو خطوط تحریر کیے ہیں ان میں غور وفکر کرنے والے کو اس منہج کا پتہ چل جاتا ہے جس پر وہ چلنا اور امت کو چلانا چاہتے تھے۔ ❷

ا۔ تمام والیان و امرائے حکومت کے نام عثمان رضی اللہ عنہ کا پہلا خط:

''حمد وصلاۃ کے بعد! یقیناً اللہ تعالیٰ نے امراء و حکام کو حکم فرمایا ہے کہ وہ راعی (نگہبان) بنیں، ٹیکس وصول کرنے والا نہ بنیں۔ اس امت کے اولین لوگ راعی بنائے گئے تھے، ٹیکس وصول کرنے والے نہیں بنائے گئے تھے۔ قریب ہے کہ تمہارے امراء ٹیکس وصول کرنے والے بن جائیں اور راعی کی پوزیشن نہ سنبھال سکیں، اگر ایسا ہوا تو حیا، امانت اور وفا داری ختم ہو جائے گی۔ خبردار! معتدل اور بہترین سیرت یہ ہے کہ تم مسلمانوں کے مسائل میں غور وفکر کرو، ان کا جو حق ہے اس کو ادا کرو، اور ان پر جو حق ہے ان سے وصول کرو، پھر ذمیوں کے مسائل میں غور کرو، ان کا جو حق ہے اس کو ادا کرو، اور ان پر جو حق ہے ان سے وصول کرو۔ پھر دشمن کے سلسلہ میں غور وفکر کرو جس کے مقابلے میں تم ڈٹے ہو اور وفاداری سے ان پر فتح حاصل کرو۔'' ❸

عثمان رضی اللہ عنہ نے امراء و والیان کے نام اپنے اس خط کے اندر رعایا سے متعلق ان کے واجبات کو بیان کیا ہے اور انہیں یہ بتلایا ہے کہ ان کی ذمہ داری اور ڈیوٹی صرف مال جمع کرنا نہیں ہے بلکہ ان کی ڈیوٹی، رعایا کے مصالح کا خیال رکھنا ہے، اسی لیے اس سیاست کو واضح کیا جس کو انہیں امت کے درمیان نافذ کرنا تھا، وہ یہ کہ رعایا پر جو واجبات ہیں اس کو وصول کریں اور ان کے جو حقوق ہیں اس کو ادا کریں۔ اگر انہوں نے یہ سیاست اختیار کی تو امت درست رہے گی، اور جب اس کے برعکس ٹیکس وصول کرنے والے بن جائیں اور ان کے پیش نظر بس مال جمع کرنا ہو تو پھر حیاء اور امانت و وفا داری مفقود ہو کر رہے گی۔ ❹

---

❶ خلافة عثمان بن عفان / د۔ السلمی ص (٣٤۔٣٥) مذکورہ روایت واقدی کی سند سے مروی ہے جو متروک راوی ہے۔

❷ تحقیق مواقف الصحابة فی الفتنة/ د. محمد امحزون: ١/ ٣٩٣.

❸ تاریخ الطبری: ٥/ ٢٤٤.

❹ تحقیق مواقف الصحابة: ١/ ٣٩٣.

والیان و امراء کے نام عثمان رضی اللہ عنہ کے اس خط میں عادلانہ سیاست، اجتماعیت اور معیشت کے اقدار سیاسی، اجماعی، اقتصادی پر زور دیا گیا بایں طور پر کہ حق داروں کے حقوق کو ادا کیا جائے، اور ان سے حقوق کو وصول کیا جائے، سیاسی تحفظ کی شان کو بلند کیا جائے، ٹیکس کی وصولیابی اور مال میں اضافہ کرنا مقصود نہ بننے پائے۔ ❶

اس خط کے اندر عثمان رضی اللہ عنہ نے اس انجام سے آگاہ کیا ہے جب والیان و امراء راعی کے بجائے ٹیکس وصول کرنے والے اور مال جمع کرنے والے بن جائیں یعنی یہ سبب ہے مکارم اخلاق کی کمی کا جس کی مثال حیا، امانت اور وفاداری سے دی ہے۔ راعی و رعیت اور امراء و رعایا مضبوط تعلقات کے اہم ترین دھاگے میں پروئے ہوئے ہیں، اور طرفین میں ایک ہدف پر اتفاق سے اس میں مضبوطی اور استحکام پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ ہدف اللہ رب العالمین کی رضا کی تلاش ہے۔ والی کو چاہیے کہ وہ امام وقت کے لیے اطاعت، ولاء اور امانت و وفا جو کچھ پیش کرتا ہے اس سے اس کا مقصود یہی ہدف ہو اور حیاء کی چادر جس کی طرف عثمان رضی اللہ عنہ نے اشارہ فرمایا ہے سب کو اپنے سایہ میں لیے ہوئے ہو، اور قبیح امور کے ارتکاب اور کسی کے جذبات کو مجروح کرنے اور حرج میں مبتلا کرنے سے مانع ہو۔

پھر عثمان رضی اللہ عنہ اس خط کے اندر اپنے امراء و والیان کو رعایا کے درمیان عدل کو قائم رکھنے کی وصیت فرماتے ہیں، بایں طور کہ وہ ان کے حقوق کو ادا کریں اور ان پر عائد ہونے والے حقوق کو ان سے وصول کریں۔ اس خط میں ایک انتہائی اہم ترین نکتے کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا ہے وہ یہ کہ ایفائے عہد، دشمن پر فتح و نصرت کے اہم ترین اسباب میں سے ہے، اور تاریخ نے یہ واضح کیا ہے کہ مسلمانوں کے اداری اور جنگی تفوق و برتری کے سلسلہ میں اس بلند اخلاقی کا زبردست اثر رہا ہے۔ ❷

۲۔ سپہ سالاروں کے نام عثمان رضی اللہ عنہ کا خط:

مختلف خطوط میں سپہ سالاروں کے نام پہلا خط جاری کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

''حمد و صلوٰۃ کے بعد! یقیناً تم مسلمانوں کے پاسبان اور دفاع کرنے والے ہو۔ عمر رضی اللہ عنہ نے تمہارے لیے جو اصول و ضابطے مقرر کیے ہیں وہ ہم میں سے کسی پر مخفی نہیں بلکہ وہ ہمارے سامنے طے ہوئے تھے۔ خبردار میں یہ نہ سننے پاؤں کہ کسی نے اس میں کوئی تغیر و تبدل کیا ہے، ورنہ اللہ تمہیں بدل دے گا اور تمہاری جگہ دوسروں کو لا کھڑا کرے گا۔ تم دیکھو تمہیں کیا کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس چیز میں غور و فکر کرنے اور اس کو قائم رکھنے کی ذمہ داری میرے سر ڈالی ہے میں اس کو دیکھ رہا ہوں۔'' ❸

---

❶ الدولۃ الإسلامیۃ فی عصر الخلفاء الراشدین/ حمدی شاھین ص: (۲٤٦)

❷ التاریخ الاسلامی، مواقف و عبر / د. عبدالعزیز الحمیدی: ۱۲/ ۳٦۹.

❸ تاریخ الطبری: ٥/ ۲٤٤.

اس خط کے اندر عثمان رضی اللہ عنہ نے اس حقیقت کو واشگاف کیا کہ خلیفہ کے بدلنے سے امور سلطنت میں کوئی تغیر نہیں پیدا ہوگا، کیوں کہ خلفاء وامراء سب کا منہج عمل ایک ہی ہے وہ یہ کہ لوگوں کی زندگی میں اسلام کا نفاذ ہو۔

اور اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان کہ ''عمر رضی اللہ عنہ نے تمہارے لیے جو اصول و ضابطے مقرر کیے ہیں وہ ہم میں سے کسی پر مخفی نہیں بلکہ وہ ہمارے سامنے طے ہوئے تھے۔'' اس بات کی طرف کھلا اشارہ ہے کہ ان خلفاء کی حکومت شورائیت پر قائم تھی، جس کا یہ نتیجہ ہے کہ تمام اہم امور و مسائل اپنی تمام تفاصیل کے ساتھ اہل حل وعقد کے سامنے ہوتے ہیں، اس لیے ایک حاکم کے جانے کے بعد جب دوسرا حاکم آتا ہے تو وہ بھی اسی منہج پر کاربند ہوتا ہے کیوں کہ ہدف سب کے سامنے واضح ہوتا ہے۔

عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان کہ ''کوئی تغیر وتبدل نہ کرنا ورنہ اللہ تمہیں بدل دے گا۔'' اس کے اندر اس کائنات میں سنت الٰہی کا صحیح فہم پنہاں ہے۔ اولیاء اللہ کے ساتھ اللہ کی توفیق اور حمایت ونصرت اور اس کی معیت، شریعت کے التزام اور امر الٰہی کی اتباع کے ساتھ مشروط ہے، جب لوگ اس میں تغیر وتبدل کا شکار ہوں گے تو اللہ تعالیٰ غلبہ واقتدار کی حالت کو بدل دے گا اور ان کی جگہ دوسروں کو لا کھڑا کرے گا۔ ❶

ارشاد الٰہی ہے:

﴿لَهُ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْۗءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ⑪﴾ (الرعد: ۱۱)

''اس کے پہرے دار انسان کے آگے پیچھے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں، کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں، جو ان کے دلوں میں ہے، اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو سزا دینے کا ارادہ کر لیتے ہیں تو وہ بدلا نہیں کرتا، اور سوائے اس کے کوئی بھی ان کا کارساز نہیں۔''

اس خط کے اندر آپ نے انہیں اس بات سے آگاہ فرمایا کہ وہ اپنے واجبات سے واقف رہیں اور اس کو ادا کرنے میں لگے رہیں تاکہ واجبات کے شعور واحساس اور اس پر عمل پیرا ہونے میں راعی ورعیت کے درمیان اتحاد واتفاق قائم رہے اور ہر فرد کے اندر یہ شعور بیدار ہو کہ اپنی قوم کے لیے اسی طرح کام کرے جس طرح اپنی ذات کے لیے کرتا ہے۔ ❷

۳۔ خراج وصول کرنے والوں کے نام عثمان رضی اللہ عنہ کا خط:

خراج وصول کرنے والوں کے نام پہلا خط تحریر کرتے ہوئے فرمایا:

❶ التاریخ الاسلامی: ۱۲/ ۳۷۰.
❷ عثمان بن عفان/ صادق عرجون، ص (۱۹۹)

''حمد و صلوٰۃ کے بعد! اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا ہے اور حق ہی قبول فرماتا ہے۔ حق لو اور حق ادا کرو، امانت کا خیال رکھو، امانت کا خیال رکھو، اس پر قائم رہو، پہلے امانت ضائع کرنے والے نہ بنو، ایسی صورت میں تم بھی اپنے اس کرتوت کی وجہ سے اپنے بعد کے لوگوں کے شریک کار بنو گے۔ وفاداری کا خیال رکھو، وفاداری کا خیال رکھو، نہ یتیم پر ظلم کرو، اور نہ معاہد پر، کیوں کہ جو ان پر ظلم کرے گا اللہ اس کا مدمقابل ہوگا۔'' ❶

عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے اس خط میں وزرائے مال کو خصوصیت کے ساتھ مخاطب کیا جو افراد امت سے مال کو جمع کرتے ہیں تاکہ وہ امت کے مصالح عامہ میں خرچ کیا جائے، آپ نے ان کے سامنے یہ واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حق ہی کو قبول فرماتا ہے اور حق امانت و وفا پر قائم ہے۔

پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے رعیت میں سے دو طرح کے لوگوں کو خصوصیت سے ذکر کیا، جو ان میں کمزور ترین ہیں یعنی یتیم اور معاہد۔ ان پر مظالم سے احترام کرنے پر ابھارا کیوں کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کا حامی و مددگار ہے۔ ❷ اور یہ یاد دہانی کرائی کہ اگر ان پر ظلم کریں گے تو غضب الٰہی کو دعوت دیں گے، کیوں کہ جو ان کمزوروں پر ظلم ڈھائے گا اللہ اس کا مدمقابل ہوگا، اس کے اندر عظمت اسلام کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اسلام مظلومین کی نصرت و مدد کی دعوت دیتا ہے اگرچہ یہ معاہد کفار ہی کیوں نہ ہوں۔ ❸

۴۔ عام رعایا کے نام عثمان رضی اللہ عنہ کا خط:

''حمد و صلوٰۃ کے بعد! تم اقتداء و اتباع کے مقام کو پہنچ چکے ہو، لہٰذا دنیا تمہیں تمہارے اس منہج سے نہ پھیرے، کیوں کہ جب اس امت کے اندر تین چیزیں جمع ہو جائیں تو اس امت کا معاملہ بدعت کی طرف چل پڑے گا: نعمتوں کی فراوانی، جنگی قیدی خواتین سے تمہاری اولاد کا بلوغت کو پہنچنا، اور عجم و دیہاتیوں کا قرآن پڑھنا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((الکفر فی العجمة ، فإذا استعجم علیهم امر تکلفوا ابتدعوا .)) ❹

''کفر عجمیوں میں ہے جب ان پر کوئی معاملہ دشوار گزرتا ہے تو تکلف کرتے ہیں اور بدعت ایجاد کرتے ہیں۔''

---

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۲۴۴)

❷ عثمان بن عفان / صادق عرجون ص (۱۹۸)

❸ التاریخ الاسلامی (۲۰/ ۳۷۱)

❹ تاریخ الطبری: ۵/ ۱۴۵.

اس خط کے اندر ہم دیکھتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے امت کے عام لوگوں کو اتباع سنت کی طرف رغبت دلائی اور تکلف اور ابتداع سے منع فرمایا اور انہیں اس بات سے متنبہ فرمایا کہ جب تین چیزیں ان میں جمع ہو جائیں تو حالات میں تبدیلی رونما ہو گی:

۱۔ نعمتوں کی فراوانی کہ اس سے نفس میں کبر وغرور جنم لیتا ہے اور اس کو آسائش وآرام پسند بنا دیتی ہے، محنت وعمل سے روک کر فراغ اور سستی کا شکار کر دیتی ہے، اس کی قوت کمزور ہو جاتی ہے اور عزائم سرد پڑ جاتے ہیں۔

۲۔ جنگی قیدی خواتین سے اولاد کا بلوغت کو پہنچنا، اسلامی معاشرہ میں سیاسی، اجتماعی، دینی پہلو سے ان کے اثرات پر اسلامی تاریخ کے صفحات شاہد ہیں۔

۳۔ عجم اور دیہاتیوں کا قرآن پڑھنا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کا اس سے مقصود یہ ہے کہ چوں کہ دیہاتیوں کی طبیعت میں کھٹور پن اور سختی ہوتی ہے اس لیے قرآنی ہدایت ان کے دلوں میں خیر کا مقام نہیں پاتی، اور اسی طرح عجم کے اندر جو موروثی اخلاق، عقائد اور قدیم عادات گھر کر چکے ہوتے ہیں جو ان کے اور قرآنی طریقہ ہدایت کے درمیان دوری پیدا کرتے ہیں۔ دیہاتیوں کا یہ اثر فرقہ خوارج میں نمایاں ہوا جن کی اکثریت کھٹور طبیعت کی تھی اور سخت قسم کے لوگ تھے، لوگوں میں سب سے زیادہ قرآن پڑھنے والے تھے، لیکن اسی طرح قرآنی ہدایت سے بھی اتنا ہی دور تھے، پھر ان کے علاوہ عجم کا اثر ان کے مبتدعانہ مذاہب اور متکلف فیہ آراء میں ظاہر ہوئے جو مسلمانوں کے عقائد میں خالص برائی کی شکل میں ثابت ہوا اور انہی میں اکثر گمراہ فرقے وجود پذیر ہوئے جنھوں نے اسلامی تاریخ میں انتہائی خطرناک کردار ادا کیا۔ ❶

حکومت کا اصل ماخذ ومصدر

ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان کیا کہ ان کی حکومت کا اصل ماخذ کتاب وسنت اور شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء ہے، چنانچہ آپ نے فرمایا: خبردار ہو جاؤ، میں بدعتی نہیں بلکہ متبع ہوں، آگاہ ہو تمہارے لیے کتاب وسنت کے بعد تین حقوق ہیں: اول یہ ہے کہ میں ان کی اتباع کروں جو مجھ سے پہلے گزرے ہیں اور جس پر تم نے اجماع کیا ہے اور جو تم نے طریقہ متعین کیا ہے۔ ❷

اولین مصدر و ماخذ کتاب اللہ ہے:

ارشاد ربانی ہے:

﴿ إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِمَآ أَرَىٰكَ ٱللَّهُ ۚ وَلَا تَكُن

---

❶ عثمان بن عفان / صادق عرجون ص (۱۹۹)

❷ تاریخ الطبری: ۵/ ۴۴۳.

لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ﴿١٠٥﴾ ﴾ (النساء: ١٠٥)

''یقیناً ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ اپنی کتاب نازل فرمائی ہے تا کہ تم لوگوں میں اس چیز کے مطابق فیصلہ کرو جس سے اللہ نے تم کو شناسا کیا ہے اور خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنو۔''

اللہ کی کتاب قرآن، مسائل حیات سے متعلق تمام تر شرعی احکام پر مشتمل ہے، اسی طرح تمام شعبہ ہائے زندگی کی اصلاح کے لیے قطعی احکام اور اساسی اصول پر مشتمل ہے، اور اسی طرح قرآن نے مسلمانوں کے لیے حکومت وسلطنت کے تمام اساسیات ومبادی کو بیان کر دیا ہے جن کی انہیں ضرورت پڑنے والی ہے۔

دوسرا مصدر و ماخذ سنت مطہرہ:

سنت مطہرہ سے اسلامی دستور اپنے اصول اخذ کرتا ہے، اور اسی سنت مطہرہ ہی کی روشنی میں قرآنی احکام کی تنفیذی اور تطبیقی اصولوں کی معرفت ممکن ہے۔ ❶

شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((اقتدوا باللذين من بعدى: ابى بكر و عمر .))❷

''میرے بعد ان دونوں ابوبکر وعمر کی اقتداء کرنا۔''

ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی حکومت شریعت کے تابع رہی، اور اسلامی شریعت کو ہر تشریع اور ہر قانون پر بالادستی حاصل رہی، اور اس حکومت نے ہمارے لیے روشن تصویر پیش کی ہے کہ اسلامی حکومت شریعت کی حکومت ہے، اور اپنے تمام شعبوں میں شریعت کے تابع ہے، اور اس حکومت میں حاکم شرعی احکام کا پابند ہے، اس سے سر مو آگے پیچھے نہیں ہوسکتا ہے۔ ❸

ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی حکومت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معاشرہ میں شریعت سب پر مقدم تھی، حاکم ومحکوم سب اس کے تابع تھے، اور خلیفہ کی اطاعت اللہ کی اطاعت کے ساتھ مقید تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((لا طاعة فى المعصية ، إنما الطاعة فى المعروف .))❹

''معصیت میں کسی کی اطاعت جائز نہیں، اطاعت تو صرف بھلائی کے کاموں میں ہے۔''

---

❶ فقه التمكين فى القرآن الكريم/ الصلابى ص (٤٣٢)

❷ صحيح الترمذى: ٣/ ٢٠٠ .

❸ نظام الحكم فى الاسلام ص (٢٢٧)

❹ البخارى: ٧١٤٥ .

شریعت کا حکومت پر غلبہ اور بالادستی خلافت راشدہ کے خصائص میں سے ہے، خلافت راشدہ کی حکومت دیگر حکومتوں سے متعدد خصائص سے ممتاز قرار پاتی ہے:

- اسلامی خلافت کے اختصاصات عام ہیں یعنی دینی و دنیاوی تمام امور کے درمیان توازن کو قائم رکھتی ہے۔
- اسلامی خلافت احکام شریعت کے نفاذ کی ذمہ دار ہوتی ہے۔
- اسلامی خلافت اسلامی دنیا کی وحدت کو برقرار رکھتی ہے۔ (1)

خلیفہ کے محاسبہ کا امت کو حق:

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ خلیفہ مطلق العنان نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس کے جملہ اختیارات دو شرطوں کے ساتھ مقید ہوتے ہیں:

۱۔ کتاب وسنت کی نص صریح کی مخالفت نہ کرے، اور جو قدم بھی اٹھائے وہ روح شریعت اور اس کے مقاصد سے ہم آہنگ ہو۔

۲۔ امت اسلامیہ کی متفقہ رائے سے اختلاف نہ کرے، اور اس کے ارادے سے باہر نہ نکلے۔

چونکہ کہ خلیفہ امت کی نیابت کرتا ہے، وہ اپنا اقتدار و اختیار یہیں سے حاصل کرتا ہے، اسے اقتدار و اختیار کی تحدید وتمدید میں اسی امت ہی کی طرف رجوع ہونا ہوتا ہے، اس لیے امت ہمہ وقت یہ اختیار رکھتی ہے کہ چاہے اس کے اقتدار و اختیار میں وسعت پیدا کرے یا پابندی لگائے، بشرطیکہ امت کے مصالح اور امر الٰہی کی احسن طریق سے پابندی پیش نظر ہو۔ (2) لیکن محاسبہ کا یہ عمل مجلس شوریٰ کے ذریعے سے انجام پذیر ہوگا۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کے محاسبہ کے سلسلے میں امت کے اس حق کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا:

"اگر تم کتاب اللہ میں یہ پاؤ کہ میرے پیروں میں بیڑیاں ڈال دو تو تم بشوق میرے پیروں میں بیڑیاں ڈال دو۔" (3)

چنانچہ جب کچھ شرپسندوں نے بزعم خویش آپ کی حکومت میں کچھ غلطیاں نکالیں اور پھر آپ کے خلاف مظاہرہ کیا تو آپ نے اصلاح کا وعدہ کیا اور ان پر گرفت نہ کی اور ان کے حق کو سلب نہ کیا۔ (4)

شورائیت:

اسلامی سلطنت کے اساسیات میں سے حکام و قائدین سلطنت کا مسلمانوں کے ساتھ شورائیت کا حتمی و

---

(1) فقه الخلافة/ السنهوري، ص ٨٠.

(2) الدولة والسيادة/ د. فتحي عبدالكريم ص (٢٦٨)

(3) مسند الامام احمد، الموسوعة الحديثية (٥٢٤)

(4) الدولة والسيادة، ص (٣٧٩) اوپر یہ بات آچکی ہے کہ خلیفہ کا محاسبہ مجلس شوریٰ کے ذریعے سے ہوگا، مظاہرہ اور اجتماع جلوس اسلامی تعلیم کے منافی ہے، اور امام وقت کی سمع وطاعت کو لازم پکڑنا ہے اور نصح وخیر خواہی پر قائم رہنا ہے۔ (مترجم)

ضروری ہونا، اور ان کی رضا و رائے کا پاس رکھنا، اور شورائیت کے ساتھ حکومت کو چلانا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝﴾ (آل عمران: ۱۵۹)

''اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں، اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے، سو آپ ان سے درگزر کریں، اور ان کے لیے استغفار کریں اور کام کا مشورہ ان سے کیا کریں، پھر جب آپ کا پختہ ارادہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝﴾ (الشوری: ۳۸)

''اور جو اپنے رب کے فرمان کو قبول کرتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ان کا ہر کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے اور جو ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے (ہمارے نام پر) دیتے ہیں۔''

عثمان رضی اللہ عنہ نے مہاجرین و انصار اور اکابرین صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ تشکیل دے رکھی تھی۔ ❶ اور عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے قائدین اور عاملوں سے کہا تھا: تم اس پر ڈٹے رہو جس پر عمر رضی اللہ عنہ تمہیں چھوڑ کر گئے ہیں۔ اس میں تبدیلی مت لانا، اور جو بھی اشکال تمہیں پیدا ہو ہماری طرف رجوع کرو، ہم امت کو جمع کر کے مشورہ کریں گے پھر تمہیں جواب دیں گے۔ ❷

چنانچہ آپ کے قائدین و سپہ سالار جب بھی حملہ کرنے اور اسلامی فتوحات میں پیش قدمی کرنے کا ارادہ کرتے تو آپ سے اجازت اور مشورہ طلب کرتے، اور ایسی حالت میں عثمان رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو جمع کرتے، اور ان سے اس سلسلہ میں قرارداد پاس کرنے اور اس کی تیاری و تنفیذ اور مناسب منصوبہ وضع کرنے کے سلسلہ میں مشورہ کرتے، پھر اس کی روشنی میں سپہ سالارانِ خلافت کو اجازت دیتے۔ ❸

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے خلیفۃ المسلمین عثمان رضی اللہ عنہ کو خط ارسال کیا جس میں انہوں نے دربار

---

❶ الإدارة العسكرية فی الدولة الاسلامية (۱/ ۲۷۷)

❷ الإدارة العسكرية فی الدولة الاسلامية (۱/ ۲۷۷) منقول از تاریخ طبری۔

❸ فتوح مصر ص (۸۳)

خلافت سے افریقہ کے اطراف و جوانب پر حملہ آور ہونے کے سلسلہ میں اجازت طلب کی، کیوں کہ رومی جزیرے مسلمانوں سے قریب تھے جن سے خطرہ تھا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں اولاً مشورہ کیا پھر اجازت دی اور مسلمانوں کو اس کے لیے تیار کیا۔ ❶

اسی طرح معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے جب جزیرہ قبرص اور روڈس پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا تو اولاً مرکزی قیادت سے مشورہ طلب کیا اور اس کی اجازت مانگی، اور ان کو بھی مرکزی قیادت سے مجلس مشاورت کے اجتماع اور اس موضوع پر بحث ونظر کے بعد ہی اجازت ملی۔ ❷

اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ کے سپہ سالار آپس میں جنگی مہموں کی تنفیذ اور انتظام وانصرام کے لیے مشورے کیا کرتے تھے ❸ جیسا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے خود جمع قرآن سے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا، عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جب ہرمزان کو قتل کر دیا تو اس سلسلہ میں بھی آپ نے مشورہ طلب کیا، فتنہ کی سرکوبی کے لیے مفید تدابیر سے متعلق اور قضا وغیرہ سے متعلق آپ نے جو موقف اختیار کیا جس کی تفصیل اسی کتاب میں آپ مطالعہ کریں گے، اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ آپ کی خلافت شورائیت پر قائم تھی۔

عدل ومساوات:

اسلامی حکومت کے اہداف میں سے اسلامی نظام کے ایسے اصول وضوابط کو قائم کرنے کا اہتمام کرنا بھی ہے جو اسلامی معاشرہ کو قائم کرنے میں مدد و معاون ثابت ہوں۔ ان اہم اصول وضوابط میں سے ایک چیز عدل و مساوات ہے، چنانچہ ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے مختلف صوبوں میں لوگوں کے نام یہ پیغام جاری کیا: بھلائی کا حکم دو برائی سے روکو، مومن اپنے آپ کو ذلیل نہ ہونے دے۔ ان شاء اللہ میں قوی کے خلاف ضعیف کے ساتھ ہوں اگر وہ مظلوم ہے۔ ❹

آپ کی سیاست عدل کی اعلیٰ شکلوں پر قائم تھی، چنانچہ آپ نے والی کوفہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ پر جو آپ کے ماں شریک بھائی تھے اس وقت حد جاری کی جب ان کی شراب نوشی کی شہادت لوگوں نے دی، اور پھر اس عہدے سے ان کو سبکدوش کر دیا، اور ان کی جگہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو والی مقرر فرما دیا، کیوں کہ اہل کوفہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی تولیت سے متفق نہ ہوئے۔ اس کی تفصیل آئندہ ان شاء اللہ آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

اسی طرح ایک مرتبہ آپ اپنے ایک خادم پر کسی وجہ سے ناراض ہوئے اور اس کی گوشمالی کر دی اس کی وجہ سے رات کو آپ کو نیند نہ آئی یہاں تک کہ اس خادم کو اپنے پاس بلایا، اور اس کو حکم دیا کہ وہ اپنا بدلہ لے، اور ان کے کان کی گوشمالی کرے، خادم نے شروع میں انکار کیا، لیکن جب دیکھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ اس پر بضد ہیں تو اس

---

❶ فتوح مصر ص (١٨٣)
❷ الإدارة العسكرية (١/ ٢٧٨)
❸ الإدارة العسكرية (١/ ٢٧٨)
❹ تاريخ الطبرى: ٤/ ٤١٤.

نے بدلہ میں ان کے کان کی گوشمالی کی، پھر عثمان رضی اللہ عنہ کو نیند آئی۔ ❶

حریت وآزادی:

حریت ان بنیادی اصولوں میں سے ہے جس پر خلفائے راشدین کی حکومت قائم تھی، جو تمام لوگوں کی عام حریت کا ضامن ہے، بشرطیکہ یہ حریت اسلامی شرعی حدود کے دائرے میں ہو اور اس سے متناقض نہ ہو۔ لوگوں کی حریت سے متعلق اسلامی دعوت انتہائی وسیع دعوت تھی جو تمام لوگوں کو شامل ہے، تاریخ میں اور کسی دعوت کے اندر یہ شمولیت اور عموم نہیں پایا گیا ہے۔ خلفائے راشدین کے دور میں دور حاضر میں معروف اور زبان زد حریتیں معروف ومحفوظ تھیں ❷ جیسے حریت عقیدہ، حریت ملکیت، حریت رائے، حریت آمد و رفت، حق آمن، حرمت مسکن۔

احتساب (امر بالمعروف ونہی عن المنکر):

امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے احتساب کا خود اہتمام فرمایا اور اس پر دوسروں کو بھی مامور کیا۔ آپ نے خود اس فریضہ کو مختلف مواقع پر ادا کیا۔

زعفرانی رنگ کا کپڑا پہننے پر اعتراض:

محمد بن جعفر کو جب زعفرانی رنگ کا لباس زیب تن کیے ہوئے پایا تو ان پر اعتراض کیا، چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے حج کے ارادہ سے مکہ کی طرف کوچ فرمایا: اور ادھر محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ آگئیں۔ انہوں نے ان کے ساتھ مدینہ میں شب باشی کی، اور پھر صبح حج کے لیے روانہ ہوئے، ان پر خوشبو کے اثرات تھے اور گاڑھے زعفرانی رنگ کی چادر زیب تن کیے ہوئے تھے، پھر اسی حالت میں مقام ملل پر جا کر قافلہ حج سے ملے، جب عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو اس حالت میں دیکھا تو ان کو ڈانٹا اور فرمایا: تم زعفرانی رنگ کا لباس پہنتے ہو حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ ❸

عدت وفات میں حج وعمرہ کے لیے جانے والی خواتین پر اعتراض:

جو خواتین عدت وفات میں حج یا عمرہ کے لیے نکلتی تھیں ان کو روک دیتے تھے۔ چنانچہ امام عبدالرزاق نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ عمر وعثمان رضی اللہ عنہما عدت وفات میں حج وعمرہ کے لیے نکلنے والی خواتین کو جحفہ اور ذوالحلیفہ سے واپس کر دیا کرتے تھے۔ ❹

---

❶ نظام الحکم فی عهد الخلفاء الراشدين/ حمد محمد الصمد ، ص (۱٤۹)
❷ نظام الحکم فی عهد الخلفاء الراشدين/ حمد محمد الصمد ، ص (۱۵۷، ۱۵۸)
❸ مسند احمد (۵۱۷) احمد شاکر نے فرمایا اس کی سند صحیح ہے۔ دیکھیے مسند احمد پر آپ کی تعلیق (۳۸۳/۱)
❹ المصنف (۱۲۰۷۱).

کبوتر کو ذبح کرنے کا حکم:

جب اللہ تعالیٰ نے رزق میں وسعت دی اور آسائش و آرام کے دن آئے تو لوگوں نے کبوتر بازی کا مشغلہ شروع کر دیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں سختی سے اس سے منع کیا❶ اور کبوتروں کو ذبح کرنے کا حکم جاری کیا، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے خطبہ کے اندر کتوں کو قتل کرنے اور کبوتروں کو ذبح کرنے کا حکم جاری کرتے ہوئے سنا۔❷

چوسر و شطرنج کھیلنے پر اعتراض:

عثمان رضی اللہ عنہ چوسر و شطرنج کھیلنے سے لوگوں کو منع کرتے تھے، اور ان کے مہروں کو جلا دینے اور توڑ دینے کا حکم دیتے تھے، چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے زبید بن صلت سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا: لوگو! چوسر و شطرنج سے بچو، مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ یہ لوگوں کے گھروں میں موجود ہے، پس جس کے پاس بھی یہ ہو اسے وہ جلا ڈالے یا توڑ دے۔

دوسری مرتبہ عثمان رضی اللہ عنہ نے منبر سے فرمایا: ''لوگو! میں نے تم سے چوسر و شطرنج سے متعلق کہا تھا، لیکن تم نے اس کو نکال باہر نہیں کیا، میرا ارادہ ہے کہ میں کسی کو حکم دوں، وہ لکڑیوں کا گٹھر لائے اور پھر اسے ان لوگوں کے گھروں کو بھیجوں جن کے گھروں پر آلات ہیں، پھر ان کے گھروں کو ان کے اوپر جلا دوں۔''❸

فساد و برائی کا مرتکب اور ہتھیار اٹھانے والے کو مدینہ سے باہر نکال دینا:

جس کو فساد کا مرتکب پاتے یا ہتھیار اٹھائے ہوئے دیکھتے اس پر نکیر کرتے، اور مدینہ سے نکال باہر کر دیتے۔ سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کسی کو برائی کا مرتکب پاتے، یا لاٹھی یا اس سے بڑا کوئی ہتھیار اٹھائے ہوئے پاتے، تو اس کو مدینہ سے نکال باہر کر دیتے۔❹

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی تحقیر کرنے والے کی پٹائی:

آپ کے دور خلافت میں جب ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی تحقیر کی تو آپ نے اس شخص کی پٹائی کی اور جب آپ سے اس سلسلہ میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ہاں، کیوں نہ اس کی پٹائی کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے چچا کے مقام دین کی تعظیم کریں اور میں ان کی تحقیر کی رخصت دوں، جس نے بھی ایسا کیا، یا اس فعل سے راضی ہوا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی۔❺

---

❶ تاریخ الطبری: ۵/ ۴۱۵.
❷ الادب المفرد، باب ذبح الحمام (۱۳۰۷)
❸ السنن الکبریٰ/ کتاب الشهادات (۱۰/ ۲۱۵)
❹ تاریخ الطبری: ۵/ ۴۱۶۔ منقول از الحسبة فی العصر النبوی والعهدی و العهد الراشدی/ د۔ فضل الٰهی.
❺ تاریخ الطبری: ۵/ ۴۱۷.

شراب سے منع کرنا کیوں کہ یہ ام الخبائث ہے:

سنن نسائی اور سنن بیہقی میں عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

((اجتنبوا الخمر فانها ام الخبائث .))

"شراب سے بچو یہ ام الخبائث ہے۔"

گزشتہ قوموں میں ایک شخص بڑا عابد و زاہد تھا، ایک عورت نے اس پر فریفتہ ہو کر اس کو گمراہ کر دیا، اس نے اس شخص کے پاس اپنی لونڈی کو بھیجا، اس نے آکر اس عابد شخص سے کہا کہ وہ خاتون آپ کو گواہی کے لیے بلا رہی ہے، یہ شخص اس لونڈی کے ساتھ چل پڑا، جب اس کے قصر میں پہنچا تو جب دروازے سے گزرتا یہ لونڈی اس دروازے کو بند کرتی جاتی، یہاں تک کہ وہ ایک حسن و جمال کی پیکر خاتون کے پاس پہنچا اس کے پاس ایک لڑکا اور شراب کا مٹکا تھا، اس حسینہ نے اس عابد سے کہا کہ میں نے تمہیں شہادت کے لیے نہیں بلایا ہے، بلکہ تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ تم یا تو مجھ سے صحبت کر و یا ایک پیالہ شراب نوش کر لو یا اس بچے کو قتل کر دو۔ (اس کے علاوہ تمہارے لیے کوئی چارہ نہیں، اس نے اسی میں عافیت سمجھی کہ شراب پی لی) اس نے کہا مجھے ایک پیالہ شراب دے دو جب اس نے اس کو ایک پیالہ شراب پلایا تو اس نے مزید مطالبہ کیا یہاں تک کہ اس کے ساتھ زنا بھی کیا، اور اس بچے کو قتل بھی کیا۔ لہٰذا لوگو! شراب سے بچو، اللہ کی قسم ایمان اور شراب نوشی دونوں اکٹھے نہیں ہو سکتے، دونوں میں سے کوئی ایک اس سے ضرور نکل باہر ہوں گے۔ [1]

عثمان رضی اللہ عنہ کے خطبے اور حکمت کی باتیں

ا۔ قیامت کی تیاری سے متعلق خطبہ:

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا، پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا: لوگو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، یقیناً اللہ کا تقویٰ غنیمت ہے، لوگوں میں سب سے بڑا ہوشیار و زیرک وہ ہے جو اپنے نفس کو تابع کر لے، اور موت کے بعد آنے والی زندگی کے لیے کام کرے، اور قبر کی تاریکیوں کے لیے اللہ کا نور حاصل کرے۔ بندے کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں اسے قیامت کے دن اندھا نہ اٹھایا جائے حالاں کہ وہ دنیا میں بینا تھا۔ حکیم شخص کے لیے جامع کلمات کافی ہیں۔ بہرہ دور سے پکارا جاتا ہے۔ جان لو! اللہ جس کے ساتھ ہو وہ کسی سے نہیں ڈرتا، اور جس کے خلاف اللہ ہو وہ اللہ کے بعد کس سے امیدیں باندھ سکتا ہے؟ [2]

عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] سنن النسائی: کتاب الاشربة، موسوعة فقه عثمان ص (٥٢)

[2] صحیح التوثیق فی سیرة و حیاة ذی النورین ص (١٠٧)

((ان الحمّاء لتُقصُّ من القرناء یوم القیامة .)) ❶

''قیامت کے دن بے سینگ جانور کو سینگ والے جانور سے بدلہ دلایا جائے گا۔''

ب۔ مکارم اخلاق کی تذکیر:

عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم یقیناً ہم سفر و حضر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مریضوں کی عیادت فرماتے: ہمارے جنازوں کی تجہیز و تکفین میں شرکت فرماتے، ہمارے ساتھ جہاد کرتے، اور قلیل و کثیر کے ساتھ ہماری غمخواری فرماتے۔ کچھ لوگ اسے ہمیں سکھاتے ہیں حالاں کہ ان میں سے کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی دیکھا بھی نہیں ہوگا۔ ❷

ج۔ حکمت کی باتیں جو زبان زد ہوئیں:

❀ آپ نے فرمایا:

((لو طهرت قلوبنا ما شبعتم من كلام ربكم .)) ❸

''اگر ہمارے دل پاک ہوتے تو تم اپنے رب کے کلام سے آسودہ نہ ہوتے۔''

❀ آپ نے فرمایا:

((ما اسر احد سريرة الا ابداها الله تعالىٰ على صفحات وجهه و فلتات لسانه .)) ❹

''جب بھی کوئی شخص راز کی باتیں چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کے آثار اور زبان کی لغزشوں سے اس کو نمایاں کر دیتا ہے۔''

❀ آپ نے فرمایا:

((ان الله ليزع بالسلطان ما لا يزع بالقرآن .)) ❺

''یقیناً اللہ تعالیٰ سلطان کے ذریعے سے کچھ چیزوں کو میٹ دیتا ہے جو قرآن کے ذریعے سے نہیں میٹتا۔''

❀ آپ دنیا کو کوئی حیثیت نہیں دیتے تھے، چنانچہ آپ نے دنیا کے سلسلے میں فرمایا:

((هم الدنيا ظلمة فى القلب وهم الآخرة نور فى القلب .)) ❻

---

❶ الموسوعة الحديثية فی مسند احمد : (٥٢٠)

❷ صحیح التوثیق فی سیرة و حیاة ذی النورین ص (١٠٧)

❸ جامع العلوم و الحکم ص (٣٦٣)

❹ فرائد الكلام للخلفاء الكرام ص (٢٦٩)

❺ الكامل فی اللغة والادب (١/ ١٥٧)

❻ الاستعداد ليوم المعاد ، ص (٩)

''دنیا کی فکر دل میں ظلمت و تاریکی ہے اور آخرت کی فکر دل میں نور و روشنی ہے۔''

❀ آپ کی بلیغ حکمت کی باتوں میں سے یہ قول ہے:

((یکفیك من الحاسد انه یغتمُّ وقت سرورك .))❶

''حاسد کے سلسلے میں تمہارے لیے اتنا کافی ہے کہ جب تم خوش ہوتے ہو وہ غمگین ہوتا ہے۔''

❀ آپ نے فتنے کے ایام میں فرمایا:

((استغفر الله إن کنت ظلمت ، و قد عفوت إن کنت ظلمت .))❷

''میں اللہ سے مغفرت کا طالب ہوں اگر میں نے ظلم کیا ہے اور اگر مجھ پر ظلم کیا گیا ہے تو میں نے معاف کر دیا۔''

❀ آپ کی حکمت و موعظت کی باتوں میں سے یہ ارشاد ہے:

((إن لکل شیء آفة ، و لکل نعمة عاهة ، وإن آفة هذا الدین و عاهة هذه النعمة عیَّابون صغَّانون ، یرونکم ما تحبون ، و یسرون ما تکرهون ، طغام مثل النعام .))❸

''یقیناً ہر چیز کے لیے آفت ہے، اور ہر نعمت کے لیے زوال ہے، اور یقیناً اس دین کی آفت اور اس نعمت کا زوال عیب جو...... تمہاری پسندیدہ چیزوں کو ظاہر کرتے ہیں اور تمہاری ناپسندیدہ چیزوں کو چھپاتے ہیں، شتر مرغ کی طرح بے وقوف ہیں۔''

❀ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جب افریقہ کو فتح کر کے مدینہ پہنچے تو عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں خطاب کرنے کا حکم فرمایا۔ جب وہ اپنے خطاب سے فارغ ہوئے تو عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((انکحوا النساء علی آبائهن و اخوتهن ، فإني لم ار في ولد أبي بکر الصدیق أشبه به من هذا .))❹

''خواتین سے شادیاں ان کے آباء و اجداد اور بھائیوں کو دیکھ کر کیا کرو، میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں اس نوجوان سے زیادہ ان کے مشابہ نہیں پایا۔''

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی والدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما تھیں، عثمان رضی اللہ عنہ کا مقصود یہ تھا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ شجاعت و بہادری اور فصاحت و بلاغت میں اپنے نانا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مشابہ تھے۔❺

---

❶ مجمع الامثال/ المیدانی (۲/ ۴۵۳)
❷ تاریخ خلیفة بن خیاط ص (۱۷۱)
❸ مجمع الامثال/ المیدانی (۲/ ۴۵۳)
❹ البیان والتبیین (۲/ ۹۵)
❺ فرائد الکلام ص (۲۷۱)

❀ آپ نے فرمایا:

((ما من عامل يعمل عملا إلا كساه الله رداء عمله .)) ❶

''عمل کرنے والا جو عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عمل کی چادر اس کو اوڑھا دیتا ہے۔''

❀ آپ نے فرمایا:

مومن چھ طرح کے خوف سے گھرا ہوا ہے:

۱۔ اللہ کا خوف کہ کہیں اس سے ایمان نہ چھین لے۔

۲۔ نگران فرشتوں کا خوف کہ کہیں اس کے کسی کرتوت کو نوٹ نہ کر لیں، جس سے قیامت کے دن وہ رسوا و ذلیل ہو۔

۳۔ شیطان کا خوف کہ کہیں اس کے عمل کو برباد نہ کر دے۔

۴۔ ملک الموت کا خوف کہ کہیں اچانک غفلت کی حالت میں اس کی روح نہ قبض کر لے۔

۵۔ دنیا کا خوف کہ کہیں اس سے دھوکا نہ کھا جائے اور دنیا اس کو آخرت سے غافل نہ کر دے۔ ❷

❀ آپ نے فرمایا:

میں نے عبادت کی لذت چار چیزوں میں پائی:

۱۔ اللہ کے فرائض کی ادائیگی میں۔

۲۔ اللہ کے محارم سے اجتناب میں۔

۳۔ ثواب الٰہی کے حصول کی خاطر امر بالمعروف میں۔

۴۔ غضب الٰہی سے بچاؤ کی خاطر نہی عن المنکر میں۔ ❸

عثمان رضی اللہ عنہ اور شعر و شعراء:

شعر و شعراء کے ساتھ عثمان رضی اللہ عنہ کے تعلق کے سلسلے میں مراجع و مصادر کے اندر بہت ہی کم تذکرہ ملتا ہے، حالاں کہ آپ کی مدت خلافت بہ نسبت دیگر خلفائے راشدین کے طویل تھی، اور جو قلیل تذکرہ ملتا ہے اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ اسلامی عقیدہ کے اسی عام منہج پر قائم تھے جس کے نقوش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمائے تھے، اور جس راستے پر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما چلے تھے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان میں سے ہر ایک کا اپنا امتیازی ادبی مقام تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ علم کی گہرائی و

❶ الزهد/ امام احمد ص (۱۸۵)

❷ فرائد الکلام للخلفاء الکرام ص (۲۷۸)۔ مولف نے چھٹا خوف ذکر نہیں کیا۔ (مترجم)

❸ فرائد الکلام للخلفاء الکرام ص (۲۷۸)

وسعت، فن انساب، حسن مجالست اور روایت شعر میں شہرت رکھتے تھے، اور عمر رضی اللہ عنہ شعر کی تعلیم و تعلّم پر ابھارنے میں مشہور تھے، اور کوئی بھی واقعہ پیش آتا تو اس کی مثال میں شعر پیش کرتے، مزید برآں آپ خود شاعر تھے، لیکن عثمان رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں شعر و شاعری میں اس طرح کا انہماک یا شعراء سے گہرا تعلق مذکور نہیں ہے، یہ بات معہود ہے کہ شعراء حضرات امراء کے دروازوں پر ان کی خوشنودی اور عطیات کے حصول کی خاطر ٹوٹ پڑتے ہیں، لیکن یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وہ حضرات شہر اور دارالخلافہ کو چھوڑ کر بادیہ نشینی کو ترجیح دے رہے ہیں۔ ❶

ادبی اور تاریخی کتابوں میں بعض ابیات عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں، اور بعض ان اشعار کا ذکر آیا ہے جن کو عثمان رضی اللہ عنہ نے بطور مثال پیش کیا ہے۔ ان ابیات میں سے جو آپ نے کہے ہیں یہ ہیں:

واعلم ان اللہ لیس کصنعہ

صنیع ولا یخفی علی ملحد

''اور جان لو کہ اللہ کی کاریگری کی طرح کسی کی کاریگری نہیں، اور یہ کسی ملحد پر مخفی نہیں۔''

آپ اکثر اپنے کہے ہوئے اشعار پڑھا کرتے تھے، جس کی فہرست طویل ہے کسی اور سے یہ اشعار معروف نہیں ہیں:

تفنی اللذائذ ممن نال صفوتها

من الحرام ویبقی الإثم والعار

''ان سے لذتیں ختم ہو جائیں گی جنھوں نے اسے حرام سے حاصل کیا ہے اور صرف گناہ و عار باقی رہ جائے گا۔''

یلقی عواقب سوء من مغَبتها

لا خیر فی لذة من بعدها نار ❷

''وہ اس کے برے انجام کا مزہ چکھے گا، اس لذت میں کوئی خیر نہیں جس کے بعد آگ ہو۔''

جس دن بلوائی آپ کو قتل کرنے کے لیے آپ کے گھر میں گھسے اس موقع پر آپ نے یہ شعر کہا:

أری الموت لا یبقی عزیزًا ولم یدع

لعاذ ملاذا فی البلاد و مرتعاً ❸

''میں دیکھتا ہوں موت کسی عزیز کو باقی نہیں رکھتی اور نہ ملک میں کسی پناہ طلب کرنے والے کے لیے پناہ گاہ اور چراگاہ چھوڑتی ہے۔''

❶ ادب صدر الاسلام/ واضح الصمد ص (۹۹) ❷ شعراء الخلفاء/ نبال تیسیر الخماش ص (۲۷)
❸ البدایة والنهایة: ۷/ ۱۹۲۔

اور جب آپ کے گھر میں آپ کا محاصرہ کر لیا گیا تو آپ نے اس موقع پر یہ شعر کہا:

يُبَيِّتُ اهل الحصن و الحصن مغلق
ويأتي الجبال الموت شرافها العُلا ❶

"قلعے والے سو رہے ہوتے ہیں اور قلعہ بند ہوتا ہے، اور موت پہاڑ کی بلند و بالا چوٹیوں پر آ پہنچتی ہے۔"

نیز آپ سے یہ شعر بھی مروی ہے:

غنيُّ النفس يغني النفس حتى يكفها
و إن عضها حتى يضر بها الفقر

"نفس کی بے نیازی نفس کو بے نیاز کر دیتی ہے، یہاں تک کہ اس کو بچا لیتی ہے، اگرچہ حالات سخت ہو جائیں، یہاں تک کہ فقر و محتاجی اسے نقصان پہنچائے۔"

وما عسرة فاصبر لها إن لقيتها
بكائنة إلا سيتبعها يسر

"جو مشکلات بھی پیش آئیں صبر کرو اس کے بعد آسانی ہے۔"

ہم شعر کے آخری بیت کو دیکھتے ہیں کہ وہ قرآنی معانی پر مشتمل ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝﴾ (نشرح: ٦)

"یقیناً سختی کے ساتھ آسانی ہے۔"

ایسے مسلم خلیفہ کے لیے یہ کوئی انوکھی اور نئی چیز نہیں جس کی نشوونما اور تربیت سیدنا محمد ﷺ کی زیرعاطفت ہوئی ہو آپ شریعت اسلامیہ سے متعارض ہجو پر مشتمل اشعار پر سزا دیتے، اور اچھے اشعار پر تعریف کرتے، اور اس کو سننا پسند فرماتے اور یہ سب اسلامی مفاہیم کے ضمن میں داخل ہے۔ ❷

تیسرے خلیفہ راشد نے اگرچہ شعر کا اہتمام نہ کیا اور شعراء کو اپنے قریب نہ کیا لیکن فسادیوں کے ہاتھوں آپ کی شہادت نے سیاسی اشعار کی ترقی کا دروازہ کھول دیا، اور بعد کے اسلامی ادوار میں موثر صحافتی فن قرار پایا۔ آپ کی شہادت کی مناسبت سے بہت سے شعراء صحابہ نے اشعار کہے۔ ❸ ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں اس کا تذکرہ ملاحظہ فرمائیں گے۔

---

❶ البداية والنهاية: ٧/ ١٩٢۔

❷ ادب صدر الاسلام/ واضح الصمد ص: (١٠٢)

❸ الأدب الاسلامی / د۔ نائف معروف ص: (١٩٠)

(۳)

اہم شخصی اوصاف

ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شخصیت قائدانہ تھی اور آپ ربانی قائد کے اوصاف سے متصف تھے، ہم یہاں بعض کو اجمالاً اور بعض کو تفصیلاً ذکر کریں گے۔ آپ کے اہم ترین اوصاف یہ ہیں:

اللہ اور یوم آخرت پر عظیم ایمان، علم شرعی، اللہ پر اعتماد و یقین، قدوہ و اسوہ، صدق و صفا، کمال وشجاعت، مروت و زہد، حب نصیحت، تواضع، قبول نصیحت، حلم و بردباری، صبر، علوہمت، حزم و دوراندیشی، قوی ارادہ، عدل، مشکلات کوحل کرنے کی قدرت وصلاحیت، تعلیم اور قائدین کو تیار کرنے کی صلاحیت وقدرت وغیرہ وغیرہ۔

ربانی قیادت کی جو صفات اللہ تعالیٰ نے آپ کے اندر ودیعت کر رکھی تھیں آپ نے ان کے ذریعے سے حکومت کی حفاظت فرمائی، اور مفتوحہ علاقوں میں رونما ہونے والی بغاوتوں کا قلع قمع کیا، اور پوری ثابت قدمی کے ساتھ اللہ کے فضل وتوفیق سے اسے متعین اہداف کی طرف لے کر چلے۔

وہ اہم ترین اوصاف جس پر ہم یہاں روشنی ڈالنا چاہتے ہیں یہ ہیں:

علم اور تعلیم وتربیت کی قدرت وصلاحیت:

عثمان رضی اللہ عنہ کا شمار کتاب وسنت کے اکابر علماء صحابہ میں ہوتا ہے اور عنقریب ہم آپ کے قضائی، مالی، جہادی، اور فقہی اجتہادات کا تذکرہ ان شاء اللہ کریں گے۔

آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے نقش قدم کے اتباع کے انتہائی حریص تھے، چنانچہ عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ عبیداللہ بن عدی بن خیار نے انہیں خبر دی کہ مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن اسود بن عبدیغوث نے ان سے کہا: تم اپنے ماموں امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ سے ولید بن عقبہ کے بارے میں کیوں نہیں گفتگو کرتے، ان کے کیے پر لوگ آپس میں کثرت سے چہ میگوئیاں کر رہے ہیں؟ عبیداللہ کا بیان ہے کہ ایک روز جب امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ نماز کے لیے نکلے میں آپ کے سامنے آیا اور عرض کیا مجھے آپ سے کام ہے وہ یہ کہ میں آپ کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے شخص میں اللہ کی تم سے پناہ چاہتا ہوں۔ پھر میں (عبیداللہ) واپس آ گیا، جب نماز ہوگئی تو میں مسور اور ابن عبدیغوث کے پاس جا بیٹھا اور انہیں اس کی خبر دی ان دونوں نے مجھ سے کہا: تم نے اپنی ذمہ داری ادا کر دی، ابھی میں ان دونوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ امیر المومنین کا فرستادہ آ پہنچا۔ ان دونوں نے مجھ سے کہا: اللہ کی ابتلاء میں تم پڑ گئے، میں امیر المومنین کے پاس چل پڑا، جب آپ کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا: تم ابھی کیا نصیحت کرنا چاہتے تھے؟ حمد وصلوٰۃ کے بعد میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے

محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا اور ان پر کتاب نازل فرمائی، تو آپ ان لوگوں میں تھے جنھوں نے اللہ و رسول کی دعوت پر لبیک کہا، اور آپ ﷺ کے طریقہ و نقش قدم کو آپ نے دیکھا ہے، لوگ ولید کے سلسلہ میں کثرت سے باتیں کر رہے ہیں، لہٰذا آپ پر حق ہے کہ آپ اس پر حد شرعی نافذ کریں۔ اس پر عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے بھانجے! کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو پایا ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں، لیکن آپ ﷺ کا علم اور یقین مجھے پہنچا ہے جو کنواریوں کو پردے کے پیچھے پہنچ جاتا ہے۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا: اما بعد! اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تو میں ان لوگوں میں تھا جنھوں نے اللہ و رسول کی دعوت پر لبیک کہا، اور محمد ﷺ کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان لایا، پھر میں نے دونوں ہجرتیں کیں جیسا کہ تم کہتے ہو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی۔ اللہ کی قسم میں نے نہ کبھی آپ کی نافرمانی کی اور نہ آپ کو دھوکا دیا یہاں تک کہ آپ وفات پا گئے۔ پھر آپ کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، ہم نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، اللہ کی قسم نہ کبھی آپ کی نافرمانی کی اور نہ آپ کو دھوکا دیا، یہاں تک کہ آپ وفات پا گئے، پھر عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، اللہ کی قسم میں نے نہ کبھی ان کی نافرمانی کی اور نہ دھوکا دیا یہاں تک کہ وہ وفات پا گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے خلافت عطا کی تو کیا میرا تم پر وہ حق نہیں جو ان کا میرے اوپر تھا؟ میں نے کہا کیوں نہیں۔ تو آپ نے فرمایا: تو پھر میں یہ کیا باتیں سن رہا ہوں؟ اور جو تم نے ولید سے متعلق باتیں کی ہیں تو ان شاء اللہ عنقریب میں اس پر حق قائم کروں گا۔ پھر آپ نے ولید کو کوڑے لگوائے، اور علی رضی اللہ عنہ کو مامور کیا کہ وہ ولید کو کوڑے لگائیں، چنانچہ انہوں نے کوڑے لگائے۔ [1]

ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت کو لازم پکڑا، آپ ﷺ کے علم اور طور و طریقہ سے بھرپور استفادہ کیا اور اکابر علماء صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار ہوئے۔

آپ رضی اللہ عنہ اپنی رعیت کی مفید رہنمائی و ہدایت پر قدرت رکھتے تھے، اور انہیں ان کے واجبات کی تعلیم اور علم و تجربہ کی روشنی میں حاصل شدہ اپنے افکار و خیالات اور تجربات کو ان تک منتقل کرنے کی صلاحیت آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود تھی، تاکہ وہ دعوت و تربیت، تعلیم و جہاد اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تیاری کے میدان میں ترقی کریں۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی رہنمائی و ہدایت میں سے آپ کا خطبہ خلافت ہے جس کے اندر آپ نے اللہ کی حمد و ثنا اور نبی کریم پر درود و سلام کے بعد فرمایا:

> ''یقیناً تم امن و امان میں ہو، اور عمر کے باقی حصے میں ہو، لہٰذا حتی المقدور موت سے قبل نیکیاں کر لو، موت صبح یا شام آکر رہے گی۔ خبردار ہو جاؤ! یقیناً دنیا کی فطرت میں دھوکا ہے، لہٰذا تم کو دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور دھوکا باز تمہیں اللہ سے دھوکے میں نہ رکھے، جو گزر چکے ہیں ان سے عبرت حاصل کرو پھر کوشش کرو اور غفلت نہ برتو، دنیا کے پرستار کہاں گئے جنھوں نے اس کو ترجیح دی

---

[1] فضائل الصحابة: (۱/ ۵۹۷) (۷۹۱) إسناده صحيح

اور آباد کیا اور طویل عرصہ تک اس سے لطف اندوز ہوتے رہے، کیا دنیا نے ان کو نکال نہیں پھینکا؟ دنیا کو اس کے عوض پھینک دو جو بہتر ہے۔ ❶ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾﴾ (الکھف: ٤٥۔٤٦)

''ان کے سامنے دنیا کی زندگی کی مثال (بھی) بیان کرو جیسے پانی جسے ہم آسمان سے اتارتے ہیں اس سے زمین کا سبزہ ملا جلا (نکلا) ہے پھر آخرکار وہ چورہ چورہ ہو جاتا ہے، جسے ہوائیں اڑائے لیے پھرتی ہیں، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ مال اور اولاد دنیا کی ہی زینت ہے، اور (ہاں) البتہ باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے نزدیک از روئے ثواب اور (آئندہ کی) اچھی توقع کے بعد بہتر ہیں۔''

خلیفہ ثالث عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ خلافت جن معانی و مفاہیم کے گرد گردش کر رہا ہے وہ اللہ رب العزت اور دنیا میں زہد کی طرف متوجہ ہونے پر لوگوں کو ابھارتا ہے، اور موقع و محل کے مناسب بھی یہی تھا، کیوں کہ اسلام روئے زمین میں پھیل چکا تھا، اور اسے غلبہ وقوت حاصل ہو چکی تھی، مختلف ممالک فتح ہو چکے تھے، اور دنیا ناز و نعم کے ساتھ مسلمانوں کے پاس سمٹ آئی تھی، لوگوں کے اندر دنیا کے سلسلہ میں مقابلہ کا جذبہ برپا ہو چکا تھا خاص کر ان لوگوں کے اندر جو صحابیت کا شرف حاصل نہ کر سکے تھے، لہٰذا آپ کا بیان و فرمان مقام کے بالکل موافق تھا۔ ❷

عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد احادیث روایت کیں جن سے امت مستفید ہوئی۔ چنانچہ ابو عبدالرحمٰن سلمی وہ حدیث بیان کرتے ہیں جو انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے سن کر اس پر عمل کیا۔ سعد بن عبید، ابو عبدالرحمٰن سلمی سے اور وہ عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((خیرکم من تعلم القرآن و علمه)). ❸

''تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔''

اس حدیث کو سن کر ابو عبدالرحمٰن سلمی نے عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قرآن پڑھانا شروع کیا یہاں تک کہ حجاج بن یوسف برسر اقتدار آیا۔ ❹ ابو عبدالرحمٰن سلمی فرماتے ہیں:

❶ البدایة والنهایة: ۷/ ۱۵۳. ❷ الکفاءة الإداریة فی السیاسة الشرعیة/ القادری ص (۹۳)

❸ البخاری: ۵۰۲۸. ❹ عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آغاز سے لے کر حجاج بن یوسف کے اختتام اقتدار تک تین ماہ کم بہتر (۷۲) سال ہوتے ہیں، اور عثمان رضی اللہ عنہ کے اختتام خلافت سے لے کر حجاج بن یوسف کے آغاز اقتدار تک ۳۸ سال ہوتے ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابو عبدالرحمٰن سلمی کے پڑھانے کے آغاز و اختتام کی تعیین معلوم نہیں۔ (فتح الباری: ۸/ ۶۹۵) (مترجم)

((هذا الذی اقعدنی مقعدی هذا)). ❶

''اسی نے مجھے اس مقام پر بٹھایا ہے۔''

اور شعبہ کی ایک روایت میں ہے کہ ابوعبدالرحمٰن سلمی نے فرمایا:

''اس نے مجھے اس مقام پر بٹھایا، اور وہ لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے۔'' ❷

عثمان رضی اللہ عنہ موقع ومحل کی مناسبت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مسلمانوں سے بیان کرتے رہتے تھے، آپ کی بیان کردہ چند احادیث یہ ہیں:

وضو کی اہمیت:

عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو فرمایا پھر فرمایا: کیا میں تم سے وہ حدیث نہ بیان کروں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے، اگر کتاب الٰہی کی ایک آیت نہ ہوتی تو میں تم سے اس حدیث کو بیان نہ کرتا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

((من توضا فاحسن الوضوء ثم دخل فصلی غفرله ما بينه و بين الصلاة الأخری حتی يصليها.)) ❸

''جس نے اچھی طرح وضو کیا، پھر داخل ہوا اور نماز پڑھی تو اس کے اور دوسری نماز جو پڑھے گا، دونوں کے درمیان کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔''

وضو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع:

حمران بن ابان عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے پانی منگایا پھر وضو فرمایا، کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا، پھر اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو تین تین بار دھویا، اور سر کا مسح کیا، اور دونوں قدموں کو دھویا، پھر ہنس پڑے پھر اپنے ساتھیوں سے فرمایا: تم مجھ سے دریافت نہیں کرو گے کہ میں کیوں ہنسا ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا: امیر المومنین آپ کے ہنسنے کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے تھوڑا سا پانی طلب کیا پھر جیسا میں نے وضو کیا ہے وضو فرمایا، پھر ہنس پڑے، پھر فرمایا: تم مجھ سے پوچھتے نہیں کہ میں کیوں ہنسا ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے ہنسنے کی وجہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ جب وضو کے لیے پانی طلب کرتا ہے اور پھر اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے جو گناہ بھی

---

❶ یہاں اشارہ اس حدیث کی طرف ہے جو عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کی تعلیم دینے میں لگ گیا تاکہ یہ فضیلت حاصل کر سکوں، اور اس کا بھی احتمال ہے کہ اشارہ عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف ہو۔ چنانچہ ابوعوانہ کی روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں: ((وهو الذی اجلسنی هذا المجلس)) ''انہوں نے ہی مجھے اس مقام پر بٹھایا ہے۔'' (فتح الباری: ٨/ ٦٩٥) (مترجم)

❷ الخلافة الراشدة/ د۔ يحيیٰ اليحيیٰ (٤٢٠، ٤٢١) دیکھیے: فتح الباری: (٨/ ٦٩٥) (مترجم)

❸ الموسوعة الحديثية/ مسند احمد (٤٠٠) اسناده صحيح

صادر ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیتا ہے، اور جب اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھ کے گناہ اسی طرح معاف کر دیتا ہے، اور جب مسح کرتا ہے تو سر کے گناہ اسی طرح معاف کر دیتا ہے اور جب اپنے دونوں قدموں کو دھوتا ہے تو اس کے قدموں کے گناہ اسی طرح معاف کر دیتا ہے۔ ❶

کفارات وضو:

عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من أتم الوضوء كما أمره الله عزوجل فالصلوات المكتوبات كفارات لما بينهن.)) ❷

''جس نے مکمل وضو کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا ہے تو فرض نمازیں ان کے مابین واقع ہونے والی گناہوں کے لیے کفارہ ہیں۔''

وضو دو رکعت نماز، اور گناہوں کی مغفرت:

عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کے لیے پانی منگایا، پھر آپ نے اپنے دائیں ہاتھ پر پانی انڈیل کر اس کو دھویا پھر پانی کے برتن میں اپنا دایاں ہاتھ داخل کیا اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو تین مرتبہ دھویا، پھر اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا، پھر سر کا مسح کیا پھر اپنے دونوں قدموں کو ٹخنوں سمیت تین مرتبہ دھویا، پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((من توضأ نحو وضوئي هذا ثم صلى ركعتين لا يحدث نفسه فيهما، غفر الله له ما تقدم من ذنبه.)) ❸

''جس نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا پھر دو رکعت نماز پڑھی، ان دونوں رکعتوں میں اپنے نفس سے بات نہیں کی تو اس کے گزشتہ جو گناہ تھے بخشش دیے گئے۔''

کلمہ اخلاص اور کلمہ تقویٰ:

((انی لأعلم كلمة لا يقولها عبد حقا من قلبه إلا حرم على النار.))

''یقیناً میں ایک کلمہ جانتا ہوں جو بندہ بھی اسے اپنے دل کی گہرائیوں سے کہے گا وہ جہنم پر حرام کر دیا جائے گا۔''

اس پر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں آپ سے بیان کروں کہ یہ کلمہ کیا ہے؟ یہ کلمۂ اخلاص ہے، جسے

---

❶ الموسوعة الحديثية / مسند احمد (٤١٥) صحيح لغيره.

❷ الموسوعة الحديثية / مسند احمد (٤٠٦) اسناده صحيح.

❸ الموسوعة الحديثية / مسند احمد (٤١٨) اسناده صحيح

اللہ تعالیٰ اور صحابہ رضی اللہ عنہم پر لازم قرار دیا تھا، اور یہی کلمہ تقویٰ ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب سے ان کی وفات کے وقت اقرار کرانا چاہا تھا، اور وہ ہے "لا الٰه إلا اللّٰه" کی شہادت۔ ❶

اللہ تعالیٰ کا صحیح علم اور اس کی سچی معرفت انسان کو جنت میں لے جائے گی:

عثمان رضی اللہ عنہ نبی کریم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من مات وهو يعلم ان لا إله إلا الله دخل الجنة.)) ❷

"جس کی موت اس حالت میں ہو کہ وہ اچھی طرح اس حقیقت کو جانتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔"

حسنات اور باقیات:

عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حارث کا بیان ہے کہ ایک دن عثمان رضی اللہ عنہ بیٹھے اور ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ بیٹھے، اتنے میں آپ کے پاس موذن نماز کی اطلاع دینے آیا، آپ نے پانی ایک برتن میں منگایا، میرے خیال میں اس میں ایک مد پانی رہا ہوگا پھر آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس وضوء کی طرح وضوء کرتے ہوئے دیکھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من توضأ وضوئي هذا فصلى صلاة الظهر غفرله ما بينها و بين الصبح، ثم صلى العصر غفرله ما بينها و بين صلاة الظهر، ثم صلى المغرب غفرله ما بينها و بين صلاة العصر، ثم صلى العشاء غفرله ما بينها و بين صلاة المغرب، ثم لعله أن يبيت يتمرغ ليلته، ثم ان قام فتوضأ و صلى الصبح غفرله ما بينها و بين الصلاة عشاء و هن الحسنات يذهبن السيئات.))

"جس نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا پھر ظہر کی نماز ادا کی تو اس کے اور صبح کے درمیان واقع ہونے والے گناہ بخش دیے گئے، پھر عصر کی نماز ادا کی تو اس کے اور ظہر کے درمیان واقع ہونے والے گناہ بخش دیے گئے، پھر مغرب کی نماز ادا کی تو اس کے اور عصر کے درمیان واقع ہونے والے گناہ بخش دیے گئے، پھر عشاء کی نماز ادا کی تو اس کے اور مغرب کے درمیان واقع ہونے والے گناہ بخش دیے گئے پھر شاید لوٹ پوٹ کر اس نے اپنی رات گزاری پھر اگر اٹھ کر وضو کیا اور صبح کی نماز ادا کی تو اس کے اور عشاء کے درمیان واقع ہونے والے گناہ بخش دیے گئے، یہی وہ حسنات ہیں جو سیئات کو میٹ دیتے ہیں۔"

لوگوں نے عرض کیا: اگر یہ حسنات ہیں تو باقیات کیا ہیں؟ تو عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

---

❶ مسند احمد (٤٤٧) اسناده قوی ❷ مسند احمد (٤٦٤) إسناده صحيح.

وہ ''لا إلـه إلا الـله، سبحان الله، الحمد لله، الله اكبر، اور لا حول ولا قوة إلا بالله'' ہیں۔ ❶

رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنے کی سنگینی:

عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من تعمد علی کذبا فلیتبوأ بیتا فی النار.)) ❷

''جو جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا گھر جہنم میں بنا لے۔''

یہ بعض وہ روایات ہیں جنھیں عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے، جو عثمان رضی اللہ عنہ کے علم اور سنت نبوی اور فقہ شریعت کا حریص ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

حلم و بردباری:

حلم و بردباری حکمت کے ارکان میں سے بنیادی رکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف مقامات پر اپنے آپ کو اس صفت سے متصف قرار دیا ہے۔ بطور مثال ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا ۖ وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٥٥﴾﴾ (آل عمران: ۱۵۵)

''تم میں سے جن لوگوں نے اس دن پیٹھ دکھائی جس دن دونوں جماعتوں کی مڈبھیڑ ہوئی تھی، یہ لوگ اپنے بعض کرتوتوں کے باعث شیطان کے پھسلانے میں آگئے، لیکن یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور تحمل والا ہے۔''

آپ حلم و بردباری اور عفو و درگزر میں مثالی درجہ کو پہنچے ہوئے تھے۔ خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ اقوال و افعال اور احوال میں رسول اللہ ﷺ کی اقتداء و پیروی کا سخت اہتمام کرتے تھے۔ آپ کے مختلف مواقف حلم اور ضبط نفس پر دلالت کرتے ہیں۔ واضح ترین موقف جو آپ کی بردباری پر واضح دلیل ہے وہ آپ کے محصور کیے جانے کا واقعہ ہے، جب کہ شرپسند آپ کو آپ کے گھر میں محصور کر کے آپ کے قتل کے درپے تھے، ان حالات میں آپ کے دفاع میں مہاجرین وانصار کی جو جماعت آپ کے پاس تھی آپ نے انہیں اپنے گھروں کو واپس چلے جانے کا حکم دے دیا، حالاں کہ وہ آپ کی حفاظت و دفاع کرنے پر قادر تھے۔ اللہ کی ملاقات کے شوق اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت میں آپ کی بردباری نمایاں تھی۔ ❸

رواداری و عالی ظرفی:

عطاء بن فروخ سے روایت ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے زمین خریدی، اس نے قیمت وصول کرنے

---

❶ مسند احمد (۵۱۳)۔ اسنادہ حسن ❷ مسند احمد (۵۰۷)۔ اسنادہ صحیح

❸ الکفاءة الإداریة فی السیاسة الشرعیة/ د. عبداللہ قادری، ص (٦٥)

میں تاخیر کی، آپ اس سے ملے اور کہا: تمہیں اپنا مال لینے میں کیا چیز مانع ہوئی؟ اس نے کہا: آپ نے مجھے دھوکا دیا ہے، جس سے بھی ملتا ہوں وہ مجھے ملامت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا یہ چیز مانع ہوئی ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: تمہیں اختیار ہے خواہ اپنی زمین لے لو یا قیمت، پھر فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((ادخل الله الجنة رجلا كان سهلا مشتريا و بائعا، و قاضيا و مقتضيا .)) ❶

''اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت میں داخل کرے گا جو خرید وفروخت اور لینے و دینے میں سہل اور روادار ہو۔''

یہ بیع و شراء میں رواداری کی اعلیٰ ترین مثال ہے، اور جود وسخا اور دنیا سے بے اعتنائی جو عثمان رضی اللہ عنہ کی فطرت میں داخل تھی اس کی اعلیٰ دلیل ہے۔ وہ مکارم اخلاق کے فروغ کے لیے دنیا کو غلام بناتے تھے جس میں سے ایک آپ کا اہم ترین ایثار ہے۔ دنیا آپ کو اپنا غلام نہیں بنا سکتی تھی کہ آپ کو انانیت میں مبتلا کر دے اور آپ اپنے خاص مصالح کو ترجیح دینے لگیں اگرچہ لوگوں کا نقصان ہو۔ ❷

نرمی:

اللہ تعالیٰ نے اس بات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان جتلایا ہے کہ اس نے آپ پر اور اپنے بندوں پر رحم کھاتے ہوئے نرمی کی صفت سے آپ کو متصف قرار دیا۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿١٦٠﴾ ﴾ (النساء: ١٦٠)

''اللہ کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں، اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے۔''

اس آیت کریمہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نرمی کی صفت اللہ کی رحمت ہے اور وہ اپنے جس بندے کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے آپ پر اور آپ جن کی طرف مبعوث کیے گئے تھے ان پر رحم کھاتے ہوئے اس صفت سے متصف کیا تھا، اور اس آیت سے یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ جو نرمی کی صفت سے متصف ہوتا ہے لوگ اس کو محبوب رکھتے ہیں اور اس کے گرویدہ ہوتے ہیں اور اس کے اوامر ونواہی کی لوگ پابندی کرتے ہیں۔ ❸

نرمی ان بہترین اور پاکیزہ صفات میں سے ہے جس سے عثمان رضی اللہ عنہ متصف تھے۔ آپ اپنی رعایا کے لیے انتہائی نرم اور امت کے لیے انتہائی شفیق ومہربان تھے، آپ کو ہر وقت یہ فکر دامن گیر رہتی تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی مصیبت زدہ ہو اور اس کی خبر نہ مل سکے، اور پھر آپ اس کی ضرورت پوری نہ کر سکیں۔ لوگوں کے حالات برابر معلوم کرتے رہتے تھے، کمزور کی مدد کرتے اور طاقتور سے حق وصول کرتے۔

---

❶ مسند احمد (٤١٠) ۔ حسن لغيره . ❷ التاريخ الاسلامي: ١٧، ١٨/ ١٢٦ .
❸ الكفاءة الإدارية ص (٦٩)

عفو ودرگزر:

عمران بن عبداللہ بن طلحہ سے روایت ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کے لیے نکلے، اور اس دروازے سے مسجد میں داخل ہونے لگے جس سے عام طور پر داخل ہوتے تھے، اتنے میں دروازہ تنگ ہوگیا، فرمایا دیکھو کیا بات ہے؟ لوگوں نے دیکھا تو ایک شخص خنجر یا تلوار لیے دروازہ کے ساتھ چھپا تھا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ اس شخص نے کہا: میں آپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے کھڑا تھا۔ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! تم کس بات پر مجھے قتل کرنا چاہتے تھے؟ اس نے کہا: آپ کے عامل نے یمن میں مجھ پر ظلم کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا تو نے اپنا معاملہ میرے پاس پیش کیا، اور پھر میں نے اپنے عامل سے تمہارا حق نہیں دلایا جس کی وجہ سے تو نے مجھے قتل کرنے کا ارادہ کیا؟ پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: آپ لوگ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا: امیر المومنین دشمن پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قدرت بخشی ہے پکڑ میں آچکا ہے (بدلہ لے لینا چاہیے)۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بندے نے گناہ کا ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے مجھے بچا لیا، جاؤ کوئی ضامن لے کر آؤ جو اس بات کی ضمانت دے کہ جب تک میری امارت ہے تم مدینہ میں داخل نہیں ہوگے، وہ اپنے لوگوں میں سے ایک شخص کو بطور ضامن لے آیا تو آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔ ❶

یہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے عظیم تسامح اور شفقت ومہربانی ہے کہ آپ نے اس شخص کو معاف کر دیا جو آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا پس قدرت کے باوجود اس عفو ودرگزر کرنا آپ کے صفات کمال میں سے ہے۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نفس پرستی اور انانیت سے بالکل آزاد تھے، دنیا سے تعلق کم اور آخرت سے آپ کا تعلق گہرا تھا۔ اور یہ صفت عمل صالح ہونے کے ساتھ ساتھ جس سے آخرت میں درجات بلند ہوں گے، دنیا میں حکیمانہ سیاست بھی ہے، اگر یہ شخص جس نے آپ کو قتل کرنا چاہا تھی قتل کر دیا جاتا یا اس کو سزا دی جاتی تو اس سے فتنہ پیدا ہوسکتا تھا، اس کے قبیلے کے لوگوں کے سینوں میں عداوت وانتقام کی آگ بھڑک سکتی تھی، لیکن عفو ودرگزر کی وجہ سے خود اس کے لوگ اس کو اس کے کیے پر سرزنش کریں گے، اور فتنہ اپنی جگہ پر بجھ جائے گا، اور عفو ودرگزر کرنے والے کا مقام لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جائے گا اور لوگ اس سے محبت کرنے لگیں گے۔ ❷

تواضع:

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿٦٣﴾﴾ (الفرقان : ٦٣)

❶ التاريخ الاسلامی (١٧-١٨/ ٢٢) بحوالہ تاريخ المدينة المنورة ، ص (١٠٢٧-١٠٢٨)

❷ التاريخ الاسلامی (١٧، ١٨/ ٢٢)

''رحمٰن کے (سچے) بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں، اور جب بے علم لوگ ان سے باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کی پہلی صفت تواضع قرار دی ہے، خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ اس صفت سے متصف تھے اور آپ کے اندر یہ صفت آپ کے اخلاص وللہیت کا نتیجہ تھی۔ چنانچہ عبداللہ رومی سے روایت ہے کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ رات کو جب تہجد کے لیے اٹھتے تو وضو کا پانی خود لے لیتے تھے، آپ سے عرض کیا گیا: آپ کیوں زحمت اٹھاتے ہیں خادم کو کہہ دیا کریں کافی ہے۔ فرمایا: نہیں رات ان کی ہے اس میں آرام کرتے ہیں۔ ❶

یہ عثمان رضی اللہ عنہ کے صفت رحمت سے متصف ہونے کی اعلیٰ مثال ہے۔ آپ درازی عمر اور بلند مقام پر فائز ہونے کے باوجود رات کو اپنی خدمت خود کرتے تھے، خادم کو بیدار نہیں کرتے تھے، خادم کو اللہ تعالیٰ نے مخدوم کے لیے مسخر کر دیا ہے، ایک مسلمان کو سوچنا چاہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو اس کے لیے مسخر کیا ہے وہ بھی اسی کی طرح انسان ہے، اس کی طاقت بھی اسی طرح محدود ہے، وہ جذبات واحساسات رکھتا ہے، اس کو چاہیے کہ اس کے جذبات کا خیال رکھے، اور اس کو مکمل نیند لینے کا موقع دے، اور کسی کام کے ذریعے سے اس کو مشقت میں مبتلا نہ کرے۔ ❷

عثمان رضی اللہ عنہ کے تواضع اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے احترام کا یہ عالم تھا کہ اگر آپ سواری پر سوار جا رہے ہوں اور راستے میں عباس رضی اللہ عنہ مل جائیں تو ان کے احترام وتعظیم میں سواری سے اتر جاتے اور اس وقت تک سوار نہ ہوتے جب تک وہ چلے نہ جائیں۔ ❸

حیا وعفت:

حیا عثمان رضی اللہ عنہ کے مشہور ترین اخلاق میں سے ہے۔ حیا کی صفت کتنی بہترین اور شیریں ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مزین فرمایا تھا، یہ آپ کے اندر خیر وبرکت کا منبع اور شفقت ورحمت کا مصدر تھا۔ آپ سب سے زیادہ حیا دار تھے۔ ❹

ایک دن حسن بصری رحمہ اللہ نے عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کی حیا داری کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

''آپ گھر کے اندر ہوتے، دروازہ بند ہوتا پھر بھی اپنے کپڑے نہیں اتارتے تھے کہ پانی ڈال لیں، اور آپ کی حیا داری کا یہ عالم تھا کہ اپنی پیٹھ سیدھی نہیں کرتے تھے۔'' ❺

آپ کی حیا داری ہی تھی کہ جسے آپ کے اہلیہ کی لونڈی بنانہ روایت کرتی ہیں کہ جب آپ غسل سے فارغ ہوتے اور میں آپ کے کپڑے لے کر حاضر ہوتی تو فرماتے: میری طرف مت دیکھنا یہ تمہارے لیے حلال

---

❶ فضائل الصحابة: (٧٤٢) اسناده صحیح
❷ التاریخ الاسلامی (١٧، ١٨/ ٦٢)
❸ التبیین فی انساب القرشیین ص (١٥٣)
❹ عثمان بن عفان / صادق عرجون ص (٤٨، ٤٩)
❺ صحیح التوثیق فی سیرة و حیاة ذی النورین ص (٤٣)

نہیں ہے۔ [1]

اس سے قبل ہم ان احادیث نبویہ کو بیان کر چکے ہیں جن میں آپ کے حیا وشرم کو بیان کیا گیا ہے۔ رہا آپ کی عفت و پاک دامنی اور برے اخلاق سے اجتناب و دوری تو جتنا چاہو بیان کرو کوئی حرج نہیں۔ آپ دور جاہلیت اور اسلام میں کبھی فحش کے قریب نہیں گئے، چنانچہ عثمان رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں:

''نہ تو کبھی گانا گایا، نہ تمنا کی، نہ جھوٹ اور باطل کلام زبان سے نکالا، اور جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی دائیں ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو نہ چھوا، اور نہ جاہلیت میں اور نہ اسلام میں کبھی شراب پی، اور نہ جاہلیت و اسلام میں کبھی زنا کے قریب گیا۔'' [2]

جود وسخا:

عثمان رضی اللہ عنہ امت اسلامیہ کے سخی ترین انسان تھے، آپ کی جود وسخا اور فیاضی کے مختلف مواقف اور واقعات اسلامی تاریخ کی پیشانی پر روشن نشان ہیں۔ اس سے قبل غزوہ تبوک کے موقع پر آپ کی فیاضی، بئر رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کرنا، عہد نبوی میں مسجد نبوی کی توسیع، اور عہد صدیقی میں غلے سے لدے ہوئے قافلے کو صدقہ کر دینے کے واقعات گزر چکے ہیں۔ آپ ہر جمعہ کو جب سے اسلام قبول کیا تھا اللہ کی راہ میں ایک غلام آزاد کرتے، آپ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد تقریباً دو ہزار چار سو تک پہنچتی ہے۔ [3]

مروی ہے کہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے ذمہ جو خود جود وسخا کے مالک تھے آپ کے پچاس ہزار تھے۔ ایک دن طلحہ رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا آپ کا مال حاضر ہے لے لیجیے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: وہ تمہاری مروت کی خاطر تمہارے لیے ہے۔ [4]

عثمان رضی اللہ عنہ کی سخاوت اور فیاضی آپ کی منفرد شخصیت کی اصلی صفت تھی، آپ نے اپنے مال کو خدمت دین کے لیے وقف کر رکھا تھا، چنانچہ اسلامی سلطنت کی تاسیس، جہاد فی سبیل اللہ اور اسلامی معاشرے کی خدمت میں کبھی بخیلی نہیں کی، ان سب سے مقصود اللہ کی رضا و خوشنودی کا حصول تھا۔

شجاعت اور بہادری:

عثمان رضی اللہ عنہ انتہائی شجاع اور بہادر تھے، اس کی دلیل یہ ہے:

ا:...... آپ کا جہاد کے لیے نکلنا، اور تمام غزوات و معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کرنا۔ رہا مسئلہ غزوہ بدر میں عدم شرکت کا تو اس کے جواب میں ہم یہ عرض کر چکے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو غزوۂ بدر میں شرکت کرنے والوں میں سے شمار کیا، اور مال غنیمت میں آپ کے

---

[1] طبقات/ ابن سعد (۳/ ۵۹) [2] صحیح التوثیق ص (٤٤)

[3] الصواعق المحرقة/ ابن حجر الهيثمي (۱/ ۳۲۷) [4] البداية والنهاية (۷/ ۲۲۷)

لیے حصہ مقرر فرمایا، اور ان شاء اللہ اجر وثواب کے بھی مستحق بنے۔ پھر بھلا رسول اللہ ﷺ کی بات کے آگے کس کی بات ہوسکتی ہے۔

۲:......صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے سفیر کی حیثیت سے قریش کے پاس جانا۔ حدیبیہ کے موقع پر جس وقت رسول اللہ ﷺ نے آپ کو قریش کے پاس بحیثیت سفیر بھیجنا چاہا آپ نے برضا و رغبت آپ کے فرمان کو عملی جامہ پہنایا، حالاں کہ آپ کو بخوبی معلوم تھا کہ یہ مہم کس قدر خطرناک ہے لیکن آپ کی شجاعت و بہادری تھی کہ آپ نے انکار نہ کیا اور سراپا اطاعت بن گئے، یقیناً جو شخص ان سنگین حالات میں سفارت کو قبول کرے وہ انتہائی عظیم بہادر وشجاع اور نادر الوجود ہیرو ہی ہوسکتا ہے۔ یہ بات اپنی جگہ پر صحیح ہے کہ چوں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا حکم تھا جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا تھا، اس لیے عثمان رضی اللہ عنہ میں بھی انکار کی تاب نہ تھی لیکن ساتھ ہی ساتھ اس واقعہ میں آپ کی شجاعت و بہادری بھی عیاں ہے کیوں کہ عام آدمی اور بزدل شخص اس اہم ذمہ داری کو ان حالات میں قبول نہیں کرسکتا۔ ❶

نفس کی قربانی

جب آپ کو آپ کے گھر میں محصور کر دیا گیا اور شرپسندوں نے آپ سے مطالبہ کیا کہ یا تو خلافت سے معزول ہو جائیں یا اپنے گورنروں اور عاملین کو معزول کر دیں، اور ان میں سے بعض کو ان کے حوالہ کر دیں ورنہ ہم ان کو قتل کریں گے۔ اس نازک وقت میں آپ اپنے موقف پر ڈٹے رہے، نفس کی قربانی قبول کر لی لیکن خلافت کو شرپسندوں کے ہاتھ میں کھلونا بننے سے محفوظ رکھا کہ وہ جس کو چاہیں معزول کریں اور جس کو چاہیں رکھیں، اور امت نے جس کو اس عظیم عہدے کے لیے منتخب کیا ہے اس سے یہ عہدہ چھین لیں، اور پھر یہ ہمیشہ کے لیے رسم و اصول بن جائے۔ ❷ اس لیے آپ اپنے موقف پر ڈٹے رہے حالاں کہ محاصرین کی تلواروں میں آپ اپنی موت کا مشاہدہ فرما رہے تھے، جو شخص یہ موقف اختیار کرے وہ بہادر اور صاحب حق ہی ہوسکتا ہے۔ بزدل یا دنیادار انسان کبھی یہ موقف اختیار نہیں کرسکتا ہے کیوں کہ زندگی بزدلوں کے نزدیک پوری دنیا سے افضل وبہتر ہے۔ ❸

عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ عظیم شجاعت، بے مثال عزیمت، اور عجیب اصرار، اللہ اور یوم آخرت پر قوی ایمان کا نتیجہ تھا جو آپ کے دل میں جاگزیں ہو چکا تھا، اور جس کی وجہ سے آپ اس دنیاوی زندگی کی ہر چیز حتیٰ کہ اپنی زندگی کو بھی حقیر جانتے تھے۔ ❹

---

❶ الامین ذوالنورین ص (۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶)
❷ الامین ذوالنورین ص (۱۹۷)
❸ الامین ذوالنورین ص (۱۹۷)
❹ جولۃ تاریخیۃ فی عصر الخلفاء الراشدین/ محمد الوکیل ص (۳۰۴)

❀ مال کی قربانی:

جہاد بالنفس، جہاد بالمال کے ساتھ لگا ہوا ہے، اور بسا اوقات جہاد بالمال کو جہاد بالنفس پر مقدم رکھا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَ الْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۙ﴿۹۵﴾﴾ (النساء: ۹۵)

’’اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مومن اور بغیر عذر کے بیٹھے رہنے والے مومن برابر نہیں، اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے درجوں میں فضیلت دے رکھی ہے، اور یوں تو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو خوبی اور اچھائی کا وعدہ دیا ہے، لیکن مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت دے رکھی ہے۔‘‘

بہت سی آیات کے اندر مال کو جان کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے لہٰذا جو شخص اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے وہ مجاہد اور بہادر ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اللہ کی راہ میں بہت کچھ خرچ کیا ہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر آپ سے خوش ہو کر فرمایا:

((ما ضر عثمان ما عمل بعد اليوم .)) ❶

’’آج کے بعد عثمان کو کوئی عمل نقصان نہیں پہنچائے گا۔‘‘

عثمان رضی اللہ عنہ بہادر تھے موت سے بالکل نہیں ڈرتے تھے، انتہائی جری تھے، باطل کا کھلے چیلنج کے ساتھ مقابلہ کرتے، انتہائی حلیم و بردبار تھے۔ کسی بے وقوف ترین انسان پر بھی یہ مخفی نہیں۔ ❷

دور اندیشی:

دور اندیشی کی صفت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شخصیت کا جزو لاینفک تھی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جس وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو اسلام کی دعوت دی اس وقت فرمایا: اے عثمان آپ دور اندیش انسان ہیں، آپ پر یہ مخفی نہیں کہ حق کیا ہے اور باطل کیا، یہ بت کیا ہیں جن کی ہماری قوم عبادت کرتی ہے۔ ❸ اور جب ۲۶ھ میں عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد حرام میں توسیع فرمائی تو اس کے لیے آپ نے مسجد حرام سے متصل املاک لوگوں سے خریدیں، کچھ لوگوں نے دینے سے انکار کیا تو عثمان رضی اللہ عنہ نے اس پر قبضہ کیا اور اس کی قیمت بیت المال میں جمع کر دی،

---

❶ سنن الترمذي (۳۷۸۵)
❷ جولة تاريخية في عصر الخلفاء الراشدين ص (۳۰۴)
❸ عثمان بن عفان / صادق عرجون ص (۴۷)

لوگوں نے شور وغوغا مچایا آپ نے ان کو قید کرنے کا فرمان جاری کیا پھر ان سے فرمایا: جانتے ہو یہ جرأت میرے خلاف تمہیں کیوں آئی ہے؟ یہ میرے حلم و بردباری کی وجہ سے ہے، یہی کام عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تو تم نے شور نہیں مچایا، پھر ان لوگوں کے سلسلہ میں عبداللہ بن خالد بن اسید نے گفتگو کی تو آپ نے انہیں رہا کر دیا۔ ❶

دور اندیشی اور نظام خلافت کو ضائع ہونے سے بچانے کے سلسلے میں آپ کا یہ کردار بین ثبوت ہے کہ جب آپ نے بلوائیوں کی جانب سے خلافت سے دست برداری کا مطالبہ مسترد کر دیا اور ثابت قدمی اور نظام کے استمرار کی اعلیٰ مثال قائم کی، کیوں کہ اگر آپ ان کے مطالبے کو قبول کرتے ہوئے خلافت سے دستبردار ہو جاتے تو ہمیشہ کے لیے امامت عظمیٰ، شرپسندوں اور فسادیوں کے ہاتھ میں کھیل بن جاتا، انارکی عام ہوتی، اور نظام سلطنت درہم برہم ہو جاتا، اور اس طرح شرپسند اور فسادی لوگ امراء و حکام پر غالب آ جاتے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی نگاہیں بڑی گہری تھیں اگر آپ ان کے مطالبے کو منظور کر لیتے تو آپ کے اس طرز عمل سے یہ طریقہ بد رائج ہو جاتا کہ لوگ جب بھی اپنے امیر کو ناپسند کرتے اس کو معزول کر دیتے، اور اس طرح امت آپسی اختلاف کا شکار ہو کر اپنے دشمن سے غافل ہو جاتی جو اس کے ضعف و زوال کا سبب بنتا، پس آپ نے اپنی جان کی قربانی دے کر امت کی حفاظت فرمائی، اور اس کی سلطنت و عمارت کو شگاف پڑنے سے محفوظ رکھا، اور اس قربانی کے ذریعے سے اس کے اجتماعی نظام کو مضبوط کیا اور نظام سلطنت کو شر و فساد کے ہاتھ سے محفوظ رکھا، بلاشبہ عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ کارنامہ انتہائی عظیم اور قوی ہے جسے آپ نے تب انجام دیا جب امت کی باگ ڈور آپ کے ہاتھ میں تھی۔ آپ نے اخف الضررین اور شر میں کم تر کو اختیار کیا اور اس طرح اس قربانی کے ذریعے سے آپ نے نظام خلافت کو قوت بخشی۔ ❷ ان شاء اللہ اس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

صبر:

عثمان رضی اللہ عنہ صفت صبر سے متصف تھے، آپ کے ان مواقف میں سے جو اس صفت پر دلالت کرتے ہیں فتنہ کے دور میں آپ کا ثابت قدم رہنا ہے، اس وقت جب کہ آپ اور دیگر مسلمانوں پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے، اس کے مقابلے میں آپ نے جو موقف اختیار کیا وہ فدائیت و قربانی کی ایسی اعلیٰ مثال ہے جسے ایک فرد جماعتی وجود، امت کی کرامت اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت کی راہ میں پیش کر سکتا ہے، اگر آپ کو اپنی جان عزیز ہوتی اور امت کا وجود پیش نظر نہ ہوتا تو آپ کے لیے یہ ممکن تھا کہ آپ اپنی جان کو بچا لیتے، اور اگر آپ خود غرض ہوتے اور صرف اپنی ذات کی فکر ہوتی اور ایثار و قربانی کے جذبات سے سرشار نہ ہوتے تو بلوائیوں کے مقابلے میں صحابہ کرام اور ابنائے مہاجرین و انصار کو اپنی حفاظت اور دفاع میں لگا دیتے، لیکن آپ نے امت کے اتحاد کو برقرار رکھنا چاہا اس لیے انتہائی صبر و ثبات اور احتساب کے ساتھ اپنی جان کی قربانی پیش کر دی، اور

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٢٥٠)

❷ تحقیق مواقف الصحابة من الفتنة (١/ ٤٧٤)

اعلان کیا کہ میں صبر جمیل کے ساتھ اس عظیم فتنے کا مقابلہ کروں گا۔ ❶ اس طرح اس آیت کریمہ پر آپ کا مکمل عمل رہا:

﴿اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ ۝۱۷۳﴾ (آل عمران : ۱۷۳)

''وہ لوگ کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلے پر لشکر جمع کر لیے ہیں تم ان سے خوف کھاؤ تو اس بات نے ان کا ایمان اور بڑھا دیا اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔''

عثمان رضی اللہ عنہ قوی ایمان، اعلیٰ ظرف، موثر بصیرت اور عظیم صبر کے مالک تھے، اور اسی وجہ سے آپ نے امت کی خاطر اپنی جان قربان کر دی، جو مسلمانوں کے نزدیک آپ کے عظیم ترین فضائل میں شمار ہوا۔ ❷

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تواتر سے یہ بات ثابت ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ خون سے بچنے والے، اور آپ کی عزت پر انگلی اٹھانے والوں اور آپ کے خون کے پیاسے لوگوں پر سب سے زیادہ صبر کرنے والے تھے، چنانچہ جب شرپسندوں نے آپ کا محاصرہ کر لیا اور آپ کے قتل کے درپے ہو گئے اور آپ کو ان کے ارادۂ قتل کا بخوبی علم ہو گیا اور مسلمان آپ کی نصرت و تائید کے لیے پہنچے اور ان شرپسندوں سے قتال کرنے کا مشورہ دیا، تو آپ برابر انہیں قتال سے روکتے رہے، لوگوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ مکہ چلے جائیں تو آپ نے فرمایا: میں حرم میں الحاد کرنے والا نہیں بنوں گا۔ لوگوں نے کہا شام چلے جائیں۔ فرمایا: دار ہجرت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ پھر آپ سے کہا گیا: تو پھر ان سے قتال کریں۔ فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کی امت میں پہلا تلوار اٹھانے والا نہیں بنوں گا، اور پھر آپ نے اس قدر صبر کیا کہ قتل کر دیے گئے، آپ کا یہ کردار آپ کے عظیم ترین فضائل میں سے قرار پایا۔'' ❸

عدل:

عثمان رضی اللہ عنہ صفت عدل سے متصف تھے، چنانچہ عبیداللہ عدی بن خیار کا بیان ہے کہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب وہ محصور تھے، انہوں نے آپ سے عرض کیا: آپ امیر المومنین ہیں اور صورت حال یہ ہے کہ نماز باغیوں کا امام پڑھاتا ہے جو ہم پر بہت گراں ہے، آپ نے جواباً فرمایا کہ نماز انسانوں کے عمل میں سب سے اچھی چیز ہے اس لیے جب لوگ اچھا کام کریں گے تو تم بھی اچھا کام کرو اور جب لوگ برا کام

❶ سيرة الشهداء / السختياني ص (۵۷، ۵۸) ❷ تحقيق مواقف الصحابة من الفتنة (۱/ ۴۷۲)
❸ منهاج السنة (۳/ ۲۰۲-۲۰۳)

کریں تو تم ان کی برائی سے بچو۔ ❶

ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ اپنے ایک غلام کے پاس سے گزرے جو اونٹنی کو چارہ دے رہا تھا، آپ کو اس چارہ میں ناپسندیدہ چیز نظر آئی، آپ نے اس غلام کی گوشمالی کر دی، پھر اپنے کیے پر نادم ہوئے اور غلام سے کہا: تم اپنا بدلہ لے لو، غلام نے انکار کیا، لیکن آپ نے اس وقت تک اس کو نہیں چھوڑا جب تک کہ اس نے آپ کی گوشمالی نہیں کر دی، اور آپ سے کہا خوب تیز گوشمالی کرو یہاں تک کہ آپ کو یقین ہو گیا کہ بدلہ پورا ہو گیا۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا خوب بدلہ ہے آخرت کے بدلے سے قبل۔ ❷

عبادت:

عثمان رضی اللہ عنہ بڑے ہی عبادت گزار تھے۔ مروی ہے کہ آپ نے حج کے ایام میں حجر اسود کے پاس ایک رکعت میں قرآن ختم کر دیا اور یہ آپ کی عادت تھی۔ ❸

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اس آیت کریمہ

﴿ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ ﴾

(الزمر: ۹)

''بھلا جو شخص راتوں کے اوقات سجدے اور قیام کی حالت میں (عبادت میں) گزارتا ہو، آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہو۔''

کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ ❹

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ:

﴿ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَ مَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَ هُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ﴾

(النحل: ۷٦)

''کیا یہ اور وہ جو عدل کا حکم دیتا ہے اور ہے بھی سیدھی راہ پر، برابر ہو سکتے ہیں؟''

کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مقصود عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔'' ❺

آپ کا معمول تھا کہ آپ جمعہ کی رات میں قرآن کی تلاوت شروع کرتے اور جمعرات کی رات میں ختم کر دیتے تھے۔ ❻ اور آپ برابر نفلی روزے رکھتے اور رات کے ابتدائی حصہ میں سوتے اور باقی رات قیام میں

---

❶ البخاری: ٦٩٥.   ❷ اخبار المدینة / ابن شهبة (۳/ ۲۳٦)

❸ الطبقات الکبریٰ (۳/ ۷٦)۔ تاریخ الاسلام عهد الخلفاء/ الذهبی (٤۷٦) یہ روایت مبالغہ سے خالی نہیں اور یہ ان احادیث نبویہ کے خلاف ہے جس میں رات دن یا تین دن سے قبل قرآن ختم کرنے سے روکا گیا ہے اور آگے جو ختم قرآن کے سلسلہ میں آپ کا معمول بیان کیا گیا ہے اس کے بھی منافی ہے۔ (مترجم)

❹ تفسیر ابن کثیر: ٤/ ٤۷.   ❺ تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۵۷۹.   ❻ علو الهمة (۳/ ۹۳)

گزارتے تھے۔ ❶

خوف الٰہی، محاسبہ نفس اور رونا:

آپ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا:

''لوگو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، یقیناً اللہ کا تقویٰ غنیمت ہے، اور عقل مند انسان وہ ہے جس نے اپنے نفس کو کنٹرول کیا، اور موت کے بعد آنے والی زندگی کے لیے عمل کیا، اور اللہ کے نور سے قبر کے لیے نور حاصل کیا، اور اس بات سے خوفزدہ ہوا کہ کہیں اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن اندھا نہ اٹھائے حالاں کہ دنیا کے اندر وہ بینا رہا۔'' ❷

آپ سے یہ قول بھی مروی ہے:

''اگر میں جنت وجہنم کے درمیان کھڑا ہوں اور مجھے اس کا علم نہ ہو کہ دونوں میں سے کس کی طرف مجھے حکم دیا جائے گا تو اپنے انجام کو جاننے سے قبل میری یہ تمنا ہوگی کہ میں راکھ کا ڈھیر ہو جاؤں۔''

آپ جب آخرت کو یاد کرتے اور انشقاق قبر اور حساب و کتاب کے لیے وہاں سے نکلنے کا تصور کرتے تو آپ پر کپکپی طاری ہو جاتی تھی، اور آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ ❸ چنانچہ آپ کے غلام ہانی سے روایت ہے: عثمان رضی اللہ عنہ قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ داڑھی تر ہو جاتی، جب آپ سے کہا جاتا کہ جنت وجہنم سے نہیں لیکن آپ اس قبر کو دیکھ کر روتے ہیں؟ تو فرماتے: قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے اگر انسان اس سے نجات پا گیا تو اس کے بعد کی منزلیں اس سے آسان ہیں، اور اگر اس سے نجات نہ ملی تو بعد کی منزلیں اس سے سخت ہیں۔ اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((واللہ ما رأيت منظرا إلا و القبر افظع منه .))

''اللہ کی قسم قبر سے بڑھ کر بدترین منظر نہیں دیکھا۔''

اور آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میّت کے دفن سے فارغ ہوتے تو وہاں ٹھہرتے اور پھر فرماتے:

((استغفروا لأخيكم وسلوا له بالتثبيت فإنه الآن يسأل .)) ❹

''اپنے بھائی کے لیے مغفرت کی دعا کرو، اور اللہ سے اس کے لیے ثابت قدمی مانگو، یقیناً ابھی اس سے سوال ہونے والا ہے۔''

یہ اللہ رب العالمین کے حضور پیش ہونے کے سلسلہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کا فہم تھا جس پر آپ زندگی قائم رہے،

---

❶ صفة الصفوة / امام ابن الجوزی (۱/ ۳۰۲)

❷ صحیح التوثیق فی سیرة و حیاة ذی النورین/ مجدی فتحی السید ، ص (۱۰۷)

❸ نظام الحکم فی عهد الخلفاء الراشدین / حمد محمد الصمد ، ص (۲۰۵)

❹ فضائل الصحابة ص (۷۷۳) اسناده حسن

آج اس عظیم فہم کی کس قدر ہمیں ضرورت ہے جس سے نفوس کو زندگی ملتی ہے اور طاقتیں موجزن ہوتی ہیں۔

زہد:

امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ نے مال داری و ثروت میں شہرت حاصل کی لیکن اس کے باوجود آپ زہد کے پیکر تھے، متعدد روایات اس کا بین ثبوت ہیں، چنانچہ حمید بن نعیم سے روایت ہے کہ عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کو کھانے کی دعوت دی گئی، جب دونوں چلے تو عثمان رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ہم ایسے کھانے کی محفل میں شرکت کر رہے ہیں کہ میرا جی چاہتا ہے کہ ہم یہاں نہ آتے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں؟ فرمایا: مجھے خوف ہے کہ کہیں فخر و مباہات کے لیے یہ کھانے کی محفل نہ سجائی گئی ہو۔ ❶

اسلامی سخاوت کے میدان میں عثمان رضی اللہ عنہ کی فقاہت یہ تھی کہ سخاوت اسلام میں فخر و مباہات کی خاطر انواع واقسام کے زیادہ کھانے پیش کرنے کا نام نہیں، بلکہ مال کو بغیر اسراف کے اور کبر و غرور سے دور رہ کر منعم حقیقی کے شکر اور لوگوں کے ساتھ تواضع اور فروتنی اختیار کرتے ہوئے خرچ کرنے کا نام ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ نظریہ دنیاوی جاہ و حشمت سے بے نیازی پر مبنی ہے، اور اس بات کی دلیل ہے کہ آپ دنیا بیزار لوگوں میں سے تھے۔ ❷

وہ روایت بھی عثمان رضی اللہ عنہ کے زہد و تواضع کی دلیل ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے میمون بن مہران کی حدیث سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے ہمدانی نے بیان کیا کہ انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ خچر پر سوار ہیں، اور اپنے پیچھے اپنے غلام نائل کو سوار کیے ہوئے ہیں جب کہ آپ خلیفۃ المسلمین کے اعلیٰ منصب پر فائز تھے۔ ❸

اسی طرح امام احمد رحمہ اللہ نے ہمدانی کی یہ روایت بیان کی ہے: ''میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو، جب کہ آپ امیر المومنین تھے، دیکھا کہ مسجد میں ایک چادر پر سوئے ہوئے ہیں اور آپ کے پاس کوئی نہیں ہے۔'' ❹

اور شرحبیل بن مسلم کی یہ حدیث بھی روایت کی ہے کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ لوگوں کو امارت کا کھانا کھلا دیتے اور خود اپنے گھر جا کر سرکہ اور روغن پر گزارہ کرتے۔ ❺

امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے زہد کی یہ عظیم مثالیں ہیں، اگر زاہد متوسط درجہ کا ہو تو پھر اس کا زہد قابل التفات اور تعجب خیز نہیں ہوتا لیکن جب مال دار ہو تو یقیناً اس کا زہد حیرت انگیز اور عبرت آموز ہوتا ہے، کیوں کہ کثرت مال انسان کو لذت کوشی اور اخراجات میں فراخی و اسراف کی طرف راغب کر دیتا ہے، لہٰذا مال دار کے زاہد ہونے

---

❶ الزهد/ الإمام احمد ص (١٢٦)

❷ التاريخ الاسلامی ص (١٧، ١٨/ ٤٨)

❸ الزهد ص (١٢٧)

❹ الزهد ص (١٢٧)

❺ الزهد ص (١٢٩)

کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیشی کے فہم کا استیعاب کیے ہوئے ہو یہاں تک کہ اس کو نفس پر مکمل کنٹرول حاصل ہو، اور اپنے دل کو وعظ سنانے والا ہو، دنیا اس کی نگاہوں میں حقیر اور آخرت عظیم نظر آئے،

عثمان رضی اللہ عنہ ایسے ہی تھے۔ مسلمانوں میں آپ سب سے زیادہ مال دار تھے، آپ کی ایمانی قوت، شہوت و خواہشات پر غالب تھی، بہت بڑے زاہد تھے اور آپ نے تمام مال واروں کے لیے مثال قائم کی ہے کہ مال داری اور زہد دونوں اکٹھا ہو سکتے ہیں۔ ❶

شکر:

عثمان رضی اللہ عنہ زبان وقلب اور اعضاء سے اللہ تعالیٰ کا شکر کثرت سے ادا کرنے والے تھے، ایک دن آپ کو خبر دی گئی کہ کچھ لوگ غلط کام میں لگے ہیں، آپ ان کے تعاقب کے لیے نکلے، لیکن وہاں پہنچنے سے قبل وہ لوگ بھاگ لیے، اس پر عثمان رضی اللہ عنہ نے اس بات پر اللہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے ہاتھوں کوئی مسلم ذلیل نہیں ہوا، پھر ایک غلام آزاد کیا۔ ❷

لوگوں کی خبر گیری:

عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کی محبت سے سرشار اور انتہائی شفیق و رحیم تھے، لوگوں کے حالات برابر دریافت کرتے رہتے۔ ان کی مشکلات و پریشانیوں کو معلوم کرتے، غائب کی خبر گیری کر کے اطمینان حاصل کرتے اور حاضرین کے ساتھ ہمدردی و غمخواری کرتے، مریضوں کے حالات معلوم کرتے، چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے موسیٰ بن طلحہ سے روایت کی ہے کہ میں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ منبر پر تشریف فرما تھے اور لوگوں سے ان کے احوال اور سامانوں کا نرخ معلوم کر رہے تھے۔ ❸

ابن سعد نے طبقات میں موسیٰ بن طلحہ سے روایت نقل کی ہے:

''میں عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھتا تھا کہ آپ جمعہ کے دن دو زرد جوڑے پہنے ہوئے تشریف لاتے، اور منبر پر بیٹھتے، پھر موذن اذان دیتا، پھر آپ بیان کرتے، اور لوگوں سے مسافرین، سفر سے واپس آنے والوں اور مریضوں کے احوال دریافت کرتے۔'' ❹

رعایا کے امور کا خیال رکھتے، ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرتے، نومولود بچوں کے وظیفے بیت المال

---

❶ التاریخ الاسلامی (۱۷، ۱۸/ ٤۹)
❷ علو الهمة (۵/ ٤۸۱)
❸ فضائل الصحابة: (۸۱۲) اسناده صحیح
❹ الطبقات: ۳/ ۵۹.

سے جاری کرتے۔ ❶ چنانچہ عروہ بن زبیر کی روایت ہے کہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت پایا ہے، آپ کے دورِ خلافت میں کوئی مسلمان ایسا نہیں تھا کہ جس کو بیت المال سے وظیفہ نہ ملتا رہا ہو۔ ❷

دائرہ کار کی تحدید:

اس سے مقصود وظائف عمل کو عاملین کے درمیان اس طرح تقسیم کرنا ہے کہ ہر شخص اپنے اس دائرہ کار سے واقف ہو جو اس کے سپرد کیا گیا ہے تاکہ کما حقہ اس کو ادا کر سکے اور دوسرے کے دائرۂ عمل میں دخل اندازی نہ کرے۔ دائرۂ کار کی تقسیم الٰہی سنت ہے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلفائے راشدین عمل پیرا رہے ہیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مسلمانوں کے درمیان اعمال کو تقسیم کیا گیا۔ ان شاء اللہ اس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔ قضاء، مال، فوج، صوبوں کی امارت وغیرہ دائرۂ کار کی تحدید میں قائدانہ صفت خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ کے یہاں نمایاں ہوئی۔ چنانچہ اعمال تقسیم کیے گئے، اور عاملین کے لیے اصول و ضابطے متعین کیے گئے جو خلفائے راشدین کی حکومت میں نجاح و کامیابی کے اہم عوامل و موثرات میں تھے، اس طرح خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ نے دائرۂ کی تحدید و تقسیم میں الٰہی اور شرعی دونوں سنتوں کی پابندی کی۔ ❸

باصلاحیت افراد سے استفادہ:

باصلاحیت افراد کی تعریف اور امت کو ان کے احترام و تکریم کا حکم اور ان کے مقام پر انہیں رکھنے، ان کی حق تلفی سے اجتناب کرنے، ان کی صلاحیتوں سے استفادہ کرنے کی رہنمائی ان امور میں سے ہیں جس کی وجہ سے اس امت کے سلف صالحین اور قرون مفضلہ کے لوگوں نے عزت و شرف اور زمین میں غلبہ و قوت حاصل کی۔ ❹ یہ صفت عثمان رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں نمایاں ہوئی جب کہ آپ نے قرآن کی جمع و تدوین میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے استفادہ کیا۔

یہ ہیں وہ بعض اوصاف جس کا مشاہدہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں کیا، یہ ان مسلم قائدین اور عوام کے لیے اسوہ و نمونہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی اقتداء کرنا چاہتے ہیں۔

خلفائے راشدین کے اوصاف کی معرفت اور ان کی اقتداء کی کوشش ربانی قائدین کے اوصاف کی معرفت کی طرح صحیح قدم ہے جو امت کو متعین اہداف اور ثابت نقوش کی طرف قیادت کر سکتے ہیں۔ پس ان ربانی

---

❶ تحقیق مواقف الصحابة (١/ ٣٩٦)

❷ المصنف/ ابی شيبة (٣/ ١٠٢٣)

❸ الكفاءة الإدارية ص (١١٧)

❹ الكفاءة الإدارية ص (١٥٧)

قائدین کو تیار کرنا جن کے دلوں اور رگوں میں تقویٰ دوڑ رہا ہو اور اس کے آثار ان کے اعضاء و جوارح پر منعکس ہوں اور ان کے اعمال، احوال اور حرکات و سکنات میں تقویٰ جوش مار رہا ہو، دین الٰہی کو غلبہ دینے کے اسباب میں سے ہے۔ حکیمانہ ربانی قیادت اللہ کی شریعت کے نفاذ کی خاطر امت کی صلاحیتوں اور قوتوں کو بروئے کار لانے کے لیے کوشاں ہوتی ہے، اسلام کو سینے سے لگاتی ہے اور ظاہر و باطن، عقیدہ و شریعت اور دین و دنیا میں اس کو اپنا منہج قرار دیتی ہے، یہ مشاکل کو حل کرنے کے لیے کوشاں ہوتی ہے، اور پوری محنت و اخلاص کے ساتھ داخلی و خارجی غلبہ وقوت کی راہ میں حائل ہونے والے امور کا صفایا کرتی ہے۔

تیسری فصل

عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مال و قضا کے ادارے

- مالی ادارہ
- قضائی ادارہ اور بعض فقہی اجتہادات

(۱)

مالی ادارہ

جب عثمان رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کی مالی سیاست میں کوئی تغیر اور تبدیلی رونما نہ کی بلکہ اسی پر قائم رہے اگرچہ آپ نے اپنے دور خلافت میں مسلمانوں کو مال جمع کرنے، عمارتیں تعمیر کرنے اور آراضی کو اپنی ملکیت میں لانے کی آزادی دی اور اس سلسلہ میں مسلمانوں پر جو شدت عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں تھی وہ ختم ہو گئی جو انہیں خوف زدہ رکھتی تھی اور ان کی بہت سی خواہشات کی تکمیل سے مانع تھی۔ عثمان رضی اللہ عنہ کا دور مسلمانوں کے لیے خوش حالی اور آسائش کا دور تھا۔ ❶

ا۔ مالی سیاست، زمام حکومت سنبھالتے ہوئے جس کا اعلان عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا

عثمان رضی اللہ عنہ نے گورنروں کے نام، خراج وصول کرنے والوں کے نام اور رعایا کے نام خطوط تحریر کیے جس کی تفصیل اس سے قبل آپ کے منہج حکومت کے بیان میں ہم کر چکے ہیں۔ ان خطوط کی روشنی میں مالی سیاست کے عام عناصر جس کا اعلان تیسرے خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا، مندرجہ ذیل اسس ومبادی پر قائم تھے:

- عام اسلامی مالی سیاست کی تنفیذ۔
- خراج کی وصولی کا رعایا کی حفاظت وخبر گیری میں خلل انداز نہ ہونا۔
- مسلمانوں سے بیت المال کا حق وصول کرنا۔
- بیت المال سے مسلمانوں کے حق کو ادا کرنا۔
- ذمیوں پر ظلم نہ کرنا، ان سے بیت المال کا حق وصول کرنا اور ان کے حقوق ادا کرنا۔
- محصلین خراج کا امانت ووفا کی صفت سے متصف ہونا۔
- عوام کی خوش حالی کی وجہ سے رونما ہونے والے مالی انحرافات سے بچنا۔ ❷

ان اسس ومبادی کی تفصیل درج ذیل ہے:

ا۔ عام اسلامی مالی سیاست کی تنفیذ کی نیت:

یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے عام اسلامی مالی سیاست کی تنفیذ کا عزم مصمم کر رکھا تھا

❶ مبادی الاقتصادی الاسلامی / سعاد ابراھیم صالح ص (۲۱۷)
❷ السیاسۃ المالیۃ لعثمان / قطب ابراھیم ص (۶۱)

کیوں کہ آپ کی بیعت حکم الٰہی، سنت نبوی اور آپ کے پیشرو خلفائے راشدین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی سیاست کی تنفیذ کی بنیاد پر ہوئی تھی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مالی سیاست وغیرہ کے سلسلہ میں قرآن وسنت کے احکام کو نافذ کیا اور عمر رضی اللہ عنہ نے مالی ادارے کو ترقی دی، اس کے قواعد منظم کیے، اس کے مبادی کو مضبوط کیا، ذرائع مال میں اضافہ کیا اور انفاق مال کی صحیح تعلیمات بہم پہنچائیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ ان کے طریقے پر گامزن ہوئے اور بعض ان امور میں اجتہاد کیا جو قابل اجتہاد تھے، چنانچہ آپ نے مال اور دیگر امور میں حکم الٰہی کو نافذ کیا۔ زکوٰۃ کو بیت المال میں جمع کرنے اور مستحقین کے درمیان تقسیم کرنے کی مکمل نگرانی کی اور اہل کتاب پر زور دیا کہ اسلامی سلطنت کے بیت المال میں جزیہ جمع کریں اس طرح وہ اسلامی حکومت کی حفاظت وحمایت میں داخل ہو جائیں اور پھر اسلامی حکومت ان کی مکمل حفاظت کرے گی اور ان کے لیے امن وامان مہیا کرے گی اور تمام پبلک سروس ان کے لیے فراہم کرے گی۔ مجاہدین مال غنیمت جمع کریں اور اس کا خمس بیت المال کو روانہ کریں اور پھر بیت المال اس کو مساکین وایتام اور دیگر مستحقین کے درمیان اس آیت کریمہ کی روشنی میں تقسیم کرے گا:

﴿ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴾ ﴿٤١﴾

(الانفال: ٤١)

''جان لو کہ تم جس قسم کی جو کچھ غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں اور مسکینوں کا اور مسافروں کا، اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندے پر اس دن اتارا ہے جو دن حق و باطل کی جدائی کا تھا جس دن دو فوجیں بھڑ گئی تھیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

اس کے علاوہ حکومت کے دیگر مالی وسائل و ذرائع کی نگرانی فرمائی اور اس کے انتظام و انصرام کا مکمل اہتمام فرمایا۔ ذوالنورین اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں پبلک مالیاتی شعبہ اس حیثیت سے ممتاز رہا کہ وہ مکمل اسلام کے ساتھ مرتبط رہا۔ اسلامی تعلیمات کو نافذ کیا گیا، مالی آمدنی کی حفاظت کی گئی اور عام طور سے اسلام کی نشر و اشاعت اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود پر اس کو خرچ کیا گیا، خرچ میں میانہ روی کو اختیار کیا گیا کیوں کہ اسلامی تعلیم اسراف سے روکتی ہے، اور اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اسلامی شریعت بے وقوفوں کو مال میں من مانی اور تصرف کرنے سے روکتی ہے۔ اسلام کا مالی نظام بہترین پبلک مالی نظام ہے۔ اس کے بعض ذرائع آمدنی کو رعایا کے کمزور ڈھانچے کے لیے مخصوص کر دیا جاتا ہے۔ اسلام کا مالی نظام گندگی سے پاک ہے، اس کے اندر کسب حرام کا گزر نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ کسب حرام میں برکت عطا نہیں کرتا۔

۲۔خراج کی وصولیابی کا رعایا کی حفاظت وخبر گیری میں خلل انداز نہ ہونا:

گورنروں کے نام اپنے خط میں عثمان رضی اللہ عنہ نے اس حقیقت سے آگاہ کر دیا تھا کہ بیت المال کے لیے مال کی وصولی گورنروں کے اولین فریضہ رعایا کی حفاظت وخبر گیری پر اثر انداز نہ ہو۔ اس لیے کہ خراج وغیرہ کی وصولی رعایا کے حقوق میں سے ایک ہے، جس کا صدر مملکت مکلّف ہے لہٰذا یہ مناسب نہیں کہ یہ باقی تمام فرائض واجبات پر اثر انداز ہو کر اسے ختم کر دے۔ ❶

فقہائے امت نے طریقہ نبوی اور خلفائے راشدین کے طرز عمل سے امت کی حمایت وحفاظت سے متعلق خلیفہ کے فرائض مستنبط کیے ہیں جو درج ذیل ہیں:

علامہ ماوردی فرماتے ہیں عام پبلک مسائل جو خلیفہ پر لازم ہیں دس ہیں:

۱۔ دین کو اس کے ثابت اصولوں اور سلف صالحین کے اجماع کے مطابق محفوظ رکھنا۔

۲۔ جھگڑنے والوں کے درمیان احکام شریعت کو نافذ کرنا، ان کے جھگڑے کو چکانا تاکہ انصاف عام ہو، تاکہ ظالم زیادتی نہ کرے اور مظلوم کمزور نہ پڑے۔

۳۔ بچوں اور خواتین کی حمایت وحفاظت تاکہ لوگ جان و مال کی فکر کیے بغیر پورے امن وامان کے ساتھ طلب معاش میں لگ سکیں اور سفر زندگی جاری رکھ سکیں۔

۴۔ شرعی حدود کا نفاذ تاکہ ایک طرف اللہ کے محارم کا ارتکاب نہ کیا جائے اور دوسری طرف بندوں کے حقوق کو تحفظ ملے۔

۵۔ اسلامی حدود کی مکمل حفاظت اور اس کے لیے صحیح فوجی ساز وسامان اور دفائی قوت فراہم کرنا تاکہ دشمن موقع پا کر گھس نہ آئے اور پھر کسی مسلمان یا معاہد کا خون بہائے یا کسی حرمت کو پامال کرے۔

۶۔ دعوت پیش کرنے کے بعد معاندین اسلام کے خلاف اعلان جہاد کرنا یہاں تک کہ اسلام قبول کر لیں یا جزیہ ادا کرنے پر تیار ہو جائیں تاکہ اللہ کا دین اسلام تمام ادیان پر غالب آجائے

۷۔ بغیر کسی ظلم وزیادتی کے مال فے اور صدقات کو وصول کرنا۔

۸۔ بیت المال سے مستحقات اور عطیات کو بغیر اسراف و بخالت کے مقرر کرنا اور بغیر کسی تقدیم وتاخیر کے وقت مقررہ پر ادا کرنا۔

۹۔ باصلاحیت، امانت دار اور خیر خواہ افراد کو جمع کرنا اور ان کے ذمہ اعمال واموال سپرد کرنا تاکہ باصلاحیت افراد کے ذریعے سے اعمال صحیح طریقے پر انجام پائیں اور امانت دار افراد کے ذریعے سے مال محفوظ رہے۔

۱۰۔ خود امور ومسائل کی نگرانی کرے اور حالات کا جائزہ لے تاکہ امت کی سیاست اور ملت کی حفاظت میں

❶ السیاسیة المالیة لعثمان، ص (٦٢)

ترقی کے منازل طے کرے، لذت یا عبادت میں مشغول ہو کر دوسروں پر تکیہ نہ کرے۔ ❶

بالاختصار خلیفہ کے فرائض بیعت کے دو شرائط حفاظت دین اور سیاست دنیا سے متفرع ہوتے ہیں، ❷ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض منصبی میں سے ہیں جن کا یہ خلیفہ ہے۔ علامہ ماوردی اور فراء ہم عصر ہیں، فرائض خلیفہ سے متعلق ان دونوں کی تعیین ایک دوسرے سے مطابقت رکھتی ہے۔ یہ ان دونوں کا اجتہاد ہے جو ان کے دور میں امت کی ضروریات کے مطابق تھا لیکن یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ ایک عالم نے اُمت کے جو حقوق شمار کرائے ہیں اسی پر اکتفاء کیا جائے خواہ وہ فضیلت اور وسعت علم میں کتنے ہی اونچے مقام پر کیوں نہ فائز ہو اور اس موضوع سے متعلق اس کی نگاہ کتنی ہی وسیع اور ہمہ گیر کیوں نہ ہو اور وہ معاصرین ہی میں سے کیوں نہ ہو چہ جائے کہ صدیوں قبل کے آراء واجتہادات پر اکتفا کیا جائے۔ ❸

لہٰذا ضروری ہے کہ خلیفہ کے فرائض کی تعیین مذکورہ بیعت کے دونوں شرطوں حفاظت دین اور سیاست دنیا کی بنیاد پر کی جائے اور علمائے امت کی کمیٹیاں اپنے دور کے لوگوں کے لیے اس کام کو انجام دیں۔ ❹

یہ خلیفہ کے بعض فرائض ہیں جسے فقہائے امت نے بیان کیا ہے، عصور وازمان میں تطور کے ساتھ ان میں بھی تطور ہو سکتا ہے بشرطیکہ یہ تطور نصوص کتاب وسنت اور احکام دین کے مخالف نہ ہو۔ ❺

۳۔ مسلمانوں سے بیت المال کا حق وصول کرنا:

خراج وصول کرنے والے بیت المال کے حقوق کو جمع کرنے کے لیے حکومت کے نمائندے ہوتے ہیں جب انہوں نے مسلمانوں پر عائد شدہ حقوق حاصل کر لیے تو انہوں نے اپنی ڈیوٹی ادا کر دی اور اگر انہوں نے بیت المال کے حقوق کو وصول کرنے میں غلو سے کام لیا تو انہوں نے مال ادا کرنے والوں پر ظلم ڈھایا، انہیں نقصان پہنچایا اور ان کی طاقت سے بالاتر ان کو مکلف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المال کے حق کو حاصل کرنے میں غلو سے منع فرمایا ہے اور زکوٰۃ میں لوگوں کا بہترین مال لینے سے منع فرمایا ہے اور پھلوں کی زکوٰۃ وصول کرنے میں آسانی وتخفیف کا حکم فرمایا ہے۔ ❻

۴۔ بیت المال سے مسلمانوں کا حق ادا کرنا:

بیت المال سے مسلمانوں کا عطیہ یا تو براہ راست ہوگا جیسے زکوٰۃ کو مستحقین پر صرف کرنا اور بیت المال سے

---

❶ الاحكام السلطانية والولايات الدينية/ ابو الحسن الماوردی، ص (١٦، ١٧)

❷ مقدمة ابن خلدون ص (١٩١)

❸ الخلافة بين التنظير و التطبيق/ محمد المرداوى ص (٦٦)

❹ الخلافة بين التنظير و التطبيق/ محمد المرداوى ص (٦٧)

❺ السياسة المالية لعثمان بن عفان، ص (٦٣)

❻ السياسة المالية لعثمان بن عفان، ص (٦٤)

زائد مال کو عطیات کے نظام کے تحت مسلمانوں کے مابین تقسیم کرنا، یا براہ راست نہ ہوگا جیسے خدمات عامہ (پبلک سروس) جو حکومت اپنی رعایا کے لیے پیش کرتی ہے، اس پر بیت المال سے خرچ کیا جائے گا۔ دونوں طرح کی عطیات میں لازم ہے کہ حق کو قائم رکھا جائے براہ راست عطیات ظلم وزیادتی سے پاک ہوں۔ بایں طور کہ مقررہ اصولوں کی مخالفت نہ کی جائے کہ بلا سبب اور کسی وجہ جواز کے بغیر کسی کو فائدہ اور کسی کو نقصان پہنچایا جائے، اور یہ جائز نہیں کہ عطیات کو ان کے مقررہ وقت سے موخر کیا جائے خواہ یہ تاخیر کارروائی کی پیچیدگی کی وجہ سے ہو یا ان رکاوٹوں کی وجہ سے جن کی وجہ سے وہ حضرات جو حق تلفی کے شکار ہیں ذمہ داروں تک نہیں پہنچ پاتے کہ وہ عطیات کی تاخیر یا قلت یا عدم وصول کے سلسلہ میں بات کرسکیں۔ اور اسی طرح خدمات عامہ (پبلک سروس) کی شکل میں حکومت عوام کو جو عطیات پیش کرتی ہے اس میں یہ جائز نہیں کہ فرد معین کی منفعت پیش نظر ہو بلکہ ضروری ہے کہ پوری امت کی منفعت پیش نظر رہے۔ ❶

۵۔ ذمیوں پر ظلم نہ کرنا، ان سے بیت المال کا حق وصول کرنا اور ان کے حقوق کو ادا کرنا:

اہل کتاب سے جزیہ وصول کرتے وقت ان پر ظلم کرنا جائز نہیں کیوں کہ اہل کتاب ان ذمیوں سے ہیں جو اسلامی سلطنت میں اقامت اختیار کرتے ہیں اور وہ اس کی حفاظت وامان میں ہوتے ہیں جب تک جزیہ ادا کرتے ہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت فرمائی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کو اہل ذمہ سے جزیہ وصول کرنے پر مقرر فرمایا جب وہ آپ کے پاس سے جانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا اور فرمایا:

((الا من ظلم معاهدا او كلفه فوق طاقته او انتقصه او اخذ منه شيئا بغير طيب نفسه فأنا حجيجه يوم القيامة .)) ❷

''خبردار جو کسی معاہد پر ظلم کرے یا اس کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف کرے یا اس کی تنقیص کرے یا اس کی رضا کے بغیر کوئی چیز اس سے لے تو قیامت کے دن میں اس کے خلاف دعوے دار ہوں گا۔''

اس کی بنیاد پر عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت ان کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت فرمائی۔ فرمایا:

''میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ وہ اہل ذمہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، ان کے عہد کو پورا کرے، اور ان کے دفاع میں قتال کرے اور ان کو ان کی طاقت سے

---

❶ السياسة المالية لعثمان بن عفان ص (٦٦)

❷ المنتخب من السنة ص (٢٦١)۔ (ابوداود: ٣٠٥٢۔ البیهقی: ٩/ ٢٠٥۔ دیکھیے: صحیح الجامع الصغیر/ البانی ٢٦٥٥)۔ (مترجم)

زیادہ مکلف نہ کرے۔'' ❶

لہٰذا اگر جزیہ وصول کرنے والے ذمیوں کو اذیت پہنچائیں یا ان کی طاقت سے زیادہ ان کو مکلف کریں یا انہیں سزا دیں، یا اس بوڑھے شخص سے جزیہ وصول کریں جس کے پاس کچھ نہیں اور نہ وہ کام کر سکتا ہے یا اس ذمی سے جزیہ لیں جو اسلام قبول کر چکا ہے تو یہ سب ظلم میں شمار ہوگا۔ تعلیمات رسول اللہ ﷺ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے خلیفہ ثالث عثمان رضی اللہ عنہ نے عاملین خراج کے نام اپنے خطبہ میں مذکورہ ظلم کے عدم ارتکاب کا حکم نامہ جاری کیا تھا۔ ❷

اہل ذمہ جو ان زمینوں کی کاشت کاری کرتے ہیں جو اسلامی فتوحات کے نتیجے میں اسلامی سلطنت کو ہاتھ آئی ہیں وہ جزیہ کے علاوہ خراج بھی بیت المال کو ادا کریں گے۔ عاملین خراج پر واجب ہے کہ وہ خراج کی قیمت مقرر کرتے ہوئے حق کا خیال رکھیں بایں طور کہ ان اسباب وعوامل کا اعتبار کریں جو اثر انداز ہوتے ہیں کیوں کہ ان اسباب وعوامل کو نظر انداز کر دینے سے اہل ذمہ پر ظلم کا وقوع یقینی ہو جاتا ہے۔ وہ اسباب وعوامل جو قیمت کی تحدید میں اثر انداز ہوتے ہیں چار ہیں:

۱۔ زمین کی نوعیت، اچھائی وخرابی کے اعتبار سے: اگر زمین اچھی ہے تو پیداوار زیادہ ہوگی اور اگر زمین اچھی نہیں تو پھر پیداوار میں کمی ہوگی۔

۲۔ غلوں اور پھلوں کی نوعیت: بعض کی قیمت زیادہ ہوتی ہے اور بعض کی کم۔

۳۔ آب پاشی کی نوعیت: چنانچہ جن زمینوں کی آب پاشی مشینوں سے کی جاتی ہے اس پر اخراجات زیادہ آتے ہیں اور جو زمین بارش یا تالاب وغیرہ سے سیراب ہو جاتی ہے اس پر کم۔

۴۔ خراج مقرر کرتے وقت اعلیٰ مقدار کو نہ مقرر کرے بلکہ زمین والوں کے لیے بھی کچھ چھوڑ دے جسے وہ مشکلات و پریشانیوں میں کام میں لا سکیں۔ ❸

اگر اسلامی سلطنت نے اہل کتاب کے ساتھ کوئی معاہدہ یا مصالحت کی ہے تو اسلامی حکومت اور عاملین خراج کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان شرائط کی پاسداری کریں جو معاہدہ ومصالحت میں طے پائی ہیں اور انہی شرائط میں سے وہ شرائط بھی ہیں جن میں جزیہ اور خراج کی قیمت کی تحدید کی گئی ہے۔ کیوں کہ مسلمان جب کوئی عہد و پیمان کرتے ہیں تو اس کو پورا کرتے ہیں۔ ❹

---

❶ السياسة المالية لعثمان بن عفان، ص (٦٧)

❷ السياسة المالية لعثمان بن عفان، ص (٦٧)

❸ السياسة الماليه لعثمان بن عفان، ص (٦٧)

❹ السياسة المالية لعثمان بن عفان ، ص (٦٧)

۶۔ یتیم پر عدم ظلم:

عام مال میں نصوص قرآنی کی روشنی میں یتیم کو حقوق حاصل ہیں اگر یتیم فقیر ہے تو وہ مال زکوٰۃ کا مستحق ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ ﴾ (التوبہ: ٦٠)

''صدقہ (زکوٰۃ) صرف فقیروں کے لیے ہیں اور مسکینوں کے لیے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لیے اور ان کے لیے جن کے لیے دل پرجائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور راہرو مسافروں کے لیے، فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔''

مال غنیمت کے خمس میں یتیم کا حصہ ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ﴾

(الانفال: ٤١)

''جان لو کہ تم جس قسم کی جو کچھ غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا، اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندے پر اس دن اتاری ہے جو دن حق وباطل کی جدائی کا تھا جس دن دو فوجیں بھڑ گئی تھیں اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

یتیم کو بیت المال کی عطیات میں حق حاصل ہے، چنانچہ بیت المال سے بچوں کے لیے عطیات مقرر کیے جاتے تھے اور اس ضمن میں ایتام بھی داخل تھے۔ اگر یتیم مال دار ہو تو وہ اپنے مال پر عائد شدہ زکوٰۃ ادا کرے گا اور زکوٰۃ وصول کرنے والے کی ذمہ داری ہے کہ وہ حق وعدل کے ساتھ زکوٰۃ وصول کرے تاکہ ناحق اس کے ظلم کی وجہ سے یتیم کا مال یا اس کا بعض حصہ ضائع نہ ہو۔ ❶

۷۔ عاملین خراج کا امانت ووفا کی صفت سے متصف ہونا:

ارشاد الٰہی ہے:

❶ السياسة المالية لعثمان بن عفان، ص (٦٨)

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَٰنَٰتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿٥٨﴾﴾

(النساء: ۵۸)

''اللہ تعالیٰ تمھیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں پہنچاؤ اور جب لوگوں کا فیصلہ کرو تو عدل و انصاف سے فیصلہ کرو یقیناً وہ بہتر چیز ہے جس کی نصیحت تمھیں اللہ تعالیٰ کر رہا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ سنتا ہے دیکھتا ہے۔''

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَٰنَٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَٰعُونَ ﴿٨﴾﴾ (المومنون: ۸)

''جو اپنی امانتوں اور وعدے کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ نے محصلین خراج سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ امانت کی صفت سے متصف ہوں، اور جو بھی مالی امور سے منسلک ہوں ان سب کے لیے یہ صفت انتہائی لازم ہے، اگر ان کے اندر یہ صفت نہ پائی گئی تو وہ بیت المال کے حقوق پر ظلم ڈھائیں گے اور مال فراہم کرنے والوں پر ظلم ڈھائیں گے اور مال فراہم کرنے والوں اور بیت المال کے درمیان تعلقات خراب ہوں گے۔ قرآن کریم اور احادیث نبویہ امانت کو لازم پکڑنے پر ابھارتے ہیں۔

خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی طرح محصلین خراج سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ وفا کی صفت سے متصف ہوں اور آپ کے خطوط میں مطلق وفا کی تاکید کی گئی، جو بیت المال اور مال فراہم کرنے والے دونوں کے ساتھ وفا کو شامل ہے بایں طور پر کہ بیت المال کا حق رعایا سے پورا پورا وصول کیا جائے اور مال فراہم کرنے والوں پر مطلوبہ مال کی تعیین میں حد سے تجاوز کر کے ان پر ظلم نہ کیا جائے۔ اور اسی طرح اس وفا کا تعلق اہل ذمہ سے بھی ہے کہ ان کے ساتھ نرمی اور حسن معاملہ کیا جائے اور جزیہ و خراج سے متعلق جو صلح کی شرائط طے پائی ہیں بلاکم و کاست نافذ کیا جائے۔ [1]

۸۔ خوش حالی کا اثر امت کی روش پر:

عثمان رضی اللہ عنہ نے عوام کو یوں ہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ ان کی رہنمائی فرمائی اور انہیں متنبہ کیا کہ کہیں دنیا اور دنیاوی ناز و نعم اور لذتیں انہیں اپنی طرف گھسیٹ نہ لے جائیں۔ آپ کو اس بات کا شدید خوف تھا کہ جب امت میں تین چیزیں پیدا ہو جائیں تو وہ ابتداع کا شکار ہو جائے گی: خوش حالی، قیدی خواتین کی اولاد کی بلوغت، عجمیوں کا قرآن پڑھنا۔ [2]

[1] السیاسة المالیة لعثمان بن عفان، ص (٦٩)
[2] تاریخ الطبری: ٥/ ٢٤٥.

عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ محسوس کیا کہ مال کی فراوانی خوش حال لوگوں کو صحیح روش سے پھیر دے گی کیوں کہ رعایا کے پاس مال کی فراوانی اور بہتات رعایا کے فساد کا سبب بنتی ہے کیوں کہ وہ اس کو عیش وعشرت اور غلط کاموں پر صرف کرتے ہیں۔ ❸

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَإِذَآ أَرَدْنَآ أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا۟ فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا ٱلْقَوْلُ فَدَمَّرْنَٰهَا تَدْمِيرًا ۝١٦ ﴾ (الاسراء: ١٦)

''اور جب ہم کسی بستی کی ہلاکت کا ارادہ کر لیتے ہیں تو وہاں کے خوش حال لوگوں کو (کچھ) حکم دیتے ہیں اور وہ اس بستی میں کھلی نافرمانی کرنے لگتے ہیں تو ان پر (عذاب کی) بات ثابت ہو جاتی ہے پھر ہم اسے تباہ وبرباد کر دیتے ہیں۔''

۹۔ سیاست فاروقی وعثمانی کے درمیان مقارنہ:

مالی امور سے متعلق جس سیاست کا اعلان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے کیا وہ اس عام مالی سیاست سے ہم آہنگ ہے جس کی تنفیذ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے زمام خلافت سنبھالتے ہوئے کی تھی، چنانچہ آپ نے اعلان کیا اور نافذ کیا کہ مال عام کے لیے تین ہی شکلیں مناسب ہیں: حق کے ساتھ وصول کیا جائے اور حق میں دیا جائے اور باطل میں روکا جائے۔ ❶ چنانچہ مال سے متعلق عمر وعثمان رضی اللہ عنہما کی سیاست ایک ہی مرکز نور کے تابع تھی اور وہ اسلام اور اس کے اصول ومبادی اور قواعد کا مرکز تھا۔ ❷

۲۔ عثمانی ارشادات لوگوں کے لیے زکوٰۃ کے قواعد واصول واضح کرتے ہیں

عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تمہاری زکوٰۃ کا مہینہ ہے لہٰذا جس پر قرض ہو وہ اس کو ادا کر دے تاکہ تم اپنی زکوٰۃ نکال سکو اور جس کے پاس نصاب زکوٰۃ تک مال نہ ہو اس سے زکوٰۃ نہیں لی جائے گی الا یہ کہ وہ نفلی طور سے دے۔ اور جس سے زکوٰۃ لے لی گئی اس کو دوبارہ زکوٰۃ نہیں ادا کرنا ہے یہاں تک کہ آئندہ سال یہی مہینہ دوبارہ آجائے۔ ابراہیم بن سعد کا بیان ہے کہ اس سے مقصود ماہ رمضان ہے۔ ❸ اور ابوعبید کا بیان ہے کہ بعض آثار میں یہ بات وارد ہے کہ اس ماہ سے عثمان رضی اللہ عنہ کا مقصود ماہ محرم ہے۔ ❹

❶ السياسة المالية لعمر بن الخطاب/ قطب ابراهيم محمد ص (٢٣)
❷ السياسة المالية لعثمان بن عفان ص (٧٦)
❸ الاموال/ ابو عبيد ص (٥٣٤)
❹ الاموال/ ابو عبيد ص (٥٣٥)

اس ارشاد کے ذریعے سے عثمان رضی اللہ عنہ نے مندرجہ ذیل مبادی متعین فرمائے:

ا۔ سالانہ زکوٰۃ: غلوں اور پھلوں کے علاوہ کی زکوٰۃ کے لیے حولان حول (سال بھر گزرنا) شرط ہے اور یہ بات عثمان رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے ظاہر ہے کہ جس سے زکوٰۃ لے لی گئی اس کو دوبارہ زکوٰۃ نہیں ادا کرنا ہے یہاں تک کہ آئندہ سال یہی مہینہ دوبارہ آجائے۔ لہٰذا ایک سال کے اندر دوبارہ زکوٰۃ نہیں لی جائے گی۔

ب۔ اگر ہم ابوعبید کا قول لیتے ہیں کہ اس مہینے سے مقصود ماہ محرم ہے تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ چاہا کہ اسلامی مالی سال ہجری سال کے بالکل مطابق ہو لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ مال پر، مکمل ہجری سال گزرنے پر، اگر شرائط زکوٰۃ پائی جاتی ہیں تو ہر ہجری سال کے آغاز میں زکوٰۃ ادا کر دیا کریں۔

ج۔ عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کو اموال زکوٰۃ کا حساب کرنے کی دعوت دیتے ہیں، ان سے آپ کا مطالبہ ہے کہ قرض ادا کر دیں تاکہ باقی مال پر زکوٰۃ عائد کی جائے۔ ❶ شاید عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کو اس بات پر ابھارنا چاہتے ہیں کہ وہ قرض خواہوں کو قرض ادا کر دیں تاکہ زکوٰۃ کا حساب کرنے میں آسانی ہو اور قرض صرف شکلی نہ رہے بلکہ اس سلسلہ میں سنجیدگی واضح ہو۔ ❷

د۔ عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اور جس کے پاس نصاب زکوٰۃ تک مال نہ ہو اس سے زکوٰۃ نہیں لی جائے گی یہاں تک کہ وہ نفلی طور پر دے۔'' اس کے ذریعے سے عثمان رضی اللہ عنہ نفلی صدقات کی دعوت دیتے ہیں بعض حضرات جو اپنے آپ کو زکوٰۃ ادا کرنے کا مستحق نہیں سمجھتے لیکن اس کے باوجود نفلی صدقات نکالنا چاہتے ہیں جسے وہ بیت المال میں جمع کریں تو وہ ان سے قبول کیے جائیں گے اور ان کو موارد زکوٰۃ میں شامل کیا جائے گا اور پھر حکومت ان کو مصارف زکوٰۃ میں خرچ کرے گی۔ ❸

اور عثمان رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد ''اور جس سے ہم نے زکوٰۃ لے لی اس سے زکوٰۃ نہیں لیں گے الا یہ کہ وہ نفلی طور سے ادا کرے'' کا مقصد یہ ہو سکتا ہے کہ بیت المال سونا اور چاندی کی زکوٰۃ نہیں وصول کرے گا۔ الا یہ کہ صاحب مال خود اسے بیت المال کو ادا کرے۔ البتہ جس زکوٰۃ پر لوگوں کو مجبور کیا جائے گا اور اس کو روکنے پر ان سے جہاد کیا جائے گا وہ جانوروں اور کھیتی اور کھجور کی زکوٰۃ ہے۔ اس طرح گویا عثمان رضی اللہ عنہ نے مالکین مال کو اموال باطنہ سونا، چاندی اور تجارت کی زکوٰۃ میں آزاد چھوڑ دیا ہے، بیت المال ہی کو ادا کرنا لازم نہیں خود وہ مستحقین زکوٰۃ میں تقسیم کر سکتے ہیں الا یہ کہ وہ خود سے اپنی خوشی سے بیت المال کو ادا کریں۔ ❹

اس سلسلہ میں ابوعبید کا کہنا ہے: ''کیا تم دیکھتے نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانوروں کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے محصلین کو روانہ فرماتے، وہ ان سے برضا و جبر زکوٰۃ وصول کرتے تھے، یہی روش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ

❶ السياسة المالية لعثمان بن عفان، ص (٧٦)
❷ السياسة المالية لعثمان بن عفان، ص (٧٦)
❸ السياسة المالية لعثمان بن عفان، ص (٧٧)
❹ الاموال / ابو عبيد ص (٥٣٧)

کے خلفاء کی بھی رہی۔ جانوروں کی زکوٰۃ نہ ادا کرنے پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مانعین سے قتال کیا۔ اور نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ آپ کے خلفاء میں سے کسی سے یہ وارد ہے کہ انہوں نے مال صامت (سونا چاندی وغیرہ) کی زکوٰۃ ان سے جبراً وصول کی ہو الا یہ کہ وہ خود سے لا کر پیش کر دیں، یہ ان کے ذمہ امانتیں ہیں جس طرح چاہیں ادا کریں لیکن جانور کی زکوٰۃ کے لیے محکم حکم ہے ان پر لاگو کیا جائے گا اور احکام ظاہری اموال پر ہی لاگو ہوں گے۔ مال ظاہری ہو یا باطنی اس کا معاملہ بندے اور اللہ کے درمیان ہے۔ ❶

۱۔ قرض دیے ہوئے مال کی زکوٰۃ سے متعلق عثمان رضی اللہ عنہ کا فرمان:

سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

''زکوٰۃ اس قرض دیے ہوئے مال میں واجب ہے جسے جب چاہو وصول کر لو، قرض دار مال دار ہو لیکن تم حیا اور شرم کی وجہ سے نہ مانگ سکو تو اس میں زکوٰۃ ہے۔'' ❷

عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''قرض کی زکوٰۃ ادا کرو اگر وہ مال دار کے ذمہ ہو۔'' ❸

عثمان رضی اللہ عنہ کے ان دونوں اقوال سے واضح ہوتا ہے کہ زکوٰۃ قرض دیے ہوئے مال میں واجب ہے جب کہ قرض لینے والا مال دار ہو اور قرض خواہ اس کو وصول کر سکتا ہو، لیکن حیا مانع ہو یا کسی منفعت کے پیش نظر نہ کہہ سکتا ہو۔ ❹

۲۔ زکوٰۃ کی مد سے قرض لے کر مصالح عامہ پر خرچ کرنا:

عثمان رضی اللہ عنہ نے اموال زکوٰۃ لے کر جنگ میں اور دیگر مصالح عامہ پر خرچ کیا چنانچہ آپ نے زکوٰۃ کی مد سے لے کر جہاد پر خرچ کیا اس شرط کے ساتھ کہ جب بیت المال میں وسعت ہوگی تو واپس کر دیں گے اور خلیفہ کو یہ حق حاصل ہے کہ ایک مد سے قرض لے کر دوسری مد میں خرچ کرے، اس میں نہ تو دین کی مخالفت لازم آتی ہے اور نہ سنت میں تبدیل وتغیر، جب کہ اس بات کا عزم مصمم ہو کہ بعد میں لیے ہوئے مال کو واپس کر دیں گے۔ ❺ علماء کی ایک رائے تو یہ ہے کہ مصارف زکوٰۃ میں سے ایک مصرف فی سبیل اللہ ہے، غازی فی سبیل اللہ کو زکوٰۃ میں سے دیا جائے گا کیوں کہ جہاد کی وجہ سے وہ کام کاج کر کے اپنی روزی نہیں کما سکتا اور یہ بے کاری اور عدم عمل پر ہمت افزائی نہیں ہے کیوں کہ اس شخص نے ذاتی مصلحت پر اسلامی مصلحت کو ترجیح دی ہے اور ذاتی عمل کو اعلائے کلمۃ اللہ اور دین کی نشر واشاعت کی خاطر چھوڑا ہے اور بعض علماء تو اس بات کے قائل ہیں کہ زکوٰۃ

❶ الاموال / ابو عبید ص (۵۳۷)
❷ الاموال / ابو عبید ص (۵۳۷)
❸ المنتخب من السنة (۶/ ۲۰۱)
❹ السیاسة المالیة لعثمان بن عفان، ص (۷۹)
❺ السیاسة المالیة لعثمان بن عفان ، ص (۸۰)

زکوٰۃ کو مصالح عامہ اور امت کی ضروریات پر خرچ کیا جا سکتا ہے۔ ❶

۳۔ فقراء و مسافرین کے کھانے پر زکوٰۃ سے خرچ کرنا:

عثمان رضی اللہ عنہ نے نئی سنت جاری کی، آپ رمضان میں مسجد کے اندر کھانے کا اہتمام کرتے اور فرماتے یہ مسجد میں عبادت میں لگے ہوئے اور مسافر و فقراء کے لیے ہے۔ ❷

عثمان رضی اللہ عنہ بیت المال سے مسلمانوں کی تکریم کرتے اور اس سلسلہ میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء فرماتے جو انتہائی سخی تھے اور آپ سے زیادہ سخاوت کا مظاہرہ رمضان میں فرماتے۔ یہ سنت جو عثمان رضی اللہ عنہ نے جاری کی مسلمانوں کو اعتکاف پر رغبت دلائی کیوں کہ انہیں کھانا تیار ملتا اور اس کی فکر نہیں ہوتی نیز اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اعتکاف پر لوگوں کو ہمت افزائی اور ترغیب ہے۔ ❸

۴۔ زکوٰۃ کی مد سے مسافر خانوں کی تعمیر:

عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی کہ جب غلے کے تاجر کوفہ پہنچے تو ابو سال الاسدی اور کوفہ کے کچھ لوگوں کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا کہ جن کا کوفہ میں کوئی ٹھکانہ نہیں وہ ابو سال کے یہاں ٹھہر سکتے ہیں تو عثمان رضی اللہ عنہ نے بعض مکانات کو خرید کر مسافر خانہ بنا دیا جس میں مسافر ٹھہرا کریں، انہی مکانات میں سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مکان ہذیل میں تھا جہاں مسافرین مسجد کے آس پاس موجود مسافر خانے تنگ ہو جانے پر اقامت کیا کرتے تھے۔ ❹

۵۔ ہر غلام کو بیت المال سے عطیہ:

عثمان رضی اللہ عنہ نے جس چیز کا اضافہ کیا وہ یہ کہ کوفہ میں ہر غلام کے لیے بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا ❺ اور غالب خیال ہے کہ یہ زکوٰۃ کی مد سے تھا کیوں کہ غلاموں کو زکوٰۃ میں حصہ حاصل ہے جسے قرآن نے متعین فرمایا ہے چنانچہ مصارف زکوٰۃ کو بیان کرتے ہوئے، ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَفِي الرِّقَابِ﴾ (التوبہ: ٦٠)

''اور گردن چھڑانے میں۔'' ❻

۳۔ مال غنیمت کا خمس

جہاد کا آغاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے شروع ہوا اور ابوبکر و عمر اور اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہم کے دور میں جاری رہا جس کے نتیجے میں اسلام کی نشر و اشاعت ہوئی اور اسلامی سلطنت کو وسعت ملی۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد

---

❶ السياسة المالية لعثمان بن عفان، ص (٨١)

❷ تاريخ الطبرى (٥/ ٢٤٥)

❸ السياسة المالية لعثمان بن عفان، ص (٨٢، ٨٣)

❹ تاريخ الطبرى (٥/ ٢٧٣)

❺ تاريخ الطبرى (٥/ ٢٧٥)

❻ السياسة المالية لعثمان، ص (٨٤)

خلافت میں فتوحات بہت زیادہ ہوئیں جس کی وجہ سے بہت زیادہ مال غنیمت بیت المال کو حاصل ہوا اور اسی میں سے خمس بھی تھا۔ اسی طرح بیت المال کو ان اہل کتاب کی طرف سے جزیہ کا مال بھی خوب حاصل ہوا جنھوں نے اپنے دین پر باقی رہنے کو ترجیح دی اور جنگ کرنے سے باز رہے اس طرح بیت المال اور اسلامی فتوحات کے مابین گہرا تعلق رہا۔ عہد عثمانی میں اسلامی فتوحات کے لیے جان و مال کی قربانی دیتے ہی تھے، اس کے ساتھ ساتھ بیت المال نے بھی مذکورہ فتوحات کے لیے مال فراہم کیا خواہ فوجیوں کی تنخواہ کی شکل میں یا اسلحہ اور سامان جنگ کی خریداری کی شکل میں اور جب فتوحات حاصل ہوئیں تو ان اہل کتاب پر جو مسلمان نہیں ہوئے جزیہ عائد کیا گیا اور ان زمینوں پر خراج عائد کیا گیا جو کفار سے جنگ کر کے حاصل کی گئیں اور اسی طرح جو لوگ مسلمان ہوئے انہوں نے زکوٰۃ کی شرائط کی تکمیل کی صورت میں زکوٰۃ ادا کی جو ارکان اسلام میں سے ہے، اس کی ادائیگی کے بغیر اسلام ہی نامکمل ہوتا ہے۔ ان سب سے اسلامی سلطنت کی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے مال غنیمت کو حلال کیا ہے جو پانچ حصوں میں مساوی تقسیم کیا جاتا ہے، چار حصے مجاہدین کے درمیان تقسیم کیے جاتے ہیں اور پانچواں حصہ بیت المال میں جمع ہوتا ہے۔ [1]

درج ذیل بعض مسائل سے عہد عثمانی میں مال غنیمت کے خمس سے متعلق عام مالی سیاست کے نفاذ کا اظہار ہوتا ہے:

۱۔ عہد عثمانی میں مال غنیمت میں بچوں کا حصہ نہیں مقرر کیا گیا:

تمیم بن مہری کا بیان ہے کہ میں دوسری مرتبہ فتح اسکندریہ میں شریک تھا لیکن مجھے مال غنیمت میں حصہ نہیں دیا گیا جس کی وجہ سے قریب تھا کہ میری قوم اور قریش کے درمیان اختلاف رونما ہو جائے، لیکن بعض لوگوں نے کہا اس سلسلہ میں بصرہ غفاری اور عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہما سے دریافت کر لیا جائے، دونوں صحابی رسول ہیں، جب ان دونوں سے اس سلسلہ میں دریافت کیا گیا تو ان دونوں نے کہا: اگر زیر ناف بال آگئے ہیں تو پھر حصہ دیا جائے، چنانچہ بعض لوگوں نے میرا معائنہ کیا تو زیر ناف بال آچکے تھے لہٰذا مجھے مال غنیمت میں حصہ دیا گیا۔ [2]

اس کا معنی یہ ہوا کہ بچے کا مال غنیمت میں حصہ نہیں ہے اور اسی طرح عورت کا بھی حصہ نہیں ہے، لیکن چوں کہ انہوں نے جنگ میں مسلمانوں کا تعاون کیا ہے اس لیے کچھ مال دیا جائے گا اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں نافذ العمل تھا۔ [3]

---

[1] السیاسۃ المالیۃ لعثمان بن عفان، ص (۸۶، ۸۷)

[2] فتوح مصر و اخبارھا، ص: (۱۲۱)

[3] السیاسۃ المالیۃ لعثمان، ص (۹۳)

۲۔ مقتول کا ساز وسامان قاتل کے لیے:

جنگ میں مقتول کے پاس جو اسلحہ اور سواری ہو اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ہے کہ وہ قاتل کا ہے چنانچہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معرکہ حنین کے موقع پر فرمایا:

((من قتل قتيلا له بينة فله سلبه .)) ❶

''جس نے کفار کی فوج میں سے کسی کو قتل کیا اس کے لیے مقتول کا ساز وسامان ہے بشرطیکہ اس کے پاس اس کا ثبوت ہو۔''

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قاتل کو مقتول کے ساز وسامان کا حق اسی وقت حاصل ہوگا جب کہ وہ اس پر ثبوت فراہم کرے کہ اسی نے اس کو قتل کیا ہے۔ اگر دو آدمی کسی مقتول سے متعلق اختلاف کریں اور ہر ایک یہ کہے کہ میں نے اس کو قتل کیا ہے تو اس کا ساز وسامان اس کو ملے گا جو یہ ثبوت فراہم کرے کہ اسی نے اس کو قتل کیا ہے۔ ❷

اسکندریہ کی بغاوت کے بعد رومی منویل خصی کی قیادت میں چڑھ دوڑے اور اسکندریہ میں پڑاؤ ڈالا لیکن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان کو چھیڑا نہیں، انہیں اپنے قریب آنے دیا تاکہ کفار خود آپس میں کٹ مریں، چنانچہ وہ اسکندریہ سے نکلے اور ان کے ساتھ وہ حضرات بھی تھے جو بستیوں میں سے بدعہدی کے شکار ہوئے تھے، وہ بستیوں میں اترتے شراب پیتے، ان کا کھانا کھاتے اور لوٹ مار مچاتے، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان سے تعارض نہیں کیا بلکہ آگے بڑھنے دیا یہاں تک کہ وہ لوگ نقیوس پہنچ گئے تو آپ ان سے خشکی وتری میں نبرد آزما ہوئے اور تیروں سے جنگ کی پھرتری سے نکلے اور خشکی پر موجود لوگوں سے جا ملے اور تیر کی جنگ جاری رکھی پھر ایک رومی جرنیل دعوت مبارزت دیتے ہوئے گھوڑے پر سوار سنہری اسلحہ لیے ہوئے آگے بڑھا۔ اس کے جواب میں زبید کا ایک فرد جس کا نام حومل اور کنیت ابو مذحج تھی مقابل میں آیا، دونوں نے دیر تک نیزے سے مقابلہ آرائی کی پھر رومی جرنیل نے نیزہ پھینک دیا اور تلوار لے لی ادھر حومل نے بھی نیزہ پھینک کر تلوار سنبھال لی۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان کو پکارنے لگے اے ابو مذحج! وہ جواب میں عرض کرتے حاضر ہوں۔ لوگ نیل کے ساحل پر خشکی میں اپنے اپنے مقام پر ڈٹے رہے اور کچھ دیر دونوں نے تلوار چلائی پھر رومی جرنیل نے حومل پر حملہ کر دیا اور زخم گہرا لگا پھر حومل نے خنجر اٹھایا اور دشمن پر وار کیا اس کے بعد اس کو ذبح کر دیا اور اس کا ساز وسامان لے لیا پھر حومل کا کچھ دنوں کے بعد انتقال ہو گیا (اللہ آپ پر رحم کرے) پھر مسلمان رومی فوج پر ٹوٹ پڑے اور انہیں اسکندریہ کی طرف لوٹنے پر مجبور کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی اور رومی جرنیل منویل خصی قتل کر دیا گیا۔ ❸

---

❶ البخاري: كتاب المغازي (٤٣٢٢) ❷ السياسة المالية لعثمان ص (٩٣)

❸ فتوح مصر و اخبارها ص (١١٩-١٢٠)

۳۔ بعض عثمانی فتوحات میں مال غنیمت کی قیمت اور بیت المال کا حصہ:

عبدالملک بن مسلمہ دوسروں سے روایت کرتے ہیں کہ ہم افریقہ کی فتح میں عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے انہوں نے ہمارے درمیان خمس نکالنے کے بعد مال غنیمت تقسیم کیا، ہر شہسوار کو تین ہزار دینار (دو ہزار گھوڑے کا حصہ اور ایک ہزار شہوار کا) اور پیدل کو ایک ہزار دینار ملے۔ فوجیوں میں سے ایک شخص کا انتقال ہو گیا تو اس کے اہل خانہ کو اس کے انتقال کے بعد ایک ہزار دینار دیے۔ ❶

عثمان بن صالح وغیرہ کا بیان ہے کہ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کا لشکر بیس ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ اور یہ بات واضح ہے کہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ اس ارشاد الٰہی کے مطابق بیت المال کا ہے:

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴۱﴾

(الانفال: ٤١)

''جان لو کہ تم جس قسم کی جو کچھ غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندے پر اس دن اتاری ہے جو دن حق و باطل کی جدائی تھا جس دن دو فوجیں بھڑ گئی تھیں، اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کا اور قرابت داروں کا حصہ ختم ہو گیا۔ عہد صدیقی اور فاروقی اور اسی طرح عہد عثمانی میں اسی پر عمل رہا اور باقی چار حصے فاتحین پر تقسیم کیے جاتے رہے۔ بایں طور کہ شہسوار اور اس کے گھوڑے کے لیے تین حصے اور پیادہ کے لیے ایک حصہ۔

مذکورہ بالا دونوں روایات سے خمس کی قیمت کا حساب جو بیت المال کو حاصل ہوا لگایا جا سکتا ہے، اس طرح پورے مال غنیمت کو معلوم کیا جا سکتا ہے بالفرض اگر شہسوار فوج کا دسواں حصہ تھے جس کی تعداد بیس ہزار تھی تو حساب اس طرح ہوگا:

٢٠٠٠	شہسوار	x	٣٠٠٠	=	٦٠٠٠،٠٠٠	دینار
١٨٠٠٠	پیادہ	x	١٠٠٠	=	١٨،٠٠٠،٠٠٠	دینار

مجموعی رقم جو مجاہدین کو حاصل ہوئی = ۲۴ ملین دینار۔ جو مال غنیمت کا $\frac{4}{5}$ حصہ ہے اور بیت المال کا خمس

❶ فتوح مصر و اخبارها ص (١٢٥)

1/5 حصہ = ۶ ملین دینار۔ اس طرح مال غنیمت کی مجموعی رقم ۳۰ ملین دینار ہوئی۔ ❶

۴۔ مال غنیمت کے خمس کا مصالح عامہ پر خرچ:

مال غنیمت کا خمس، نص قرآنی کے مطابق رسول اللہ ﷺ، اقرباء، ایتام، مساکین اور مسافروں پر خرچ ہوتا رہا لیکن رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ اور قرابت داروں کا حصہ بیت المال میں جمع ہونے لگا تاکہ اس سے اسلحے اور جنگی ساز و سامان فراہم کیا جائے، چنانچہ خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ اور قرابت داروں کے حصہ کو بیت المال میں جمع کر کے اس کو جنگی ساز و سامان اور اسلحوں کی فراہمی پر خوب خرچ کیا، کیوں کہ آپ کے دور حکومت میں بکثرت فتوحات کا سلسلہ جاری رہا، جس کے پیش نظر اسلحوں اور گھوڑوں اور دیگر جنگی ساز و سامان کی شدید ضرورت تھی۔ ❷

۵۔ عہد عثمانی میں اسلامی فتوحات کے لیے مال کی فراہمی میں مالی سیاست کی کامیابی:

عثمان رضی اللہ عنہ کو جن چیلنجوں کا سامنا تھا ان میں سے بعض مفتوحہ علاقوں کی بغاوت تھی، لیکن عثمان رضی اللہ عنہ نے ان بغاوتوں پر قابو حاصل کیا اور انہیں دوبارہ اسلامی سلطنت کی ماتحتی قبول کرنے پر مجبور کیا۔ جدید فتوحات کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان فتوحات سے متعلق مالی سیاست کی تنفیذ یہ بتا رہی ہے کہ عہد عثمانی میں عام مالی سیاست نے اپنا مطلوب کردار ادا کیا ہے، خواہ اس کا تعلق ان فتوحات کے لیے مال کی فراہمی سے ہو یا بیت المال کو حاصل شدہ کثیر دولت سے ہو جو مال غنیمت سے، یا مفتوحہ علاقوں کے لوگوں میں سے جنھوں نے اسلام قبول کیا ان کی زکوٰۃ سے یا جو اہل کتاب اپنے دین پر باقی رہے ان سے جزیہ اور خراج سے حاصل ہوئی۔ ❸

۶۔ عہد عثمانی میں جزیہ سے حاصل شدہ آمدنی کی چند مثالیں:

ا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ جو کوفہ کے والی تھے آذربیجان پر چڑھائی کی اور وہاں کے لوگوں سے آٹھ لاکھ درہم پر مصالحت کی جس کو انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت روک لیا تھا، چنانچہ ولید رضی اللہ عنہ نے ان پر فوجی چڑھائی کی، انہوں نے اطاعت قبول کی اور انہوں نے ان سے مال کو حاصل کیا۔ ❹

ب۔ جب عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو افریقہ کی طرف روانہ کیا تو انہوں نے راستے میں جرجیر سے مصالحت کر کے جو رقم حاصل کی اس کی مقدار دو ملین پانچ لاکھ بیس ہزار دینار تھی۔ ❺

ج۔ قبرص کی صلح سات ہزار دینار جزیہ کی ادائیگی پر ہوئی جو وہ مسلمانوں کو ادا کرتے رہیں گے۔ ❻

د۔ سعید بن صالح نے جرجان والوں سے مصالحت کی وہ کبھی ایک لاکھ کبھی دو لاکھ اور کبھی تین لاکھ ادا

---

❶ السیاسة المالیة لعثمان بن عفان، ص (۹۵)
❷ السیاسة المالیة لعثمان بن عفان، ص (۹۷)
❸ السیاسة المالیة لعثمان، ص(۹۹)
❹ تاریخ الطبری: (۵/ ۲٤٦)
❺ تاریخ الطبری: (۵/ ۲۵۵)
❻ تاریخ الطبری: (۵/ ۲٦۱)

کرتے تھے۔ ❶

ھ۔ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے نیساپور پر قبضہ کیا اور سرخس کی طرف رخ کیا تو مرو کے باشندوں نے صلح کا مطالبہ کیا بنا بریں انہوں نے ابن حاتم باہلی کو ان کی طرف روانہ کیا انہوں نے مرو کے حاکم سے دوملین پر مصالحت کی اور ایک بیان کے مطابق ساٹھ ہزار درہم پر مصالحت کی۔ ❷

و۔ احنف بن قیس بلخ کی طرف روانہ ہوئے اور ان کا محاصرہ کر لیا، تو انہوں نے چار لاکھ پر مصالحت کی پیش کش کی، احنف نے اسے قبول کر لیا اور اپنے چچا زاد بھائی اسید بن متشمس کو ان سے وصول کرنے کے لیے مقرر کیا۔ ❸

۴۔ عثمان رضی اللہ عنہ اہل نجران پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان نامے کو نافذ کر رہے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران سے کچھ شرائط پر معاملہ طے کیا تھا اور انہوں نے ان شرائط کو قبول کیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں ان کے لیے فرمان نامہ تحریر کرایا تھا جس میں ان شرائط کی تفصیل تھی، اس میں سے جزیہ کی ادائیگی اور اس کی مقدار کی تعیین بھی تھی۔

پھر یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے ان شرائط سے متعلق فرمان نامہ ان کو تحریر کر دیا پھر جب عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالی تو وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے انہیں نجران یمن سے جلا وطن کر کے نجران عراق میں آباد کر دیا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے لیے فرمان نامہ تحریر کر دیا۔ ❹

جب عمر رضی اللہ عنہ وفات پا گئے اور مسند خلافت پر عثمان رضی اللہ عنہ جلوہ افروز ہوئے تو یہ لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اپنے عامل ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے نام یہ فرمان نامہ تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''عبداللہ عثمان بن عفان امیر المومنین کی طرف سے ولید بن عقبہ کے نام۔

سلام اللہ علیک، یقیناً میں اللہ عزوجل کی حمد وثنا بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔

امابعد! اہل نجران جو عراق میں آباد ہیں ان کے پادری اور ذمہ دار افراد میرے پاس حاضر ہوئے اور شکایت کی اور مجھے عمر رضی اللہ عنہ کی شرط کو دکھایا۔ مسلمانوں سے جو انہیں تکلیف پہنچی ہے اس کا مجھے علم

---

❶ تاریخ الطبری: (۵/ ۲٦۱)
❷ تاریخ الطبری: (۵/ ۳۱۸)
❸ تاریخ الطبری: (۵/ ۳۰۷)
❹ الخراج/ ابو یوسف ص (۷٤)

ہے لہٰذا میں نے ان کے جزیہ میں سے تیس جوڑے کم کر دیے ہیں اور اللہ عزوجل کے واسطے چھوڑ دیا ہے اور یمن سے منتقل کرنے کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے جو زمینیں انہیں عطا کی تھیں وہ سب ان کو دے دی ہیں لہٰذا تم ان کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ کرو کیوں کہ ان کے لیے ذمہ ہے اور میرے اور ان کے مابین معرفت ہے۔ تم عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان نامے کو دیکھو اور اس میں جو کچھ ہے اس کو پورا کرو اور جب یہ فرمان نامہ پڑھ لو تو پھر اس کو انہیں واپس کر دو۔''

والسلام [1]

یہ پندرہ شعبان ۲۷ھ کا واقعہ ہے۔ [2]

مذکورہ بالا خط سے مندرجہ ذیل حقائق ہمارے سامنے واضح ہوتے ہیں:

ا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کو اور آپ کے بعد صاحبین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے عہد کو پورا کیا اور یہ اسلام کے عام اصول کا اثر ہے وہ یہ کہ جب کوئی شخص عہد و پیمان کرے یا کوئی وعدہ کرے تو اس کو پورا کرے۔

ب۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے جزیہ میں تخفیف فرمائی اور ان کی پوری زمین ان کو دے دی اور اپنے گورنر ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ کے مکتوب میں ان سے متعلق جو وارد ہوا ہے اس کو پورا کریں اور ان کے ساتھ برتاؤ کریں کیوں کہ وہ اہل ذمہ ہیں۔ [3]

۵۔ اہل کتاب جب تک جزیہ ادا کرتے رہیں وہ مسلمانوں کے ذمہ وحفاظت میں رہیں گے

جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسکندریہ کو فتح کیا اور جنگ کے دوران بطور مال غنیمت بہت سا مال ومتاع حاصل ہوا تو عہد پر باقی رہنے والے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ہماری اور آپ کی مصالحت تھی اس وقت ان رومی چوروں نے ہمارے سامان اور چوپایوں پر قبضہ کر لیا تھا اور ہمارا یہ مال اس وقت آپ کے قبضہ میں آیا ہے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو جنھوں نے اپنا مال پہچان لیا اور اس پر شہادت پیش کر دی ان کو واپس کر دیا۔ اور ان میں سے بعض لوگوں نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: آپ نے ہمارے ساتھ جو کیا ہے یہ حلال نہ تھا، بلکہ ہمارا آپ پر حق تھا کہ آپ ہماری طرف سے قتال کرتے کیوں کہ ہم آپ کے ذمی ہیں اور ہم نے اس عہد و پیمان کو توڑا نہیں ہے اور جس نے توڑ دیا ہے اس کو اللہ اپنی رحمت

[1] الخراج/ ابو یوسف ص (۷٤)
[2] السیاسة المالیة لعثمان ، ص (۱۰۵)
[3] السیاسة المالیة لعثمان، ص (۱۰۵)

سے دور کر دے۔ ❶

ذرا غور کریں جزیہ کے نظام سے کس طرح کے حقوق حاصل ہوتے تھے وہ یہ کہ اس جزیہ کے عوض ان کی حمایت و حفاظت کی جاتی تھی باوجودیکہ وہ ملک کے دفاع میں مسلمانوں کے ساتھ شریک نہیں ہوتے تھے وہ یہ جزیہ ان حقوق کے عوض ادا کرتے تھے جو اسلامی سلطنت سے ان کو حاصل ہوتے تھے اور من جملہ ان حقوق کے، حق حمایت و حفاظت ہے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان کے ان حقوق کو قائم رکھا اور ان کے مال و متاع کو انہیں واپس کر دیا۔ ❷

۶۔ عہد عثمانی میں حکومت کے عام اخراجات میں ذمیوں کی شرکت

جزیہ سے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب دوسری مرتبہ اسکندریہ فتح کیا گیا تو اخناء کا حاکم جس کا نام ''طلما'' تھا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کیا: بتلایئے کہ ہم میں سے ہر فرد پر کیا جزیہ عائد ہوتا ہے اسے اس سے وصول کیا جائے؟

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کنیسہ کے ایک ستون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: تم ہمارا خزانہ ہو اگر اخراجات زیادہ ہیں تو ہم تم سے زیادہ لیں گے اور اخراجات کم ہیں تو ہم تم سے کم وصول کریں گے۔ اس پر وہ ناراض ہو گیا اور جا کر رومیوں سے مل گیا اور ان سے مل کر مسلمانوں پر چڑھائی کر دی آخر کار گرفتار ہو کر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ لوگوں نے کہا: اسے قتل کر دیں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے کہا: نہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب وہ آپ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے اس کو کنگن پہنائے اس کے سر پر تاج رکھا اور سرخ رنگ کا برنس اس کو پہنایا اور اس سے کہا: اس طرح کے لوگوں کو میرے پاس لاؤ لہٰذا وہ جزیہ ادا کرنے پر راضی ہو گیا۔

''طلما'' سے کہا گیا: اگر تو شاہ روم کے پاس اس طرح پیش کیا جاتا تو کیا ہوتا؟ اس نے کہا: وہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو قتل کر دیتا۔ ❸

جس وقت ہم عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے اس قول ''تم ہمارا خزانہ ہو اگر اخراجات زیادہ ہیں تو ہم تم سے زیادہ لیں گے اور اگر اخراجات کم ہیں تو کم لیں گے'' کا تجزیہ کرتے ہیں تو ہمارے سامنے عہد عثمانی میں غیر مسلموں کے لیے مالی سیاست کے مندرجہ ذیل بعض اصول و مبادی سامنے آتے ہیں:

۱۔ ذمی حضرات جزیہ کی ادائیگی کے ذریعے سے اسلامی بیت المال کے ساتھ تعاون کریں گے۔ وہ بیت المال

---

❶ السیاسة المالیة لعثمان، ص (۱۰۶) ❷ السیاسة المالیة لعثمان، ص (۱۰۶)

❸ فتوح مصر و اخبارها، ص (۱۰۲)

کا خزانہ ہیں، جزیہ کی شکل میں بیت المال کو اپنا حصہ ان کے مال میں سے ملے گا۔

۲۔ ذمیوں کے مال میں جزیہ کی مقدار حکومت کے اخراجات کی روشنی میں متعین ہوگی اگر اخراجات زیادہ ہوئے تو جزیہ میں اضافہ ہوگا اور اگر اخراجات میں کمی ہوئی تو اسی حساب سے جزیہ کی مقدار بھی کم ہو جائے گی۔

۳۔ حکومت کے اخراجات کے مطابق جزیہ کی مقدار میں اضافہ وکمی اس اصول کا نتیجہ ہے کہ ہر شہری کی ملک کے عام اخراجات میں شرکت ضروری ہے، ہر فرد اپنی طاقت کے مطابق اس میں حصہ لے تاکہ اخراجات کی تقسیم و توزیع میں عدل وانصاف قائم ہو اور ذمیوں کے ساتھ حسن معاملہ کی نبوی وصیت کا تقاضا بھی یہی ہے۔ ❶

عہد عثمانی میں خراج وعشر کی عام آمدنی:

۱۔ خراج: ......عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ بڑھا۔ ان فتوحات کے نتیجہ میں مفتوحہ ممالک کی زرعی زمینیں اسلامی خلافت کے قبضہ میں آئیں۔ عمر رضی اللہ عنہ انہیں مسلمانوں کے لیے مال فے قرار دے کر ان کے مالکین اہل کتاب کے ہاتھوں میں باقی رکھا جو اپنے دین پر باقی رہنا چاہتے تھے کہ وہ ان زمینوں کو کاشت کریں اور بیت المال کو خراج ادا کریں چوں کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اسلامی فتوحات کا پھیلاؤ بڑھا اس لیے خراج کی شکل میں بیت المال کی آمدنی میں کافی اضافہ ہوا۔ ❷

۲۔ تجارتی عشر: ......عہد فاروقی میں عشر کا نظام ان اسس وقواعد پر قائم رہا جسے عمر رضی اللہ عنہ نے وضع کیا تھا اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے دور خلافت میں بظاہر عام طور سے تجارتی عشر کی آمدنی میں اضافہ ہوا کیوں کہ فتوحات کی وجہ سے اسلامی سلطنت کی مساحت میں کافی اضافہ ہوا اور پھر بعض لوگوں کے پاس مال و ثروت میں کافی اضافہ ہوا جس کی وجہ سے عام طور سے قوت خرید بڑھی، خصوصاً عہد عثمانی کے ابتدائی سالوں میں جن میں کہ استقرار اور امن وامان بحال رہا اور قوت خرید میں اضافہ کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے کہ اشیاء کی طلب میں اضافہ ہوتا ہے اور پھر اس کے نتیجہ میں درآمد میں زیادتی ہوتی اور پھر درآمد شدہ اشیاء پر اصول وضوابط کے مطابق تجارتی عشر نافذ ہوتا ہے۔

اسی طرح عہد عثمانی میں اشیاء کی قیمتوں میں ارتفاع بھی تجارتی عشر کے اضافے کے بنیادی اسباب وعوامل میں سے ثابت ہوا کیوں کہ تجارتی عشر ایک طرح کا ٹیکس ہے جس میں قیمت کا اعتبار کیا جاتا ہے، اشیاء کی قیمتوں پر متعین شرح سے وصول کیا جاتا ہے۔ اشیاء کی نوعیت کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ ❸

۷۔ زمینوں کی جاگیر سے متعلق سیاست عثمانی

زمینوں کی اصلاح وکاشت کی غرض سے لوگوں کو جاگیر پر اسے دینے کی سیاست نبوی پر ابوبکر رضی اللہ عنہ قائم

❶ السیاسة المالیة لعثمان ، ص (۱۰۷)
❷ السیاسة المالیة لعثمان ص (۱۱۳)
❸ السیاسة المالیة لعثمان ص (۱۲۳)

رہے چنانچہ ''جرف'' اور ''قناۃ'' ❶ کے مابین پڑی ہوئی زمین کو زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما کو عطا کیا اور مجاعہ بن مرارہ حنفی کو ''یمامہ'' کا ایک گاؤں ''خضرمہ'' عطا کیا۔ ❷ اور زبرقان بن بدر کو جاگیر دینے کا ارادہ کیا لیکن عمر رضی اللہ عنہ کے اعتراض کی وجہ سے رک گئے۔ اسی طرح عیینہ بن حصن فزاری اور اقرع بن حابس تمیمی کو ایک بنجر زمین اس کی اصلاح کی خاطر دینی چاہی، لیکن عمر رضی اللہ عنہ کی اس رائے کو اختیار کرتے ہوئے رک گئے کہ اب دونوں کے تالیف قلب کی ضرورت نہ رہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اسلام کمزور تھا تو تالیف قلب کی خاطر تم دونوں کو نوازتے تھے اور اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا ہے، جاؤ خود محنت کرو۔ یہاں یہ بات واضح ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ زمینوں کی اصلاح کی خاطر جاگیر عطا کرنے کے مخالف نہ تھے بلکہ تالیف قلب کی خاطر مخصوص افراد کو جاگیر عطا کرنے کے مخالف تھے۔ خود عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں زمینوں کی اصلاح کی خاطر نبوی سیاست پر عمل پیرا ہوتے ہوئے جاگیر عطا کرنے میں بڑی وسعت سے کام لیا اور یہ فرمان نامہ جاری کیا:

''جو مردہ غیر آباد زمین کو آباد کرے وہ اس کی ہے۔'' ❸

کچھ ضعیف روایات وارد ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جاگیر کی زمینوں کی ملکیت ان حضرات سے واپس لے لی جو اس کی اصلاح نہ کر سکے۔ ❹ اور ضعیف روایت سے اس کے لیے تین سال کی مدت کی تحدید ظاہر ہوتی ہے یعنی جو حضرات جاگیر ملنے کے تین سال کے اندر زمین کو کام میں نہیں لا سکتے تھے ان کی ملکیت سلب کر لی جاتی تھی۔

عمر رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ کو غیر آباد زمین جاگیر میں عطا کی۔ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو عقیق کی پوری زمین عطا کر دی۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ینبع کی زمین دی اور اس میں کافی پانی نکل آیا تو علی رضی اللہ عنہ نے اس کو فقراء کے لیے وقف کر دیا۔ ❺

جب عثمان رضی اللہ عنہ نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالی تو جاگیر عطا کرنے میں توسع سے کام لیا، خاص کر ان مفتوحہ علاقوں میں جہاں مالکان اپنی زمینیں چھوڑ کر فرار ہو گئے اور یہ زمینیں لاوارث ہو گئیں اور ان کی آبادکاری اور استثمار حکومت کی ذمہ داری قرار پائی لہٰذا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے بنجر پڑ جانے اور غیر مزروعہ رہ جانے کے خوف سے لوگوں میں بطور جاگیر تقسیم کر دی۔ ❻ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ ارض سواد ❼ میں سے بھی جاگیر دی، لیکن اس میں کوئی اشکال نہیں کیوں کہ بہت سی لاوارث زمینیں ارض سواد میں بھی تھیں بہر حال لاوارث زمینوں کو بطور جاگیر دینے کی وجہ سے آمدنی میں کافی اضافہ ہوا چنانچہ لاوارث زمینوں کی آمدنی دور فاروقی میں نو ہزار درہم تھی اور دور عثمانی میں یہ آمدنی بڑھ کر پچاس ملین درہم کو پہنچ گئی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لاوارث زمینوں

❶ الطبقات الکبری/ ابن سعد ص (۳/ ۱۰٤)
❷ عصر الخلافة الراشدة/ العمری ص (۲۲۰)
❸ عصر الخلافة الراشدة/ العمری ص: (۲۲۱)
❹ عصر الخلافة الراشدة/ العمری ص: (۲۲۱)
❺ عصر الخلافة الراشدة/ العمری ص: (۲۲۲)
❻ عصر الخلافة الراشدة/ العمری ص: (۲۲۳)
❼ عراق کے سرسبز و شاداب علاقے کو سواد کہا جاتا ہے۔

کا انتظام وانصرام دور عثمانی میں کامیاب رہا۔

تاریخی مصادر میں ان حضرات کے ناموں کی فہرست بیان کی گئی ہے جنھیں عثمان رضی اللہ عنہ نے جاگیر عطا کی ان میں اکثر غیر قرشی تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے جاگیر عطا کرنے سے متعلق اکثر روایات ضعیف ہیں لیکن مجموعی طور سے جاگیر عطا کرنے میں توسع ثابت ہوتا ہے۔ ان جاگیرداروں کے نام یہ ہیں:

- عبداللہ بن مسعود ہذلی رضی اللہ عنہ (دریائے بیل اور سواد کے درمیان کی زمین)
- عمار بن یاسر عنسی رضی اللہ عنہ (أستینیا)
- خباب بن ارت تمیمی رضی اللہ عنہما (صعنبی [سواد کا ایک گاؤں])
- عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ (دریائے عبس پر واقع بغداد کے مضافات میں واقع ایک گاؤں "الروحاء")
- سعد بن ابی وقاص زہری قرشی رضی اللہ عنہ (فارس کا ایک گاؤں "ہرمز")
- زبیر بن العوام قرشی رضی اللہ عنہ
- اسامہ بن زید کلبی رضی اللہ عنہما
- سعید بن زید عدوی قرشی رضی اللہ عنہ
- جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ (فرات کے ساحل پر ایک زمین)
- ابن ہبار
- طلحہ بن عبیداللہ تیمی قرشی رضی اللہ عنہ ("نشاستج" کوفہ کی ایک زمین)
- وائل بن حجر حضرمی رضی اللہ عنہ (کوفہ میں زرارہ گاؤں کے قریب ایک زمین)
- خالد بن عرفطہ قضاعی (کوفہ میں حمام اعین کے پاس ایک زمین)
- اشعث بن قیس کندی رضی اللہ عنہ ("طیزناباذ" کوفہ اور قادسیہ کے درمیان ایک مقام)
- ابومربد حنفی (دریائے تیری پر اہواز کی ایک زمین)
- نافع بن حارث بن کلدہ ثقفی (بصرہ میں شط عثمان کے پاس ایک زمین)
- ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (حمام عمرہ کے پاس ایک زمین)
- عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ (بصرہ میں شط عثمان کے پاس ایک زمین)

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان زمینوں کے مالکان کے چھوڑ کر چلے جانے کی وجہ سے یہ زمینیں غیر آباد ہو گئی تھیں اور عثمان رضی اللہ عنہ نے ان زمینوں کو جاگیر کے طور پر لوگوں میں تقسیم کر کے ان کی آبادکاری اور کاشت کاری کرانی چاہی تاکہ یہ بے کار نہ پڑی رہیں۔ اور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے طرز عمل سے بھی یہی ظاہر ہوتا کہ انہوں نے شام کے سواحل میں زمینوں کو لوگوں کے درمیان تقسیم کر کے ان کو آباد کرنا اور رومیوں کے حملے کے

مقابلے کے لیے تیار کرنا چاہا تھا۔ اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے انطاکیہ اور قالیقلا کی کچھ زمینیں جاگیر پر دی گئیں۔ ❶ مروان بن حکم سے متعلق یہ جو مشہور ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں فدک کو بطور جاگیر عطا کر دیا تھا یہ صحیح طرق سے ثابت نہیں ہے اور یہ بھی اس سلسلہ میں کہا گیا کہ فدک کو معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے مروان کو دیا تھا۔ ❷

اراضی کو بطور جاگیر لوگوں کو عطا کرنے کی عثمانی سیاست بیت المال کی آمدنی میں اضافہ کا سبب ثابت ہوئی کیوں کہ سبھی لوگ شروط زکوٰۃ کے مکمل ہونے کی صورت میں اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرنے لگے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ منصوبہ کامیاب رہا۔ عراق میں حکومت کے خاص املاک کی آمدنی میں زیادتی اس کی واضح دلیل ہے چنانچہ آپ کے دور حکومت میں یہ آمدنی ۵۰،۰۰۰،۰۰۰ درہم پہنچ گئی جب کہ دور فاروقی میں صرف ۹۰۰،۰۰۰ درہم تھی۔ ❸

۸۔ اراضی کو حکومتی چراگاہ میں تحویل کرنے کی عثمانی سیاست

یہ وہ اراضی تھی جو حکومت کے اونٹوں اور گھوڑوں کے چرنے کے لیے خاص کر دی گئی تھی۔ وادی نقیع کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کے لیے خاص کر دیا تھا۔ ❹ اس کا طول اسی (۸۰) کلومیٹر تھا جو مدینہ کے جنوب میں چالیس کلومیٹر پر شروع ہوتا تھا۔ ❺ خلافت صدیقی اور فاروقی میں اس کی یہی حالت باقی رہی، اور خلافت فاروقی میں اس طرح کی چراگاہوں میں کافی اضافہ ہوا کیوں کہ جہاد کے لیے حکومت کے گھوڑوں اور اونٹوں میں اضافہ ہوا چنانچہ آپ نے ''ربذہ'' کو زکوٰۃ کے جانوروں کے لیے خاص کر دیا اور وہاں اپنے غلام (ھنی) کو مقرر کیا اور انہیں حکم دیا کہ جن کے پاس معمولی اونٹ ہیں انہیں یہاں چرانے دینا البتہ مال داروں کو یہ موقع نہ دینا۔ اسی طرح آپ نے دیار بنی ثعلبہ میں ایک زمین کو چراگاہ کے لیے خاص کر دیا باوجودیکہ ان لوگوں نے اس پر بڑا احتجاج کیا، آپ نے ان کے جواب میں فرمایا:

''ملک اللہ کا ہے اور اللہ ہی کے مال کے لیے اس کی حفاظت کی جا رہی ہے۔'' ❻

عہد عثمانی میں اسلامی سلطنت کی وسعت اور فتوحات میں اضافے کے سبب عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے پیش رو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے منہج کو اختیار کیا۔ آپ نے چراگاہوں کی تخصیص مسلمانوں کے صدقات کی حفاظت وحمایت کے لیے کی، چنانچہ جب چرنے والے جانوروں میں اضافہ ہوا تو چراگاہوں میں بھی اضافہ کیا اور جو چیز ضرورت کے تحت جائز ہو تو ضرورت میں اضافے کی صورت میں اس میں اضافہ بھی جائز ہوگا۔ ❼

❶ عصر الخلافة الراشدة ص (۲۲٤)
❷ عصر الخلافة الراشدة ص (۲۲٥)
❸ السیاسة المالیة لعثمان ص (۱۱۸)
❹ صحیح سنن ابی داود / الالبانی (۲/ ٥۹٥)
❺ عصر الخلافة الراشدة ص (۲۲٥، ۲۲٦)
❻ الطبقات (۳/ ۳۲٦) یہ اثر صحیح ہے۔
❼ نظام الخلافة فی الفکر الاسلامی / د۔ مصطفی حلمی ص (۷۸)

جب ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے چراگاہوں کی تخصیص فرمائی تو کسی نے اعتراض نہ کیا تو جب عثمان رضی اللہ عنہ نے زکوۃ کے اونٹوں اور جانوروں میں کثرت اور چرواہوں کے مابین اختلاف میں کثرت کے سبب چراگاہوں میں اضافہ کیا، تو یہ قابل اعتراض نہیں ہوسکتا ہے۔ ❶ بلکہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے چراگاہوں کو جو حکومت کی تحویل میں لیا تو یہ صحابہ کے درمیان مشہور ومعروف تھا کسی نے بھی اس پر نکیر نہیں کی لہٰذا یہ اجماع واتفاق سمجھا جائے گا۔ ❷ چنانچہ ابن قدامہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ ❸

۹۔ عہد عثمانی میں عام اخراجات کے انواع واقسام

خلیفہ کے اخراجات:

عثمان رضی اللہ عنہ بیت المال سے اپنے اخراجات کے لیے کچھ بھی نہیں لیتے تھے کیوں کہ قریش میں سب سے زیادہ مال دار اور بہت بڑے تاجر تھے۔ اپنے اور اپنے اہل وعیال اور اقرباء پر اپنے مال خاص سے خرچ کرتے تھے۔

بیت المال سے گورنروں کی تنخواہ:

عہد عثمانی میں اسلامی سلطنت مختلف صوبوں میں منقسم تھی، ہر صوبے کا ایک گورنر ہوتا تھا جسے خلیفہ مقرر کرتا تھا، اس کو بیت المال سے تنخواہ ملتی تھی اور وہ اسلامی شریعت کے مطابق صوبے کا انتظام وانصرام سنبھالتا تھا۔ اگر صوبے کے بیت المال پر خلیفہ کسی کو اپنا نمائندہ مقرر نہ کرتا تو گورنر ہی کے اختیار میں جزیہ وخراج اور تجارتی عشر کے وصول کی نگرانی ہوتی اور وہ پھر صوبے کی ضروریات پر اس کو خرچ کرتا اور جو زائد ہوتا اسے مدینہ میں مرکزی بیت المال کو بھیج دیتا، رہی زکوۃ تو اسے مال داروں سے لے کر صوبے کے فقراء پر خرچ کردیا جاتا تھا۔ ❹

بیت المال سے فوج کی تنخواہ:

اسلامی فوج کو مال غنیمت کے علاوہ بیت المال سے تنخواہ دی جاتی تھی چنانچہ عثمان رضی اللہ عنہ نے مصری فوج کے سلسلہ میں مصر کے گورنر عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو مندرجہ ذیل خط تحریر فرمایا:

> ''تمھیں معلوم ہے کہ امیر المومنین کو اسکندریہ کی کس قدر فکر رہتی ہے، رومی دو مرتبہ عہد توڑ چکے ہیں لہٰذا اسکندریہ میں رباط کو لازم پکڑو اور ان فوجیوں کو تنخواہ جاری رکھو اور ہر چھ ماہ پر ان کی باری بدل دیا کرو۔'' ❺

---

❶ نظام الخلافة فی الفکر الاسلامی / د۔مصطفی حلمی ص (۷۸)
❷ نظام الاراضی فی صدر الدولة الاسلامیة ص (۱۶۹)
❸ المغنی ابن قدامة (۵/ ۵۸۱)
❹ السیاسة المالیة لعثمان ص (۱۳۰)
❺ السیاسة المالیة لعثمان ص (۱۴۰)

بیت المال سے حج کے عام اخراجات:

عہد عثمانی میں حج کا عام خرچ بیت المال سے ادا کیا جاتا تھا اور غلاف کعبہ قباطی سے تیار کرایا جاتا تھا جو مصر کا تیار کردہ سوتی کپڑا ہوتا تھا۔ ❶

بیت المال سے مسجد نبوی کی تعمیر نو:

عثمان رضی اللہ عنہ کے مسند آرائے خلافت ہوتے ہی لوگوں نے آپ سے مطالبہ کیا کہ مسجد نبوی کی توسیع کی جائے کیوں کہ فتوحات کی کثرت اور مدینہ کی آبادی میں غیر معمولی اضافے کی وجہ سے جمعہ کے لیے مسجد تنگ پڑنے لگی تھی۔ چنانچہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں اصحاب حل وعقد سے مشورہ کیا تمام لوگوں نے اس پر اتفاق کیا کہ مسجد کی پرانی عمارت کو منہدم کر کے اس کی جدید تعمیر، توسیع کے ساتھ کی جائے۔ ❷

عثمان رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز لوگوں کو پڑھائی پھر منبر پر تشریف لائے اور اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

"لوگو! میرا ارادہ ہے کہ مسجد نبوی کو منہدم کر کے توسیع کے ساتھ اس کی تعمیر نو کروں، میں اس بات پر شاہد ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ((من بنی لله مسجدا بنی الله له بیتاً فی الجنة .)) "جس نے اللہ کے لیے مسجد کی تعمیر کی اس کے لیے اللہ نے جنت میں گھر تعمیر کیا۔"

اس سلسلہ میں میرے لیے پیش رو موجود ہیں، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے سبقت کی ہے، آپ نے مسجد نبوی کی توسیع وتعمیر کی ہے۔ میں نے صحابہ میں سے اصحاب حل وعقد سے مشورہ کیا ہے انہوں نے اس کو منہدم کر کے اس کی توسیع اور تعمیر نو سے اتفاق کیا ہے۔"

لوگوں نے اس کی تحسین فرمائی اور آپ کے لیے دعا کی۔ دوسری صبح عمال کو بلایا اور بذات خود اس کام میں شریک ہوئے۔ ❸

بیت المال سے مسجد حرام کی توسیع:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں کعبہ موجود تھا، اور اس کے چاروں طرف تنگ سا صحن تھا لوگ اس میں نماز پڑھتے تھے، خلافت صدیقی میں مسجد حرام کی یہی صورت رہی، لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد حرام میں توسیع فرمائی، کعبہ سے قریب مکانات کو خرید کر منہدم کر دیا اور چاروں طرف ایک نیچی دیوار قائم کر دیا اور رات میں روشنی کا انتظام فرمایا کیوں کہ اسلامی فتوحات اور فوج در فوج لوگوں کے اسلام میں داخل ہونے کی وجہ سے فریضہ حج کی ادائیگی

---

❶ السیاسة المالیة لعثمان ص (۱۴۰۔۱۴۱)

❷ المسند (۴۳۴) اسناده صحیح

❸ البدایة والنهایة (۷/ ۶۰)۔تاریخ الطبری (۵/ ۲۶۷)

کے لیے آنے والے حجاج کے لیے مسجد حرام تنگ پڑ گئی تھی، چنانچہ جب دوسری مرتبہ عہد عثمانی میں مسجد حرام تنگی کا شکار ہوگئی تو آپ نے مسجد سے قریب مکانات کو خرید کر مسجد حرام میں شامل کر دیا اور چاروں طرف سے ایک نیچی دیوار قائم کر دیا جو قد آدم سے متجاوز نہ تھی جیسا کہ اس سے قبل عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ ❶

اسی طرح گورنرز اور صوبوں کے والی اپنے اپنے صوبوں میں مساجد کی تعمیر میں بیت المال سے خرچ کرتے تھے جیسا کہ اسکندریہ میں مسجد رحمت اور اصطخر میں مسجد کی تعمیر پر خرچ کیا گیا۔ ❷

پہلا بحری بیڑا بیت المال سے تیار کیا گیا:

اسلام میں پہلے اسلامی بحری بیڑے کو عہد عثمانی میں بیت المال سے تیار کیا گیا۔ اسلامی فتوحات میں اس بیڑے کی کارکردگی کا تذکرہ فتوحات کے بیان میں ان شاء اللہ آئے گا۔ ❸

بندرگاہ جدہ کی تعمیر پر خرچ:

۲۶ھ میں اہل مکہ نے عثمان رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی کہ شعیبہ جو دور جاہلیت ہی سے مکہ کی قدیم بندرگاہ تھی اس کے بجائے جدہ کو بندرگاہ بنا دیا جائے کیوں کہ یہ مکہ سے زیادہ قریب ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ بذات خود جدہ تشریف لے گئے اس کے موقع و محل کا مشاہدہ کیا اور وہاں بندرگاہ کی تعمیر کا حکم فرمایا۔ سمندر میں داخل ہو کر غسل فرمایا اور فرمایا: یہ بابرکت ہے۔ اپنے ساتھیوں سے کہا: سمندر میں اتر کر غسل کریں لیکن بغیر ازار کے کوئی غسل نہ کرے۔

پھر آپ عسفان کے راستے مدینہ واپس ہوئے اور اسی وقت سے لوگوں نے شعیبہ کو ترک کر کے جدہ کو بندرگاہ بنا لیا اور آج تک یہ مکہ مکرمہ کی بندرگاہ ہے۔ ❹

بیت المال سے کنووں کی تعمیر:

عہد عثمانی میں بیت المال سے جو کام انجام دیے گئے انہی میں سے مدینہ میں پینے کے پانی کے لیے کنویں کی تعمیر تھی جس کا نام بئر اریس تھا یہ مدینہ سے دو میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ یہ کنواں سن ۳۰ھ میں تعمیر کیا گیا۔ ایک روز عثمان رضی اللہ عنہ اس کنویں کی منڈیر پر بیٹھے اور آپ کے ہاتھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی تھی وہ انگلی سے سرک کر کنویں میں گر گئی، لوگوں نے اس کو کنویں میں تلاش کیا اور اس کا سارا پانی نکال باہر کیا لیکن انگوٹھی کا سراغ نہ لگا۔ آپ نے اس کے لیے خطیر رقم کا اعلان کیا اور اس کے نہ ملنے پر آپ کو شدید غم لاحق ہوا جب آپ اس انگوٹھی سے مایوس ہو گئے تو پھر آپ نے اسی کے مثل دوسری انگوٹھی چاندی کی تیار کرائی اور اس میں محمد رسول اللہ

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۲۵۰)۔ ذوالنورین/ محمد رشید ص (۲۵)

❷ السیاسة المالیة لعثمان بن عفان ص (۱۴۷، ۱۴۸)

❸ السیاسة المالیة لعثمان ص (۱۴۸)

❹ ذوالنورین عثمان بن عفان/ محمد رشید ص (۲۶)

کندہ کرایا اور اس کو پہنا وہ برابر آپ کی انگلی میں رہی یہاں تک کہ آپ نے جام شہادت نوش کیا، شہادت کے بعد وہ انگوٹھی ضائع ہوگئی اور نا معلوم کس نے اس کو لے لیا۔ ❶

بیت المال سے مؤذنوں پر خرچ:

عثمان رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ ہیں جنھوں نے بیت المال سے مؤذنوں کا وظیفہ مقرر فرمایا:

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہدایت کے امام عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مؤذنوں کا وظیفہ جاری فرمایا۔'' ❷

عثمان رضی اللہ عنہ نے اذان پر وظیفہ مقرر کیا، اجرت نہیں۔ ❸

اسلام کے بلند مقاصد واہداف پر خرچ:

بیت المال سے سابقہ عام اخراجات کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ ملک کے انتظام وانصرام اور رعایا کے مصالح پر خرچ کے علاوہ اسلامی سلطنت کے مقاصد واہداف کی تمویل میں بیت المال کا اہم کردار رہا ہے۔ پھر اسلام کی نشر واشاعت پر خرچ کیا گیا تا کہ اللہ کا کلمہ ہی بلند رہے۔ اسلامی سلطنت کے لیے اس سے پہلا بحری بیڑا تیار کیا گیا۔ بیت اللہ اور مساجد کی تعمیر وتجدید پر خرچ کیا گیا۔ مؤذنوں، گورنروں، قاضیوں، فوج اور حکومت کے عاملین کے وظیفے مقرر کیے گئے، سفر حج اور غلاف کعبہ پر خرچ کیا گیا، جو اسلام و مسلمانوں کا قبلہ ہے۔ اسی طرح بیت المال کی رقم سے کنویں تعمیر کرا کے پینے کے پانی کا انتظام کیا گیا تا کہ اسلامی سلطنت کے باشندے آتے جاتے وقت اس سے پانی نوش کریں۔ زکوٰۃ وخمس اور مال غنیمت جیسے حکومت کے ذرائع آمدنی سے مسلم معاشرہ کے کمزور طبقے فقراء ومساکین اور یتامیٰ سے تعاون کیا گیا اور غریب الدیار اور مسافروں کی مدد کی گئی، غلاموں کی گردنیں آزاد کرائی گئیں۔ ❹

۱۰۔ عہد عثمانی میں عطیات کے نظام کا باقی و برقرار رہنا

عہد عثمانی میں عطیات کا نظام جاری رہا، جیسا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں جاری تھا، عطیات سے متعلق دین میں سبقت کو اساس قرار دیا اور کوفہ پر مقرر اپنے گورنر کو لکھا:

''امابعد! اس ملک کے فاتحین میں سابقین کو فوقیت دو اور ان کے بعد جنھوں نے یہاں نزول کیا ہے انہیں ان کے تابع رکھو الا یہ کہ وہ حق سے سست پڑ گئے ہوں اور حق چھوڑ بیٹھے ہوں اور بعد والے اس کو سنبھال لیے ہوں۔ ہر ایک کے مقام ومرتبے کی حفاظت کرو اور سب کے حقوق ادا کرو، لوگوں کی

---

❶ البداية والنهاية: ٧/ ١٦١۔ تاريخ الطبرى (٥/ ٢٨٤) ❷ موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (١٤)

❸ موسوعة فقه عثمان بن عفان، ص (١٤) ❹ السياسة المالية لعثمان بن عفان ص (١٥٠)

معرفت سے ہی عدل قائم ہوگا۔'' ❶

آپ کے دور خلافت میں جب اسلامی فتوحات میں وسعت ہوئی اور حکومت کے ذرائع آمدن میں اضافہ ہوا تو اس کے پیش نظر عثمان رضی اللہ عنہ نے مال گودام اور خزانے قائم کیے۔ ❷

مذکورہ اضافے کے نتیجے میں عطیات اور تنخواہوں میں اضافے ہوئے، چنانچہ فوجیوں کی تنخواہ میں ہر فرد کے لیے سو درہم کی مقدار میں اضافہ ہوا۔ آپ پہلے خلیفہ ہیں جس نے عطیات و تنخواہوں میں اضافے کیے اور بعد کے آنے والے خلفاء نے اضافے میں آپ کی اقتدا کی۔ ❸

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے منادی کو اعلان کرتے ہوئے سنا لوگو! اپنے کپڑے لینے کے لیے نکلو، گھی اور شہد لینے کے لیے نکلو۔''

نیز فرماتے ہیں: ''فراوانی سے روزی مل رہی تھی، خیر کثیر تھا، آپ کے تعلقات استوار تھے، روئے زمین پر کوئی مسلمان کسی مسلمان سے خوف نہیں کھاتا تھا بلکہ ایک دوسرے سے محبت کرتے، ایک دوسرے کی مدد کرتے اور مانوس رہتے۔'' ❹

عثمان رضی اللہ عنہ اسلامی سرحدوں کی حفاظت کا بے حد اہتمام فرماتے، وہاں افواج کو مقرر فرماتے اور فوجی قائدین کو سرحدوں پر پہرہ دینے والے فوجیوں کے لیے تنخواہ اور عطیات جاری کرنے اور اس میں مزید اضافہ کرنے کا حکم فرماتے۔ ❺

١١۔ مال کی ریل پیل کا اجتماعی اور اقتصادی زندگی پر اثر

عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں خراج کی کثرت ہوئی اور چہار جانب سے مال آنے لگا۔ آپ نے اس کے لیے خزانے اور مال گودام قائم کیے۔ اجتماعی اور اقتصادی زندگی پر اس کا گہرا اثر پڑا۔ ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ان کے دادا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا آپ کے ساتھ آپ کے کتنے بچے ہیں؟ انھوں نے جواب میں عرض کیا: اتنے، عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے آپ کے لیے ایک ہزار پانچ سو درہم اور آپ کے ہر بچے کے لیے سو سو درہم مقرر کیا ہے۔ ❻

❶ تاریخ الطبری: (٥/ ٢٨٠)
❷ الادارة العسكرية فی الدولة الاسلامية (٢/ ٦٨٣٦) النجوم الزاهرة (١/ ٨٧)
❸ تاریخ الطبری: (٥/ ٢٤٥)
❹ مجمع الزوائد (٩/ ٩٣، ٩٤) فصل الخطاب فی مواقف الاصحاب ص (٥٢)
❺ فتوح مصر ص (١٩٢) فتوح البلدان/ البلاذری (١/ ١٥٢، ١٥٧)
❻ الادارة العسكرية (٢/ ٧٦٨)

محمد بن ہلال مدنی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ میرے دادی بیان کرتی ہیں کہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جایا کرتی تھیں، ایک دن آپ نے میری دادی کو نہیں دیکھا تو اپنے اہل خانہ سے دریافت کیا: فلاں آج نظر نہیں آتی؟ آپ کی بیوی نے جواب دیا: امیر المومنین! آج رات اس کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔ میری دادی فرماتی ہیں کہ امیر المومنین نے پچاس درہم اور سنبلانی کپڑا میرے پاس ارسال فرمایا اور فرمایا: یہ تمہارے بچے کا وظیفہ اور اس کا کپڑا ہے اور جب وہ سال بھر کا ہو جائے گا تو پھر اس کا وظیفہ سو درہم کر دوں گا۔ ❶

اسی طرح مدینہ کے عوالی میں رہنے والوں کے بچوں کے وظیفے اور کپڑوں میں اضافہ فرمایا۔ ❷

اور جب قطن بن عمرو الہلالی نے اپنے لشکر کو جس کی تعداد چار ہزار تھی، اس کی ہمت افزائی کے لیے چار ہزار درہم کا عطیہ پیش کیا تو یہ چیز والی بصرہ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو اچھی نہ لگی اور اس کو زیادہ تصور کیا اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا آپ نے اس کو صحیح قرار دیتے ہوئے فرمایا: راہ جہاد میں جو بھی تعاون ہو وہ جائز ہے۔ اس کے بعد ہی سے عطیہ کا نام ''جائزہ'' پڑ گیا۔ ❸

عثمان رضی اللہ عنہ نے اسلامی فوجیوں کے عطیات کو ان کے ورثاء، بچوں اور بیویوں میں تقسیم کیا چنانچہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو عثمان سے کہا: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عطیہ میرے حوالے کر دیں، عبداللہ کے بچے بیت المال سے زیادہ اس کے مستحق ہیں تو آپ نے انہیں پندرہ ہزار عطا کیے۔ ❹

خلیفہ راشد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں زراعت اور صنعت وتجارت کو کافی ترقی ملی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے دور میں جو فتوحات مسلمانوں کو عطا کیں، اس سے مسلمانوں کو بالعموم اور اہل مدینہ کو بالخصوص نعمت و آسائش حاصل ہوئی۔ اس مال داری کے ساتھ انواع واقسام کی ثقافت وتہذیب سے واسطہ پڑا جن سے بڑی فتوحات سے قبل جزیرۃ العرب کے لوگ واقف نہ تھے۔ دیگر اقوام کے پاس جو ثقافت وتمدن تھا اس سے مسلمان واقف ہوئے نیز اس کی بعض چیزوں کو اپنایا اور خلافت عثمانی میں اس میں وسعت ہوئی، چنانچہ بعض صحابہ نے بڑے بڑے مکانات تعمیر کیے، اسی طرح مفتوحہ علاقوں سے جو لونڈی و غلام لائے گئے انہوں نے اجتماعی اور اقتصادی زندگی کی ترقی وتطویر میں اپنا رول ادا کیا۔ ❺

۱۲۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے اعزہ واقرباء اور بیت المال سے عطیات

خوارج اور جہال کی طرف سے عثمان رضی اللہ عنہ پر یہ اتہام لگایا گیا کہ آپ بیت المال کا مال اپنے اقرباء واعزہ میں لٹاتے رہے۔ اس اتہام کو شیعہ روافض اور سبائی تحریک کے حاملین کے باطل پروپیگنڈوں سے تقویت ملی اور

❶ الادارۃ العسکریۃ (۲/ ۷۶۹)　❷ الطبقات (۳/ ۲۹۸)
❸ الاوائل للعسکری (۲/ ۲۶، ۲۷)　❹ الادارۃ العسکریۃ (۲/ ۷۷۰)
❺ الحضارۃ العربیۃ الاسلامیۃ/ د۔ وضاح الصمد ص (۱۱٤)

تاریخی کتابوں میں اسے جگہ مل گئی اور بعض مفکرین و مورخین نے اس باطل پروپیگنڈہ کو حقیقت تصور کر لیا حالاں کہ یہ باطل ہے، ثابت نہیں کیوں کہ یہ موضوع و من گھڑت ہے اور اعزہ و اقرباء کو عطیات سے متعلق جو روایات ثابت ہیں وہ آپ کے مناقب میں سے ہیں، مثالب میں سے انہیں تصور نہیں کیا جا سکتا ہے۔

ا:...... عثمان رضی اللہ عنہ بہت بڑے مال دار اور دولت مند آدمی تھے صلہ رحمی میں بہت ہی آگے تھے ❶، صلہ رحمی میں بے دریغ اپنا مال خرچ کرتے تھے۔ شر پسند لوگوں نے اس کو ناپسند کیا اور آپ پر اتہام لگایا کہ آپ بیت المال سے صلہ رحمی کرتے ہیں اور اپنے اعزہ و اقرباء پر خرچ کرتے ہیں۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے اس اتہام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: لوگوں کا کہنا ہے کہ میں اپنے خاندان والوں سے محبت کرتا ہوں اور انہیں مال دیتا ہوں۔ واضح رہے ان کے ساتھ میری محبت انہیں جور و ظلم پر نہیں ابھارتی بلکہ میں ان پر حقوق و واجبات کو عائد کرتا ہوں ...... رہا میرا انہیں عطیہ دینا تو واضح رہے میں انہیں اپنے مال خاص سے عطا کرتا ہوں میں مسلمانوں کے مال کو نہ اپنے لیے جائز سمجھتا ہوں اور نہ کسی اور کے لیے، میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ادوار میں بھی بڑے بڑے عطیے اپنے مال خاص سے لوگوں کو دیتا رہا ہوں اور کیا اب میں بخیل و حریص ہو گیا ہوں؟ کیا اب جب کہ میری عمر خاندان کی عمر سے تجاوز کر گئی ہے اور میری عمر ختم ہو چکی ہے اور اہل و عیال کے سلسلہ میں خواہشات کو الوداع کہہ چکا ہوں، ملحدین ایسی باتیں کہتے ہیں۔ ❷

عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی جائداد اور مال و زمین کو بنو امیہ کے درمیان تقسیم کر دیا اور اپنی اولاد کو اور لوگوں کے برابر ہی دیا چنانچہ بنو ابو العاص سے تقسیم کرنا شروع کیا، آل حکم کو عطا کیا، ان کے مردوں کو دس دس ہزار عطا کیا اس طرح انہیں ایک لاکھ ملا اور بنو عثمان کو اسی کے مثل دیا۔ بنو عاص، بنو عیص اور بنو حرب میں تقسیم کیا۔ ❸

اس طرح کے یہ نصوص جو عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور ہیں اور اسی طرح احادیث صحیحہ جو آپ کے فضائل و مناقب میں وارد ہیں، اس بات پر واضح دلیل ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ سے متعلق یہ پروپیگنڈہ کہ آپ بیت المال میں اسراف کرتے اور اپنے اعزہ و اقرباء اور قصور و محلات پر بے دریغ خرچ کرتے تھے، سراسر بے بنیاد ہے۔

عثمان رضی اللہ عنہ کے اس اتہام سے براءت کے باوجود بعض علماء کی رائے ہے کہ مال غنیمت میں ذوی القربیٰ کا حصہ امام وقت کے اقرباء کا حق ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ذوی القربیٰ کے حصے سے متعلق بعض فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ یہ امام وقت کے قرابت داروں کا حق ہے جیسا کہ حسن بصری اور ابو ثور رحمہما اللہ کا قول ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی امامت کے پیش نظر

❶ فصل الخطاب فی مواقف الاصحاب، ص(٨٢). ❷ تاریخ الطبری: (٥/ ٣٥٦)

❸ تاریخ الطبری (٥/ ٣٥٦)

اپنے قرابت داروں پر اس کو خرچ کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ذوی القربیٰ سے مقصود آپ کے قرابت دار تھے اور آپ کی وفات کے بعد اس سے مقصود امام وقت اور آپ کے جانشین کے قرابت دار ہیں کیوں کہ امام وقت کی نصرت و تائید فرض ہے اور اس کے اعزہ و اقرباء جس طرح اس کی نصرت و تائید کر سکتے ہیں، دوسرے نہیں کر سکتے۔ عام طور سے عمر رضی اللہ عنہ کے بعد جن لوگوں نے زمام خلافت سنبھالی وہ اپنے بعض اقارب کو عہدے یا مال سے نوازتے رہے ہیں۔'' ❶

نیز علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عثمان رضی اللہ عنہ نے مال سے متعلق جو موقف اختیار کیا، اس کے تین مآخذ ہیں:

- آپ نے اپنے اقرباء کو عامل مقرر کیا اور عامل غناء و مال داری کے باوجود مستحقین میں سے ہے۔
- ذوی القربیٰ کا جو حصہ قرآن میں مذکور ہے اس سے مقصود امام وقت کے اقرباء ہیں۔
- عثمان رضی اللہ عنہ کے قرابت دار ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے اقرباء کی طرح تھوڑے نہیں تھے بلکہ آپ کا قبیلہ بہت بڑا تھا اس لیے آپ کو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے مقابلے میں اپنے اقارب کو عہدے و مناصب عطا کرنے اور عطیات دینے کی زیادہ ضرورت پیش آئی، عثمان رضی اللہ عنہ نے خود اس سے استدلال کیا ہے۔ ❷

۲:......تاریخ طبری میں ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے جب عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو مصر سے تونس پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا تو ان سے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے افریقہ پر تمھیں فتح عطا کی تو مسلمانوں کو جو مال غنیمت حاصل ہوگا اس کے خمس کا خمس تمھیں دیا جائے گا۔ وہ اپنی فوج لے کر مصر سے نکلے اور افریقہ کی سرزمین میں گھس گئے اور اس کے میدانی اور پہاڑی علاقوں کو فتح کر لیا اور مال غنیمت کو اپنی فوج میں تقسیم کیا اور پھر خمس کے پانچ حصے کیے ایک حصہ خود لے لیا اور چار حصے ابن وثیمہ نضری کے ہاتھ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مدینہ بھیج دیے۔ جو وفد اس کے ساتھ مدینہ پہنچا اس نے عثمان رضی اللہ عنہ سے اس کی شکایت کی۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: میں نے ہی عبداللہ بن سعد کو اس کا حکم دیا تھا اور اگر آپ لوگ اس کو ناپسند کرتے ہیں تو اس کو لوٹا لیتا ہوں۔ ان لوگوں نے کہا: ہمیں یہ ناپسند ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ یہ مال واپس کر دو۔ انہوں نے واپس کر دیا۔ ❸

احادیث سے مال داروں اور جہاں میں برادری کا جوہر دکھانے والوں کو عطیات دینا ثابت ہے۔ ❹

۳:......فتح افریقہ کے موقع پر خمس اور حیوانات اس قدر باقی رہ گئے تھے کہ جن کا مدینہ منتقل کرنا دشوار تھا،

---

❶ منهاج السنة (۳/ ۱۸۷، ۱۸۸)

❷ منهاج السنة (۳/ ۲۳۷)، الدولة الاموية/ حمدی شاهين، ص (۱۶۳)

❸ منهاج السنة (۳/ ۲۳۷)۔ الدولة الاموية / حمدی شاهين ص (۱۶۳)

❹ تاريخ الطبری: ۵/ ۲۵۳)

مروان نے اس کو ایک لاکھ درہم میں خرید لیا اور قیمت کا اکثر حصہ نقد ادا کر دیا، کچھ رقم باقی رہ گئی اور عثمان رضی اللہ عنہ کو فتح کی خوش خبری سنانے کے لیے مروان نے مدینہ کی طرف جلدی کی۔ مسلمان مدینہ میں افریقہ کی اس مہم کے سلسلے میں فکر مند تھے کہ کہیں مسلمانوں کو شکست کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ جب مروان نے افریقہ کی فتح کی خوش خبری امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کو سنائی تو اس کے عوض جو رقم باقی تھی اسے معاف کر دیا۔ امام وقت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بشارت سنانے والے کو اس کی محنت ومشقت کے پیش نظر جو مناسب سمجھے عطا کر دے۔ ❶

مروان کے عطیہ کے سلسلہ میں یہی ثابت ہے اور جو یہ کہا جاتا ہے کہ فتح افریقہ کا پورا خمس عثمان رضی اللہ عنہ نے مروان کو عطا کر دیا تھا، جھوٹ ہے۔ ❷

عثمان رضی اللہ عنہ اپنے اقرباء سے شدید محبت رکھتے تھے لیکن اس محبت نے آپ کو کسی حرام کے ارتکاب یا سیرت و سیاست کو مال وغیرہ کے سلسلہ میں داغدار کرنے پر آمادہ نہیں کیا، لیکن سبائی پروپیگنڈہ کے حاملین اور رافضی شیعوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف کتب تاریخ کو باطل اکاذیب سے بھر دیا ہے۔

اقرباء سے متعلق عثمان رضی اللہ عنہ کی سیرت، اسلام کے رحم وکرم کے گوشے کو اجاگر کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ وَ مَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝۲۳﴾ (الشوریٰ: ۲۳)

''یہی وہ ہے جس کی بشارت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دے رہا ہے جو ایمان لائے اور (سنت کے مطابق) نیک عمل کیے تو کہہ دیجیے کہ میں اس پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر محبت رشتہ داری کی، جو شخص کوئی نیکی کرے ہم اس کے لیے اس کی نیکی میں اور نیکی بڑھا دیں گے بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بہت قدرداں ہے۔''

اور ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝۲۶﴾ (الاسراء: ۲۶)

''اور رشتہ داروں کا اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہو اور اسراف اور بے جا خرچ سے بچو۔''

اسی طرح سیرت عثمانی، سیرت مصطفوی کے عملی پہلو کو اجاگر کرتی ہے۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان حالات کا مشاہدہ کیا تھا اور آپ کے سلسلہ میں وہ علم رکھتے تھے جس کا آپ کے ناقدین نے نہ مشاہدہ کیا تھا اور نہ

❶ فصل الخطاب فی مواقف الاصحاب ص (۸٤)

❷ ایضاً، ص (۸٤)

اس کا علم رکھتے تھے۔ آپ کو وہ فقہ و بصیرت حاصل تھی جو عام لوگوں کو حاصل نہ تھی، آپ نے اقرباء کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور بر و احسان کا مشاہدہ کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو بحرین سے حاصل شدہ مال میں سے اتنا دیا تھا جتنا کسی اور کو نہیں دیا تھا۔ ❶ اسی طرح علی رضی اللہ عنہ جو آپ کے چچا زاد اور داماد تھے عہدے دیے تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ اور تمام مسلمانوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عظیم قدوہ و بہترین نمونہ ہیں۔ ❷

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

''عثمان رضی اللہ عنہ اچھے اخلاص کے حامل، بڑے با حیاء اور بے حد فیاض تھے۔ اللہ واسطے اپنے اہل و عیال اور اقارب کو ان کے تالیف قلب کے لیے دنیا کے فانی مال و متاع میں ترجیح دیتے تا کہ انہیں آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے کی رغبت دلائیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لوگوں کو عطا کرتے اور کچھ لوگوں کو ان کے ایمان و ہدایت کے پیش نظر نظر انداز کر دیتے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی اسی خصلت کی وجہ سے کچھ لوگوں نے تشدد اختیار کیا جیسا کہ بعض خوارج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تشدد اختیار کیا تھا۔'' ❸

چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جعرانہ کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص بول پڑا: عدل و انصاف سے کام لیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شقیت ان لم اعدل" ❹

عثمان رضی اللہ عنہ مجلس شوریٰ کے سامنے اہل بیت اور قرابت داروں کے ساتھ بر و احسان پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میرے پیش رو میرے دونوں ساتھیوں (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) نے اللہ سے ثواب کی خاطر اپنے اور اپنے اقرباء پر ظلم ڈھایا ہے حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اقرباء کو عطا کرتے تھے اور میرے خاندان کے لوگ تنگ دست ہیں، اس لیے میں نے اپنا ہاتھ کشادہ کر رکھا ہے اگر تم اسے غلط سمجھتے ہو تو پھر اسے واپس لے لو۔ ❺

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان حضرات کی تردید فرمائی ہے جو عثمان رضی اللہ عنہ پر اتہام باندھتے ہیں کہ وہ بیت المال سے ڈھیر سا مال اپنے اہل و اقارب کو دیتے تھے، قریش کے چار افراد جن کے نکاح میں اپنی بیٹیوں کو دے رکھا تھا، چار لاکھ دینار دیے اور مروان کو دس لاکھ دینار دیے۔ علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا ثبوت فراہم کرو۔ بلاشبہ آپ اپنے اقرباء کو دیتے تھے اور دیگر لوگوں کو بھی دیتے تھے۔ تمام مسلمانوں کے ساتھ احسان کرتے تھے، لیکن یہ مقدار محتاج ثبوت ہے۔ یہ واضح جھوٹ ہے۔ نہ عثمان رضی اللہ عنہ اور نہ دیگر خلفائے راشدین نے کسی کو اس قدر مال دیا ہے۔ ❻

---

❶ البخاري: كتاب الجزية
❷ البداية والنهاية (٧/ ٢٠١)
❸ البداية والنهاية (٧/ ٢٠١)
❹ البخاري: كتاب فرض الخمس
❺ الطبقات الكبرىٰ (٣/ ٦٤)
❻ منهاج السنة (٣/ ١٩٠)

(۲)

دار القضاء اور بعض فقہی اجتہادات

ذوالنورین کا عہد مبارک دور راشدی کا امتداد تصور کیا جاتا ہے جس کی اہمیت دور نبوی سے متصل اور قریب ہونے کی وجہ سے نمایاں ہے۔ دور راشدی عام طور سے اور شعبہ قضاء خاص طور سے دور نبوی کے قضاء کا امتداد تھا جس کے اندر دور نبوی میں تمام ثابت شدہ احکام کی مکمل حفاظت اور نصوص و معانی کی مکمل تنفیذ و تطبیق کی گئی تھی۔

دور راشدی قضاء سے متعلق دو بنیادی امور میں نمایاں ہے:

- قضاء سے متعلق عہد نبوی کے نصوص کی مکمل محافظت اور اس سلسلہ میں ثابت شدہ احکام کی تنفیذ اور اس کا التزام۔
- اسلامی سلطنت کے ستونوں کو مضبوط کرنے اور جدید متنوع واقعات کے مقابلے کے لیے جدید قضائی قواعد و ضوابط وضع کرنا۔[1]

اللہ کی توفیق پھر اپنی نادر عبقریت کے ذریعے سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلامی سلطنت کے شعبہ قضاء میں تطور پیدا کیا اور اس کے لیے قواعد و ضوابط وجود میں آئے۔ اس سے خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ نے قضاۃ، ان کی تنخواہوں اور ان کے قضائی اختیارات کی تعیین، قاضی کی صفات، اس کے واجبات، قضائی احکام کے مصادر اور دلائل کی معرفت میں استفادہ کیا۔ عہد صدیقی اور عہد فاروقی کے قضائی ریکارڈ سے عہد عثمانی کے قضاۃ نے استفادہ کیا۔

جب عثمان رضی اللہ عنہ نے زمام خلافت سنبھالی اس وقت مدینہ کے قضاء پر علی بن ابی طالب، زید بن ثابت اور سائب بن یزید رضی اللہ عنہم مقرر تھے۔

بعض محققین کا بیان ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ان قضاۃ میں سے کسی کو کسی قضیہ میں بذات خود فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں دیا تھا جیسا کہ عہد فاروقی میں تھا بلکہ عثمان رضی اللہ عنہ مقدمات کو خود دیکھتے اور ان حضرات اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرتے اگر ان کی آراء آپ کی رائے کے موافق ہوتیں تو فیصلہ صادر کر دیتے اور اگر ان کی رائے آپ کی رائے کے موافق نہ ہوتی تو اس سلسلہ میں مزید غور و فکر اور تحقیق کرتے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے ان تینوں قاضیوں کو عہدۂ قضاء سے برطرف کر دیا تھا اور انہیں بحیثیت مشیر باقی رکھا تھا اور اسی طرح دوسروں سے بھی مشورہ لیتے تھے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ کوئی ایسی صریح نص وارد نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں

---

[1] تاریخ القضاء فی الاسلام / الزحیلی ص (۸۳، ۸٤)

برطرف کر دیا تھا بلکہ بات صرف یہ تھی کہ آپ بہت سے قضایا میں خود غور کرتے اور ان سے مشورہ لیتے تھے۔ اس اختلاف کا اصل سبب اس سلسلہ میں وارد شدہ روایات کا آپس میں متعارض ہونا ہے۔

امام بیہقی نے اپنی سنن اور امام وکیع نے اخبار القضاۃ میں عبدالرحمٰن بن سعید سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے دادا نے مجھے خبر دی کہ میں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مسجد میں دیکھا کہ جب آپ کے پاس فریقین اپنا مقدمہ لے کر آتے تو آپ ایک فریق سے کہتے جاؤ علی (رضی اللہ عنہ) کو بلا لاؤ دوسرے سے کہتے جاؤ طلحہ بن عبیداللہ، زبیر اور عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہم) کو بلا لاؤ، وہ سب آتے اور مسجد میں بیٹھ جاتے، پھر آپ فریقین سے کہتے اپنا قضیہ بیان کرو پھر ان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہتے مجھے مشورہ دو اگر یہ لوگ ایسی بات کہتے جو آپ کی رائے کے موافق ہوتی تو اس کے مطابق فیصلہ جاری کر دیتے ورنہ مزید غور وفکر کرتے اور پھر یہ تسلیم ورضا اٹھتے۔ اور یہ معلوم نہیں کہ آپ نے کسی کو مدینہ میں قاضی مقرر کیا ہو یہاں تک کہ آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

تاریخ طبری میں عثمان رضی اللہ عنہ کے کارناموں کے بیان میں وارد ہے کہ اس وقت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ منصب قضاء پر فائز تھے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے زید رضی اللہ عنہ کو منصب قضاء پر باقی رکھا تھا اور اس سے لازم آتا ہے کہ آپ کو مقدمات میں فیصلہ صادر کرنے کی اجازت تھی۔ جب متضاد نصوص کے درمیان جمع وتطبیق ممکن ہو تو پھر اس کو اختیار کرنا اس سے بہتر ہے کہ کسی ایک نص کو بلا مرجح لے لیا جائے اور دوسرے کو نظر انداز کر دیا جائے اور یہاں ان روایات کے درمیان جمع وتطبیق ممکن ہے بایں طور کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے قضاۃ مدینہ کو بعض مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لیے ان کے منصب پر باقی رکھا لیکن بعض دوسرے مشکل و پیچیدہ مقدمات کو اپنے لیے خاص کر رکھا تھا ان قضاۃ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے آپ فیصلہ کرتے تھے۔ ❶

عثمان رضی اللہ عنہ مختلف علاقوں میں قضاۃ مقرر فرماتے جیسا کہ آپ نے کعب بن سور کو بصرہ کا قاضی مقرر فرمایا اور کبھی منصب قضا کو گورنر کے حوالے کر دیتے جیسا کہ کعب بن سور کی معزولی کے بعد بصرہ کے گورنر کو آپ نے حکم دیا کہ وہ گورنری کے ساتھ قضاء کا منصب بھی سنبھالیں۔ اور اسی طرح یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کو صنعا کا گورنر اور قاضی مقرر فرمایا۔ ❷

اسی طرح بعض گورنر اپنے صوبوں میں خود قاضی مقرر کرتے تھے، جو گورنر کے سامنے جواب دہ ہوتا تھا اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ آپ کی خلافت میں گورنروں کا اثر ونفوذ قضاۃ سے زیادہ تھا۔ ❸

---

❶ النظم الاسلامية (١/ ٣٧٨)، وقائع ندوة ابوظبى ١٤٠٥ھ

❷ عصر الخلافة الراشدة (١٤٣)

❸ النظم الاسلامية (١/ ٣٧٨)

صوبوں کے گورنروں اور لشکروں کے قائدین اور عام مسلمانوں کے نام آپ کے خطوط ورسائل بکثرت منقول ہیں لیکن قضاۃ کے نام ایسا نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے منصب قضاء کو گورنروں کے تابع کر دیا تھا۔ یا تو خود وہ اس منصب کو سنبھالتے تھے یا پھر کسی موزوں ومناسب شخص کو اس منصب پر فائز کر دیتے تھے۔ ❶

ہم دیکھتے ہیں کہ عہد فاروقی میں خلیفہ اور قضاۃ کے مابین خط وکتابت بکثرت پائی جاتی ہے جب کہ عہد عثمانی میں یہ چیز نادر ہے۔ ❷

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا منصب قضا قبول کرنے سے معذرت:

عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: آپ منصب قضا کو قبول کر لیں اور لوگوں کے مابین فیصلہ کریں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: میں نہ دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کروں گا اور نہ دو آدمیوں کی امامت کروں گا۔ کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے نہیں سنا ہے:

((من عاذ بالله فقد عاذ بمعاذ.))

"جس نے اللہ کی پناہ پکڑی اس نے بہت بڑے کی پناہ پکڑ لی۔"

عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ضرور سنی ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں اس بات سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ آپ مجھے قاضی مقرر کریں۔ یہ سن کر عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں معاف کر دیا اور فرمایا: اس کی خبر کسی کو نہ ہونے پائے۔ ❸

دار القضاء:

بعض کتب تواریخ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے مآثر میں دار القضاء بنانا ذکر کیا ہے جیسا کہ ابن عساکر کی اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے جس میں عباس رضی اللہ عنہ کے غلام ابو صالح بیان کرتے ہیں کہ مجھے عباس رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا تو میں نے آپ کو دار القضاء میں پایا...... الخ۔

اگر یہ روایت صحیح ہے تو عثمان رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ ہیں جنھوں نے اسلام میں دار القضاء قائم کیا آپ سے قبل دونوں خلیفہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے سلسلہ میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ قضاء کے لیے مسجد ہی میں تشریف رکھتے تھے۔ ❹

خلافت عثمانی میں مشہور ترین قاضی:

۱۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (مدینہ)

۲۔ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ (دمشق)

۳۔ کعب بن سور رضی اللہ عنہ (بصرہ)

❶ النظم الاسلامية (۱/ ۳۷۸)
❷ الولاية على البلدان (۲/ ۹۲)
❸ مسند احمد (۴۷۵) حسن لغيره
❹ أشهر مشاهير الاسلام (۴/ ۷۴۰)

۴۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (بصرہ، گورنری کے ساتھ)

۵۔ شریح رحمہ اللہ (کوفہ)

۶۔ یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ (یمن)

۷۔ ثمامہ رضی اللہ عنہ (صنعا)

۸۔ عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ (مصر) [1]

قصاص، جنایات، حدود، تعزیرات، عبادات اور معاملات سے متعلق عثمان رضی اللہ عنہ نے فقہی احکامات چھوڑے ہیں جن کا اسلامی فقہی مدارس پر گہرا اثر رہا ہے یہاں بعض وہ احکام پیش کیے جاتے ہیں جنھیں عثمان رضی اللہ عنہ نے صادر کیا یا ان کا فتویٰ دیا ہے:

۱۔ قصاص، حدود اور تعزیر سے متعلق

۱۔ پہلا مقدمہ جو عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا قتل کا مقدمہ تھا:

سب سے پہلا مقدمہ جس کا عثمان رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا مقدمہ تھا۔ ہوا یوں کہ انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کے قاتل ابولولو کی بیٹی کو قتل کر دیا اور جفینہ نامی ایک نصرانی پر تلوار سے وار کیا اور اس کا قصہ تمام کر دیا اور اسی طرح ہرمزان کو بھی قتل کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ ان دونوں نے ابولولو کو عمر رضی اللہ عنہ کے قتل پر ابھارا تھا۔ واللہ اعلم۔ [2]

عمر رضی اللہ عنہ نے عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو جیل میں بند کر دینے کا حکم جاری کیا تھا تاکہ آپ کے بعد آنے والا خلیفہ ان کے سلسلہ میں اپنا فیصلہ صادر کرے۔ جب عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو سب سے پہلا مقدمہ آپ کے سامنے عبیداللہ رضی اللہ عنہ کا مقدمہ تھا۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا ان کو چھوڑ دینا عدل نہیں انہیں قتل کر دینا چاہیے۔ بعض مہاجرین نے کہا: یہ کہاں کا انصاف ہے کہ کل باپ کا قتل ہوا اور آج بیٹا قتل کیا جائے؟ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قضیہ سے بری رکھا ہے یہ آپ کے عہد خلافت میں پیش نہیں آیا ہے اس کو چھوڑیے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے ان مقتولین کی دیت اپنے مال سے ادا کی کیوں کہ ان کا معاملہ آپ کے حوالے تھا جب کہ بیت المال کے علاوہ ان کا کوئی وارث نہ تھا۔ امام وقت اس سلسلہ میں اصلح کا خیال کرتا ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو رہا کر دیا۔ [3]

اور طبری کی ایک روایت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہرمزان کے بیٹے قماذبان نے عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو معاف کر دیا تھا۔ ابومنصور کی روایت ہے کہ میں نے قماذبان کو اس کے والد کے متعلق بیان کرتے ہوئے سنا کہ عجمی مدینہ میں

[1] عصر الخلافة الراشدة ص (١٥٩، ١٦٠)
[2] البداية والنهاية (٧/ ١٥٤)
[3] البداية والنهاية (٧/ ١٥٤)

ایک دوسرے سے ملتے جلتے تھے۔ فیروز کا گزر میرے والد کے پاس سے ہوا اس کے ہاتھ میں ایک خنجر تھا جس کے دو سر تھے میرے والد نے اس کو لے لیا اور اس سے کہا کہ تم اس سرزمین میں اس کو کیا کرو گے؟ اس نے کہا میں اس سے انسیت حاصل کروں گا، اسی حالت میں اس کو ایک شخص نے دیکھ لیا تو جب عمر رضی اللہ عنہ پر وار کیا گیا تو اس شخص نے کہا کہ اس خنجر کو میں نے ہرمزان کے ہاتھ میں دیکھا تھا، اس نے فیروز کو دیا تھا۔ عبیداللہ کو جب یہ خبر ملی تو اس نے میرے والد کو قتل کر دیا۔ جب عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو انہوں نے عبیداللہ کو میرے حوالہ کر دیا اور فرمایا: اے بیٹے یہ تمہارے باپ کا قاتل ہے تم ہم سے زیادہ اس کے مستحق ہو اس کو لے جا کر قتل کر دو، میں چلا، مدینہ کے تمام لوگ میرے ساتھ تھے، وہ سب مجھ سے اس کی معافی طلب کر رہے تھے، میں نے ان سے کہا کیا مجھے اس کو قتل کرنے کا حق ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں اور عبیداللہ کو برا بھلا کہا۔ میں اللہ کے واسطے ان کا خیال کرتے ہوئے عبیداللہ کو چھوڑ دیا۔ ان لوگوں نے مجھے اٹھا لیا اور میں ان کے سر اور ہاتھوں پر گھر پہنچا۔ [1]

اس روایت اور دوسری روایت میں کوئی تضاد نہیں ہے جس میں ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو معاف کر دیا اور ہرمزان کے ورثاء کو شرعی دیت ادا کی۔ کیوں کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فہم یہی تھا کہ ہرمزان کے بیٹے کو قصاص کا حق ہے اور اس نے ان کی سفارش کو قبول کرتے ہوئے عبیداللہ کو معاف کر دیا جیسا کہ ابھی مذکور ہوا ہے اور خلیفہ وقت عثمان رضی اللہ عنہ کی معافی کا تعلق اس سنگین جرم میں تحقیقاتی بورڈ کے حق سے متعلق ہے کیوں کہ اس سلسلہ میں فیصلہ کا حق خلیفہ کو ہے نہ کہ مقتول کے بیٹے کو اور مذکورہ صورت حال میں عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کے حق کو مارا تھا لہٰذا عثمان رضی اللہ عنہ کے عفو و درگزر کی روایت اس حق کے سبب سے ہے اور عبیداللہ رضی اللہ عنہ کی اس مخالفت نے مجرم اشخاص اور تحریکات جن کا اس عظیم جرم سے تعلق تھا ان کی معرفت کے موقع کو ضائع کر دیا اور اسی طرح خلیفہ وقت عثمان رضی اللہ عنہ کے عفو و درگزر کا تعلق جفینہ اور ابولولو کی بیٹی سے متعلق ہے جن کا کوئی ولی نہ تھا۔

تاریخی مصادر اور روایات کے اندر کوئی اختلاف نہیں کہ وہ خنجر جس سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو قتل کیا گیا تھا ہرمزان اور جفینہ کے ہاتھ میں واقعہ قتل سے قبل تھا اور اس کو صحابہ میں سے عبدالرحمٰن بن عوف اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے دیکھا تھا۔ عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کی روایت بتاتی ہے کہ ابولولو قاتل اپنے ان دونوں شریکوں کے ساتھ سرگوشی کر رہا تھا اور جب اچانک وہ ان کے پاس پہنچ گئے تو خنجر ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا اور شہادت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ آپ کو جس خنجر سے قتل کیا گیا تھا وہ وہی خنجر تھا جسے دونوں شاہد عبدالرحمٰن بن عوف اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا تھا۔ [2]

لہٰذا ہرمزان اور جفینہ قتل کے مستحق تھے اور ابولولو جس نے اپنے آپ کو قتل کر لیا تھا تا کہ اس سازش میں جو

[1] تاریخ الطبری: ۵/ ۲۴۳۔ اس کی سند صحیح نہیں ہے۔

[2] الطبقات الکبریٰ (۳/ ۳۵۰۔ ۳۵۵)

لوگ شریک ہیں ان کا راز فاش نہ ہو سکے اس کی بیٹی کا قتل غلطی سے ہوا عبیداللہ نے سمجھا کہ وہ بھی قتل میں شریک تھی کیوں کہ اپنے والد کے لیے اسلحہ چھپائے رکھتی تھی۔ ❶

۲۔ چوروں کا قتل:

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی ولایت میں کوفہ کے کچھ نوجوانوں نے ابن الحیسمان خزاعی کے گھر میں نقب زنی کی، اس نے ان کی آہٹ محسوس کر لی اور تلوار لے کر نکلا لیکن جب اس نے انہیں بڑی تعداد میں دیکھا تو چیخ پڑا، انہوں نے اس سے کہا: خاموش ہو جا، ایک ہی ضرب میں تمہارا خوف ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔ یہ سن کر وہ چیخ اٹھا اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ ابوشریح خزاعی یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ لوگوں نے گھیراؤ کر کے انہیں گرفتار کر لیا ان گرفتار شدگان میں زہیر بن جندب ازدی، مورع بن ابی مورع اسدی، شبیل بن ابی الازدی وغیرہ تھے۔ ابوشریح اور اس کے بیٹے نے ان کے خلاف گواہی دی۔ ولید نے ان کے سلسلہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کو رپورٹ بھیجی تو آپ نے ان سب کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا پھر ولید نے ان سب کو قصر کے دروازے پر قتل کیا۔ عمر بن عاصم تمیمی نے ان سے متعلق یہ شعر کہا:

لا تأكلوا أبدا جيرانكم سرفا
اهل الزعارة فی ملك ابن عفان

''اے بدمزاج لوگو! عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حد سے تجاوز کر کے اپنے پڑوسیوں کی کبھی غیبت نہ کرو۔''

اور کہا:

ان ابن عفان الذی جربتم
فطم اللصوص بمحكم الفرقان

''بلاشبہ تمہارے آزمودہ ابن عفان نے قرآن کے احکام کو نافذ کر کے چوروں کی عادات چھڑائیں۔''

ما زال يعمل بالكتاب مهيمنا
فی كل عنق منهم و بنان ❷

''ان کی گردن اور ہاتھوں سے متعلق کتاب اللہ کے حکم کو غالب طور پر نافذ کرتے رہے۔''

۳۔ تاجر کا قتل:

خلافت عثمانی میں ایک شخص نے ایک تاجر کو قتل کر دیا تو اس کی سزا قصاص مقرر کی گئی۔ ❸

---

❶ الخلافة و الخلفاء الراشدون ، ص: (۲۱۸، ۲۱۹)
❷ تاريخ الطبری (۵/ ۲۷۲)
❸ عصر الخلافة الراشدة ص: (۱۵۳)

۴۔ جادوگر کی سزا:

عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی نے ان پر جادو کر دیا۔ ام المومنین نے عبدالرحمٰن بن زید کو اسے قتل کرنے کا حکم دیا انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس پر نکیر کی تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آپ ام المومنین پر اس خاتون کے قتل پر کیوں نکیر کرتے ہیں جس نے ان پر جادو کیا اور اس نے اس کا اعتراف بھی کیا؟ اس پر عثمان رضی اللہ عنہ نے خاموشی اختیار کی۔ عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کے قتل پر اعتراض نہ تھا بلکہ چوں کہ حدود کا قائم کرنا امام وقت کا حق ہے، اس کا کام ہے کہ اقامت حدود کا حکم جاری کرے چوں کہ خلیفہ کے حق کو ضائع کیا گیا تھا اس لیے عثمان رضی اللہ عنہ نے نکیر فرمائی تھی۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا مذکورہ قول اسی پر دلالت کرتا ہے یعنی اس سلسلہ میں فیصلہ واضح ہے اور اس کے مستحق قتل ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ [1]

۵۔ اندھے کا جرم:

اندھے کے رہنما کی حیثیت ایک آلہ کی ہے وہ اس کے حکم سے حرکت کرتا ہے، وہ اپنے مصاحبین سے غافل ہوتا ہے، وہ حرکت کرتے ہوئے گر سکتا ہے یا نقصان زدہ ہو سکتا ہے۔ اس لیے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی ہے کہ وہ دوسرے کو اپنی حرکت سے نقصان پہنچانے سے بچ سکے کیوں کہ وہ اسے دیکھتا نہیں، اس لیے اگر وہ اپنے رہنما یا کسی ہم نشین کو بلا قصد نقصان پہنچا دے یا زیادتی کا مرتکب ہو جائے تو اس کا جرم رائیگاں ہے، اس پر کوئی پکڑ نہیں چنانچہ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

> ''جو اندھے کی صحبت میں ہو اور اندھے سے اس کو کچھ نقصان پہنچ جائے تو اندھے پر کوئی گرفت نہیں۔'' [2]

۶۔ دو آپس میں جھگڑنے والوں کا ایک دوسرے پر زیادتی کرنا:

لوگوں میں آپس میں اختلافات رونما ہوتے ہیں اور لڑائی جھگڑے کے نتیجے میں ایک دوسرے پر زیادتی ہوتی ہے۔ اگر اس طرح کی کوئی چیز رونما ہو جائے تو بدلہ واجب ہے کیوں کہ یہ زیادتی عمداً ہوئی ہے۔ بظاہر باہم جھگڑنے والے ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کے حریص ہوتے ہیں چنانچہ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

> ''دو آدمی جب آپس میں جھگڑا کریں اور زخم وغیرہ آجائے تو اس میں بدلہ ہے۔'' [3]

۷۔ جانور پر زیادتی:

اگر جانور پر کسی نے زیادتی کی تو وہ اس کی قیمت کا ضامن ہوگا چنانچہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

---

[1] موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (۱٦۹، ۱۷۰)

[2] موسوعة عثمان بن عفان / د. محمد رواس قلعه جی، ص (۹۹)

[3] موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (۱۰۰)

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ایک شخص نے نادر شکاری کتے کو قتل کر دیا، اس کی قیمت آٹھ سو درہم مقرر کی گئی۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس شخص پر اس کی ادائیگی لازم قرار دی اور اسی طرح ایک شخص نے ایک دوسرے شکاری کتے کو قتل کر دیا تو اس پر بیس اونٹ کا جرمانہ عائد کیا۔ ❶

۸۔ حملہ آور پر زیادتی:

اگر کوئی شخص کسی کے مال یا جان یا عزت پر حملہ کرے اور پھر وہ شخص جس پر حملہ کیا گیا ہے اس شخص کو قتل کر دے تو اس کا خون رائیگاں ہوگا۔ قصاص وغیرہ لاگو نہ ہوگا۔ علامہ ابن حزم نے محلّی میں روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد کو دیکھا تو اس کو قتل کر دیا یہ قضیہ عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا آپ نے اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا۔ ❷

۹۔ مرتد کو توبہ کرانا اور اس پر حد جاری کرنا:

مرتد سے جب تک تین بار توبہ کا مطالبہ نہ کر لیا جائے اس پر حد جاری نہ کیا جائے گی، اگر وہ اپنے ارتداد پر مصر رہے تو پھر اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں کچھ لوگوں کو گرفتار کیا جو اسلام سے مرتد ہو گئے تھے اور مسیلمہ کذاب کی دعوت عام کرنے لگے تھے۔ آپ نے ان سے متعلق امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کو تحریر بھیجی آپ نے انہیں تحریر بھیجی کہ ان لوگوں کے سامنے دین حق اسلام اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت کو پیش کریں جو اس دعوت کو قبول کر لے اور مسیلمہ سے برأت کا اظہار کرے اس کو مت قتل کریں اور جو مسیلمہ کے دین پر ڈٹا رہے اس کو قتل کر دو۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے اس دعوت کو قبول کر لیا انہیں چھوڑ دیا گیا اور کچھ لوگ مسیلمہ کے دین پر ڈٹے رہے انہیں قتل کر دیا گیا۔ ❸

۱۰۔ میں نے قتل کیا ہے تو کیا میرے لیے توبہ ہے؟

ایک شخص نے عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: اے امیر المومنین میں نے قتل کیا ہے تو کیا میرے لیے توبہ ہے؟ اس کے جواب میں عثمان رضی اللہ عنہ نے سورۂ مومن کی ان کی ابتدائی آیات کی تلاوت فرمائی:

﴿حٰمٓ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ② غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③﴾ (مومن : ۱-۳)

''حم، اس کتاب کا نازل فرمانا اس اللہ کی طرف سے ہے جو غالب اور دانا ہے۔ گناہ کا بخشنے والا اور توبہ کا قبول فرمانے والا سخت عذاب والا ہے۔'' پھر فرمایا: عمل کرو اور مایوس نہ ہو۔ ❹

قابل ذکر بات یہ ہے کہ گناہوں کا تعلق اگر حقوق العباد سے ہو تو اس سے توبہ کے لیے ضروری ہے کہ حقوق

---

❶ موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (۱۰۲)
❷ موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (۱۰۳)
❸ موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (۱۵۰)
❹ سنن البیهقی: ۷/ ۱۷.

کی ادائیگی کر دی جائے یا جن کا حق ہے وہ تنازل اختیار کر لیں۔ ❶

۱۱۔ شراب کی حد:

یہ بات معروف ومعلوم ہے کہ جب آزاد شراب نوشی کا مرتکب ہوتا تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس کوڑے لگاتے اور لوگ جوتے چپل اور کپڑے کے کنارے سے اس کی تذلیل کے لیے مارتے، یہی حالت عہد صدیقی میں بھی رہی اور یہی طریقہ عہد فاروقی کے ابتدائی دور میں رہا پھر عمر رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ لوگ اس سزا کو معمولی سمجھنے لگے ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورے سے اس کی سزا اسّی (۸۰) کوڑے مقرر فرمائی لیکن عثمان رضی اللہ عنہ سے چالیس اور اسّی کوڑوں کی دونوں سزا ثابت ہے۔ اور یہ یوں ہی نفس پرستی کی بنیاد پر نہ تھا بلکہ آپ نے پینے والوں کی نوعیت میں تفریق کی بنیاد پر یہ طریقہ اختیار کیا تھا اگر کوئی پہلی بار اس جرم کا ارتکاب کر بیٹھتا تو اس کو چالیس کوڑے لگاتے اور جو اس کا عادی ہوتا اس کو اسّی (۸۰) کوڑے لگاتے۔ گویا آپ چالیس کوڑے حد کے طور پر لگاتے اور چالیس تعزیری سزا کے طور پر لگاتے تھے۔ ❷

۱۲۔ اخیافی (ماں شریک) بھائی ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ پر حد قائم کرنا:

حصین بن منذر سے روایت ہے: میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا، ولید بن عقبہ کو حاضر کیا گیا، دو آدمیوں میں سے حمران نے گواہی دی کہ اس نے شراب پی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے اسے شراب کی قے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: شراب پیے بغیر اس کی قے نہیں کر سکتا، اس نے ضرور شراب پی ہے۔ فرمایا: علی اٹھو اور اسے کوڑے لگاؤ۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے حسن! اس کو کوڑے لگا۔ اس پر حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مشکلات کو وہی اٹھائے جو سہولیات سے مستفید ہوا ہے۔'' گویا کہ وہ ناراض تھے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عبداللہ بن جعفر تم اس کو کوڑے لگاؤ۔ عبداللہ بن جعفر نے اس کو کوڑے لگائے اور علی رضی اللہ عنہ شمار کرتے رہے جب چالیس کوڑے لگا چکے تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا رک جاؤ پھر فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑے لگائے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی چالیس ہی لگائے اور عمر رضی اللہ عنہ نے اسّی (۸۰) لگائے، سب ہی سنت ہے لیکن مجھے یہ یعنی چالیس ہی محبوب ہیں۔ ❸

اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

۱۔ عثمان رضی اللہ عنہ سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے شرابی پر حد جاری کی ہے۔

۲۔ حدود کی تنفیذ کرنے والے کی نیابت دوسرا کر سکتا ہے۔

---

❶ موسوعة عثمان بن عفان ص (۹۳)

❷ موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (۹۳)

❸ شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب الحدود (۱۱/ ۲۱٦)

۳۔ اقامت حق میں عثمان رضی اللہ عنہ انتہائی قوی تھے اس سلسلہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پروا نہ کرتے تھے۔ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ اکیلے ماں شریک بھائی تھے لیکن آپ نے اس کی پروا نہ کی۔ ❶

۴۔ احکام شرعیہ کی تنفیذ پولیس کے محبوب ترین اعمال میں سے ہے۔ ❷

۱۳۔ بچے کی چوری:

چوری کی حد اس وقت نافذ کی جائے گی جب کہ چور عاقل، بالغ، مختار اور حرمت کا علم رکھنے والا ہو۔ چنانچہ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بچہ حاضر کیا گیا جس نے چوری کی تھی آپ نے حکم دیا کہ اس کا ازار اٹھا کر دیکھو۔ دیکھا گیا تو زیر ناف بال نہ آئے تھے لہٰذا آپ نے اس کا ہاتھ نہ کاٹا۔ ❸

۱۴۔ تعزیری قید:

ضابی بن حارث برجمی نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں انصار کے لوگوں سے ایک کتا مستعار لیا جس کا نام قرحان تھا اور ہرن کا شکار کرتا تھا، پھر اس نے اس کتے کو اپنے پاس رکھ لیا اور واپس کرنے سے انکار کر دیا انصاریوں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اس کے خاندان کے لوگوں سے مدد چاہی، وہ جمع ہوئے اور اس کتے کو اس سے چھین کر انصار کو واپس کر دیا اس پر ضابی نے ان اشعار کے ذریعے سے ان پر حملہ کیا:

تجشم دونی وفد قرحان خطة
تضل لها الوجناء و هی حسیر

''قرحان کے وفد نے میرے خلاف عظیم سازش رچی جس سے مضبوط اونٹنی بھی تھک کر پھسل کر گر پڑے۔''

فباتوا شباعا ناعمین كانما
حباهم ببیت المرزبان امیر

''انہوں نے خوب شکم سیر ہو کر لذیذ کھانے کھا کر رات گزاری گویا کہ شاہی محل میں کسی امیر نے انہیں خوش آمدید کہا ہو۔''

فكلبكم لا تتركوا فهو امكم
فان عقوق الامهات كبير

''تم اپنے کتے کو مت چھوڑو کیوں کہ وہ تمہاری ماں ہے اور ماں کی نافرمانی بڑا گناہ ہے۔''

---

❶ ولاية الشرطة فی الاسلام/ د۔ نمر الحمیدانی ص (۱۰۵)
❷ ولاية الشرطة فی الاسلام/ د۔ نمر الحمیدانی ص (۱۰٤)
❸ صحیح التوثیق ص (۷۷)۔ موسوعة فقه عثمان ص (۱۷۱)

اس پر ان لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف شکایت کی۔ آپ نے اسے بلا بھیجا پھر آپ نے اسے تعزیری سزا دیتے ہوئے قید کر دیا جیسا کہ آپ مسلمانوں کے ساتھ کرتے تھے اس پر یہ بہت گراں گزرا وہ برابر جیل ہی میں رہا یہاں تک کہ وفات پا گیا۔ ❶

۱۵۔ تعریض پر حد قذف جاری کرنا:

عثمان رضی اللہ عنہ تعریض کی وجہ سے حد قذف جاری کرتے تھے۔ ایک شخص نے دوسرے کے بارے میں کہا: ((یا ابن شامة الوذر)) "اے شرم گاہ سونگھنے والی (زانیہ) کے بیٹے!" اس پر عثمان رضی اللہ عنہ سے اس نے شکایت کی، اس شخص نے کہا کہ میری مراد اس کلمہ سے یہ نہ تھی بلکہ میں نے یہ اور یہ مراد لیا تھا لیکن عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی ان تاویلات کا اعتبار نہ کرتے ہوئے اس پر حد قذف جاری فرمائی۔ ❷

۱۶۔ زنا کی سزا:

جب کسی مرد یا عورت پر زنا ثابت ہو جائے اور وہ آزاد شادی شدہ ہو تو اس کو پتھروں سے رجم کیا جائے گا یہاں تک کہ مر جائے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک آزاد عورت نے زنا کا ارتکاب کیا تو آپ نے اس کو رجم کرنے کا حکم جاری فرمایا، لیکن اس کے رجم کے وقت آپ خود موجود نہ تھے۔ ❸

۱۷۔ جلاوطنی کی تعزیری سزا:

عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ ابن ابی حبکہ نہدی نیرنگ (شعبدہ بازی) کو رواج دے رہا ہے تو آپ نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اس سے اس سلسلہ میں دریافت کرو اگر وہ اس کا اعتراف کر لے تو اس کو سخت سزا دو۔ ولید رضی اللہ عنہ نے اس کو طلب کر کے اس سلسلہ میں تحقیق کی، اس نے اعتراف کیا اور کہا کہ یہ تو مفید اور پسندیدہ چیز ہے۔ ولید رضی اللہ عنہ نے حکم جاری کیا اور اس کو سزا دی گئی۔ پھر لوگوں کو اس کے سلسلہ میں مطلع کیا اور عثمان رضی اللہ عنہ کا فرمان نامہ پڑھ کر سنایا، فرمان نامہ سن کر لوگ اس کے مخالف ہو گئے اور لوگ اس بات پر حیران ہوئے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع کیسے ہو گئی؟ ابن ابی حبکہ سرکشی پر اتر آیا اس کی اطلاع امیر المومنین کو دی گئی تو آپ نے اس کو اور اس کے ساتھی مالک بن عبداللہ کو شام میں دیناوند کی طرف جلاوطن کر دیا۔ ❹

۱۸۔ عباس رضی اللہ عنہ کے جنازے سے لوگوں کو دور کرنا:

عبدالرحمٰن بن یزید کا بیان ہے کہ جب عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا جنازہ جنازہ گاہ میں لایا گیا تو لوگوں کی کثرت سے بھیڑ بہت بڑھ گئی جس کی وجہ سے آپ کے جنازہ کو بقیع لے جایا گیا، جب ہم نے بقیع میں آپ کی نماز جنازہ پڑھی تو اتنا مجمع کسی کے جنازہ میں نہیں دیکھا۔ بھیڑ کی وجہ سے کوئی شخص چارپائی سے قریب نہیں

❶ تاریخ الطبری: (٥/ ٤٢٠)
❷ موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (٢٤٧)
❸ موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (١٦٤)
❹ تاریخ الطبری (٥/ ٤١٩)

ہوسکتا تھا۔ بنو ہاشم ہی چار پائی سنبھالے ہوئے تھے جب قبر تک لے کر پہنچے تو لوگ ٹوٹ پڑے۔ میں نے دیکھا عثمان رضی اللہ عنہ بھیڑ سے الگ ہو گئے اور پولیس کو بھیجا جو لوگوں کو بنو ہاشم سے دور کرنے لگے یہاں تک کہ صرف بنو ہاشم قبر کے قریب رہ گئے اور پھر بنو ہاشم ہی قبر میں اترے اور انہیں لحد میں اتارا۔ ❶

یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے دور خلافت میں پولیس کافی تعداد میں تھی۔ بعض مورخین نے عثمان رضی اللہ عنہ کو پہلا خلیفہ شمار کیا ہے جس نے پولیس کا نظام قائم کیا۔ ❷

آپ نے پولیس کے محکمے کی ذمہ داری مدینہ میں صحابی جلیل مہاجر بن قنفذ بن عمیر قرشی رضی اللہ عنہ کے سپرد کی ❸ اور کوفہ میں عبدالرحمٰن اسدی اور شام میں نصیر بن عبدالرحمٰن کو محکمہ پولیس کا ذمہ دار مقرر فرمایا۔ ❹

درحقیقت اسلام میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح کوئی خلیفہ ایسا نہیں آیا جو قریب و بعید، امیر و غریب اور شریف و وضیع پر بغیر کسی پروا کے حدود الٰہی کو قائم کرتا رہا ہو اور اس سلسلہ میں مطلوبہ حقوق و اصلاح کا حق ادا کرتا رہا ہو۔ فخر کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ کا دور خلافت راشدہ میں شمار ہوتا ہے۔ ❺

۲۔ عبادات ومعاملات

۱۔ عثمان رضی اللہ عنہ کا منیٰ وعرفات میں پوری نماز پڑھنا اور قصر نہ کرنا:

۲۹ھ میں حج کے موقع پر عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں قصر نہ کرتے ہوئے لوگوں کو چار رکعت نماز پڑھائی اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے قصر کیا اور دو ہی رکعت نماز پڑھائی پھر عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور عرض کیا: کیا آپ نے اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو ہی رکعت نہیں پڑھی ہے؟ فرمایا: کیوں نہیں۔ عرض کیا: کیا آپ نے اس جگہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو ہی رکعت نہیں پڑھی ہے؟ فرمایا: کیوں نہیں۔ عرض کیا: کیا آپ نے اس جگہ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو ہی رکعت نہیں پڑھی ہے؟

فرمایا: کیوں نہیں۔ عرض کیا: کیا آپ اپنی خلافت کے ابتدائی دور میں دو ہی رکعت نہیں پڑھتے رہے ہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابومحمد! ❻ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ یمن کے کچھ حجاج اور جاہل لوگوں نے گزشتہ سال یہ کہا ہے کہ مقیم کو دو رکعت پڑھنی چاہیے کیوں کہ امیر المومنین عثمان دو رکعت پڑھاتے ہیں اور میں نے مکہ میں شادی کی ہے لہٰذا میں نے مناسب سمجھا کہ دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھوں کیوں کہ لوگوں کے فتنے میں مبتلا ہونے کا مجھے خوف ہے پھر مکہ میں میں نے شادی کی ہے اور طائف میں میری جائداد ہے۔ بسا

---

❶ الطبقات: (٤/ ٣٢)
❷ تاریخ خلیفة بن خیاط ص (١٧٩)
❸ ولایة الشرطة فی الاسلام ص (١٠٥)
❹ ولایة الشرطة فی الاسلام ص (١٠٦)
❺ تحقیق مواقف الصحابة فی الفتنة (١/ ٤٠٩)
❻ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔

اوقات حج سے فارغ ہو کر یہاں میں قیام کر سکتا ہوں۔

عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان میں کسی میں آپ کے لیے عذر نہیں کہ آپ دو رکعت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی سنت رہی ہے کی جگہ چار رکعت پڑھیں۔ آپ کا یہ کہنا کہ میں نے یہاں شادی کی ہے تو آپ کی بیوی آپ جہاں رہیں گے وہاں وہ بھی رہے گی جب چاہیں لائیں جب چاہیں لے جائیں وہ آپ کے تابع ہے۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ طائف میں میری جائداد ہے تو یہاں آپ اور طائف کے درمیان تین دنوں کا فاصلہ ہے اور پھر آپ طائف کے باشندوں میں سے نہیں ہیں اور رہا آپ کا یہ کہنا کہ اہل یمن وغیرہ یہ کہیں گے کہ امیر المومنین عثمان مقیم ہوتے ہوئے دو ہی رکعت پڑھتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کا سلسلہ جاری تھا لوگوں میں اسلام کم تھا پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کا زمانہ ایسے ہی رہا پھر عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا اسلام غالب آیا اور عمر رضی اللہ عنہ وفات تک یہاں دو ہی رکعت پر اکتفا کرتے رہے۔ اس پر عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ میری رائے ہے جو میں نے مناسب سمجھی ہے۔

اس کے بعد یہاں سے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نکلے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ فرمایا: ابو محمد! کیا خبر اس کے برعکس ہے جو وہ جانتے ہیں؟ فرمایا نہیں؟ فرمایا: کیا کروں؟ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا جو آپ جانتے ہیں اس کے مطابق عمل کیجیے تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اختلاف شر ہے مجھے جب یہ خبر ملی کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے چار رکعت پڑھائی ہے تو میں نے بھی لوگوں کو چار رکعت ہی پڑھائی۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: لیکن مجھے خبر ملی کہ انہوں نے چار رکعت پڑھائی ہے تو میں نے اپنے ساتھیوں کو دو رکعت پڑھائی، لیکن اب ویسے ہی ہوگا جو آپ فرما رہے ہیں یعنی چار رکعت پڑھوں گا۔ ❶

عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ وعرفات میں قصر نہ کرتے ہوئے مکمل چار رکعت نماز کمزور اور جاہل مسلمانوں پر شفقت کرتے ہوئے پڑھائی تاکہ وہ فتنہ میں مبتلا نہ ہوں، چنانچہ جب عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپ سے اس سلسلے میں پوچھا تو آپ نے اس کا معقول سبب بتایا، اور انہیں اپنے نقطۂ نظر سے آگاہ کیا تو انہوں نے آپ کے قول کا اعتبار کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو پوری نماز پڑھائی اور قصر نہ کیا اسی طرح عبداللہ بن مسعود اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا اور ان کی مخالفت نہ کی، کیوں کہ آپ امام راشد تھے جس کی متابعت واجب ہوا کرتی ہے بشرطیکہ شریعت مطہرہ سے نہ ہٹا ہو۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کہا اگر اس میں نص شرعی کی مخالفت کا ذرا بھی شبہ پایا جاتا تو جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی متابعت نہ کرتے۔ ❷

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سوالات کے جواب میں عثمان رضی اللہ عنہ نے جو کچھ فرمایا اور جو دلائل پیش کیے وہ معقول ہیں اگر دین وشریعت کے اسرار وحکم پر بحث کرنے والے اس سلسلہ میں غور کریں تو یہ حقیقت آشکارا ہوگی

---

❶ تاریخ الطبری: (۵/ ۲٦۸)

❷ عثمان بن عفان/ صادق عرجون ص (۱۹۲)

کہ اس وقت ان حالات میں نماز کو مکمل پڑھنا اور قصر نہ کرنا ہی بہتر تھا کیوں کہ ایسے حالات پیدا ہو گئے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صدیقی و فاروقی میں نہ تھے جن کی وجہ سے عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ خوف لاحق ہوا کہ لوگ نماز کے سلسلہ میں فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے خاص کر جاہل و گنوار اور جو دور دراز علاقوں کے رہنے والے تھے اور اہل علم وہاں تک نہیں پہنچ پاتے تھے جو انہیں احکام و مسائل کی تعلیم دیں لہٰذا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس شر کا دروازہ بند کر دینا چاہا اور آپ نے اپنے سلسلہ میں شبہ کے ازالہ کے لیے کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ فرمایا ان کی بیوی مکہ کی ہیں اور طائف میں ان کی جائداد ہے بسا اوقات ایام حج ختم ہونے کے بعد وہاں وہ ٹھہر سکتے ہیں ایسی صورت میں مقیم ہوں گے لہٰذا ان پر اتمام فرض ہوگا ان کی یہ دقت نظر شریعت کے اسرار و حکم کے دقیق فہم کا نتیجہ تھی۔ ❶

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک جماعت سفر میں اتمام صلاۃ کی قائل رہی ہے جن میں ام المومنین عائشہ، عثمان، سلمان اور دیگر چودہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ ❷ عثمان رضی اللہ عنہ سفر میں قصر کے وجوب کے قائل نہ تھے آپ کا وہی موقف تھا جو بعد میں فقہاء مدینہ اور امام مالک و شافعی وغیرہم رحمہم اللہ نے اختیار کیا ہے اور پھر یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے اسی لیے اس سلسلہ میں علماء کا اختلاف رہا ہے لہٰذا اس کی وجہ سے کفر یا فسق لازم نہیں آتا۔ ❸

رہا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ ''اختلاف شر ہے'' ❹ اور دوسری روایت میں ''میں اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں'' ❺ تو اس کے اندر ہمارے لیے یہ رہنمائی اور تذکیر ہے کہ اجتہادی مسائل میں اختلاف سے اجتناب بہتر ہے، اور مسلمان کے لیے یہ بہتر ہے کہ وہ اس کو ذہن میں رکھے اور مختلف فیہ فروعی مسائل میں جنگ و جدال کو کم کرنے کی کوشش کرے۔ ❻ کیوں کہ جن حالات سے امت اسلامیہ دوچار ہے ان حالات میں جدل و اختلاف میں قیمتی اوقات کو ضائع کرنا اور خطرناک چیلنج کو نظر انداز کرنا مناسب نہیں۔ ❼

اور عبداللہ بن مسعود اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کے طرز عمل سے یہ بات آشکارا ہو جاتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین وحدت ملت کے انتہائی حریص تھے اور جیل اول کا یہ خلق عظیم تھا۔

۲۔ جمعہ کے دن دوسری اذان کا اضافہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((عليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين من بعدي .)) ❽

❶ عثمان بن عفان/ صادق عرجون ص (١٩٤)

❷ كتاب الامامة والرد على الرافضة/ الأصبهاني ص (٣١٢)

❸ الرياض النضرة ص (٥٦٦)

❹ تاريخ الطبري (٥/ ٢٦٨)

❺ القواعد الفقهية/ الندوی ص (٣٣٦)

❻ فقه الاولويات/ محمد الوكيلي ص (١٦٩)

❼ الفكر الاسلامی بين المثالية والتطبيق / كامل الشريف ص (٢٩)

❽ ابو داود/ السنة (٤٦٠٧)۔ الترمذی/ العلم (٢٦٧٦)

"تم میری سنت اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔"

یہ اضافہ خلفائے راشدین کی سنت میں سے ہے اور بلاشبہ عثمان رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین میں سے ہیں۔ آپ نے اذان کے اضافے میں مصلحت سمجھی تا کہ لوگوں کو نماز جمعہ کے وقت کے قریب ہونے سے آگاہ کر دیا جائے کیوں کہ مدینہ کی آبادی پھیل چکی تھی مسجد کی اذان کی آواز کا پہنچنا ممکن نہ رہا تھا اس لیے آپ نے اس سلسلہ میں اجتہاد کیا اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کی موافقت کی اور اس پر عمل جاری رہا کسی نے مخالفت نہیں کی یہاں تک کہ خلافت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما اور خلافت بنو امیہ اور بنو عباس میں اس پر عمل ہوتا رہا اور آج تک اس پر عمل جاری ہے، لہٰذا باجماع مسلمین یہ سنت ہے۔ ❶

عثمان رضی اللہ عنہ نے اس اذان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز فجر میں وقت سے قبل پہلی اذان سے لیا تھا جو آپ نے سوئے ہوئے کو بیدار کرنے، قیام کرنے اور روزہ رکھنے والوں کو تیار کرنے کے لیے مشروع کیا تھا، لہٰذا آپ نے اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی کی پیروی کی ہے اور آپ ہی کے طریقے سے اخذ کیا ہے۔ البتہ اہل علم کا اس سلسلہ میں اختلاف ہے کہ آیا آپ نے اس کو جمعہ کے وقت سے قبل ولایا تھا جیسا کہ فجر میں ہوتا ہے یا اس کو دخول وقت کے بعد دلایا تھا؟ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا رجحان ہے کہ یہ اذان دخول وقت کی اطلاع کے لیے تھی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"یہ بات ظاہر ہوگئی کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے دیگر نمازوں پر قیاس کرتے ہوئے دخول وقت کی اطلاع کے لیے اس اذان کو ایجاد کیا تھا، اس سلسلے میں آپ نے جمعہ کو باقی نمازوں کے ساتھ ملا دیا اور اس کی خصوصیت کو خطیب کے منبر پر تشریف فرما ہونے کے وقت کی اذان کے ذریعے سے باقی رکھا اور اس کے اندر اصل سے معنی کا ایسا استنباط ہے جو اسے باطل قرار نہیں دیتا اور لوگوں نے جو جمعہ کے وقت سے قبل دعا، ذکر اور صلاۃ وسلام وغیرہ ایجاد کر لیا ہے تو یہ بعض علاقوں میں ہے اور بعض میں نہیں لیکن سلف صالحین کی اتباع ہی بہتر ہے۔" ❷

جن حضرات کی یہ رائے ہے کہ آپ نے یہ اذان دخول وقت سے قبل دلائی تھی ان کا کہنا ہے کہ اس سے مقصود فجر کی اذان اول کے طرز پر جمعہ اور اس کی طرف سعی کی اطلاع دینا ہے۔ لہٰذا اگر یہ دخول وقت کے بعد ہو

---

❶ حقبة من التاریخ/ عثمان الخمیس ص (۸۸) یہاں یہ کہنا کہ کسی نے مخالفت نہیں کی صحیح نہیں خود صحابہ میں سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی نے اس کی مخالفت کی تھی۔ دیکھیے: فتح الباری۔ لہٰذا اس کو اجماعی مسئلہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ جن حالات اور ظروف میں عثمان رضی اللہ عنہ نے اس اذان کا حکم دیا تھا ان حالات میں اس پر عمل کیا جائے گا لیکن دور حاضر میں یہ حالات نہیں رہے۔ لاؤڈ اسپیکر کی ایجاد اور مساجد کی کثرت نے اس کی ضرورت کو ختم کر دیا ہے لہٰذا اب اسی پر عمل ہوگا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی سنت رہی ہے۔ (مترجم)

❷ فتح الباری (٤/ ٣٤٥)

تو مقصود حاصل نہ ہو گا اور جمعہ کے وقت میں تاخیر لازم آئے گی اور یہ خلاف سنت ہے اور اسی صورت میں ان بدعات سے نجات مل سکتی ہے جسے لوگوں نے تذکیر اور ذکر وغیرہ کی شکل میں ایجاد کر رکھا ہے جس کی طرف حافظ ابن حجر نے اپنے کلام میں اشارہ کیا ہے اور صرف یہ کہنے پر اکتفا کیا ہے کہ سلف صالحین کی اتباع ہی بہتر ہے۔ ❶

۳۔ اسلام لانے کے بعد یومیہ غسل:

عثمان رضی اللہ عنہ نے جب سے اسلام قبول کیا اپنا معمول بنا لیا تھا کہ آپ یومیہ غسل فرماتے تھے۔ ❷ ایک دن آپ نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی بعد میں دیکھا کہ آپ کے کپڑوں میں احتلام کے آثار ہیں، فرمایا: واللہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں مجھے جنابت لاحق ہوتی ہے اور پتہ بھی نہیں چلتا پھر آپ نے نماز دہرائی ❸ لیکن مقتدیوں نے نماز نہیں دہرائی۔ ❹

۴۔ سجدۂ تلاوت:

عثمان رضی اللہ عنہ کا موقف سجدہ تلاوت سے متعلق یہ ہے کہ یہ قرآن کی تلاوت کرنے والے اور قرآن سننے والے دونوں پر واجب ہے لیکن جو بلا قصد و ارادہ سنتا ہے اس پر سجدہ تلاوت نہیں۔ آپ کا گزر ایک قصہ گو کے پاس سے ہوا اس نے آیت سجدہ کی تلاوت کی تاکہ اس کے ساتھ عثمان رضی اللہ عنہ سجدہ کریں تو عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سجدۂ تلاوت اس پر ہے جو کان لگا کر سنے پھر آپ چلے گئے اور سجدہ نہیں کیا۔ ❺

آپ کا قول ہے: ''جو کان لگا کر سنے'' سے مقصود ''جو قصداً سنے'' نیز آپ نے فرمایا: یقیناً سجدۂ تلاوت اس پر ہے جو اس کے لیے بیٹھے۔ ❻ اور عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حائضہ عورت جب آیت سجدہ سنے تو اس کے لیے اشارہ کرے اور چھوڑے نہیں لیکن نماز کی طرح سجدہ نہ کرے۔ ❼

۵۔ ساحلی علاقوں میں نماز جمعہ:

امام لیث بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر شہر اور بستی جس میں جماعت ہو سکتی ہے وہاں جمعہ قائم کیا جائے گا کیوں کہ عہد فاروقی اور عثمانی میں ان کے حکم سے مصر اور اس کے ساحلی علاقے کے لوگ جمعہ قائم کرتے تھے اور ان میں صحابہ بھی موجود ہوتے تھے۔ ❽

---

❶ السنة والبدعة/ عبدالله باعلوي الحضرمي ص (۱۳۲، ۱۳۳)
❷ فضائل الصحابة (۷۵٦) اسناده حسن
❸ موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (۱۹۰)
❹ موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (۱۹۲)
❺ الخلافة الراشدة والدولة الاموية/ د. يحيىٰ اليحيى ص (٤٤٤)
❻ موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (۱٦۸)
❼ موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (۱٦۸)
❽ فتح الباري (۲/ ٤٤۱)

۶۔ خطبہ جمعہ میں استراحت:

قتادہ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے، لیکن عثمان رضی اللہ عنہ کو جب کھڑا ہونا مشکل ہو گیا تو آپ کھڑے ہو کر خطبہ شروع فرماتے پھر بیٹھ جاتے پھر جب معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو آپ پہلا خطبہ بیٹھ کر اور دوسرا کھڑا ہو کر دیتے۔ ❶

۷۔ رکوع سے قبل دعائے قنوت:

انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس نے سب سے پہلے رکوع سے قبل دعائے قنوت (ہمیشہ) پڑھنی شروع کی وہ عثمان رضی اللہ عنہ ہیں تاکہ لوگوں کو رکعت مل جائے۔ ❷

۸۔ احکام حج کے سب سے بڑے عالم:

امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ احکام حج کے سب سے بڑے عالم عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ ❸

۹۔ میقات سے قبل احرام سے روکنا:

عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے خراسان فتح کیا تو فرمایا یہ اللہ کی طرف سے فتح و نصرت حاصل ہوئی ہے مجھ پر لازم ہے کہ میں اس کا شکریہ ادا کروں، اس کی شکل یہ ہے کہ میں خراسان سے احرام باندھ کر عمرہ ادا کروں۔ لہٰذا انہوں نے نیساپور سے احرام باندھا اور خراسان پر احنف بن قیس کو اپنا جانشین مقرر کیا جب عمرہ ادا کر کے عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے اپنے اس عمرہ سے خسارہ اٹھایا جب کہ نیساپور سے احرام باندھا۔ یہ واقعہ اس سال کا ہے جس سال آپ کی شہادت ہوئی۔ ❹

۱۰۔ عدت وفات میں حج وعمرہ کا سفر:

معروف ہے کہ عدت کے اندر عورت اپنے گھر ہی میں رات گزارے گی عدت ختم کیے بغیر سفر نہیں کر سکتی کیوں کہ اس سے گھر سے باہر رات گزارنا لازم آئے گا اور حج وعمرہ سفر سے خالی نہیں اسی لیے عثمان رضی اللہ عنہ کا موقف تھا کہ عدت جب تک ختم نہ ہو عورت پر حج لازم نہیں اور آپ عدت کی حالت میں حج وعمرہ پر نکلنے والی خواتین کو جحفہ اور ذوالحلیفہ کی میقات سے واپس کر دیا کرتے تھے۔ ❺

---

❶ الخلافة الراشدة/ يحيى اليحيى ص (٤٤١)۔ عثمان ومعاویہ رضی اللہ عنہما کا بیٹھ کر خطبہ دینا عذر کی وجہ سے تھا۔ (مترجم)

❷ الخلافة الراشدة ص (٤٤٤)، فتح الباري (٢/ ٥٦٠) ویسے سنت یہ ہے کہ وتر میں رکوع سے قبل اور نازلہ میں رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھی جائے۔ (مترجم)

❸ موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (١١٢)

❹ البيهقي (٥/ ٣١) موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (١٧)

❺ موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (١١٢)

۱۱۔ حج تمتع سے ممانعت:

عثمان رضی اللہ عنہ نے افضل پر عمل کی خاطر لوگوں کو تمتع وقران سے منع کر دیا تھا آپ افراد کو افضل سمجھتے تھے ورنہ آپ پر یہ مخفی نہیں تھا کہ انسان کو اس بات کا اختیار ہے کہ افراد، قران اور تمتع میں سے جس کو چاہے اختیار کرے، لیکن آپ افضل پر عمل کرانا چاہتے تھے۔ تمتع وقران کا ابطال مقصود نہیں تھا۔ چنانچہ مروان بن حکم سے مروی ہے کہ میں عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا۔ عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کو تمتع وقران سے روک رہے تھے جب علی رضی اللہ عنہ نے یہ کیفیت دیکھی تو حج وعمرہ کا ایک ساتھ تلبیہ پکارا اور فرمایا: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو کسی کے قول کی بنیاد پر نہیں چھوڑ سکتا۔ ❶ عثمان رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کے اس موقف پر نکیر نہیں فرمائی کیوں کہ علی رضی اللہ عنہ کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ کہیں لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کی اس ممانعت سے تمتع قران کو باطل نہ سمجھنے لگیں اس لیے آپ نے حج وعمرہ کا احرام باندھتے ہوئے فرمایا میں کسی کے قول کی بنیاد پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتا تاکہ اس کے جواز وسنت کو واضح کر دیں بہرحال دونوں ہی مجتہد اور اجر کے مستحق ہیں۔ ❷

اس حدیث کے ظاہری فوائد میں سے یہ ہیں:

- علماء کا علم کی اشاعت اور مسلمانوں کی نصیحت کی خاطر حکماء وامراء سے مناظرہ۔
- جن مسائل میں اجتہاد کی گنجائش ہے ان میں علماء کے اجتہاد کے لیے امراء کی وسعت قلبی۔
- ایک مجتہد دوسرے مجتہد کو اپنی اتباع پر مجبور نہیں کر سکتا، اسی لیے عثمان رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔
- قول وعمل پر علم مقدم ہے۔ ❸

۱۲۔ شکار کا گوشت کھانا:

محرم کے لیے خشکی کا شکار کرنا اور اس شکار کو کھانا جائز نہیں اسی طرح خشکی کے اس شکار کو کھانا بھی جائز نہیں ہے جس کو اسی کی خاطر شکار کیا گیا ہو۔ عبدالرحمٰن بن حاطب سے روایت ہے کہ انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ عمرہ کیا جب مقام روحاء پر پہنچے تو ان کے لیے پرندے کا گوشت پیش کیا گیا، عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ لوگ کھائیں اور خود کھانا پسند نہیں کیا۔ اس پر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: جسے آپ نہیں کھائیں گے اسے ہم کیسے کھائیں؟ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس سلسلہ میں آپ لوگوں جیسا نہیں کیوں کہ یہ شکار میرے لیے کیا گیا ہے۔ ❹

عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا ہی واقعہ دوسری مرتبہ بھی پیش آیا جیسا کہ عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کی روایت ہے:

---

❶ البخاری/ کتاب الحج (۱۵۶۳)

❷ شهيد الدار عثمان بن عفان ص (۸٦)

❸ شهيد الدار عثمان بن عفان ص (۸٦) نیز اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ کسی کے قول کی بنیاد پر سنت رسول کو ترک نہیں کیا جا سکتا، سنت رسول امتی کے قول پر مقدم ہے۔ (مترجم)

❹ موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (۲۰)

میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو مقام عرج میں دیکھا آپ حالت احرام میں تھے سخت گرمی کا دن تھا، آپ کا اپنا چہرہ ارجوانی چادر سے ڈھکے ہوئے تھے پھر آپ کے سامنے خشکی کے شکار کا گوشت پیش کیا گیا تو اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم لوگ کھا لو۔ لوگوں نے عرض کیا آپ نہیں کھائیں گے؟ فرمایا: میں تمہاری طرح نہیں ہوں یہ میرے لیے شکار کیا گیا ہے۔ ❶

۱۳۔ قرابت داروں میں شادی کی کراہت:

خلال نے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ عن ابیہ سے روایت کی ہے کہ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم عداوت و دشمنی کے خوف سے قرابت داروں میں شادی کو ناپسند کرتے تھے۔ ❷

۱۴۔ رضاعت:

عبدالرزاق نے ابن جریج کے واسطے سے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ان جوڑوں میں جدائی کرا دی جن کے بارے میں ایک کالی عورت نے بیان دیا کہ میں نے انہیں دودھ پلایا ہے۔ ❸

۱۵۔ خلع:

ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میرے اور میرے شوہر کے درمیان اختلاف ہو گیا میں نے کہا: آپ ہر چیز لے لیں اور میرا معاملہ صاف کر دیں۔ انہوں نے کہا: میں نے کر دیا۔ اللہ کی قسم انہوں نے میرا سب کچھ لے لیا یہاں تک کہ میرا بستر بھی نہیں چھوڑا۔ میں عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی جب کہ آپ گھر میں محصور تھے۔ آپ نے فرمایا: (الشرط املك) شرط مقدم ہے تم ہر چیز لے لو یہاں تک کہ موباف بھی لے لو۔ ❹

۱۶۔ شوہر کی وفات پر سوگ واجب ہے:

سوگ میں سے ترک زینت اور اس گھر کے علاوہ جس میں شوہر کی وفات کے وقت تھی رات گزارنے سے پرہیز لازم ہے۔ الا یہ کہ کوئی ضرورت و مجبوری آ جائے۔ البتہ اس کے لیے جائز ہے کہ دن کے حصے میں اپنی ایسی ضروریات کی تکمیل کے لیے نکل سکتی ہے جس کے بغیر چارہ نہ ہو، لیکن اس گھر سے باہر رات نہیں گزار سکتی۔ ❺

فریعہ بنت مالک بن سنان، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ کو خبر دی کہ ان کے شوہر اپنے غلاموں کی تلاش میں نکلے ان غلاموں نے انہیں قتل کر دیا تو کیا میں اپنے میکے جا سکتی ہوں کیوں کہ میرے شوہر نے اپنی ملکیت کا کوئی مکان نہیں چھوڑا اور نہ نان ونفقہ چھوڑا

❶ سنن البیهقي (۵/ ۱۹۱) موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (۲۰)
❷ الخلافة الراشدة/ یحیی الیحیی ص (۴۴۹)
❸ الفتح الباري (۵/ ۱۸)
❹ الطبقات (۸/ ۴۴۸)
❺ موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (۲۴۴)

ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ہاں جا سکتی ہو، میں لوٹ پڑی ابھی میں حجرے ہی میں تھی کہ آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا: تم نے کیسے کہا؟ میں نے اپنے شوہر سے متعلق پورا قصہ دوبارہ بیان کیا، تو آپ نے فرمایا: عدت پوری ہونے تک اپنے گھر میں ٹھہری رہو، لہٰذا میں نے وہاں چار ماہ دس دن گزارے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مجھے بلایا اور اس سلسلہ میں سوال کیا، میں نے آپ کو خبر دی تو آپ نے اس کی پیروی کی اور اس کے مطابق فیصلہ کیا۔ ❶

اسی لیے عثمان رضی اللہ عنہ عدت وفات میں رات گزارنے کے سلسلے میں سختی سے حکم دیتے تھے آپ کے دور میں واقعہ پیش آیا کہ ایک خاتون کے شوہر کا انتقال ہو گیا وہ عدت کے دوران میں میکے چلی گئی اور وہاں دردزہ شروع ہو گیا تو آپ نے حکم فرمایا کہ اس کو اسی حالت میں لا کر اس کے گھر واپس لایا جائے۔ ❷

۱۷۔ صرف رغبت کی شادی کرو:

ایک شخص عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب کہ آپ سوار ہو کر کسی مہم پر جا رہے تھے، اس نے عرض کیا: امیر المومنین! میں آپ کی خدمت میں ایک ضرورت کے تحت حاضر ہوا ہوں۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس وقت جلدی میں ہوں اگر چاہو تو میرے پیچھے سوار ہو جاؤ اور اپنی ضرورت بیان کرو۔ اس نے عرض کیا: میرا ایک پڑوسی ہے اس نے غصہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے اور اب سخت پریشانی میں مبتلا ہو گیا ہے۔ اس کی حالت دیکھ کر میرا یہ ارادہ ہے کہ اپنی جان و مال کے ذریعے سے نیکی کماؤں بایں طور کہ میں اس سے شادی کر لوں اور رات گزار کر طلاق دے دوں اور پھر وہ اپنے پہلے شوہر کی زوجیت سے منسلک ہو جائے؟ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا مت کرو صرف رغبت کی شادی کرو۔ ❸

۱۸۔ مدہوش کی طلاق:

عثمان رضی اللہ عنہ کا موقف تھا کہ مدہوش شخص کی باتوں کا اعتبار نہیں اس لیے اس کے عقد و فسخ اور اقرار کا اعتبار نہیں، اس کی طلاق واقع نہ ہو گی کیوں کہ وہ جو کہتا ہے اس کو سمجھتا نہیں اور جو کہتا ہے بلا قصد و ارادہ کہتا ہے اور بلا قصد و ارادہ کوئی چیز لازم نہیں آتی ❹ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مدہوش اور مجنون کی طلاق کا اعتبار نہیں۔ ❺

---

❶ موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (۲۲٤) الموطأ (۲/ ۵۹۱)

❷ موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (۲۲۵)

❸ موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (۸۱) چوں کہ حلالہ کی شادی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، اسلام میں ایسا شخص ملعون ہے اس لیے عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو منع کر دیا۔ شادی بیوی بنا کر رکھنے کی نیت سے کرنی چاہیے وقتی لطف اندوزی اور طلاق دینے کے لیے نہیں کرنی چاہیے۔ (مترجم)

❹ موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (۵۳) الفتاوی (۱٤/ ۷۲)

❺ الفتاوی (۳۳/ ٦۱) موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (۵۳)

۱۹۔ باپ کا عطیہ اولاد کے لیے:

جب باپ اپنی اولاد کو کوئی عطیہ دے تو اس کو چاہیے کہ اس پر گواہ بنالے۔ جب گواہ بنالیا تو یہ قبضہ تصور کیا جائے گا اور اس کے بعد اگر وہ چیز باپ کے پاس رہے تو کوئی بات نہیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ قول مروی ہے: جس نے اپنے چھوٹے بچے کو عطیہ دیا جو قبضہ نہیں کر سکتا لیکن باپ نے اس کا اعلان کر دیا اور اس پر گواہ رکھ لیا تو یہ جائز ہے اگر چہ باپ ہی کے قبضہ میں رہے۔ ❶

لیکن اگر گواہ نہیں بنایا اور نہ بچے کے حوالہ کیا تو یہ عطیہ نافذ نہیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اپنی اولاد کو عطیہ دیتے ہیں پھر اگر اولاد کا انتقال ہو جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ تو میرا مال ہے اور میرے قبضے میں ہے اور اگر خود اس کا انتقال ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ میں نے اس کو ہبہ کر دیا ہے، ہبہ وعطیہ وہی ثابت ہو گا جو بچے کے قبضہ میں ہو۔ ❷

۲۰۔ بے وقوف کے تصرف پر حکم امتناعی:

عثمان رضی اللہ عنہ بے وقوف کے تصرف پر حکم امتناعی کے حق میں تھے چنانچہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے ساٹھ ہزار دینار میں ایک زمین خریدی، اس کی اطلاع علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو پہنچی، آپ کے خیال میں یہ زمین اتنی قیمت کے لائق نہ تھی اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اس میں صریح دھوکا کھایا ہے، بلکہ بے وقوفوں کا سا تصرف کیا ہے۔ آپ نے یہ ارادہ ظاہر فرمایا کہ وہ امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں گے اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے تصرف پر حکم امتناعی نافذ کرا دیں گے۔ جب عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کو اس کی خبر ملی تو وہ جلدی سے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جو ماہر تاجر تھے اور عرض کیا میں نے اتنے میں یہ زمین خریدی ہے اور علی رضی اللہ عنہ کا ارادہ ہے کہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر مجھ پر حکم امتناعی نافذ کرا دیں گے۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس بیع میں تمہارا شریک ہوں۔ علی رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: میرے بھتیجے نے ایک بنجر زمین ساٹھ ہزار میں خرید لی ہے مجھے اگر وہ جوتے کے عوض ملے تو بھی نہ لوں لہٰذا آپ اس پر حکم امتناعی نافذ کر دیں اور زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس کا اس بیع میں شریک ہوں۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بھلا میں ایسے شخص کی بیع پر حکم امتناعی کیسے لگاؤں جس کے شریک زبیر ہوں۔ ❸ یعنی میں عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما پر ایسے تصرف کی وجہ سے بے وقوفی اور سفاہت کا حکم نہیں لگا سکتا جس تصرف میں زبیر شریک ہوں کیوں کہ زبیر رضی اللہ عنہ انتہائی ماہر تاجر ہیں ان سے ممکن نہیں کہ وہ بے وقوفی اور سفاہت کے تجارتی تصرف میں شریک ہوں۔ ❹

---

❶ سنن البیهقی (٦/ ١٧٠) موسوعة فقه عثمان بن عفان ، ص (٢٨٨) ❷ الفتاوی: (٣١/ ١٥٤)

❸ سنن البیهقی (٦/ ٦٦١) موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (١١٩)

❹ موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (١١٩)

۲۱۔ مفلس ❶ پر حکم امتناعی

عثمان رضی اللہ عنہ مفلس پر حکم امتناعی کے حق میں تھے اور جب مفلس پر حکم امتناعی نافذ کر دیا جائے تو قرض خواہ اپنے قرضوں کے حساب سے اس کا مال تقسیم کر لیں گے لیکن اگر کسی کو اپنا مال جو اس سے بیچا تھا بعینہ مل جائے تو اس کے لیے جائز ہے کہ بیع کو فسخ کر کے اپنا مال واپس لے لے۔ ❷ کیوں کہ دوسروں کی بہ نسبت وہ زیادہ اس کا مستحق ہے۔ ❸

۲۲۔ ذخیرہ اندوزی کی حرمت:

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ذخیرہ اندوزی سے روکتے اور منع کرتے تھے۔ ❹ بظاہر عثمان رضی اللہ عنہ اس سلسلہ میں اپنے پیش رو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے منہج پر قائم تھے خواہ غلہ میں ہو یا دوسری اشیاء میں، ان کے مابین تفریق کے قائل نہ تھے کیوں کہ آپ کی ممانعت عام تھی۔ خاص کر اس لیے کہ ذخیرہ اندوزی کی تحریم سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی بعض نصوص مطلق اور بعض مقید ہیں اور ان میں کوئی تعارض نہیں، اس لیے مطلق اپنے اطلاق پر باقی رہے گا۔ ❺

۲۳۔ بھٹکے ہوئے اونٹ:

امام مالک رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے دور میں گم شدہ اونٹ چھوٹے رہتے تھے اور ان کے توالد و تناسل کا سلسلہ جاری رہتا، ان کو کوئی نہیں چھیڑتا تھا یہاں تک کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو آپ نے یہ حکم جاری فرمایا کہ ایسے اونٹوں کا تعارف کرایا جائے اگر مالک کا پتہ نہ چلے تو اس کو بیچ دیا جائے اور جب اس کا مالک مل جائے تو اس کو قیمت دے دی جائے۔ ❻

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا فعل صحیحین میں زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے مطابق تھا کہ ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گری پڑی اشیاء سے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اعرف عفاصها و وكاء ها ثم عرف سنة ، فان جاء صاحبها و الا فشأنك بها .))

''اس کے برتن کی ساخت اور اس کے بندھن کو ذہن میں رکھو پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرتے رہو اگر اس کا مالک آجائے تو اسے اس کا مال واپس کر دو ورنہ اپنی ضروریات میں خرچ کر لو۔''

---

❶ جس کا دیوالیہ ہو جائے۔
❷ سنن البيهقى (٦/ ٤٦)
❸ موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (١١٩)
❹ موطا مالك (٢/ ٦٥١)
❺ موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (١٥)
❻ موطا مالك (٦٤٨ـ ٦٤٩)، طبعة دار الآفاق الجديدة

اس شخص نے عرض کیا بھٹکی ہوئی بکری کے متعلق آپ کا کیا فرمان ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((هي لك او لأخيك او للذئب .))

''وہ تمہاری ہوگی یا تمہارے بھائی (مالک) کی ہوگی ورنہ پھر بھیڑیا اٹھا لے جائے گا۔''

اس شخص نے بھٹکے ہوئے اونٹ سے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((ما لك ولها معها سقاء وها و حذاء ها ترد الماء و تأكل الشجر حتى يلقاها ربها .))

''تمھیں اس سے کیا سروکار، اس کے ساتھ خود اس کا مشکیزہ ہے اس کے کھر ہیں پانی پر خود ہی پہنچ جائے گا اور خود ہی درخت کے پتے کھالے گا اور اس طرح خود اس کا مالک اسے پالے گا۔'' [1]

استاذ حجوی کا خیال ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ اجتہاد مصلحت مرسلہ پر مبنی تھا کیوں کہ آپ نے دیکھا کہ لوگ بھٹکے ہوئے اونٹوں پر ہاتھ ڈال رہے ہیں تو آپ نے ان کی حفاظت کی خاطر چرواہا مقرر کر دیا جو اس طرح کے بھٹکے ہوئے اونٹوں کو جمع کرے پھر مصلحت عامہ کے پیش نظر ان اونٹوں کو بیچ دیا جائے۔ [2]

لیکن استاد عبدالسلام سلیمانی نے اس قول کی یوں تردید فرمائی ہے: استاذ حجوی کے قول کو تسلیم کرنا مشکل ہے کیوں کہ مصالح مرسلہ ان مصالح کو کہتے ہیں جن کے اعتبار اور عدم اعتبار کی تنصیص شارع نے نہ کی ہو جب کہ رسول اللہ ﷺ نے بھٹکے ہوئے اونٹوں سے متعلق حکم صادر فرما دیا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے واضح ہے لہٰذا یہ معتبر مصلحت ہے جس کی تنصیص رسول اللہ ﷺ نے بذات خود کر دی ہے، لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے بھٹکے ہوئے اونٹوں سے متعلق جو کیا وہ مصالح مرسلہ میں شمار ہوگا کیوں کہ مصلحت مرسلہ نص کے مقابلہ میں نہیں ہوگی۔

اور جو چیز یہاں سے واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا اجتہاد یہاں پر مصلحت عامہ پر مبنی تھا مصلحت مرسلہ پر نہیں اور اس قضیہ میں اجتہاد کی گنجائش ہے اور یہ ان قضایا میں سے ہے جن میں حالات و زمان کے تغیر سے حکم متغیر ہو جاتا ہے اور بھٹکے ہوئے اونٹوں کے مالکین کی مصلحت کے پیش نظر اس کے حکم میں تغیر پیدا ہو سکتا ہے۔ بظاہر اس قضیہ میں حکم کی علت ان اونٹوں کی حفاظت ہے خواہ اعیان کی شکل میں ہو یا قیمت کی شکل میں اور دونوں صورتوں میں مصلحت موجود ہے اور بلاشبہ عثمان رضی اللہ عنہ کا ہدف مصلحت عامہ کو برقرار رکھنا تھا کیوں کہ آپ نے دیکھا کہ اونٹوں کو اسی طرح چھوڑ دینا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں عمر رضی اللہ عنہ کے دور تک تھا اونٹوں کا ضیاع تھا کیوں کہ لوگوں کے اخلاق بدل چکے تھے اور وہ اس طرح کے بھٹکے ہوئے اونٹوں پر ہاتھ صاف کرنے

---

[1] البخاري، اللقطة (٢٤٢٧، ٢٤٢٨، ٢٤٢٩)

[2] الفكر السامي (١/ ٢٤٥)

لگے تھے اس لیے آپ نے اس راستے کو بند کرنا چاہا اور بلاشبہ یہ مناسب اجتہاد اور صحیح حکم ہے۔ ❶

۲۴۔ مرض الموت میں مطلقہ عورت کی توریث:

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مرض الموت میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے انقضائے عدت کے باوجود اس کو وراثت میں حصہ عطا فرمایا۔ روایت ہے کہ قاضی شریح نے اس شخص سے متعلق عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا جس نے مرض الموت میں اپنی بیوی کو تیسری طلاق دے دی تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے جواب میں لکھا کہ اگر عورت وفات کے وقت عدت میں ہے تو اس کو وراثت میں حصہ دے دو اور اگر عدت ختم ہونے کے بعد شوہر کا انتقال ہوا ہے تو پھر وہ وراثت میں حصہ دار نہیں ہوسکتی۔ بعد ازیں کہ یہاں دونوں عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کا ایک امر پر اتفاق ہے کہ مرض الموت میں طلاق زوجیت کو زائل نہیں کرتی جو موجب وراثت ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے انقضائے عدت کو حد مقرر فرمایا اور عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے کوئی حد مقرر نہیں فرمائی اور فرمایا: اس صورت میں مطلقہ عورت اپنے شوہر کی وارث ہوگی خواہ وہ شوہر کی وفات کے وقت عدت میں ہو یا عدت ختم ہوچکی ہو۔ اس مسئلہ میں کوئی نص وارد نہیں ہے اور اس فیصلہ کا اصل سبب شوہر کے ساتھ اس کے قصد کے برخلاف معاملہ کرنا ہے کیوں کہ وہ مرض الموت میں بیوی کو طلاق دے کر اس کو وراثت میں حصہ دار بنانے سے فرار اختیار کرنا چاہتا تھا۔ ❷

۲۵۔ مطلقہ کی توریث بشرطیکہ عدت ختم نہ ہوئی ہو:

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مطلقہ کی عدت ختم ہونے سے پہلے زوجین میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو زوجین میں جو زندہ ہو میّت کا وارث ہوگا۔ ❸ طول عدت توریث سے مانع نہ ہوگا بایں طور کہ ایک دو حیض آئے اور پھر حیض کا آنا رک جائے چنانچہ حبان بن منقذ نے اپنی بیوی کو صحت کی حالت میں طلاق دے دی اس وقت وہ بیٹی کو دودھ پلا رہی تھی اس کو سترہ ماہ تک حیض نہ آیا کیوں کہ رضاعت حیض سے مانع ہوا کرتی ہے پھر حبان بیمار پڑے جب کہ طلاق پر سات یا آٹھ ماہ گزر چکے تھے ان سے کہا گیا کہ تمہاری مطلقہ بیوی تمہاری وارث ہوگی انہوں نے کہا: مجھے عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے چلو ان کو عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس اٹھا کے لایا گیا انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے اپنی مطلقہ بیوی سے متعلق دریافت کیا اس وقت آپ کے پاس علی بن ابی طالب اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما موجود تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے فرمایا آپ دونوں کا کیا خیال ہے؟ ان دونوں نے کہا: اگر

---

❶ الاجتهاد فی الفقة الاسلامی (۱٤۳، ۱٤٤)

❷ تاریخ التشریع الاسلامی للخضری ص (۱۱۸) نشأة الفقه الاجتهادی/ محمد السایس ص (۲۷)، الاجتهاد فی الفقة الاسلامی ص (۱٤۲)

❸ موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (۲۸)

اس کی وفات ہو جائے تو اس کی بیوی وراثت میں حق دار ہو گی اور اگر وہ فوت ہو جائے تو تو یہ وراثت میں حق دار ہو گا کیوں کہ یہ خاتون حیض سے مایوس نہیں ہے اور نہ کنواری ہے کہ حیض نہ آتا ہو اور پھر یہ حیض کی عدت میں ہے تھوڑا ہو یا زیادہ۔ یہ سن کر حبان گھر آئے اور اپنی بیٹی کو اس سے لے لیا جب رضاعت ختم ہو گئی تو اس کو ایک حیض آیا پھر دوسرا حیض آیا، تیسرا حیض آنے سے قبل ہی حبان کا انتقال ہو گیا تو اس نے عدت وفات گزاری اور وہ اپنے شوہر حبان بن منقذ کی وارث بنی۔ ❶

۲۶۔ حمیل کی توریث:

جب کوئی کافر خاتون جنگی قیدی قرار پائے اور اپنے گود میں کوئی بچہ اٹھائے ہوئے ہو اور یہ دعویٰ کرے کہ یہ اسی کا بچہ ہے (اس طرح کے بچہ کو حمیل کہا جاتا ہے) تو اس کے اس دعویٰ کی تصدیق نہ کی جائے گی اور نہ وہ بچہ اس کا وارث ہو گا جب تک کہ وہ اس دعویٰ میں دلیل نہ پیش کر دے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے مشورہ کیا ہر ایک نے اپنی رائے پیش کی تو اس موقع پر عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اللہ کے مال میں بغیر ثبوت کے کسی کو وارث نہیں بنائیں گے اور فرمایا: حمیل بغیر بینہ کے وارث نہیں ہو گا۔ ❷

قصاص، حدود، جنایات اور تعزیر وغیرہ مسائل قضاء سے متعلق عثمان رضی اللہ عنہ کے یہ بعض اجتہادات ہیں اور اس طرح آپ نے اپنے اجتہادات کے ذریعے سے اسلامی فقہی مدارس کو ترقی دی آپ کے اجتہادات وسعت اطلاع، غزارت علم، فہم کی گہرائی اور مقاصد شریعت کے استیعاب پر دال ہیں آپ خلیفہ راشد ہیں آپ کے اعمال کے ذریعے سے امت کو دین کی نصرت واعزاز کے طویل سفر میں رہنمائی ملتی ہے۔

---

❶ سنن البیھقی (۷/ ۴۱۹)، موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (۲۹)

❷ موسوعة فقه عثمان بن عفان ص (۲۸)

چوتھی فصل

عہد عثمانی کی فتوحات

- مشرق کی فتوحات
- شام کی فتوحات
- مصری محاذ کی فتوحات
- ایک مصحف پر امت کو جمع کرنے کا عظیم کارنامہ

عہد عثمانی کی فتوحات

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر سے اعدائے اسلام کے حوصلے بلند ہو گئے، خاص کر اہل روم و فارس میں اپنے گنوائے ہوئے ملکوں کو دوبارہ حاصل کرنے کی طمع پیدا ہوئی، چنانچہ یزدگرد شاہ فارس نے سمرقند کی راجدھانی ''فرغانہ'' میں اپنی پلاننگ شروع کی، اور رومی قائدین جو شام سے بھاگ کر قسطنطنیہ میں منتقل ہو چکے تھے وہ عہد عثمانی میں شام کو واپس لینے کا خواب دیکھنے لگے اور اس کے لیے منصوبہ تیار کرنے میں لگ گئے، مصر میں رومیوں کی بچی کھچی فوج اسکندریہ میں قلعہ بند ہو چکی تھی۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اس پر چڑھائی کرنے کی اجازت طلب کی تھی۔ رومیوں نے منصوبہ بند طریقے پر اپنے آپ کو محفوظ کر رکھا تھا، دیواروں پر منجنیق نصب کر رکھے تھے۔ ہرقل نے بذات خود قتال میں حصہ لینے کا عزم کر رکھا تھا اور کوئی رومی اس سے پیچھے نہیں رہ سکتا تھا کیوں کہ اسکندریہ ان کی آخری پناہ گاہ تھی۔ ❶

عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں رومی اسکندریہ میں جمع ہوئے، اور دوبارہ قابض ہونے کے لیے منصوبہ بندی شروع کر دی، یہاں تک کہ انہوں نے معاہدہ مصالحت کو توڑ دیا اور روم کی بحری طاقت سے مدد لی۔ ❷ چنانچہ تین سو بحری جہاز فوج اور اسلحہ کے ساتھ ان کی مدد کو پہنچ گئے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے ان تمام حالات کا مقابلہ عزم و حوصلہ پر مبنی سیاست سے کیا جو درج ذیل طریقہ کار پر مشتمل تھا:

۱۔ باغی روم و فارس کو تابع کرنا اور اسلامی سلطنت کو ان ممالک پر دوبارہ غالب کرنا۔

۲۔ دشمنوں کی امدادی لائن کو منقطع کرنے کے لیے ان کے پیچھے واقع علاقوں میں جہاد و فتوحات کو جاری رکھنا۔

۳۔ اسلامی ممالک کی حمایت و حفاظت کے لیے مستقل عسکری مراکز قائم کرنا۔

۴۔ اسلامی فوج کی ضرورت کی خاطر بحری فوج تیار کرنا۔ ❸

عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں صوبوں کے مرکزی مقامات ہی فوجی اڈے ہوتے تھے، عراق میں کوفہ و بصرہ، شام میں دمشق (خاص کر جب معاویہ رضی اللہ عنہ پورے شام کے حاکم مقرر ہوئے) اور مصر میں فسطاط، یہ فوجی اڈے اور مراکز ایک طرف اسلامی سلطنت کی حفاظت اور دوسری طرف اسلام کی نشر و اشاعت اور فتوحات کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے۔ ❹

❶ الخلافة و الخلفاء الراشدون ص (۲۲۱)
❷ جولة تاريخية فی عصر الخلفاء الراشدين ص (۳۲٤)
❸ الخلافة والخلفاء الراشدون ص (۲۲۲)
❹ عثمان بن عفان/ صادق عرجون، ص (۱۹۹، ۲۰۰)

(۱)

مشرق کی فتوحات

فتوحات اہل کوفہ: آذربیجان ۲۴ھ:

اہل کوفہ کا مرکز جہاد ''رے'' اور ''آذربیجان'' تھا، ان دونوں مقامات پر دس ہزار مجاہدین مرابط تھے۔ چھ ہزار آذربیجان میں اور چار ہزار ''رے'' میں، کوئی احتیاطی فوج چالیس ہزار مجاہدین پر مشتمل تھی، ان میں سے ہر سال دس ہزار مجاہدین قتال کے لیے نکلتے، اس طرح ہر چار سال بعد ایک شخص کی جہاد میں شرکت کی باری آتی۔

جب امیر المومنین عثمان نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا تو آذربیجان کے لوگوں نے معاہدہ توڑ دیا، اور عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے جن باتوں پر مصالحت کی تھی اس سے مکر گئے، اور اپنے والی عتبہ بن فرقد کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس صورت حال میں عثمان نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو فرمان جاری کیا کہ ان پر چڑھائی کرو، ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے جرنیل سلمان بن ربیعہ باہلی کو تیار کیا، اور مقدمۃ الجیش کے طور پر ایک فوجی دستہ کے ساتھ روانہ کیا، اور پھر ولید خود مجاہدین کو لے کر نکلے، جب آذربیجان والوں کو اس نقل و حرکت کی اطلاع ملی تو وہ جلدی سے ولید سے آکر ملے، اور انہی شروط پر مصالحت کی پیش کش کی جن پر حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کی تھی۔ ولید رضی اللہ عنہ نے اس پیش کش کو منظور کر لیا اور ان سے سمع و طاعت کا عہد لیا۔ ان کے گرد و نواح میں فوجی دستے روانہ کیے اور ان پر حملے کیے، چنانچہ عبداللہ بن شبیل احمسی کی قیادت میں چار ہزار مجاہدین کو ''موقان''، ''ببر'' اور ''طیلسان'' کی طرف روانہ کیا، بہت سا مال غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے، لیکن وہ لوگ بچ گئے اور ان کی اچھی طرح گوشمالی نہ ہو سکی۔

پھر سلمان باہلی کو بارہ ہزار مجاہدین کے ساتھ آرمینیہ روانہ کیا انہوں نے زیر کیا اور وہ بہت زیادہ مال غنیمت کے ساتھ واپس ہوئے۔ اس کے بعد پھر ولید رضی اللہ عنہ کوفہ واپس ہو گئے۔ [1]

آذربیجان کے لوگ بار بار بغاوت کرتے رہے، چنانچہ آذربیجان کے حاکم اشعث بن قیس نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو صورت حال سے مطلع کیا۔ ولید نے کوفہ سے فوج روانہ کی اور اشعث نے باغیوں کا پیچھا کیا، اور ان کو شکست فاش دی۔ انہوں نے صلح کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ اشعث نے ان سے پہلی صلح کی شرائط پر صلح کر لی۔ اشعث کو اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں یہ لوگ پھر شرارت نہ کریں، لہٰذا انہوں نے عربوں پر مشتمل مستقل فوج مقرر کی، ان

[1] تاریخ الطبری (۵/ ۲٤٦)

کے لیے وظیفے جاری کیے اور دیوان میں ان کے نام رجسٹرڈ کیے اور ان کے ذمہ لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دینے کی ذمہ داری سونپی۔ لیکن جب سعید بن العاص رضی اللہ عنہ حاکم مقرر ہوئے تو آذربیجان والوں نے پھر بغاوت کر دی، چنانچہ آپ نے جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کو ان کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا، آپ نے انہیں شکست دی اور ان کے سرغنہ کو قتل کر دیا۔ بعد ازیں جب وہاں کے اکثر لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور قرآن سیکھ لیا تو وہاں امن و استقرار پیدا ہو گیا۔

کوفہ پر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی گورنری کے دور میں امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمان جاری کیا کہ وہ "رے" پر ان کی بغاوت کے پیش نظر چڑھائی کر دیں، چنانچہ آپ نے قرظہ بن کعب انصاری کو ان کی طرف روانہ کیا انہوں نے دوبارہ اسے فتح کر لیا۔ ❶

روم کی نقل و حرکت کو ناکام کرنے میں کوفیوں کی مشارکت:

جب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ آذربیجان میں اپنی ذمہ داری مکمل کر کے واپس موصل چلے آئے تو امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے انہیں یہ فرمان ملا:

> "معاویہ بن ابی سفیان نے اپنی تحریر کے ذریعے سے مجھے یہ خبر دی ہے کہ روم مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لیے بڑی تعداد میں جمع ہو گئے ہیں، اور میں اس صورت حال میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ کوفہ کے لوگ اپنے بھائیوں کی امداد کے لیے شام روانہ ہوں، لہٰذا جب تمھیں میرا یہ خط ملے تو جہاں میرا پیغام مبر تمھیں یہ خط پہنچائے وہیں سے آٹھ ہزار، نو ہزار یا دس ہزار مجاہدین کو ایسے شخص کی قیادت میں روانہ کر دو جس کے اسلام اور قوت و شجاعت سے تم خوش ہو۔
>
> والسلام!"

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو جب یہ خط موصول ہوا تو انہوں نے لوگوں کو خطاب فرمایا اور حمد و صلاۃ کے بعد فرمایا:

> "حضرات! یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس علاقے میں مسلمانوں کو اچھی طرح آزمایا، الحمد للہ ان کے علاقے انہیں واپس کر دیے اور دیگر علاقوں کو فتح کرایا، اور مسلمانوں کو اجر و غنیمت کے ساتھ صحیح سالم لوٹایا۔ امیر المومنین نے مجھے یہ خط تحریر کیا ہے جس میں آپ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم میں سے آٹھ ہزار سے دس ہزار تک لوگوں کو روم کے مقابلے میں تمہارے شامی بھائیوں کی مدد کے لیے روانہ کروں، اس میں اجر عظیم اور بڑی فضیلت ہے، اللہ تم پر رحم کرے، سلمان بن ربیعہ باہلی کی قیادت میں تم اس کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

تین دن نہیں گزرے کہ آٹھ ہزار مجاہدین اہل کوفہ میں سے تیار ہو کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ شامی فوج

---

❶ الخلافة والخلفاء الراشدون، ص (٢٢٤)

کے جرنیل حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ تھے، اور کوفی فوج کے جرنیل سلمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ عنہ تھے، دونوں نے مل کر رومیوں پر حملہ کیا، لوگوں کو ڈھیر سا مال غنیمت اور بہت سے قیدی ہاتھ آئے اور بہت سے قلعوں کو فتح کیا۔ ❶

ولید بن عقبہ کے غزوات و جہاد سے متعلق بعض راویوں کا بیان ہے کہ میں نے امام شعبی کو دیکھا وہ محمد بن عمرو بن ولید بن عقبہ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ محمد نے مسلمہ بن عبدالملک کی جہادی سرگرمیوں کا ذکر کیا، تو امام شعبی نے فرمایا: اگر تم ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کا دور پائے ہوتے اور ان کی جہادی سرگرمیوں کو دیکھتے تو کیا کہتے، وہ جہاد کرتے تھے اور ایک سے بڑھ کر ایک معرکے سر کرتے تھے، سستی ان کو لاحق نہیں ہوتی تھی، کوئی ان سے بغاوت نہیں کرتا تھا، ان کی یہی کیفیت رہی یہاں تک کہ وہ معزول ہو گئے۔ ❷

طبرستان پر ۳۰ھ میں سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی چڑھائی:

۳۰ھ میں سعید بن العاص رضی اللہ عنہ خراسان پر چڑھائی کے لیے روانہ ہوئے، آپ کے ساتھ حذیفہ بن الیمان اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی تھے۔ ان میں حسن، حسین، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو بن العاص اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم اجمعین بھی تھے، اور بصرہ سے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے خراسان کا رخ کیا، وہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے قبل پہنچ گئے اور ''ابرشہر'' میں قیام فرمایا: اس کی اطلاع سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو مل گئی، لہٰذا انہوں نے ''قومیس'' میں قیام کیا جن سے صلح ہو چکی تھی۔ اور یہ وہی صلح تھی جو حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے نہاوند کے بعد ان سے کی تھی۔ وہاں سے آپ نے ''جرجان'' کا رخ کیا، اور ان سے دو لاکھ پر مصالحت کر لی، پھر ''طمیسہ'' پہنچے، یہ سب طبرستان و جرجان کے علاقے تھے، یہ ساحل سمندر پر آباد شہر تھا اور جرجان کے حدود میں تھا۔ آپ نے ان سے قتال کیا یہاں تک کہ نماز خوف ادا کی۔ جب نماز کا وقت آیا تو سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح خوف کی نماز ادا کی تھی۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے انہیں نماز خوف کی کیفیت بتلائی، تو انہوں نے لوگوں کو نماز خوف پڑھائی اور قتال جاری رکھا، اس دن سعید نے مشرکین میں سے ایک شخص کے کندھے پر ضرب لگائی تو تلوار کہنی کے نیچے سے نکل گئی آپ نے ان لوگوں کا محاصرہ کر لیا۔ ان لوگوں نے آپ سے امان طلب کی، آپ نے ان لوگوں کو اس شرط پر امان دے دی کہ ان میں سے ایک شخص کو قتل نہیں کریں گے۔ ان لوگوں نے قلعہ کھول دیا آپ نے ایک شخص کو چھوڑ کر ان کو قتل کر دیا، اور جو کچھ قلعہ میں تھا اس پر قبضہ کر لیا۔ بنونہد کے ایک شخص کو ایک جامعہ دان ملا جس پر تالا لگا ہوا تھا، اس نے سمجھا اس میں جواہرات ہوں گے۔ سعید کو اس کی خبر ملی، آپ نے نہدی کو بلا بھیجا، وہ جامعہ دان (صندوق) کے ساتھ حاضر ہوا۔ اس کا تالا توڑا گیا تو اس کے اندر ایک اور جامہ دان (صندوق) نکلا، جب اس کو کھولا گیا تو اس میں سے ایک زرد کپڑے کا ٹکڑا ملا جس کے اندر کمیت وورد (زعفران) تھا۔ ❸

❶ تاریخ الطبری: (۵/ ۲۴۷)
❷ عثمان بن عفان/ صادق عرجون ص (۲۰۱)
❸ تاریخ الطبری: (۵/ ۲۷۰).

جب سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کوفہ واپس ہوئے تو ان کی مدح سرائی میں کعب بن جعیل اس طرح رطب اللسان ہوا:

فنعم الفتی اذ جال جیلان دونہ
واذ ھبطوا من دستبی ثم ابھرا

''(سعید بن العاص) کیا ہی بہادر نوجوان ہیں جب فوجیں جنگی لباس پہن لیں اور غیر معمولی فن جنگ کا مظاہرہ کریں۔''

تعلم سعید الخیر ان مطیتی
اذا ھبطت اشفقت من ان تعقرا

''اے سعید! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ حالات اتنے سنگین تھے کہ مجھے خوف تھا کہ میری سواری اگر گر گئی تو وہ ذبح کر دی جائے گی۔''

کانك یوم الشعب لیث خفیة
تحرد من لیث العرین و اصحرا

''گویا آپ جنگ کے دن جھاڑی میں گھات لگائے شیر ہیں جو اپنی رہائشی جگہ سے نکل آیا ہو۔''

تسوس الذی ما ساس قبلك واحد
ثمانین الفا دارعین و حسرا ❶

''آپ زرہ پوش وغیر زرہ پوش اسی (۸۰) ہزار فوجوں کی قیادت کر رہے ہیں، ایسا آپ سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔''

شاہ ایران یزدگرد کا خراسان کی طرف فرار، ۳۰ھ:

ابن عامر رضی اللہ عنہ بصرہ پہنچے، پھر فارس کا رخ کیا، اور اسے فتح کر لیا، اور یزدگرد بھاگ کھڑا ہوا، اس کے پیچھے انہوں نے مجاشع بن مسعود سلمی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا، انہوں نے کرمان تک اس کا پیچھا کیا، اور ''سیر جان'' میں فوج کے ساتھ پڑاؤ ڈالا، اور یزدگرد خراسان کی طرف فرار ہو گیا۔ ❷

شاہ فارس (ایران) یزدگرد کا قتل ۳۱ھ:

یزدگرد کا قتل کیسے ہوا اس سلسلہ میں روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے: یزدگرد اپنی چھوٹی سی جماعت کے ساتھ کرمان سے ''مرو'' کی طرف بھاگا، اور وہاں کے لوگوں سے مال طلب کیا، انہوں نے اسے مال نہ دیا بلکہ اسے اپنے لیے خطرہ محسوس کیا، اور ترکوں کو اس کے خلاف ورغلایا۔ انہوں نے آ کر اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا، اور یزدگرد فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے جا کر ایک چکی ساز کے گھر میں دریائے

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۲۷۱)　❷ تاریخ الطبری (۵/ ۲۸۸)

''مرغاب'' کے ساحل پر پناہ لے لی، جب رات کو یہ سو گیا تو اس نے اسے قتل کر دیا۔ ❶

اور طبری کی ایک روایت میں ہے: یزدگرد کرمان سے عربوں کے وہاں پہنچنے سے قبل نکل پڑا، اور ''طَبَسَین'' اور ''قُہِستان'' کا راستہ لیا، اور چار ہزار افراد کے ساتھ ''مرو'' سے قریب پہنچا تاکہ اہل خراسان سے اپنی فوج جمع کرے اور پھر عربوں پر حملہ آور ہو، اور ان سے قتال کرے۔ وہاں اس سے دو جرنیل ملے جو ''مرو'' میں موجود تھے اور آپس میں ان دونوں کے مابین عداوت وحسد پایا جاتا تھا، ایک کا نام ''براز'' اور دوسرے کا ''سنجان'' تھا، ان دونوں نے یزدگرد کی اطاعت قبول کر لی اور وہ مرو میں اقامت پذیر ہو گیا۔ اس نے براز کی طرف خصوصی توجہ دی اور اس کو اپنے سے قریب کر لیا، یہ چیز ''سنجان'' کو اچھی نہ لگی، اور اس کے اندر حسد پیدا ہوا، اور ادھر ''براز'' بھی سنجان کے خلاف سازشیں کرنے لگا، اور یزدگرد کو اس کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ یزدگرد نے اس کے قتل کا عزم کر لیا، اور اپنے ان عزائم کا تذکرہ اپنی ایک بیوی سے کر دیا جس کا براز سے پہلے سے غلط تعلق تھا۔ اس نے عورتوں کے ذریعے سے اس ارادہ کی اطلاع براز کو بھیج دی، اور اس طرح یہ راز فاش ہو گیا، اور اس کی اطلاع سنجان کو بھی پہنچ گئی۔ اس نے احتیاطی تدابیر اختیار کر لیں اور اپنے ہم نوا جمع کرنا شروع کر دیے۔ یہاں تک کہ براز کے ساتھ جو لوگ تھے اور یزدگرد کی جو فوج تھی اس کے ہم نواؤں کی تعداد ان کے برابر ہو گئی، پھر اس نے ان کو لے کر اس قصر کا رخ کیا جہاں یزدگرد اقامت پذیر تھا۔ براز کو اس کی اطلاع ملی لیکن اس کی فوج کی کثرت دیکھ کر پیچھے ہٹ گیا، اور یزدگرد انہیں دیکھ کر مرعوب اور خوف زدہ ہو گیا، اور خفیہ طور پر پیدل ہی بھاگ کھڑا ہوا تاکہ اپنی جان بچا سکے، تقریباً دو فرسخ چلا ہو گا کہ اس کی نگاہ ایک چکی ساز کے گھر پر پڑی وہ اس کے اندر داخل ہو گیا اور تھکا ہارا بیٹھ گیا، جب چکی ساز نے اس کو اچھی شکل وصورت اور ہیئت میں دیکھا تو اس کے لیے فرش بچھا کر اس پر بٹھایا اور کھانا پیش کیا۔ اس نے اس کے پاس ایک دن اور رات گزاری، چکی ساز نے عرض کیا: ہمارے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم فرمائیں۔ یزدگرد نے اپنا پٹکا جو جواہرات سے جڑا ہوا تھا اس کو پیش کیا لیکن چکی ساز نے اسے لینے سے انکار کر دیا، اور عرض کیا کہ ہمارے لیے تو صرف چار درہم کافی ہیں۔ یزدگرد نے اس کو بتلایا کہ اس وقت اس کے پاس نقدی نہیں ہے۔ چکی ساز اس کی چاپلوسی اور تملق میں لگ گیا اور جب اس کو نیند آ گئی تو کلہاڑی سے اس کے سر پر وار کر کے اس کو قتل کر دیا، اور اس کا سر الگ کر دیا اور اس کے جسم پر جو لباس اور پٹکا تھا اس کو لے لیا، اور اس کی لاش کو اس دریا کے حوالہ کر دیا جس کے پانی سے اس کی چکی چل رہی تھی اور اس کا پیٹ پھاڑ کر اس کے اندر جھاؤ درخت کی جڑ بھر دی جو اسی دریا کے کنارے اُگا ہوا تھا تاکہ لاش اسی جگہ جہاں ڈالا ہے بیٹھ جائے، اور پھر کوئی اس کا سراغ نہ لگا سکے، اور خود وہ وہاں سے فرار ہو گیا۔ ❷

---

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۲۹۰)

❷ خلافة عثمان/ السلمی ص (۵۷)

اور ایک روایت میں ہے کہ ترک اس کی تلاش میں نکلے اور جب دیکھا کہ وہ قتل کیا جا چکا ہے تو انہوں نے اس شخص کو اور اس کے اہل خانہ کو قتل کر دیا، اور کسریٰ کا مال ومتاع جو اس کے ساتھ تھا لے لیا اور کسریٰ کی لاش کو ایک تابوت میں رکھ کر ''اصطخر'' لے گئے۔ ❶

طبری نے دو طویل روایتیں ذکر کی ہیں جن میں سے ایک دوسرے سے نسبتاً زیادہ طویل ہے جس کے اندر یزدگرد کی موت سے قبل ایسے مختلف اضطرابات اور انواع واقسام کے مشاکل ومصائب کا تذکرہ کیا ہے جس سے وہ دوچار ہوا۔ ❷

بعض روایات کے مطابق یزدگرد نے ان لوگوں سے کہا جنھوں نے اس کو قتل کرنا چاہا:

''باز آجاؤ میں نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ جو شخص بادشاہ کو قتل کرنے کی جرأت کرتا ہے اللہ اسے دنیا میں آگ کی سزا دیتا ہے اور آگے جو کچھ ہوگا وہ تو ہوگا ہی، لہٰذا تم مجھے مت قتل کرو بلکہ زمیندار کے حوالہ کر دو یا عرب کی طرف مجھے جانے دو، وہ مجھ جیسے بادشاہوں سے حیا کھاتے ہیں۔'' ❸

یزدگرد کی حکومت بیس سال رہی اس میں سے چار سال عیش وعشرت اور سکون کے گزرے اور باقی ایام اسلام اور اہل اسلام کے خوف سے ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف بھاگنے میں گزرے۔ یہ دنیا میں اہل فارس کا آخری بادشاہ تھا۔ ❹ پاک ہے وہ ذات جو عظمت وسلطنت کا مالک ہے، جو حقیقی معنوں میں بادشاہ ہے اور ہمیشہ زندہ وجاوید رہنے والا ہے، جس پر موت طاری نہیں ہوتی، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اس کے سوا ہر شے ہلاک وفنا ہونے والی ہے، حکومت وسلطنت کا وہی مالک ہے، سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ❺

رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا:

((اذا هلك قيصر فلا قيصر بعده ، واذا هلك كسرىٰ فلا كسرىٰ بعده ، و الذي نفسي بيده لتنفقن كنوزهما في سبيل الله .))❻

''جب قیصر ہلاک ہو جائے تو پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا اور جب کسریٰ ہلاک ہو جائے تو پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ان دونوں کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔''

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٢٩٧)

❷ الاكتفاء/ الكلاعی (٤/ ٤١٧)

❸ الاكتفاء/ الكلاعی (٤/ ٤١٨)، تاریخ الطبری (٥/ ٣٠٢)

❹ خلافة عثمان/ د. محمد السلمی ص (٥٧)

❺ الاكتفاء/ الكلاعی (٤/ ٤١٩)

❻ مسلم/ الفتن رقم (٢٩١٨ـ ٢٩١٩)

یزدگرد کے قتل کے بعد نصاریٰ کا اس کے ساتھ تعاطف اور جھکاؤ:

یزدگرد کے قتل کی اطلاع اہواز کے ایک شخص کو ملی جو ''مرو'' کا اسقف اعظم (بڑا پادری) تھا جس کو ایلیاء کہتے تھے، اس نے وہاں موجود نصاریٰ کو جمع کیا اور ان سے کہا شاہ فارس قتل کیا جا چکا ہے جو شہریار بن کسریٰ کا بیٹا تھا اور شہریار شیریں کا بیٹا تھا، جو نصرانیت پر ایمان رکھتی تھی اس کے حق واحسان کو تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ کس طرح اپنے اہل ملت کا مختلف طریقے سے تعاون کرتی رہی ہے۔ لہٰذا اس بادشاہ کے اندر نصرانیت کا عنصر شامل ہے اور اس کے ساتھ اس کے دادا کے دور میں نصاریٰ کو جو شرف ومقام حاصل ہوا وہ بھی واضح ہے، اور اس سے قبل اس کے پیش رو بادشاہوں کے دور میں خیر پہنچتی رہی ہے، اس نے نصاریٰ کے لیے گرجا گھر تعمیر کیے، اور نصاریٰ کی مدد کی، لہٰذا ہمیں اس کے قتل پر اسی قدر حزن وغم کرنا چاہیے جس قدر اس کے آباء واجداد اور اس کی دادی شیریں کا نصاریٰ پر احسان رہا ہے۔ میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس کے لیے پتھر کا ایک تابوت بنا کر اس میں اس کی لاش کو دفن کروں۔ نصاریٰ نے کہا: اے اسقف اعظم! ہم آپ کے تابع ہیں اور آپ کی رائے پر آپ کے موافق ہیں۔ اسقف اعظم نے حکم جاری کیا اور مرو میں پادریوں کے باغ میں یہ تابوت تراشا گیا، اور اسقف اعظم خود نصاریٰ کے ساتھ گیا اور دریا سے اس کی لاش کو نکالا، اور اس کو کفن دے کر تابوت میں رکھ کر وہ اور اس کے ساتھی نصاریٰ اسے اپنے کندھوں پر رکھ کر لائے، اور اس پتھر کے تابوت میں رکھا جس کو تیار کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور پھر اس کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ [1]

۳۱ھ میں عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی فتوحات:

۳۱ھ میں عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے خراسان کا رخ کیا اور ''ابرشہر''، ''طوس''، ''بیورد'' اور ''نسا'' کو فتح کرتے ہوئے سرخس پہنچے اور وہاں باشندگان ''مرو'' سے مصالحت کی۔ اور سکن بن قتادہ عرینی کی روایت ہے کہ ابن عامر رضی اللہ عنہ نے فارس کو فتح کیا، اور بصرہ لوٹ آئے۔ اصطخر پر شریک بن اعور حارثی کو گورنر مقرر کیا، شریک نے جامع مسجد ''اصطخر'' تعمیر کی۔

ابن عامر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص بنو تمیم میں سے حاضر ہوا۔ ہم کہتے ہیں کہ وہ احنف تھے، اور کہا جاتا ہے کہ وہ اوس بن جابر جشمی تھے۔ اس نے آپ سے عرض کیا: آپ کا دشمن آپ سے بھاگ رہا ہے، اور وہ آپ سے خوف زدہ ہے، اور ملک طویل وعریض ہے لہٰذا آپ اس کا پیچھا کیجیے، اللہ آپ کا حامی وناصر ہے اور اپنے دین کو غالب کرنے والا ہے۔ ابن عامر رضی اللہ عنہ نے تیاری کی اور لوگوں کو تیار ہونے کا حکم جاری کیا، بصرہ پر زیاد کو اپنا نائب مقرر کیا، اور کرمان کی طرف روانہ ہو گئے، پھر خراسان کی راہ لی، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اصفہان کی راہ لی، پھر خراسان پہنچے اور کرمان پر مجاشع بن مسعود سلمی کو مقرر کیا۔ اور خود ابن عامر رضی اللہ عنہ نے ''وابرا'' کے بیابان کا راستہ

[1] تاریخ الطبری: (۵/ ۳۰۴)

اختیار کیا جو اسّی (۸۰) فرسخ کی دوری پر تھا، پھر "طَبَسَیْن" کی طرف چلے، منزل مقصود "ابرشہر" تھا جو نیساپور کا شہر ہے۔ مقدمۃ الجیش پر احنف بن قیس تھے پھر آپ نے قہستان کا راستہ لیا اور "ابرشہر" پہنچ گئے وہاں ہرات کے لوگوں یعنی ہیاطلہ سے مڈبھیڑ ہوئی، احنف بن قیس نے ان سے قتال کر کے انہیں شکست دے دی پھر ابن عامر رضی اللہ عنہما نیساپور آ گئے۔ ❶

ایک روایت میں ہے کہ ابن عامر رضی اللہ عنہ ابرشہر میں اترے، اور اس کے نصف حصے پر بزور قوت قبضہ کر لیا اور باقی نصف حصہ "کناری" کے قبضہ میں رہا اور نسا اور طوس کا نصف بھی اسی کے ہاتھ میں رہا، جس کی وجہ سے آپ "مرو" نہ پہنچ سکے، لہٰذا آپ نے کناری سے مصالحت کر لی اور اس نے اپنے بیٹے ابوالصلت بن کناری اور بھتیجے سلیم کو بطور رہن آپ کے حوالہ کر دیا، پھر آپ نے عبداللہ بن حازم کو ہرات کی طرف اور حاتم بن نعمان کو مرو کی طرف بھیجا، ابن عامر رضی اللہ عنہما نے کناری کے بیٹے اور بھتیجے کو اپنے ساتھ لیا، اور نعمان بن افقم بصری کی طرف روانہ ہوئے پھر وہاں ان دونوں کو آزاد کر دیا۔ ❷

ابن عامر رضی اللہ عنہ نے ابرشہر کے اردگرد مثلاً طوس، بیورد، نسا، حمران کو فتح کیا یہاں تک کہ سرخس پہنچ گئے، ابن عامر رضی اللہ عنہ نے اسود بن کلثم عدوی کو بیہق روانہ کیا جو ابرشہر کے علاقے میں پڑتا تھا ان دونوں کے درمیان سولہ فرسخ کا فاصلہ تھا، انہوں نے اسے فتح کر لیا اور خود اسود بن کلثوم عدوی نے جام شہادت نوش کر لیا۔ آپ بڑے دیندار اور صالح تھے۔ عبداللہ بن عامر العنزی رضی اللہ عنہ کے اصحاب عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو جب بصرہ سے کوچ کرنا پڑا تو آپ کہتے تھے کہ مجھے عراق کی کسی چیز پر اتنا افسوس نہیں جس قدر مجھے ہواجر کی پیاس، موذنوں کے جواب اور اسود بن کلثوم جیسے دوستوں کا افسوس ہے۔ ❸

ابن عامر رضی اللہ عنہ نے نیساپور پر غلبہ حاصل کیا اور سرخس کا رخ کیا تو مرو والوں نے ان سے مصالحت کا مطالبہ کیا تو ابن عامر رضی اللہ عنہ نے حاتم بن نعمان باہلی کو ان کے پاس بھیجا انہوں نے مرو کے حاکم براز سے بائیس (۲۲) لاکھ پر مصالحت کر لی۔ ❹

۳۲ھ میں "باب" اور "بَلَنْجَر" پر حملہ:

امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ سلمان کو باب پر چڑھائی کے لیے روانہ کرو، اور عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو جو باب پر مقرر تھے لکھا: لوگ تھک چکے ہیں لہٰذا رک جاؤ آگے نہ بڑھو، اور مسلمانوں کو جوکھم میں مت ڈالو مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ اور آزمائش میں مبتلا نہ ہو جائیں، لیکن اس چیز نے عبدالرحمٰن کو ان کے عزائم سے نہ روکا، وہ بلنجر پر حملہ کرنے سے رک نہیں سکتے تھے، چنانچہ انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کی

❶ تاریخ الطبری: (۵/ ۳۰۵)
❷ تاریخ الطبری (۵/ ۳۰۶)
❸ تاریخ الطبری: (۵/ ۳۰۷)
❹ تاریخ الطبری (۵/ ۳۰۷)

خلافت کے نویں سال بلنجر پر حملہ کر دیا اور وہاں پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا اور اس پر منجنیق اور پتھر برسانے کے آلات نصب کر دیے، جو بھی اس سے قریب ہوتا یا تو اس کو زخمی کر دیتے یا قتل کر دیتے۔ ❶ پھر ایک دن ترکوں نے بلنجر والوں سے گٹھ جوڑ کیا بلنجر کے لوگ نکلے اور ان کے ساتھ ترک بھی آ کر مل گئے اور قتال کیا۔ عبدالرحمٰن بن ربیعہ نے جن کو ذوالنور کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا جام شہادت نوش کر لیا، اور مسلمان شکست خوردہ ہو گئے اور میدان کو چھوڑ دیا، جو لوگ سلمان بن ربیعہ کی طرف سے نکلے انہوں نے ان کی حفاظت کی یہاں تک کہ باب سے نکل گئے، اور جو لوگ خزر کے علاقے سے نکلے وہ لوگ جیلان اور جرجان پہنچ گئے، جہاں سلمان فارسی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما تھے۔ ❷

یزید بن معاویہ کا قتل:

عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اہل کوفہ کئی سال تک بلنجر پر حملہ کرتے رہے، نہ تو کوئی عورت ان کی بیوہ ہوئی اور نہ ان حملوں کی وجہ سے کوئی بچہ یتیم ہوا، یہاں تک کہ خلافت عثمانی کے نویں سال حملہ سے دو روز قبل یزید بن معاویہ نے خواب دیکھا کہ ایک انتہائی خوبصورت ہرن ان کے خیمے کے پاس لایا گیا، ایسا خوبصورت ہرن انہوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا، انہوں نے اس کو اپنے لحاف میں لپیٹ لیا، پھر ایک قبر لائی گئی اس پر چار افراد کھڑے تھے ایسی خوبصورت اور سیدھی قبر کبھی دیکھی نہیں گئی، پھر اس ہرن کو اس میں دفن کر دیا گیا۔

جب ترکوں پر لوگوں نے حملہ کیا تو ایک پتھر آ کر یزید کو لگا جس سے ان کا سر پھٹ گیا، ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ان کے کپڑے خون سے آلودہ ہونے کے بجائے مزین ہو گئے ہیں، خود ہی وہ ہرن تھے جس کو خواب میں دیکھا تھا۔ ❸

یزید رحمہ اللہ بڑے نرم مزاج اور خوبصورت تھے، یہ خبر جب عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو فرمایا: انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ کوفہ والے شکست خوردہ ہو گئے، اللہ ان کو معاف فرمائے اور فتح نصیب فرمائے۔ ❹

تمہاری سفیدی میں خون کی سرخی کتنی حسین ہے:

عمرو بن عتبہ سفید قبا پہنے ہوئے تھے، اور اس سے کہہ رہے تھے کہ تمہاری سفیدی میں خون کی سرخی کتنی حسین ہے۔ چنانچہ دشمن سے مڈبھیڑ کے وقت ان کو زخم لگا تو اپنی قبا کو ویسے ہی پایا جیسی خواہش ظاہر کی تھی اور شہید ہو گئے۔ ❺

کپڑوں پر خون کی چمک کتنی حسین لگتی ہے:

قرشع کہا کرتے تھے: کپڑوں پر خون کی چمک کتنی حسین لگتی ہے، چنانچہ مقابلہ کے دن پوری جواں مردی

---

❶ تاریخ الطبری: (۵/ ۳۰۸) ❷ تاریخ الطبری: (۵/ ۳۰۹) ❸ تاریخ الطبری: (۵/ ۳۱۰)
❹ تاریخ الطبری: (۵/ ۳۱۱) ❺ تاریخ الطبری: (۵/ ۳۱۰)

سے لڑے، یہاں تک کہ نیزوں سے آپ کا جسم پھاڑ دیا گیا، آپ کی قباء ایسی لگتی تھی کہ گویا سفید کپڑے پر سرخ بیل بوٹے بنائے گئے ہوں۔ لوگ مسلسل مقابلہ پر ڈٹے ہوئے تھے، یہاں تک کہ آپ زخمی ہو گئے، پھر آپ کے قتل ہونے کے بعد لوگوں نے شکست کھائی۔ ❶

یہ لوگ بھی ایسے ہی مرتے جیسے تم مرتے ہو:

اس معرکہ میں ترک گھنی جھاڑیوں میں مسلمانوں سے خوف زدہ ہو کر چھپ گئے، اور ان کا یہ عقیدہ بن گیا کہ مسلمانوں پر اسلحہ اثر انداز نہیں ہوتا ہے، لیکن اتفاق سے ایک ترک ایک جھاڑی میں چھپا ہوا تھا اس نے ایک مسلمان پر تیر برسائے اور وہ مر گیا، اس نے اپنی قوم کو آواز دی کہ یہ لوگ بھی ایسے ہی مرتے ہیں جیسا تم مرتے ہو، لہٰذا تم ان سے کیوں خوف کھاتے ہو۔ اس سے ترک مسلمانوں پر جری ہو گئے، اور اپنی پناہ گاہوں سے نکل کر ان پر حملہ کر دیا، اور گھمسان کی جنگ ہوئی، عبدالرحمٰن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا، اور جام شہادت نوش کیا۔ ❷

آل سلمان صبر کرو:

دوسری روایت میں ہے کہ جب عبدالرحمٰن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش کر لیا تو ان کے بھائی سلمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ عنہ نے پرچم سنبھالا اور جم کر قتال کیا، ایک آواز دینے والے نے آواز دی: ''آل سلمان صبر کرو۔'' یہ آواز سن کر سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا بے صبری دیکھ رہے ہو۔'' پھر بعد ازیں کہ اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو بلنجر کے مضافات میں دفن کیا، ❸ سلمان رضی اللہ عنہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ باقی ماندہ فوج لے کر میدان قتال سے نکلتے ہوئے جیلان کے علاقے سے ہوتے ہوئے جرجان پہنچ گئے۔ ❹ اور اس طرح پیچھے سے نکل کر بھائی کی باقی ماندہ فوج کو بچا لیا۔ ❺

محمود شیت خطاب نے اس روایت کو راجح قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں: اس دن قتال کرنے سے پیچھے نکل جانا زیادہ بہتر تھا، کیوں کہ یہ دشمن کی طرف سے شدید دباؤ اور بڑے جانی نقصان کی صورت میں ہوا، اور انسحاب اس مقصد سے ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر پوری تیاری سے دوبارہ دشمن پر حملہ کیا جائے۔ سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم پر اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے پہنچے تھے، لہٰذا یہ معقول بات نہیں ہے کہ وہ ''باب'' میں باقی رہیں، اور یہ بھی معقول نہیں ہے کہ ان کے بھائی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ دشمن کے ساتھ سخت گھمسان کی جنگ لڑ رہے ہوں اور وہ ان کو اس حالت میں چھوڑ دیں، جب کہ جرنیل کو ایک ایک

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۳۱۰)
❷ قادۃ الفتح الاسلامی فی ارمینیۃ/ محمود شیت خطاب ص (۱۵۱)
❸ معجم البلدان (۲/ ۲۷۸)
❹ تاریخ الطبری (۵/ ۳۰۹) قادۃ الفتح الاسلامی فی أرمینیۃ ص (۱۵۱)
❺ قادۃ الفتح الاسلامی فی ارمینیۃ ص (۱۵۱)

سپاہی کی شدید ضرورت ہوتی ہے، تو بھلا اس حال میں کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ اس لشکر کو چھوڑ دیں جس کا قائد ان کا بھائی ہو اور اس سے استفادہ نہ کریں؟

قدیم مورخین ''ہزیمت'' کو ''انسحاب'' کے معنی میں استعمال کرتے تھے، کیوں کہ ان کی اکثریت مدنی تھی، ان دونوں تعبیروں میں وہ تفریق نہیں کرتے تھے۔ حالاں کہ ہزیمت بغیر کسی نظام و قیادت کے میدان قتال کو چھوڑ دینے کو کہتے ہیں جو محض ایک حادثہ ہے، جب کہ انسحاب میدان قتال کو متعین و منظم منصوبہ کے مطابق ایک قیادت کے تحت چھوڑنے کو کہتے ہیں، انسحاب بھی قتال کا ایک طریقہ ہے اس کا مقصد معرکہ کے تقاضے کے مطابق تیاری کی تکمیل کے بعد دشمن پر دوبارہ حملہ آور ہونا ہوتا ہے۔ امید ہے کہ جدید مورخین تعبیر کی اس غلطی کا شکار نہ ہوں گے کہ وہ ہزیمت و انسحاب میں تفریق نہ کریں، کیوں کہ دونوں میں بہت بڑا فرق پایا جاتا ہے۔ [1]

۳۲ھ، اہل کوفہ اور اہل شام میں پہلا اختلاف:

جب عبدالرحمٰن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش کر لیا تو سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس شاخ کا امیر سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کر دیا، اور عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی مدد کے لیے اہل شام کو حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ کیا، وہاں سلمان و حبیب رضی اللہ عنہما کے درمیان امارت کے سلسلہ میں اختلاف رونما ہوا، شامیوں نے کہا ہمارا ارادہ ہوا کہ ہم سلمان کو قتل کر دیں، لوگوں نے کہا: ایسی صورت میں ہم حبیب کو قتل یا قید کر دیں گے، اور اگر تم لوگ نہیں مانتے ہو تو ہمارے اور تمہارے درمیان مقتولین کی تعداد بھاری ہوگی، چنانچہ اس مناسبت سے کوفیوں میں سے اوس بن مغراء نے کہا:

ان تضربوا سلمان نضرب حبیبکم
و ان ترحلوا نحو ابن عفان نرحل

''اگر تم سلمان کو قتل کرو گے تو ہم تمہارے حبیب کو قتل کر دیں گے، اور اگر تم عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچو گے تو ہم بھی ان کے پاس پہنچیں گے۔''

وان تقسطوا فالثغر ثغر امیرنا
وھذا امیر فی الکتائب مقبل

''اور اگر تم لوگ انصاف سے کام لو تو حدود کے یہ میدان ہمارے امیر ہیں اور ہمارا یہ امیر فوج میں مقبول عام ہے۔''

و نحن ولاة الثغر کنا حماته
لیالی ترمی کل ثغز و ننکل [2]

[1] قادة الفتح الاسلامی فی أرمینیة (۱۵۲، ۱۵۳) [2] تاریخ الطبری (۵/ ۳۱۱) البدایة والنهایة (۷/ ۱۶۶)

''ہم ہی ان حدود کے والی و محافظ رہے ہیں، ہم راتوں میں ان حدود کی حفاظت میں تیر برساتے اور زخمی ہوتے رہے ہیں۔''

اللہ کی توفیق اور پھر حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ جیسی شخصیات کی وجہ سے مسلمان یہ فتنہ دبانے میں کامیاب ہو گئے، آپ بھی اہل کوفہ کے ساتھ معرکوں میں شریک تھے، آپ نے حدود کے ان معرکوں میں سے تین میں حصہ لیا، آپ تیسرے معرکے میں تھے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پیش آگئی۔ [1]

۳۲ھ میں ابن عامر رضی اللہ عنہ کی فتوحات:

اس سال عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے مرو، روذ، طالقان، فاریاب، جورجان اور طخارستان کو فتح کیا، آپ نے احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کو مرو، اور روذ روانہ کیا۔ آپ نے وہاں پہنچ کران کا محاصرہ کرلیا، وہ آپ کے مقابلہ کے لیے نکلے، لیکن مسلمانوں نے انہیں شکست دے کران کے قلعے کی طرف لوٹنے پر انہیں مجبور کر دیا، وہ اپنے قلعے پر چڑھ گئے اور کہا: عرب کے لوگو! ہم تمھیں جیسا دیکھ رہے ہیں تمہارے بارے میں کبھی ایسا سوچا نہیں تھا، جیسا ہم تمھیں دیکھ رہے ہیں اگر ہم تمھیں ایسا سمجھتے تو کیفیت کچھ اور ہی ہوتی، لہٰذا تم ہمیں موقع دو تا کہ آج ہم غور وفکر کر سکیں اور آپ لوگ اپنے معسکر میں لوٹ جائیں، چنانچہ احنف رضی اللہ عنہ اپنی فوج کو لے کر لوٹ آئے، جب صبح ہوئی تو محاصرہ کرلیا وہ لوگ بھی جنگ کی تیاری کر چکے تھے، اتنے میں عجمیوں میں سے ایک شخص شہریوں کو طرف سے خط لے کر نکلا اور کہا: میں پیغام رساں ہوں مجھے امان دیجیے، مسلمانوں نے اسے امان دے دی، وہ مرو کے حاکم کا پیغام رساں تھا، وہ اس کا بھتیجا اور ترجمان بھی تھا، اس نے خط پیش کیا۔ احنف رضی اللہ عنہ نے خط پڑھا تو اس میں تحریر تھا:

''ہم اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں جس کے ہاتھ میں ملک ہیں، جس کی حکومت کو چاہتا ہے بدلتا ہے، جس کو چاہتا ہے ذلت کے بعد رفعت عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے رفعت کے بعد پست کر دیتا ہے۔ آپ حضرات سے مصالحت کی طرف میں اس لیے بڑھ رہا ہوں کیوں کہ میرے دادا مسلمان ہو چکے تھے، اور آپ کے رسول کی کرامت و منزلت کا انہوں نے مشاہدہ کیا تھا، لہٰذا آپ حضرات کو خوش آمدید کہتا ہوں اور آپ کو ایک دوسرے کے درمیان مصالحت کی دعوت دیتا ہوں، میں سالانہ آپ کو ساٹھ ہزار درہم خراج (ٹیکس) ادا کروں گا، بشرطیکہ شہنشاہ کسریٰ نے جو جاگیر میرے بڑے دادا کو دی تھی وہ مجھ سے نہ چھینی جائے، کیوں انہوں نے اس سانپ کو مار ڈالا تھا جس نے بہت سے لوگوں کو ڈس لیا تھا، اور آمد و رفت کے راستہ کو روک دیا تھا اس پر بطور انعام کسریٰ نے یہ جاگیر عطا کی تھی، اور یہ کہ میرے گھرانے میں سے کسی سے بھی خراج نہ لیا جائے اور ریاست و سرداری میرے گھرانے کے علاوہ دوسروں کو نہ دی جائے۔ اگر آپ نے ان شرائط کے ساتھ مصالحت منظور کر لی تو

[1] تاریخ الطبری (۵/ ۳۱۱)

میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا، میں نے آپ کے پاس بھتیجے ماہک کو بھیجا ہے تا کہ وہ آپ سے معاہدہ طے کر لے۔''

اس کے جواب احنف رضی اللہ عنہ نے یہ خط تحریر فرمایا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم''

امیر جیش صخر بن قیس کی طرف سے باذان حاکم مروروز اور اس کے ساتھی فوجی افسران اور اعاجم کے نام!

اس پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے، ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرے۔

اما بعد!

یقیناً تمہارا بھتیجا ماہک میرے پاس آیا، تمہاری خیر خواہی میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی، تمہارا خط پہنچایا اور میں نے اس کو اپنے ساتھی مسلمانوں پر پیش کیا، میں اور وہ تمہارے سلسلہ میں برابر ہیں۔ ہم نے تمہاری اس پیش کش کو قبول کر لیا ہے کہ تم اپنے کاشتکاروں، کسانوں اور اس زمین کا خراج ادا کرو گے جو ظالم کسریٰ نے تمہارے پڑدادا کو اس سانپ کے قتل کرنے پر عطا کی تھی جس نے فساد برپا کیا تھا اور راستہ روک رکھا تھا، زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے اپنے بندوں میں سے اللہ جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے، تمہارے ذمہ مسلمانوں کی مدد اور اپنے فوجی افسران کے ساتھ ان کے دشمنوں سے قتال کرنا ہے اگر مسلمان ان کو چاہیں اور پسند کریں، اور اس کے عوض تمھیں ایسے وقت میں مسلمانوں کی نصرت حاصل ہوگی جب تمہارے ہم ملت اعداء تم سے قتال کریں۔ اس سلسلہ میں میری طرف سے تمھیں تحریر حاصل ہوگی۔ تمہارے اوپر یا تمہارے خاندان اور قرابت داروں پر کوئی خراج عائد نہ ہوگا۔ اور اگر تم اسلام قبول کر لو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے لگو تو تمہیں مسلمانوں کی طرف سے عطیات، منزلت اور روزینہ حاصل ہوگا اور تم ان کے بھائی ہو گے، اور تمھیں میرا اور میرے والد اور مسلمانوں اور ان کے آباء کا ذمہ حاصل ہوگا۔

اس تحریر پر جزء بن معاویہ یا معاویہ بن جزء سعدی، حمزہ بن ہرماس مازنی، حمید بن خیار مازنی، عیاض بن ورقاء اسیدی شاہد ہیں، اسے کیسان مولیٰ بنی ثعلبہ نے بروز یکشنبہ ماہ محرم میں تحریر کیا، اور امیر جیش احنف بن قیس نے مہر ثبت کی آپ کی مہر نقش ''نعبد اللہ'' ہے۔''[1]

احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کے لشکر اور طخارستان، جوز جان، طالقان اور فاریان والوں کے مابین قتال:

عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے مرو والوں سے مصالحت کر لی اور احنف رضی اللہ عنہ کو چار ہزار فوج کے ساتھ طخارستان کی طرف روانہ کیا، وہ آگے بڑھے اور مروروز میں احنف کے قصر کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ ان کے مقابلہ

[1] تاریخ الطبری (۵/ ۳۱۶)

کے لیے طخارستان، جوز جان، طالقان اور فاریان کے لوگ جمع ہو گئے، اور تیس ہزار کے تین لشکر تیار ہو گئے۔ اس کی اطلاع احنف رضی اللہ عنہ کو پہنچی، آپ نے لوگوں سے اس سلسلہ میں مشورہ کیا۔ لوگوں کے خیالات مختلف رہے، اتفاق رائے نہ ہو سکا کچھ لوگوں کا کہنا تھا کہ ہم مرو واپس ہو جائیں، کچھ کی رائے تھی کہ ابرشہر چلے جائیں، کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ یہیں ٹھہریں اور مزید کمک طلب کریں، کچھ لوگوں کا کہنا تھا کہ ہمیں دشمن سے ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے۔ شام کے وقت احنف رضی اللہ عنہ جائزہ لینے کے لیے لشکر میں نکلے، اور لوگوں کی گفتگو کان لگا کر سننے لگے۔ ایک خیمے سے آپ کا گزر ہوا کوئی ''خزیرہ'' ❶ پکا رہا تھا، یا آٹا گوندھ رہا تھا اور لوگ آپس میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے، دشمن کا ذکر چھڑا ہوا تھا۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ امیر کے لیے مناسب یہ ہے کہ صبح سویرے اچانک دشمن پر حملہ کر دیں اس سے دشمن مرعوب ہو کر شکست خوردہ ہو جائے گا۔ اس پر خزیرہ بنانے والے یا آٹا گوندھنے والے نے کہا: ''اگر ہمارے امیر نے ایسا کیا تو یہ ان کی غلطی ہوگی اور تم غلط مشورہ دیتے ہو، کیا تم انہیں اس بات کا مشورہ دیتے ہو کہ وہ دیار غیر میں تھوڑی سی جماعت کے ساتھ اس عظیم لشکر پر صبح سویرے حملہ کر دیں۔ اگر انہوں نے ایک حملہ کر دیا تو ہم سب کو پیس کر رکھ دیں گے، البتہ صحیح رائے یہ ہے کہ مرغاب اور پہاڑی کے درمیان اپنا لشکر لے کر اتر پڑیں، مرغاب کو دائیں اور پہاڑی کو بائیں کر لیں، ایسی صورت میں دشمن زیادہ تعداد میں مقابلے میں نہیں آسکتا، بلکہ اتنی ہی تعداد میں آسکتا ہے جتنی تعداد ان کے لشکر کی ہے۔'' یہ بات سن کر احنف رضی اللہ عنہ اپنے خیمے کی طرف واپس ہو گئے، یہ بات ان کے دل میں بیٹھ گئی، اور اپنا لشکر لے جا کر اس جگہ ٹکا دیا۔ مرو کے لوگوں نے دشمن کے مقابلے میں مسلمانوں کا ساتھ دینے کی پیش کش کی۔ احنف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ مشرکین سے امداد لوں، تم اپنی جگہ ٹھہرے رہو اور اس عہد پر قائم رہو جو ہم نے تم سے کیا ہے، اگر ہم غالب آگئے تو تمہیں وہ حاصل ہوگا جس کا ہم نے تم سے عہد کیا ہے، اور اگر ہم مغلوب ہو گئے اور دشمن تم سے قتال کرنے لگے تو تم اپنا دفاع کرتے ہوئے ان سے قتال کرنا۔ ابھی نماز عصر کا وقت ہوا تھا کہ مشرکین نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور شام تک گھمسان کی جنگ چلتی رہی، احنف رضی اللہ عنہ ابن جوبہ اعرجی کا یہ شعر پڑھتے رہے:

احق من لم یکره المنیة ... خزور لیس له ذریة ❷

''جو موت کو ناپسند نہیں کرتا حقیقت میں وہ ایسا بہادر ہے جس کے پیچھے اولاد نہیں۔''

ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ رات کا اکثر حصہ دشمن کے ساتھ لڑتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست فاش دی، مسلمانوں نے انہیں خوب قتل کیا اور قتل کرتے ہوئے ''رسکن'' پہنچ گئے جو قصر احنف سے بارہ فرسخ پر واقع ہے۔

ادھر مرو کا حاکم طے شدہ رقم ادا کرنے میں تاخیر کر رہا تھا تاکہ جنگ کے نتائج دیکھ لے، لیکن جب

❶ ایک قسم کا کھانا ہے جو چربی اور آٹے سے تیار کیا جاتا ہے۔

❷ تاریخ الطبری (۵/ ۳۱۷)

احنف رضی اللہ عنہ فتح یاب ہوئے تو فوراً دو آدمیوں کو اس کے پاس روانہ کیا اور ان سے کہا جب تک طے شدہ رقم اس سے وصول نہ کر لیں اس سے بات نہ کریں۔ اس صورت حال کو دیکھ کر وہ سمجھ گیا کہ مسلمان فتح یاب ہو چکے ہیں ورنہ وہ ایسا نہ کرتے اس لیے فوراً ادا کر دی۔ ❶

احنف نے اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو شہسواروں کے دستہ کے ساتھ ''جوز جان'' روانہ کیا کیوں کہ جس لشکر کو احنف رضی اللہ عنہ نے شکست دی تھی ان کے کچھ لوگ وہاں باقی رہ گئے تھے، اقرع رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا اور دشمن کو کچل کر رکھ دیا، ان کے صرف دو شہسوار قتل ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی اور دشمن کو شکست فاش ہوئی۔ کُثَیِّر نَہْشَلی نے اسی مناسبت سے کہا ہے:

سقى مزن السحاب اذا استهلب
مصارع فتية بالجوزجان

''بدلیوں کی موسلا دھار بارش ہوئی تو اس نے جوز جان کے مقتولین جوانوں کو سیراب کیا۔''

الى القصرين من رستاق خوط
اقادهم هناك الاقرعان

''رستاق خوط سے قصرین تک اقرع کی فوج نے ان کو دوڑایا۔''

۳۲ھ میں اہل بلخ کے ساتھ احنف کی مصالحت:

احنف مرو سے بلخ پہنچے اور ان کا محاصرہ کر لیا، ان لوگوں نے آپ سے چار ہزار پر مصالحت کر لی۔ آپ نے اسے پسند کیا اور اپنے بھتیجے اسید بن متشمس کو مقرر کیا تا کہ وہ ان سے یہ وصول کر لیں پھر حازم کی طرف آگے بڑھے اور ٹھہرے رہے یہاں تک کہ تیز سردی پڑنے لگی، ساتھیوں سے فرمایا: کیا چاہتے ہو؟ لوگوں نے کہا عمرو بن معدی کرب کا شعر ہے:

اذا لم تستطع امرا فدعه
وجاوزه الى ما تستطيع

''جب کسی چیز کی استطاعت نہ ہو تو اسے ترک کر دو، اور اس چیز کی طرف آگے بڑھو جس کو کر سکتے ہو۔''

چنانچہ احنفؒ نے لوگوں کو کوچ کرنے کا حکم دے دیا اور بلخ لوٹ آئے، اور آپ کے چچا زاد بھائی اسید نے ان سے وہ رقم وصول کی جس پر معاہدہ ہوا تھا۔ اتفاق سے جس دن وہ ان سے رقم وصول کرنے گئے وہ ان کے جشن کا دن تھا، چنانچہ ان لوگوں نے انہیں ہدیہ میں سونے اور چاندی کے برتن، دینار و درہم اور سامان و کپڑے پیش کیے۔ اسید نے ان سے پوچھا: کیا مصالحت کے وقت یہ طے ہوا تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں، لیکن آج

❶ تاريخ الطبرى (٥/ ٣١٧)

کے دن ہم اپنے حکام کے لیے اس طرح ہدیہ پیش کرتے ہیں تا کہ ان کی نظر عنایت ہم پر رہے۔ اسید نے کہا: آج کون سا دن ہے؟ انہوں نے کہا مہرگان (جشن کا دن) اسید نے کہا: مجھے معلوم نہیں یہ کیا ہے اور میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ تمہارا یہ ہدیہ واپس کر دوں اور شاید یہ میرا حق ہو، لیکن ابھی میں اسے لے لیتا ہوں اور اسے الگ رکھتا ہوں پھر دیکھوں گا کہ اس سلسلہ میں کیا کرنا ہے۔ آپ نے اسے لے لیا اور جب احنف رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں اس کی اطلاع دی۔ احنف رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے اس کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے انہیں وہی بتایا جو اسید سے ان لوگوں نے کہا تھا۔ احنف نے کہا خیر اسے امیر کو پیش کرتے ہیں دیکھتے ہیں کہ وہ اس سلسلہ میں کیا فرماتے ہیں، چنانچہ اسے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: ابو بحر! تم اسے لے لو یہ تمہارا ہے۔ انہوں نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ ابن عامر رضی اللہ عنہ نے مسمار قرشی سے کہا اسے تم عام مال میں شامل کر دو تو انہوں نے اسے عام مال میں شامل کر لیا۔ ❶

میں ان فتوحات پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنے مقام سے عمرہ کا احرام باندھ کر نکلوں گا:

جب احنف رضی اللہ عنہ ابن عامر رضی اللہ عنہ کے پاس فتوحات سے واپس آئے تو لوگوں نے ابن عامر رضی اللہ عنہ سے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو فتوحات عطا کی ہیں کسی کو عطا نہیں کیں۔ فارس، کرمان، سجستان، خراسان کے علاقے فتح ہو گئے ہیں۔ فرمایا: میں ان فتوحات پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اپنے اس مقام سے عمرہ کا احرام باندھ کر نکلوں گا، چنانچہ آپ نے نیساپور سے عمرہ کا احرام باندھا لیکن جب عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے اس پر ان کی سرزنش کی اور فرمایا: وہاں سے کیوں نہیں احرام باندھا جہاں سے لوگ احرام باندھتے ہیں۔ ❷

خراسان میں قارن کی شکست:

جب ابن عامر رضی اللہ عنہ جنگ سے واپس ہوئے تو قیس بن ہیثم کو خراسان کا والی مقرر کر دیا۔ ادھر قارن نے چالیس ہزار ترکوں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں جمع کیا، چنانچہ اس کے مقابلے کے لیے عبداللہ بن حازم سلمی چار ہزار مسلمانوں کو لے کر آگے بڑھے۔ مقدمۃ الجیش میں چھ سو افراد کو رکھا اور انہیں حکم دیا کہ اپنے نیزوں کی نوکوں پر آگ لگا لیں، چنانچہ راتوں رات دشمن پر دھاوا بول دیا، مقدمۃ الجیش کے لوگ دشمن سے بھڑ گئے، اور ادھر عبداللہ بن حازم نے باقی لوگوں کو لے کر دشمن کو گھیر لیا، یہ منظر دیکھ کر دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور جس کو چاہا قتل کیا، انہی میں قارن بھی قتل ہو گیا، کافی تعداد میں جنگی قیدی اور مال غنیمت ہاتھ آیا۔ پھر عبداللہ بن حازم نے فتح کی خبر عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو بھیجی۔ یہ خبر سن کر عبداللہ ابن عامر رضی اللہ عنہ عبداللہ بن حازم سے خوش ہو گئے اور خراسان پر ان کو والی مقرر کر دیا۔ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ ان سے ناراض تھے

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٣١٩)

❷ البداية والنهاية (٧/ ١٦٧)، تاريخ الطبری (٥/ ٣١٩)

کیوں کہ انہوں نے سابق والی قیس بن ہیثم سلمی کو دھوکے سے خراسان سے نکال دیا تھا، بہرحال جب آپ نے قارن سے جنگ کی اور اس کو شکست دے کر بہت سا مال غنیمت حاصل کیا تو ان کے اس کارنامے سے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ خوش ہو گئے، اور خراسان کی ولایت پر ان کو مقرر کر دیا۔ ❶

اس طرح خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ نے مشرق میں تمرد و انقلاب کی تحریکات کا زبردست مقابلہ کیا اور فتوحات کو جاری رکھا۔ ان انقلابات سے مسلمانوں کی قوت متاثر نہیں ہوئی اور نہ خلیفہ کے عزم و حوصلہ میں اس سے کچھ کمی آئی، آپ اس کے لیے انتہائی موزوں تھے۔ آپ نے اس کا مقابلہ عزم و رائے، انتظامی امور میں تیزی، فوجی کمک کو ارسال کر کے اور ہر کام کو اچھی صلاحیت کے حاملین کے سپرد کر کے کیا۔ یہ حقیقت ہر اس شخص پر بالکل عیاں ہو جاتی ہے جو ان حالات کا تاریخ طبری، تاریخ ابن کثیر اور تاریخ کلاعی میں مطالعہ کرتا ہے، اور پھر اس میں کسی شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ ان حالات سے نمٹنے کے لیے عثمان رضی اللہ عنہ ایسے قائدین کا انتخاب فرمانے میں انتہائی کامیاب تھے جنھوں نے فتوحات کی بھرمار لگا دی، یہ بھی معلوم ہے کہ جہاد کی ذمہ داری بڑی گراں تھی اور وہاں پختہ رہنمائی کی شدید ضرورت تھی کیوں کہ جنگی لائنیں پھیلی ہوئی تھیں، فتنے متعدد تھے اور ممالک کے درمیان لمبی مسافت تھی، یہ ساری مشکلات جو عثمان رضی اللہ عنہ کو خلافت کے بعد پیش آئیں اور آپ نے جس عزم و حوصلہ، سرعت و احتیاط اور جواں مردی کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ انتہائی قوی شخصیت اور عظیم بصیرت کے مالک تھے، اور عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اسلامی خلافت کو جو کمزوری اور تزلزل لاحق ہوا اس کو ختم کرنے اور اسلامی خلافت کے رعب و دبدبہ کو ثابت کرنے میں اللہ تعالیٰ کے بعد آپ کا سب سے بڑا ہاتھ تھا۔ آپ کے عظیم موقف اور شاندار کردار کے ثمرات درج ذیل تھے:

- باغیوں کو تابع کرنا اور مسلمانوں کے اقتدار کو ان پر دوبارہ نافذ کرنا۔
- اسلامی فتوحات کو بغاوت زدہ علاقوں سے آگے بڑھانا تاکہ باغیوں کے لیے راہ فرار نہ رہے اور فتنوں اور دسیسہ کاریوں کے دروازے بند ہو جائیں۔
- مستقل ٹھوس فوجی اڈوں کا قیام تاکہ اس کے ذریعے سے اسلامی سرحدوں اور مقبوضہ علاقوں کی حفاظت کی جا سکے۔

اگر خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ کمزور ہوتے اور قرارداد پاس کرنے پر قادر نہ ہوتے تو کیا عظیم فتوحات، حکیمانہ سیاست، مختلف اقالیم کی تنظیم و انصرام ممکن ہوتا؟ ❷ جیسا کہ بعض ان حضرات کا خام خیال ہے جو رفض و تشیع، مستشرقین اور ان کے نہج پر چلنے والوں کی جھوٹی روایات کا شکار ہیں۔

---

❶ البداية والنهاية (٧/ ١٦٧)

❷ تحقيق مواقف الصحابة (١/ ٤٠٨، ٤٠٩)

احنف بن قیس، عہد عثمانی میں مشرق میں فتوحات کا نرالا قائد:

عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں عظیم فتوحات ہوئیں، لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ ان فتوحات کے بعض قائدین پر روشنی ڈالوں اور جب کہ میں نے مشرق میں فتوحات پر گفتگو کی ہے تو ضروری ہے کہ ان فتوحات کے قائدین میں سے کسی ممتاز قائد کی روشن تصویر پیش کروں اس کے لیے میں نے احنف بن قیس کو منتخب کیا ہے۔

نسب و خاندان:

ابو بحر احنف بن قیس بن معاویہ بن حصین بن حفص بن عبادہ تمیمی۔ ❶ آپ کا نام ''ضحاک'' ہے اور بعض نے کہا ''صخر'' ہے۔ ❷ اور آپ کی والدہ حبہ بنت عمرو بن قرط الباہلیہ ہیں۔ ❸ آپ کے ماموں اخطل بن قرط کا شمار بہادروں میں ہوتا تھا۔ آپ نے اپنے ماموں پر فخر کرتے ہوئے فرمایا:

''میرے ماموں کی طرح کس کا ماموں ہے۔'' ❹

حیات:

آپ کبار تابعین میں سے ہیں۔ آپ اپنی قوم کے ہر دل عزیز اور مطاع سردار تھے۔ ❺ اور اہل بصرہ کی سرداری آپ کے ہاتھ میں تھی۔ ❻ ہر طبقے اور نظریات کے حاملین کے یہاں آپ قابل اعتماد تھے۔ آپ کا شمار حکماء، عقلاء اور سیاست دانوں میں ہوتا تھا۔ ❼ آپ انتہائی متدین، ذکی اور فصیح تھے۔ ❽ آپ عقل و سیاست، چالاکی اور علم و حلم سے متصف اپنی قوم کے سردار تھے۔ آپ کے حلم و بردباری کی مثال بیان کی جاتی تھی، چنانچہ شاعر آپ سے متعلق کہتا ہے:

اذا الابصار ابصرت ابن قیس

ظللن مهابة منه خشوعا ❾

''جب نگاہیں احنف بن قیس پر پڑتی ہیں تو آپ سے مرعوب ہو کر جھک جاتی ہیں۔''

آپ کے سلسلہ میں خالد بن صفوان کا بیان ہے کہ شرف و منزلت سے آپ فرار اختیار کرتے تھے، لیکن یہ آپ کا پیچھا نہیں چھوڑتی تھی۔ ❿

---

❶ جمهرة انساب العرب ص (۲۱۷)، طبقات/ ابن سعد (۷/ ۹۵)

❷ قادة فتح السند و افغانستان/ محمود خطاب ص (۲۸۵)

❸ قادة فتح السند و افغانستان/ محمود خطاب ص (۲۸۵)

❹ جمهرة انساب العرب ص (۲۱۲)

❺ قادة فتح السند و افغانستان ص (۲۸۵)

❻ الاصابة (۱/ ۱۰۳)، اسد الغابة (۱/ ۵۵)

❼ قادة فتح السند و افغانستان ص (۳۰٤)

❽ قادة فتح السند و افغانستان ص (۳۰٤)

❾ قادة فتح السند و افغانستان ص (۳۰٤)

❿ تهذيب/ ابن عساكر (۷/ ۱۳)

آپ کے بعض اوصاف جو آپ کے ساتھیوں میں اثر انداز ہوئے

حلم و بردباری:

احنف رحمہ اللہ انتہائی حلیم الطبع تھے آپ کے حلم و بردباری کی مثال دی جاتی تھی۔ آپ سے حلم و بردباری سے متعلق پوچھا گیا کہ وہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا: صبر کے ساتھ ذلت۔ آپ کے حلم پر جب لوگ تعجب کرتے اور پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تو فرماتے: جو آپ لوگ محسوس کر رہے ہیں میں وہ محسوس نہیں کرتا لیکن میں صابر ہوں، میں نے حلم و بردباری قیس بن عاصم منقری سے سیکھی ہے۔ ❶ کیوں کہ ان کے ایک بیٹے کو ان کے بھتیجے نے قتل کر دیا۔ قاتل کو باندھ کر ان کے پاس حاضر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: نوجوان کو تم نے خوفزدہ کر دیا ہے۔ پھر اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم نے بہت برا کیا، اپنی تعداد کم کر دی، اپنے بازو کمزور کر لیے، اپنے دشمن کو خوش کر دیا، اور اپنی قوم کو ناراض کر لیا۔ پھر لوگوں کو حکم دیا کہ اس کو چھوڑ دو اور مقتول کی والدہ کو دیت پہنچا دو۔ چنانچہ قاتل کو چھوڑ دیا گیا اور وہ چلا گیا۔ قیس اپنی حالت پر بیٹھے رہے آپ کے چہرے پر ذرا بھی تغیر نہیں آیا۔ ❷

ایک شخص نے احنف رحمہ اللہ سے عرض کیا: اے ابو بحر! مجھے بردباری سکھا دیجیے؟ فرمایا: بھتیجے! بردباری ذلت کا نام ہے، کیا تم اس پر صبر کر سکتے ہو؟ آپ کا قول ہے: میں بردبار نہیں ہوں لیکن بردبار بننے کی کوشش کرتا ہوں۔ ❸

آپ کی بردباری کے واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص نے آپ کو گالی دی آپ خاموش رہے، اس نے پھر گالی دی آپ خاموش رہے، اس نے پھر گالی دی پھر بھی آپ خاموش ہی رہے، تو اس شخص نے کہا: انہوں نے میری گالیوں کا جواب محض اس وجہ سے نہیں دیا ہے کہ میری ان کے نزدیک کوئی وقعت نہیں ہے۔ ❹

آپ کہا کرتے تھے: جو ایک بات پر صبر نہیں کرتا اس کو کئی باتیں سننی پڑتی ہیں۔ بہت سا غصہ میں پی جاتا ہوں اس خوف سے کہ کہیں صورت حال اس سے بھی سنگین نہ ہو جائے۔ ❺

آپ کی بردباری ایک طاقتور اور صاحب اقتدار کی بردباری تھی، عاجز و کمزور کی بردباری نہیں، ایک معرکہ میں آپ نے شدید قتال کیا تو ایک شخص نے کہا: ابو بحر! بردباری کہاں گئی؟ فرمایا: زندہ کے پاس۔ ❻

عقل وخرد:

احنف رحمہ اللہ بڑے عقل مند انسان تھے۔ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا: جس کے اندر چار خصلتیں ہوں وہ بلا تنازع اپنی قوم کی قیادت و سرداری کرے گا، جس کے پاس دین ہو جو اس کو غلط کاموں سے روکے، جس کے

---

❶ الاستیعاب (۳/ ۱۲۹٤)
❷ وفیات الاعیان (۲/ ۱۸۸)
❸ قادة فتح السند و افغانستان ص (۳۰٦)
❹ قادة فتح السند و افغانستان ص (۳۰٦)
❺ قادة فتح السند و افغانستان ص (۳۰٦)
❻ قادة فتح السند و افغانستان ص (۳۰٦)

پاس حسب ہو جو اسے رذیل حرکتوں سے باز رکھے، جس کے پاس عقل ہو جو اس کی رہنمائی کرے، جس کے پاس حیا ہو جو اس کو بے حیائی کے کاموں سے باز رکھے۔ ❶

اور فرمایا: ''عقل بہترین ساتھی ہے، اور ادب بہترین میراث، اور توفیق بہترین رفیق ہے۔'' ❷

اور فرمایا: ''میرے پاس سے اٹھ کر چلے جانے کے بعد کسی کو میں نے برائی کے ساتھ یاد نہ کیا۔''

اور جب آپ کے پاس کسی کا ذکر کیا جاتا تو فرماتے: ''چھوڑو اس کو اپنی روزی کھانے دو، اس پر اپنی موت آنے دو۔'' ❸ اور فرمایا: جب بھی کسی نے میری مخالفت کی اگر وہ مجھ سے بڑا تھا تو میں نے اس کی قدر کو پہچانا، اور اگر مجھ سے چھوٹا تھا تو اپنی قدر کو اس سے بلند کیا، اور اگر وہ میرے برابر تھا تو میں نے اس پر مہربانی کی۔ ❹

علم

آپ انتہائی ذی علم، ثقہ، قابل اعتماد اور قلیل الحدیث تھے۔ اور آپ نے عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کی ہیں۔ ❺ اور آپ سے حسن بصری اور عروہ بن زبیر وغیرہم نے احادیث روایت کی ہیں۔ ❻ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ کا شمار مشہور فقہاء میں ہوتا تھا۔

حکمت:

آپ انتہائی حکیم تھے، حکمت و موعظت کی باتیں کرتے۔ ایک مرتبہ آپ سے مروت سے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: تقویٰ اور تحمل مزاجی، پھر تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا:

واذ جمیل الوجہ لم
یأت الجمیل فما جمالہ؟

''جب خوبصورت شخص اچھی بات نہ کرے تو پھر اس کے جمال کا کیا فائدہ؟''

ما خیر اخلاق الفتی
الا تقاہ و احتمالہ

''نوجوان کا بہترین اخلاق اس کا تقویٰ اور تحمل مزاجی ہے۔''

اور آپ سے مروت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

''دین میں عفت، مشکلات میں صبر، والدین کے ساتھ نیکی، غصہ کے موقع پر بردباری اور مقدرت کے باوجود عفو و درگزر۔'' ❼

❶ قادة فتح السند و افغانستان ص (۳۰۶)
❷ تہذیب/ ابن عساکر (۷/ ۱۹)
❸ تہذیب/ ابن عساکر (۷/ ۲۱)
❹ قادة فتح السند و افغانستان ص (۳۰۷)
❺ طبقات/ ابن سعد (۷/ ۹۳)
❻ قادة فتح السند و افغانستان (۳۰۸)
❼ قادة فتح السند وافغانستان، ص (۳۰۸)

اور فرمایا:

''رأس الادب آلۃ المنطق ہے، فعل کے بغیر قول میں کوئی خیر نہیں، باطن کے بغیر ظاہر میں کوئی خیر نہیں، جود وسخا کے بغیر مال میں کوئی خیر نہیں، وفاداری کے بغیر دوست میں کوئی خیر نہیں، ورع وتقویٰ کے بغیر فقہ میں کوئی خیر نہیں، اور اخلاص نیت کے بغیر صدقہ وخیرات میں کوئی خیر نہیں۔'' ❶

اور فرمایا:

''بروا حسان کو اسے بھلا کر زندہ کرو۔'' ❷

نیز فرمایا:

''ہنسی کی کثرت ہیبت کو ختم کر دیتی ہے، مذاق کی کثرت مروت کو ختم کر دیتی ہے، جو کسی چیز کو لازم پکڑتا ہے وہ اس کو جان لیتا ہے۔'' ❸

اور فرمایا:

''ہماری مجلسوں کو کھانے اور عورتوں کے ذکر سے پاک رکھو، میں اس شخص کو ناپسند کرتا ہوں جو اپنی شرمگاہ اور پیٹ کی تعریف وتوصیف میں لگا رہے۔ اور مروت یہ ہے کہ انسان کھانے کی چاہت کے باوجود کھانا ترک کر دے۔'' ❹

اور فرمایا:

''قیادت اور سرداری عام لوگوں کے ساتھ ہے، یعنی جس کی قیادت وسرداری کا چرچا عام لوگوں کی زبان پر نہ ہو تو خاص لوگوں میں اس کے چرچے کا کوئی فائدہ نہیں۔'' ❺

آپ انتہائی فصیح وبلیغ تھے۔ ❻ ایک مرتبہ خطاب کرتے ہوئے فرمایا: حمد وصلوٰۃ کے بعد! اے ازد اور ربیعہ کے لوگو! تم ہمارے دینی بھائی ہو اور رشتے میں ہمارے شریک ہو، نسبت میں ہمارے شفیق ہو، گھر میں ہمارے پڑوسی ہو، دشمن کے مقابلہ میں ہمارے بازو ہو۔ اللہ کی قسم بصرہ کے ''ازد'' کوفہ کے ''تمیم'' سے ہمیں زیادہ محبوب ہیں، اور کوفہ کے ''ازد'' شام کے ''تمیم'' سے ہمیں زیادہ محبوب ہیں۔ اگر تمہارے سینوں میں حسد کی عداوت گھر کرے تو ہمارے نوجوانوں اور مال میں ہمارے اور تمہارے لیے وسعت ہے۔ ❼

---

❶ تہذیب / ابن عساکر (۷/ ۱۹، ۲۰)
❷ البدایۃ والنہایۃ (۷/ ۳۳۱)
❸ وفیات الاعیان و ابناء الزمان/ ابن خلکان (۲/ ۱۸۷)
❹ وفیات الاعیان (۲/ ۱۸۸)
❺ قادۃ فتح السند و افغانستان ص (۳۰۹)
❻ قادۃ فتح السند و افغانستان ص (۳۰۹)
❼ قادۃ فتح السند و افغانستان ص (۳۰۹)

بلاغت:

آپ حاضر جواب، فی البدیہ بولنے والے، قوی الحجہ اور منطقی تھے۔ قتل کے ایک قضیہ میں آپ نے کسی قوم کے لوگوں سے کہا فیصلہ کرو، انہوں نے کہا ہم اس قضیہ میں دو دیت کا فیصلہ کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جو چاہو کرو۔ جب لوگ خاموش ہو گئے تو فرمایا: جو تمہارا مطالبہ ہے ہم تمھیں دے دیں گے لیکن میں آپ حضرات سے ایک بات کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی دیت عائد کی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک ہی دیت کا فیصلہ کیا ہے، آج آپ لوگ طالب ہیں ہو سکتا ہے کل مطلوب بن جائیں، تو لوگ بھی تم سے اس سے کم پر راضی نہ ہوں گے جو تم اپنے لیے جاری کرو گے۔ یہ سن کر انہوں نے کہا: ہم ایک دیت لیں گے۔ ❶

آپ نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا کہ مجھے اس کی پروا نہیں کہ میری مدح کی جا رہی ہے یا مذمت کی جا رہی ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''یقیناً تجھے راحت مل گئی جہاں شریف لوگ تھک گئے۔'' ❷

ایثار:

احنف جو اپنے لیے پسند کرتے وہی دوسروں کے لیے بھی پسند کرتے تھے، بلکہ خیر و بھلائی میں اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے۔ آپ کے مطمئن نفس کو یہ انتہائی محبوب و مرغوب تھا کہ آپ کی محنت سے دوسروں کو خیر حاصل ہو جائے۔ جس وقت احنف عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حاضر ہوئے آپ نے انہیں ان کی خدمات پر انعام سے نوازنا چاہا، انہوں نے عرض کیا: امیر المومنین! میں اتنے دور دراز علاقے کو طے کر کے آپ کے پاس انعام لینے حاضر نہیں ہوا ہوں، میری ضرورت وہی ہے جو میرے پیچھے لوگوں کی ضرورت ہے اس سے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کا مقام اور بلند ہو گیا۔ ❸

امانت:

احنف انتہائی درجہ کے امین انسان تھے۔ یہ بات گزر چکی ہے کہ جب انہوں نے اپنے چچا زاد بھائی اسید کو بلخ پر عامل مقرر کیا اور بلخ والوں نے ان کی خدمت میں سونے چاندی کے برتن، دینار و درہم اور سامان و کپڑے پیش کیے تو اسید نے ان سے دریافت کیا کہ کیا یہ مصالحت کے وقت جو طے ہوا تھا وہ ہے؟ بلخ کے لوگوں نے کہا: نہیں، لیکن آج کے دن ہم اپنے حکام کے لیے اس طرح ہدیہ پیش کرتے ہیں تاکہ ان کی نظر عنایت ہم پر رہے۔ اسید نے دریافت کیا! آج کون سا دن ہے انہوں نے کہا مہرگان (جشن کا دن) اسید نے کہا: مجھے معلوم نہیں یہ کیا ہے؟ اور میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ تمہارا یہ ہدیہ واپس کر دوں، اور شاید یہ میرا حق ہو، ابھی میں اسے لے لیتا ہوں اور اسے الگ رکھتا ہوں پھر دیکھوں گا کہ اس سلسلہ میں کیا کرنا ہے؟ آپ نے اسے لے لیا، اور جب

---

❶ وفیات الاعیان (۲/ ۱۸۸) ❷ وفیات الاعیان (۲/ ۱۸۸)

❸ تہذیب ابن عساکر (۷/ ۱۲)

احنف رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں اس کی اطلاع دی، احنف رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے اس کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے انہیں وہی بتایا جو اسید سے ان لوگوں نے کہا تھا۔ احنف رضی اللہ عنہ نے کہا خیر، اسے امیر کو پیش کرتے ہیں، دیکھتے ہیں کہ وہ اس سلسلہ میں کیا فرماتے ہیں۔ چنانچہ اسے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: ابو بحر! تم اسے لے لو یہ تمہارا ہے۔ احنف رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ ❶

آپ ہدیہ لینے میں بھی حرج محسوس کرتے تھے مال غنیمت میں جو حصہ ہوتا تھا اسی پر اکتفا فرماتے تھے۔ ❷

انتظار و توقف:

احنف رضی اللہ عنہ انتظار و توقف سے کام لیتے، کوئی کام کرنے سے قبل خوب غور و فکر کرتے، اور ہزار جتن کرتے۔ آپ سے عرض کیا گیا: ابو بحر! آپ تو ہر کام میں انتہائی انتظار و توقف سے کام لیتے ہیں۔ فرمایا: میرے ہاں صرف تین کاموں میں جلدی ہے: نماز جب اس کا وقت ہو جائے، جنازہ جب حاضر ہو جائے، بیٹی جب اس کا مناسب پیغام نکاح آ جائے۔ ❸

ورع و پرہیز گاری:

احنف رضی اللہ عنہ انتہائی ایمانی قوت کے مالک اور پرہیز گار مومن انسان تھے۔ جیسے ہی اسلام کی دعوت آپ کو پہنچی آپ نے قبول اسلام میں جلدی کی اور آپ کے اشارے پر آپ کی پوری قوم نے اسلام قبول کر لیا۔ ❹

آپ نے داعیان حق کی بھرپور حمایت کی۔ ❺ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اکثر عرب اور آپ کی قوم کے لوگ جب ارتداد کا شکار ہوئے تو آپ اپنے عقیدے پر ثابت قدم رہے، اور عقیدۂ برحق کے دفاع اور اس کی نشر و اشاعت میں ڈٹ کر جہاد کیا، اور اس راہ میں خوب شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ حسن بصری رحمہ اللہ آپ کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: ''میں نے کسی قوم کے شریف کو آپ سے افضل نہیں دیکھا۔'' ❻

احنف کا بیان ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے مدینہ میں ایک سال تک اپنے پاس رکھا، ہر شب و روز میرے پاس تشریف لاتے، اور آپ کو مجھ سے وہی چیز ملتی جو آپ کو محبوب ہوتی۔ ❼

جب فاروقی امتحان میں احنف رضی اللہ عنہ کامیابی سے ہمکنار ہوئے، یہ امتحان کس قدر سخت رہا ہوگا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ امیر بصرہ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام خطوط ارسال کیے اور امیر بصرہ کے نام لکھا کہ ''احنف اہل بصرہ کا سردار ہے۔'' ❽ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا: ''تم احنف کو اپنا مشیر بنا لو

❶ تاریخ الطبری: (۵/ ۳۱۹). ❷ قادۃ فتح السند و افغانستان/ محمود شیت خطاب، ص (۳۱۳)
❸ طبقات/ ابن سعد (۷/ ۹۶) ❹ شذرات الذهب فی اخبار من ذهب/ ابو الفلاح عبدالحی (۱/ ۷۸)
❺ قادۃ فتح السند و افغانستان، ص (۳۱٤) ❻ البدایة والنهایة (۷/ ۳۳۱)
❼ قادۃ فتح السند وافغانستان (۳۱٤) ❽ قادۃ فتح السند و افغانستان، ص (۳۱٤)

اوران کے مشورے کو سنو۔'' ❶

ایک سال تک بطور امتحان آپ کو اپنے پاس رکھنے کے بعد فرمایا: اے احنف میں نے تمھیں آزمایا، اور تمہارا امتحان لیا، لیکن میں نے تم سے خیر ہی پائی، تمہارے ظاہر کو اچھا دیکھا، اور امید ہے کہ تمہارا باطن بھی تمہارے ظاہر کی طرح اچھا ہو گا۔ ❷

احنف انتہائی صالح شخص تھے راتوں کو قیام فرماتے چراغ جلاتے اور صبح تک نماز پڑھتے رہتے اور روتے رہتے۔ چراغ کی لو میں اپنا ہاتھ دے کر فرماتے جب تم چراغ کی سوزش کو برداشت نہیں کر سکتے تو بھلا جہنم کی سوزش کو کیسے برداشت کرو گے۔ ❸

آپ سے کہا گیا: آپ کثرت سے روزہ رکھتے ہیں اور یہ معدہ کو کمزور کر دے گا۔ آپ نے فرمایا: میں اسے ایک طویل سفر کے لیے تیار کر رہا ہوں۔ ❹

آپ کو خراسان کا گورنر مقرر کیا گیا، جب آپ فارس پہنچے تو ایک رات جنابت لاحق ہو گئی اور کڑاکے کی سردی تھی، آپ نے اپنے خادموں اور لشکر کے لوگوں میں سے کسی کو بیدار نہیں کیا، خود پانی کی تلاش میں نکل پڑے، خاردار جھاڑیوں سے گزرنے کی وجہ سے پیر زخمی ہو گئے، خون بہنے لگا آخر میں برف ملی اس کو توڑا اور پھر اسی سے غسل فرمایا۔ ❺

آپ بار بار قرآن کو طلب کرتے تا کہ اس کی تلاوت فرمائیں اور سلف صالحین کی عادت تھی کہ وہ قرآن کی ناظرہ تلاوت فرماتے تھے۔ ❻

آپ کی دعاؤں میں سے یہ دعا تھی:

((اللهم ان تغفر لی فانت اهل ذاك و ان تعذبنی فانا اهل ذاك .)) ❼

''اے اللہ اگر تو مجھے بخش دے تو تو اس کا اہل ہے اور اگر تو مجھے عذاب میں مبتلا کر تو میں اس کا اہل ہوں۔''

اسی طرح یہ دعا بھی آپ کی دعاؤں میں سے ہے:

((اللهم هب لی یقینا تهون به علی مصیبات الدنیا .)) ❽

---

❶ تهذیب/ ابن عساکر (۷/ ۱۲) ❷ طبقات ابن سعد (۷/ ۹۴)
❸ البداية والنهاية (۷/ ۳۳۱)
❹ طبقات ابن سعد (۷/ ۹۴)، قادة فتح السند و افغانستان، ص (۳۱۵)
❺ طبقات ابن سعد (۷/ ۹۴) ❻ طبقات ابن سعد (۷/ ۹۵)
❼ قادة فتح السند و افغانستان (۳۱۵) احنف کی سیرت بعض دوسرے مراجع کی طرف رجوع کرنے کے ساتھ اسی کتاب سے تلخیص کی ہے۔
❽ تهذیب/ ابن عساکر (۷/ ۱٦)

''اے اللہ! مجھے ایسا یقین عطا کر جس کی وجہ سے دنیا کی مصیبتیں مجھ پر آسان ہو جائیں۔''

ایک مرتبہ آپ کے سامنے سے ایک جنازہ لے جایا گیا تو اس کو دیکھ کر آپ نے فرمایا: ''اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے آج جیسے دن کے لیے اپنے نفس کو تھکا دیا۔'' ❶

آپ کہا کرتے تھے کہ مجھے تعجب ہے کہ انسان کیسے تکبر کرتا ہے جب کہ پیشاب کے راستے سے اس کا گزر دو مرتبہ ہوتا ہے۔ ❷

یہ احنف رضی اللہ عنہ کی شخصیت کی بعض صفات ہیں جس کے ذریعے سے انہوں نے لوگوں کا اعتماد و محبت اور احترام و تعظیم حاصل کی۔ جو ان صفات کا حامل ہو وہ قوی و بااثر شخصیت ہوتی ہے جو ہر زمان و مکان میں نادر الوجود رہی ہے۔ زمانے میں نادر لوگ ہی ایسی شخصیت کے مالک ہیں۔ ❸

احنف رضی اللہ عنہ دور عثمانی کی فتوحات کے قائدین میں سے ہیں، صحیح اور مناسب منصوبہ تیار کرنے اور بر وقت درست قرار داد پاس کرنے کے اعتبار سے مشرقی محاذ کی فتوحات میں اسلامی لشکر کی قیادت کرنے والوں میں آپ کی شخصیت ممتاز رہی ہے، اور ان قرار دادوں اور منصوبوں کو بروئے کار لانے میں آپ کی شخصی شجاعت و پیش قدمی کا بڑا اثر رہا ہے۔ عسکری منصوبہ تیار کرنے اور ہر ذی رائے کو اس کا حق دینے میں پوری کوشش صرف کرتے بلکہ راتوں کو خفیہ طور سے اپنے لشکر کے درمیان چکر لگاتے، ان کی باتیں سنتے اور جب بھی ان کی آپس میں گفتگو میں کوئی اچھی رائے پاتے تو اس کو نافذ کرنے میں جلدی فرماتے، آپ کو اس کی پروا نہ ہوتی کہ حکمت کی باتیں کہاں سے لے رہے ہیں۔ عہد عثمانی کا یہ جرنیل، دشمن سے ایک ساتھ اپنی تلوار و عقل سے قتال کرتا تھا، آپ شجاعت و پیش قدمی کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، خطرناک مواقع پر خود آگے بڑھتے اپنے جرنیلوں کو راحت و امان میں رکھتے، آپ انتہائی ہوشیار و زیرک تھے، اپنی ہوشیاری اور زیرکی سے اپنی فوج کو بہت سی مشقتوں اور پریشانیوں سے بچا لیتے تھے۔ ❹

آپ اپنی شخصیت میں تنہا ایک امت تھے، آپ اہل مشرق کے سردار تھے، جیسا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے۔ ❺

---

❶ تهذيب/ ابن عساكر (٧/ ١٦)
❷ البداية والنهاية (٧/ ٣٣١)
❸ قادة فتح السند و افغانستان ص (٣١٦)
❹ قادة فتح السند و افغانستان ص (٣٢٠)
❺ قادة فتح السند و افغانستان ص (٣٢٢)

(۲)

شام کی فتوحات

حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ کی فتوحات:

یہ بات گزر چکی ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں رومیوں نے شام میں مسلمانوں کے خلاف عظیم لشکر جمع کیا، اس وقت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے گورنر ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ شام میں مسلمانوں کے لیے فوجی کمک روانہ کریں۔ ولید نے سلمان بن ربیعہ باہلی کی قیادت میں آٹھ ہزار فوج روانہ کی۔ چنانچہ روم کے مقابلے میں مسلمان غالب ہوئے بہت سوں کو قید کیا اور مال غنیمت حاصل کیا۔

روم وترک نے متحدہ پروگرام کے ساتھ ان مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہا جنھوں نے شام سے آرمینیہ پر حملہ کیا تھا۔ اس وقت مسلم فوج کی قیادت حبیب بن مسلمہ فہری کے ہاتھ میں تھی جو دشمن کے مقابلے میں خفیہ تدابیر اختیار کرنے میں ماہر تھے۔ انھوں نے منصوبہ تیار کیا کہ راتوں رات رومی قائد ''موریان'' پر حملہ کریں، ان کی باتیں بیوی ام عبداللہ بن یزید کلبیہ نے سن لیں، اس نے آپ سے پوچھا کیا پروگرام ہے؟ آپ نے فرمایا: موریان کا خیمہ یا جنت، پھر آپ نے راتوں رات اچانک ان پر حملہ کر دیا اور غالب آگئے، ''موریان'' کے خیمہ میں پہنچے تو دیکھا آپ کی بیوی ام عبداللہ آپ سے پہلے وہاں پہنچ چکی ہے۔ ❶

آرمینیہ اور آذربیجان کی سرزمین میں حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنی فتوحات اور جہاد کا سلسلہ جاری رکھا اور اسے مصالحت کے ذریعے سے یا بزور شمشیر فتح کر لیا۔ ❷ حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ آرمینیہ میں برسرپیکار ممتاز ترین قائدین میں سے تھے۔ دشمن کی پوری فوج کا صفایا کیا اور بہت سے شہروں اور قلعوں کو فتح کیا۔ ❸ عراقی جزیرہ کے حدود کے قریب رومی سرزمین پر حملہ کیا اور وہاں شمشاط اور ملطیہ وغیرہ بہت سے قلعوں کو فتح کیا۔

۲۵ھ میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب روم پر چڑھائی کی تو عموریہ تک پہنچ گئے جب دیکھا کہ انطاکیہ اور طرسوس کے مابین واقع ہونے والے قلعے خالی ہیں تو آپ نے وہاں شامیوں اور اہل جزیرہ میں سے بہت سے لوگوں کو آباد کیا، اور آپ کے جرنیل قیس بن حر عبسی نے دوسری موسم گرما میں جنگ کو جاری رکھا، اور جب اس مہم سے فارغ ہوئے تو انطاکیہ سے قریب واقع بعض قلعوں کو مسمار کر دیا تاکہ اس سے رومی فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ ❹

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۲٤۸) ❷ الدولة الاسلامية فى عصر الخلفاء الراشدين/ حمدى شاهين ص (۲۵۲)
❸ حروب الاسلام فى الشام فى عهود خلفاء الراشدين / محمد احمد باشميل ، ص (۵۷۷)
❹ الدولة الاسلامية فى عصر الخلفاء الراشدين ص (۲۵۳)

بحری جنگ کی سب سے پہلی اجازت عثمان رضی اللہ عنہ نے دی:

امیر شام معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما برابر عمر رضی اللہ عنہ سے بحری جنگ کی اجازت پر اصرار کرتے رہے، اور یہ بیان کرتے رہے کہ روم حمص سے انتہائی قریب ہے، اور حمص کی بعض بستیوں میں ان کے کتوں کے بھونکنے کی آواز اور مرغ کی پکار سنائی دیتی ہے۔ یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ باتیں اثر انداز ہونے لگیں، آپ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا: سمندر اور اس میں سفر کرنے والے سواروں کی کیفیت و تفصیل لکھ کر بھیجو، میری طبیعت اس طرف مائل ہو رہی ہے، چنانچہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر فرمایا: میں نے دیکھا بڑی مخلوق پر چھوٹی مخلوق سوار ہو رہی ہے، اگر وہ ٹھہر جائے تو دل پھٹ جائے، اور اگر حرکت میں آجائے تو عقلوں کو حیران کر دے، اس کے اندر یقین میں کمی آتی ہے اور شک میں اضافہ ہوتا ہے، لوگ لکڑی کے اوپر کیڑے کی طرح ہوتے ہیں، اگر مائل ہو جائے تو ڈوب جائیں اور بچ جائیں تو خوش ہو جائیں۔

جب عمر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی یہ تحریر پڑھی تو معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا: ''سمندری جنگ کی اجازت نہیں، اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا میں کبھی کسی مسلمان کو سمندر پر سوار نہ کروں گا۔ اللہ کی قسم ایک مسلمان میرے نزدیک روم کے مال و متاع سے زیادہ محبوب ہے، خبردار اب ایسا مطالبہ مجھ سے نہ کرنا۔ میں نے تم کو پیشگی بتلا دیا، علاء کو میری طرف سے جو لاحق ہوا وہ تمھیں بخوبی معلوم ہے، حالاں کہ اس سلسلہ میں میں نے پیشگی ان سے کچھ نہیں کہا تھا۔ ❶

عمر رضی اللہ عنہ کے اس نظریہ سے معاویہ رضی اللہ عنہ مطمئن نہ ہوئے، اور روم سے متعلق اپنی رائے پر قائم رہے اور اس کو فتح کرنے کی خواہش آپ کے اندر باقی رہی، چنانچہ جب عثمان رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں گفتگو شروع کی، اور عثمان رضی اللہ عنہ سے اس کی اجازت دینے پر اصرار کیا، عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے جواب میں فرمایا: میں اس وقت موجود تھا، جب تم نے عمر رضی اللہ عنہ سے بحری جنگ کی اجازت طلب کی تھی اور انہوں نے اس کا تمھیں جو جواب دیا تھا۔

پھر دوبارہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو اس سلسلہ میں لکھا اور قبرص تک سمندری سفر کو آسان اور معمولی ظاہر کیا، اس کے جواب میں عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو لکھا کہ اگر تم اپنے ساتھ اپنی بیوی کو لے جاتے ہو تو اجازت ہے ورنہ نہیں۔ ❷ اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت دیتے ہوئے یہ شرط لگائی کہ نہ تو اس مہم کے لیے لوگوں کا انتخاب جبراً کریں گے اور نہ قرعہ کے ذریعے سے، بلکہ لوگوں کو اختیار ہوگا کہ جو خود شریک ہونا چاہے اس کو اپنے ساتھ لے جائیں، اور اس کا خیال رکھیں۔ ❸

---

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۲۵۸)

❷ الادارۃ العسکریۃ فی الدولۃ الاسلامیۃ/ د. سلیمان بن صالح (۲/ ۵۳۸) ❸ تاریخ الطبری (۵/ ۲۶۰)

جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کا خط پڑھا تو قبرص پر بحری چڑھائی کی تیاری شروع کر دی، اور ساحلی علاقوں کے لوگوں کو فرمان جاری کیا، کشتیاں درست کر لیں اور ''عکا'' کے ساحل کے قریب لائی گئیں تاکہ وہاں سے مسلمان قبرص کی طرف روانہ ہوں۔ ❶

قبرص کی جنگ:

معاویہ رضی اللہ عنہ نے غازیوں کے لیے کشتیاں تیار کیں اور ''عکا'' کی بندرگاہ کو روانگی کے لیے منتخب فرمایا، کشتیاں بڑی تعداد میں تھیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھ اپنی بیوی فاختہ بنت قرظہ کو بھی لیا، اسی طرح عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کو اس غزوہ میں اپنے ساتھ رکھا۔ ❷

ام حرام رضی اللہ عنہا ہی وہ خاتون ہیں جن کا واقعہ مشہور ہے، انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ام حرام رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے وہ آپ کے لیے کھانا پیش فرماتیں، یہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں، ایک روز آپ ان کے یہاں تشریف لائے، انہوں نے آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا، پھر بیٹھ کر آپ کے سر سے جوئیں نکالنے لگیں، اور آپ سو گئے۔ پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ عرض کیا: یا رسول اللہ آپ کے ہنسنے کی وجہ کیا ہے؟

ارشاد فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے دکھائے گئے جو سمندر کے بیچ میں سوار اس طرح جا رہے تھے جیسے بادشاہ تخت شاہی پر ہوتے ہیں۔ ام حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی انہی میں سے کر دے! رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی، پھر آپ اپنا سر رکھ کر سو گئے، اس مرتبہ بھی آپ جب بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے، میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کس بات پر آپ ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اس طرح پیش کیے گئے کہ وہ اللہ کی راہ میں غزوہ کے لیے جا رہے تھے۔ پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی فرمایا: ام حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ سے میرے لیے دعا کیجیے کہ مجھے بھی انہی میں سے کر دے۔ آپ ﷺ نے اس پر فرمایا کہ تم پہلی فوج میں شامل ہو گی، چنانچہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ام حرام رضی اللہ عنہا نے بحری جنگ میں شرکت کی اور پھر جب سمندر سے باہر آئیں تو اپنی سواری سے گر کر وفات پا گئیں۔ ❸

باوجودیکہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جبراً کسی کو اس مہم میں شامل نہ کیا لیکن لوگوں نے اپنی رضا و رغبت سے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اور ایک عظیم فوج آپ کے ساتھ روانہ ہوئی۔ ❹ جو اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کی نگاہ

❶ الادارة العسكرية فى الدولة الاسلامية (۲/ ۵۳۸)

❷ البداية والنهاية (۷/ ۱۵۹) ❸ البخاری: ۲۷۸۸، ۲۷۸۹.

❹ جولة تاريخية فى عصر الخلفاء الراشدين / د. محمد السند الوكيل، ص (۳۵۶)

میں دنیا کی کوئی حیثیت نہ تھی، باوجود یکہ دنیا کے دروازے ان پر کھل چکے تھے، اس کی نعمتیں ان کو حاصل تھیں لیکن انہوں نے اس کو کوئی اہمیت نہ دی۔

مسلمانوں کی تربیت اس فکر وعقیدے پر ہوتی تھی کہ جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ اللہ نے انہیں اپنے دین کی نصرت، اقامت عدل، فضائل و مکارم کی نشر و اشاعت اور اللہ کے دین کو تمام ادیان پر غالب کرنے کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ یہ ذمہ داری ان کا حقیقی مشن ہے، اللہ کی راہ میں جہاد اللہ کی رضا کے حصول کا ذریعے سے ہے۔ اگر انہوں نے اس ذمہ داری کی ادائیگی میں کوتاہی کی اور اپنے فرائض کی ادائیگی سے رک گئے تو اللہ تعالیٰ دنیا میں ان سے اپنی مدد روک لے گا اور آخرت میں اپنی رضا سے محروم کر دے گا، اور یہ سب سے بڑا خسران و گھاٹا ہوگا۔ اسی لیے وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بے تابی کے ساتھ نکل پڑے، اور کشتیوں پر سوار ہونے کے لیے ایک دوسرے سے سبقت کرنے لگے، شاید ام احرام رضی اللہ عنہا کی حدیث ان کے دل و دماغ میں گھر کیے ہوئے تھی، جس نے انہیں اللہ کی راہ میں جہاد پر ابھارا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سچ ثابت ہوئی۔ یہ واقعہ موسم سرما کے اختتام کے بعد ۲۸ھ مطابق ۶۴۹ء میں پیش آیا۔ ❶

مسلمان شام سے روانہ ہوئے اور عکا کی بندرگاہ سے سوار ہو کر قبرص کا رخ کیا، اور وہاں پہنچ کر مسلمان ساحل پر اترے، ام حرام آگے بڑھ کر اپنی سواری پر سوار ہونے لگیں، اسی اثنا میں سواری بدک گئی اور ام حرام رضی اللہ عنہا زمین پر گر پڑیں، ان کی گردن ٹوٹ گئی اور وفات پا گئیں۔ ❷ ام حرام رضی اللہ عنہا کو دفن کرنے کے بعد جزیرہ قبرص میں مسلمانوں نے ان قربانیوں کا ایک نشان چھوڑا جو انہوں نے دین کی نشر و اشاعت کے لیے پیش کیں، آپ کی قبر وہاں نیک خاتون کی قبر سے معروف ہوئی۔ ❸

❶ جولة تاريخية فى عصر خلفاء الراشدين / د. محمد السند الوكيل ، ص (۳۵۶)

❷ البداية والنهاية (۷/ ۱۵۹) لیکن البدایہ والنہایہ کی عبارت اس کے خلاف ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ فتح قبرص کے بعد جب وہاں سے واپسی ہونے لگی تو ام حرام رضی اللہ عنہا کے لیے خچر لایا گیا تا کہ وہ اس پر سوار ہو جائیں، آپ اس سے گر پڑیں اور گردن ٹوٹ گئی، پھر وفات پا گئیں، وہیں ان کی قبر ہے۔ یہاں مصنف کی عبارت اور البدایہ والنہایہ کے بیان کے مطابق ام احرام رضی اللہ عنہا کی وفات قبرص ہی میں ہوئی اور ان کو وہیں دفن کر دیا گیا، لیکن صحیح بخاری کی روایت اس کے خلاف ہے۔ صحیح بخاری میں ہے:

((فلما انصرفوا من غزوتهم قافلين فنزلوا الشام فقربت اليها دابة لتركبها فصرعت فماتت.))

(البخاري: حديث نمبر ۲۷۹۹/ ۲۸۰۰)

''جب قبرص کی جنگی مہم سے واپس ہوئے اور شام کے ساحل پر اترے تو ام حرام رضی اللہ عنہا کے لیے سواری پیش کی گئی وہ اس سے گر کر وفات پا گئیں۔''

اس روایت سے واضح ہے کہ ام حرام رضی اللہ عنہا کی وفات شام کے ساحل پر پہنچ کر ہوئی تھی، پس ایسی صورت میں قبرص کے بجائے شام میں آپ مدفون ہوئیں، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حالت میں دلیل ہے کہ ثواب کے اعتبار سے جہاد سے لوٹنے والا جہاد میں جانے والے کے حکم میں ہے۔ (الفتح: ۶/ ۷۳) (مترجم)

❸ جولة تاريخية فى عصر الخلفاء الراشدين ص (۳۵۷)

معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک اجتماع کیا جن میں ابوایوب خالد بن زید انصاری، ابودرداء، ابوذر غفاری، عبادہ بن صامت، واثلہ بن اسقع، عبداللہ بن بشر مازنی، شداد بن اوس بن ثابت، مقداد بن اسود، کعب الاحبار بن ماتع اور جبیر بن نفیر حضرمی رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ ❶

ان حضرات نے آپس میں مشورہ کیا اور اہل قبرص کو یہ پیغام بھیجا کہ اس جنگی مہم سے قبرص پر قبضہ کرنا ان کا مقصد نہیں، بلکہ انہیں اللہ کے دین کی طرف دعوت دینا اور شام میں اسلامی حدود کا تحفظ مقصود ہے ❷ کیوں کہ بیزنطینی شام پر حملہ آور ہونے کے لیے قبرص کو جنگی اسٹیشن کے طور پر استعمال کرتے تھے، یہاں آرام کرتے اور وہاں سے رسد حاصل کرتے تھے۔ اس اعتبار سے یہ شام کے لیے خطرہ بنا ہوا تھا، اس کا اسی حالت میں باقی رہنا شام کے لیے خطرہ تھا، اگر مسلمان اس جزیرہ کو تابع کر کے اطمینان کی سانس نہ لیتے تو یہ ان کی پشت پر خنجر کی طرح باقی ہوتا اور اسلامی حدود کے لیے خطرہ بنا رہتا، لیکن قبرص والوں نے مجاہدین کے سامنے خود سپردگی نہ کی بلکہ اپنے صدر مقام میں قلعہ بند ہو گئے، مسلمانوں سے مقابلہ کے لیے نہ نکلے بلکہ رومیوں کے انتظار میں رہے تاکہ وہ ان کے دفاع کے لیے پہنچیں اور مسلمانوں کے حملے کو روکیں۔ ❸

خود سپردگی اور صلح کا مطالبہ:

مسلمان قبرص کی راجدھانی قسطنطنیہ کی طرف آگے بڑھے اور اس کا محاصرہ کر لیا، چند ساعتوں کے بعض ان لوگوں نے مسلمانوں سے صلح کا مطالبہ کیا۔ مسلمانوں نے ان کے مطالبہ کو قبول کیا اور طرفین سے صلح کی شرائط رکھی گئیں۔ اہل قبرص نے مسلمانوں کے ساتھ یہ شرط رکھی کہ مسلمانوں کی طرف سے ایسی کوئی شرط نہ رکھی جائے جس کی وجہ سے وہ رومیوں کے ساتھ مشکلات میں مبتلا ہوں کیوں کہ یہ ان کی قدرت سے باہر ہے، وہ رومیوں کے ساتھ قتال نہیں کر سکتے۔ اور مسلمانوں کی طرف سے مندرجہ ذیل شرائط رکھی گئیں:

۱۔ باہر کے حملے کی صورت میں مسلمان جزیرہ قبرص کے دفاع کے ذمہ دار نہ ہوں گے۔
۲۔ جزیرہ قبرص کے باشندگان رومیوں کی نقل و حرکت سے مسلمانوں کو مطلع کرتے رہیں گے۔
۳۔ جزیرہ قبرص کے باشندگان مسلمانوں کو سالانہ سات ہزار دو سو دینار ادا کرتے رہیں گے۔
۴۔ جزیرہ قبرص کے لوگ مسلمانوں کے لیے دشمن تک پہنچنے کے لیے راستہ فراہم کریں گے۔
۵۔ اگر رومی اسلامی ممالک پر حملہ آور ہوں تو جزیرہ قبرص کے لوگ ان کی مدد نہیں کریں گے اور نہ مسلمانوں کے اسرار پر انہیں مطلع کریں گے۔ ❹

---

❶ جولة تاریخیة فی عصر الخلفاء الراشدین ص (۳۵۷)
❷ ایضاً ❸ ایضاً
❹ تاریخ الطبری (۵/ ۲۶۱)

مسلمان واپس شام پہنچ گئے، اس حملے نے یہ ثابت کر دیا کہ مسلمان بحری جنگ پر اچھی طرح قدرت رکھتے ہیں، اور اس مہم سے مسلمانوں کو ایک طرح سے بحری جنگوں کی مشق کا موقع ملا تاکہ وہ شام یا اسکندریہ پر حملہ کی صورت میں رومی دشمن کا بھرپور مقابلہ کر سکیں۔ [1]

عبداللہ بن قیس شام میں بحری بیڑے کے قائد:

معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے بنوفزارہ کے حلیف عبداللہ بن قیس الجاسی کو بحری بیڑے کا قائد مقرر کیا، انہوں نے موسم سرما وگرما میں پچاس بحری جنگیں کیں، نہ کوئی فوجی ڈوبا اور نہ مصیبت زدہ ہوا، آپ برابر دعا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لشکر کو عافیت عطا فرمائے اور ان میں سے کسی کو مصیبت زدہ کر کے ان کو آزمائش میں نہ مبتلا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ایسا ہی ہوا، لیکن جب تنہا جام شہادت نوش کرنا چاہا تو تنہا اپنی کشتی پر مقدمۃ الجیش کے طور پر نکلے پھر روم کی ایک بندرگاہ پر پہنچے، وہاں کچھ مانگنے والے ملے، ان کو نوازا، ان میں سے ایک خاتون اپنی بستی میں گئی اور لوگوں سے کہا تمھیں عبداللہ بن قیس چاہیے؟ لوگوں نے پوچھا وہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: بندرگاہ میں۔ لوگوں نے کہا: اے اللہ کی دشمن تم عبداللہ بن قیس کو کیا پہچانو؟ اس نے ان لوگوں کو ڈانٹ پلائی اور کہا: تم عاجز لوگ ہو، عبداللہ بن قیس کی شخصیت کسی پر مخفی رہنے والی ہے! لوگ اس کے کہنے پر بندرگاہ کی طرف روانہ ہوئے اور عبداللہ بن قیس پر حملہ آور ہوئے انہوں نے ڈٹ کر ان کا مقابلہ کیا، آخر کار جام شہادت نوش کر لیا۔ آپ کے ملاح نے واپس آ کر لشکر کو خبر دی۔ لشکر کی قیادت سفیان بن عوف ازدی نے سنبھالی اور لشکر کو لے کر بندرگاہ پر پہنچے اور رومیوں سے مقابلہ کیا۔ مقابلہ کے دوران میں ساتھیوں کو سخت وسست کہنا شروع کیا تو عبداللہ بن قیس کی لونڈی نے کہا کہ عبداللہ بن قیس قتال کے وقت ایسا نہیں کہتے تھے۔ سفیان نے اس سے دریافت کیا: تب کیا کہتے تھے؟ اس نے کہا: وہ کہتے تھے: ((الغمرات ثم ینجلینا .)) ''سختی کے اوقات ہیں، پھر ہم سے دور ہو جائیں گے۔'' اس دن مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں نے جام شہادت نوش کیا۔ یہ عبداللہ بن قیس الجاسی کا آخری دور تھا۔ [2]

اس خاتون سے جس نے عبداللہ بن قیس کی خبر دی تھی پوچھا گیا: تم نے عبداللہ بن قیس کو کیسے پہچانا؟ اس نے کہا: دیکھنے میں تو وہ ایک تاجر لگتا تھا، لیکن جب ہم نے اس سے سوال کیا تو اس نے بادشاہ کی طرح عطا کیا۔ اس وقت میں پہچان گئی کہ ہو نہ ہو یہ عبداللہ بن قیس ہے۔ [3]

---

[1] جولة تاریخیة فی عصر الخلفاء الراشدین ص (۳۵۸ـ۳۵۹)

[2] تاریخ الطبری (۵/ ۲٦٠)

[3] ایضاً

اور اس طرح جب اللہ تعالیٰ نے اس عظیم کمانڈر کو شہادت کا شرف عطا کرنا چاہا تو اسے اس کا موقع عنایت فرمایا۔ اس وقت آپ تنہا دشمن کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے ان کی سراغ رسانی میں مشغول تھے۔ اسی اثناء میں اس ہوشیار عورت نے حقیقت کا پتہ چلا لیا، اس نے دیکھا کہ یہ شخص بظاہر ایک عام تاجر لگتا ہے لیکن اس کی داد و دہش بادشاہوں کی ہے۔ اس طرح اس نے سادگی کے باوجود آپ کے اندر قیادت و سیادت کی علامت پہچان لی، اور اس کو یقین ہو گیا ہو نہ ہو یہ مسلمانوں کا کمانڈر ہے، جس نے اس ملک کے جنگجوؤں کے چھکے چھڑا دیے ہیں۔ اس طرح اس عظیم قائد کی غیر مسلموں کے ساتھ رواداری و سخاوت اور فراخ دلی اس کے راز کو فاش کرنے کا سبب بنی تا کہ اللہ تعالیٰ کا فیصل شدہ امر واقع ہو جائے، اور اس طرح دشمن کو حملہ کرنے کا موقع ملا اور پھر آپ شہادت کے شرف سے مشرف ہوئے۔

اس طرح مسلم قائدین نے اپنی جانوں کی قربانیاں دے کر اعلیٰ مثال قائم کی ہے تا کہ عظیم منصوبے ان کے ہاتھوں پایہ تکمیل کو پہنچیں، اور وہ اپنے بعد والوں کے لیے صالح آئیڈیل ثابت ہوں۔ اس الٰہی تائید یافتہ کمانڈر نے سراغ رسانی کی ذمہ داری خود سنبھالی، اس کے لیے اپنے فوجیوں کو مکلف نہیں کیا حالاں کہ تنہا اس ڈیوٹی کی ادائیگی میں دشمنوں کی طرف سے زک پہنچنے اور ہلاکت کا خطرہ تھا، لیکن اس کے باوجود اس نازک و خطرناک ذمہ داری کو خود سنبھالا، پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام کے بلند اخلاق کا مظاہرہ کیا حتیٰ کہ دشمن کی خواتین اور کمزوروں کی طرف شفقت کا ہاتھ بڑھایا اور مال جو انسان کو انتہائی عزیز ہوتا ہے بے دریغ ان کو عطا کیا، اور اس سے قبل ہم دیکھ چکے ہیں کہ اپنے فوجیوں کے ساتھ انتہائی نرم اور صابر رہے، کبھی ان کو سخت وسست نہیں کہا اور نہ ان کی تحقیر کی، اور جب بھی خطرات میں گھرے اچھی فال لی، اپنے ساتھیوں کو لعنت و ملامت نہ کی اور الجھن و پریشانی آپ کو لاحق نہیں ہوئی جس سے معاملات خراب ہوتے ہیں اور خلل و فساد برپا ہوتا ہے۔ البتہ آپ کے نائب سفیان ازدی ابتداء میں الجھنوں کے شکار ہوئے اور اپنے فوجیوں پر ملامت شروع کی، کیوں کہ انہیں ابھی قیادت کا تجربہ نہ تھا، لیکن جب عبداللہ بن قیس کی لونڈی نے آپ کو اس سلسلہ میں متنبہ کیا تو آپ نے بلا تامل اپنے سابق کمانڈر اِن چیف کے اسوہ کو اختیار کرنے میں جلدی کی اور کلمہ حق کو قبول کرنے میں کبر و غرور مانع نہ ہوا، اگرچہ ایک معمولی لونڈی نے یہ کلمہ ادا کیا تھا۔ یہ خواہشات نفس اور کبر و غرور سے تجرد و صفائی کی ایک مثال ہے۔ اور یہ عظیم اخلاق و بلند کردار اسلام کی زندگیوں میں عام طور سے پایا جاتا تھا۔ یہی چیزیں عظیم فتوحات، والیان و قائدین کے ملکی انتظام و انصرام میں کامیابی کا سبب بنیں۔ اللہ ہی کے لیے اس دور کے سپوتوں کی خوبیاں ہیں، ان کا ذکر کس قدر بلیغ ہے، کس قدر وہ باریک بین تھے، اور روئے زمین میں ظالموں و جابروں پر ان کی پکڑ کس قدر سخت تھی۔ روئے زمین میں مظلومین و مساکین کے ساتھ ان کا برتاؤ کس قدر بہترین تھا۔ [1]

[1] التاریخ الاسلامی (۱۲/ ۴۰۲)

اہل قبرص کی بدعہدی:

۳۲ھ میں قبرص پر رومیوں کا سخت دباؤ پڑا جس کے نتیجے میں انہوں نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے رومی فوج کو کشتیاں فراہم کیں، اور اس طرح انہوں نے صلح کی شرط کی خلاف ورزی کی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کی خیانت کا پتہ چلا تو آپ نے قبرص پر قبضہ کرنے کا عزم کر لیا۔ چنانچہ مسلمانوں نے جزیرۂ قبرص پر سخت حملہ کیا۔ ایک جانب سے معاویہ رضی اللہ عنہ نے اور دوسری جانب سے عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے جزیرہ پر چڑھائی کی اور بہت سوں کو قتل کیا، بہت سے قیدی بنائے گئے اور بہت سا مال غنیمت حاصل ہوا۔ ❶

اسلامی فوج کے دباؤ کے تحت قبرص کا حاکم ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوا اور مسلمانوں سے صلح طلب کی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلی صلح پر ان کو بحال کر دیا۔ ❷

معاویہ رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ قبرص میں بغیر فوجی اڈہ قائم کیے ہوئے چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔ فوجی اڈہ ہونے کی صورت میں وہاں کا داخلی امن بحال رہے گا۔ تمرد و بغاوت جنم نہ لے گی اور خارجی حملوں سے حفاظت رہے گی، چنانچہ آپ نے وہاں بارہ ہزار فوج روانہ کی، بعلبک کے لوگوں کو وہاں منتقل کیا، ایک شہر بسایا اور مسجد کی تعمیر کی۔ ان فوجیوں کے لیے ماہانہ وظیفہ جاری کیا اور یہ برابر قائم رہا۔ قبرص میں سکون رہا، مسلمان رومی حملوں سے محفوظ ہو گئے۔ مسلمانوں نے دیکھا کہ قبرص کے لوگ عسکری قوت نہیں رکھتے ہیں، اور انہیں اپنے مصالح کے لیے استعمال کرتے ہیں اس لیے ان کا حق ہے کہ مسلمان روم کے ظلم اور بیزنطینی تسلط سے ان کی حفاظت کریں۔ اسماعیل بن عیاش فرماتے ہیں: قبرص کے لوگ ذلیل و مظلوم ہیں، رومی ان پر اور ان کی عورتوں پر غالب رہتے ہیں، لہٰذا ہم پر ان کا حق ہے کہ ہم ان کی حفاظت و حمایت کرتے ہوئے رومی ظلم سے ان کو بچائیں۔ ❸

معصیت کی صورت میں انسان اللہ کے نزدیک کس قدر ذلیل ہو جاتا ہے:

اس جنگ کی تفصیلات میں مذکور ہے کہ جب ابودرداء رضی اللہ عنہ نے دشمن کے جنگی قیدیوں کو دیکھا تو رو پڑے اور فرمایا: معصیت کی صورت میں انسان اللہ کے نزدیک کس قدر ذلیل ہو جاتا ہے، ان لوگوں کو دیکھو، ایک دن تھا جب یہ غالب تھے، کوئی ان کا مقابل نہ تھا، لیکن جب ان لوگوں نے اللہ کے حکم کو پامال کیا اور اس کی نافرمانی پر تل گئے تو ان کا جو انجام ہوا اس کو آج تم دیکھ رہے ہو۔ ❹

---

❶ جولة تاريخية ص (۳۵۹، ۳۶۰)

❷ البلاذری، ص (۱۵۸)

❸ جولة تاريخية ص (۳۶۱)

❹ التاريخ الاسلامی (۱۲/ ۳۹۶)

اور ایک روایت میں ہے کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ کو روتا ہوا دیکھ کر جبیر بن نفیر نے کہا: کیوں روتے ہو، آج کے دن تو اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت بخشی ہے؟ ابو درداء رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ تم پر رحم کرے، یہ غالب قوم تھی، سلطنت کی مالک تھی، لیکن جب انہوں نے اللہ کے حکم کو پامال کر دیا تو اللہ نے ان کا جو انجام کیا اس کا تم مشاہدہ کر رہے ہو۔ قید و بند کو اللہ نے ان پر مسلط کر دیا ہے اور جب اللہ کسی قوم پر قید و بند کو مسلط کر دیتا ہے تو پھر اللہ کو ان کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ اور فرمایا: جب لوگ اللہ کا حکم پامال کر دیں تو وہ اللہ کے نزدیک ذلیل ترین ہو جاتے ہیں۔ ❶

ابو درداء رضی اللہ عنہ نے یہاں جو کچھ فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کے معاملات میں گہری فقہ و بصیرت کی اعلیٰ مثال ہے۔ یہ جلیل القدر صحابی ان لوگوں پر حسرت سے رو رہے ہیں جن کی بصیرت کو اللہ نے اندھا کر دیا، انہوں نے دعوت حق کو قبول نہ کیا اور اس المناک انجام کو پہنچ گئے۔ حکومت و عزت چھن گئی اور ذلت و رسوائی ہاتھ آئی، کیوں کہ یہ باطل پر ڈٹے رہے اور دعوت حق سے گریز کرتے ہوئے کبر و غرور کا راستہ اختیار کیا، اگر یہ لوگ عقل و خرد سے کام لیتے تو اسلام قبول کرنے میں ان کے ملک کی بقا اور آبادکاری رہتی، اور اسلامی سلطنت کی حمایت و تائید سے ہمکنار ہوتے۔

ابو درداء رضی اللہ عنہ کی یہ گہری سوچ ان کی رحمت و شفقت کا عظیم مظہر ہے جو ان کے پاکیزہ نفس میں موجزن ہوئی، اور اس عظیم انسان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی شکل میں جاری ہو گئی تاکہ اس قوم کے برے انجام پر اپنے نفس میں موجزن شفقت و رحمت اور افسوس کی ترجمانی کر سکیں۔ ضلالت پر مداومت، زوال سلطنت، اور ذلت و رسوائی میں واقع ہونا اس قوم کا انجام بنا، جس طرح ایک مسلمان لوگوں کے اسلام میں داخل ہونے سے خوش ہوتا ہے اسی طرح کافروں کو ضلالت و گمراہی میں مبتلا دیکھ کر غمگین ہوتا ہے، کیوں کہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ عذاب الیم آخرت میں ان کا منتظر ہے۔ مزید برآں دنیا میں وہ قید و بند اور قتل کا شکار ہوں تو اس کا غم اور بڑھ جاتا ہے۔ ❷

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ قبرص کا مال غنیمت تقسیم کرتے ہیں:

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: میں غزوہ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھا، لوگ آپ سے مال غنیمت کے متعلق گفتگو کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کا بال لیا اور فرمایا:

((ما لی مما افاء الله علیکم من هذه الغنائم الا الخمس والخمس مردود علیکم .))

❶ البدایة والنهایة (۷/ ۱۵۹)

❷ التاریخ الاسلامی (۱۲/ ۳۹۷)

''اللہ نے تمھیں جو مال غنیمت عطا کیا ہے اس میں سے میرا صرف خمس ہے اور وہ خمس بھی تم ہی پر لوٹا دیا جائے گا۔''

اے معاویہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اور مال غنیمت کو صحیح طریقے سے تقسیم کرو اور کسی کو اس کے حق سے زیادہ مت دینا...... معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مال غنیمت کی تقسیم میں نے آپ کے سپرد کر دی ہے۔ شام میں آپ سے افضل اور زیادہ علم والا کوئی نہیں، آپ اس کو مستحقین میں تقسیم کر دیں اور اللہ کا تقویٰ اختیار کریں، چنانچہ عبادہ رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کو تقسیم کیا، اور ابودرداء اور ابوامامہ رضی اللہ عنہما نے اس سلسلہ میں آپ سے تعاون کیا۔ ❶

❶ الرياض النضرة فى مناقب العشرة ، لأبي جعفر أحمد الشهير بالمحب الطبري ، ص (٥٦١)

(۳)

مصری محاذ کی فتوحات

اسکندریہ میں باغیوں کی سرکوبی:

اسکندریہ جب رومیوں کے ہاتھ سے نکل گیا اور مسلمان اس پر قابض ہو گئے تو یہ رومیوں پر بہت گراں گزرا وہ برابر اس کو اپنے قبضے میں لانے کی کوششیں کرتے رہے اور اسکندریہ کے باشندوں کو بغاوت پر ابھارنے لگے کیوں کہ رومیوں کا یہ عقیدہ بن چکا تھا کہ اسکندریہ کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد ان کے استقرار و وجود کو خطرہ ہے۔ ❶

رومیوں کا ورغلانا اور اشتعال دلانا اسکندریہ کے رومی باشندوں کی خواہشات نفس کے عین مطابق ثابت ہوا، اور اس طرح انہوں نے ان کی بغاوت کی دعوت قبول کر لی، اور قسطنطین بن ہرقل کو تحریر بھیجی جس میں مسلمانوں کی قلت تعداد اور اسکندریہ میں آباد رومیوں کی ذلت ورسوائی کا تذکرہ کیا۔ ❷

اس وقت عثمان رضی اللہ عنہ مصر سے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ان کی جگہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو مقرر کر چکے تھے۔ اسی دوران رومیوں کا کمانڈر ان چیف ''منویل خصی'' نے اسکندریہ کا رخ کیا تاکہ اس کو مسلمانوں سے واپس لے، اس کے ساتھ بہت بڑا لشکر تین سو کشتیوں میں پورے جنگی ساز و سامان کے ساتھ اسکندریہ پہنچا۔ ❸

اہل مصر کو خبر ملی کہ رومی فوج اسکندریہ پہنچ چکی ہے انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا اور ان سے مطالبہ کیا کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو واپس ان کی جگہ پر بحال کیا جائے تاکہ رومیوں کا مقابلہ کیا جا سکے، کیوں کہ انہیں اس کا طویل تجربہ ہے اور رومیوں کے دلوں میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی ہیبت سمائی ہوئی ہے۔ اہل مصر کے اس مطالبہ کو قبول کرتے ہوئے عثمان رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مصر کی امارت پر بحال کر دیا۔ ❹

منویل کی فوج نے اسکندریہ میں خوب لوٹ مار مچائی، اور اس کو زمیں دوز کر کے اس کے اردگرد بستیوں میں ظلم و فساد برپا کر دیا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈھیل دے دی تاکہ جس قدر فساد کرنا چاہیں کر لیں، اور مصریوں کے سامنے مسلم حکمرانوں اور رومی حکمرانوں کے درمیان فرق بھی سمجھ میں آ جائے، نیز ان کے دلوں میں

---

❶ الکامل/ ابن اثیر
❷ جولة تاريخية ص (۳۳۵)
❸ ایضاً
❹ ایضاً

رومیوں کے سلسلہ میں غیظ وغضب بھر جائے اور ان کے سلسلہ میں ذرا بھی محبت وشفقت ان کے دلوں میں باقی نہ رہے۔ منویل اسکندریہ سے اپنے لشکر کے ساتھ نکلا، اور زیریں مصر کا رخ کیا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خاموشی اختیار کی، کوئی نقل وحرکت شروع نہ کی اور نہ کسی نے رومیوں کا مقابلہ کیا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بعض ساتھیوں کو اس صورت حال پر تشویش لاحق ہوئی، لیکن عمرو رضی اللہ عنہ کی رائے کچھ اور تھی، ان کی رائے تھی کہ رومی خود ان کا رخ کریں، کیوں کہ بلاشبہ اس دوران میں رومی مصریوں کا مال لوٹیں گے اور ان کے حق میں حماقتوں کا ارتکاب کریں گے جس کی وجہ سے مصریوں کے دلوں میں رومیوں کے خلاف بغض وعناد اور غیظ وغضب جنم لے گا، اور ایسی صورت میں جب مسلمان رومیوں کے مقابلے کے لیے اٹھیں گے تو مصری خود رومیوں کے خلاف ان کا تعاون کریں گے، چنانچہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنی اس سیاست کی تحدید کرتے ہوئے فرمایا: رومیوں کو چھوڑو، ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کرو، یہاں تک کہ وہ خود میرے پاس آئیں اس طرح وہ خود آپس میں ذلت وخواری اٹھائیں۔ ❶

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا اندازہ صحیح ثابت ہوا۔ رومیوں نے دل کھول کر لوٹ مار اور فساد مچایا۔ مصری ان کی کارستانیوں سے چیخ اٹھے، اور اس انتظار میں لگ گئے جو انہیں ان مفسدین کے شر سے نجات دلائے۔ ❷

منویل نقیوس پہنچا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس سے مقابلہ کے لیے تیار ہوئے، اور اپنی فوج کو ترتیب دیا، اور ان کے ساتھ اس سرکش دشمن کے مقابلہ کے لیے نکلے اور نقیوس قلعے کے پاس نیل کے ساحل پر دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں، طرفین سے اپنی اپنی بہادری کا مظاہرہ کرایا گیا، دونوں فریق نے ڈٹ کر دشمن کا مقابلہ کیا جس سے جنگ کی شدت اور اشتعال میں اضافہ ہوا۔ یہ صورت حال دیکھ کر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور اپنے گھوڑے کو ان کے گھوڑوں کے درمیان گھسا دیا، اپنی تلوار ان کی تلواروں کے درمیان لہرائی، اور لوگوں کے سروں اور سورماؤں کی گردنوں کو کاٹتے چلے گئے ایک وقت آیا جب آپ کے گھوڑے کو تیر لگا اور وہ ڈھیر ہو گیا، اس وقت آپ زمین پر آ گئے اور پیادہ صفوں میں شامل ہو گئے۔ آپ کو اس حالت میں دیکھ کر مسلمان جنگ کے لیے شیروں کی طرح دل وجان سے ٹوٹ پڑے، تلواروں کی جھنکار ان کو خوف زدہ نہ کر سکی۔ ❸

مسلمانوں کے حملوں کے سامنے رومیوں کے عزائم پست ہو گئے اور ان کی قوتوں نے جواب دے دیا، وہ ان مسلم سورماؤں کے سامنے شکست خوردہ ہو گئے جو شہادت یا غنیمت کے طلب گار تھے، رومی اسکندریہ کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے تاکہ وہ اس کے مضبوط قلعوں اور بلند فصیلوں کے اندر اس موت سے بچ سکیں جو ان کا پیچھا

---

❶ جولة تاريخية ص (٣٣٦) عثمان بن عفان/ هيكل ص: (٦٧)

❷ ايضاً

❸ جولة تاريخية ص (٣٣٨)

کیے ہوئے تھی۔ ❶

رومیوں کی شکست دیکھ کر مصری نکل کھڑے ہوئے، اور مسلمانوں کے ان راستوں کو درست کرنے لگے جس کو دشمن نے تباہ و برباد کر دیا تھا، ان پلوں کی تعمیر کرنے لگے جس کو انہوں نے توڑ دیا تھا، اس دشمن پر مسلمانوں کی فتح دیکھ کر مصریوں نے اپنی خوشی کا اظہار کیا جس نے ان کی عزتوں کو لوٹا تھا، انؐ کے مال و جائداد کو برباد کیا تھا، اور مسلمانوں کے لیے اسلحے اور جنگی ساز وسامان فراہم کیا تھا۔ ❷

جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اسکندریہ پہنچے تو اس کا محاصرہ کر لیا، منجنیقیں نصب کر دیں، اور اسکندریہ کی فصیلوں پر گولہ باری کرتے رہے یہاں تک کہ وہ کمزور ہوگئیں، اور گولہ باری کی شدت جاری رکھی یہاں تک کہ اسکندریہ کے لوگوں کی ہمت پست ہوگئی اور فصیلیں ٹوٹ گئیں، اور اس محفوظ شہر نے اپنے دروازے ان کے سامنے کھول دیے، اور مسلمانوں اسکندریہ میں فاتحانہ طریقے سے داخل ہو گئے، اور رومیوں کو دل کھول کر قتل کیا عورتوں اور بچوں کو اسیر کیا، اور جو موت سے بچ نکلے وہ کشتیوں کی طرف بھاگے تا کہ اس طرح وہ اپنے مرکز کو واپس لوٹ جائیں، اس جنگ میں منو یل قتل ہوا۔ مسلمان برابر قتل و قید کرتے رہے یہاں تک کہ شہر کے وسط میں پہنچ کر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان کو اس وقت جنگ سے رک جانے کا حکم دیا جب کہ مقابلے کے لیے ان کے سامنے کوئی باقی نہ رہا۔ ❸

جب مسلمان جنگ سے فارغ ہوئے تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے شہر کے وسط میں جہاں قتال بند کیا تھا مسجد تعمیر کرنے کا حکم جاری کیا اور اس کا نام ''مسجد رحمت'' رکھا۔ ❹

اس قدیم دارالحکومت میں امن و امان بحال ہوا۔ مصریوں کے دلوں سے شکست کا احساس ختم ہوا، جو لوگ رومی حملے کے خوف سے بھاگ گئے تھے وہ واپس ہوئے اور قبطیوں کا بطریق بنیامین جو رومی حملے کی وجہ سے بھاگ گیا تھا اسکندریہ واپس آیا، اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے گزارش کرنے لگا کہ وہ قبطیوں سے کسی قسم کا مواخذہ نہ کریں کیوں کہ انہوں نے عہد و پیمان کی خلاف ورزی نہیں کی ہے، اسی طرح اس نے آپ سے گزارش کی کہ رومیوں سے مصالحت نہ کریں البتہ جب وہ مر جائے تو اس کو ''یحنس'' کنیسہ کے اندر دفن کرنے کی اجازت دے دیں۔ ❺

ہر چہار جانب سے مصری باشندے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، رومیوں کے ظلم و ستم سے نجات دلانے پر ان کا شکریہ ادا کرنے لگے، اور آپ سے مطالبہ کیا کہ جنگ میں ان کے جو مال و مویشی لوٹے

---

❶ البلاذری ص (٦٩)
❷ جولة تاريخية ص (٣٣٨)
❸ أيضاً
❹ جولة تاريخية ص (٣٣٨)
❺ جولة تاريخية ص (٣٤٥)

گئے ہیں اسے انہیں واپس کر دیا جائے پھر انہوں نے اپنی وفاداری اور اطاعت کا اعلان کیا اور کہا: رومیوں نے ہمارے مال و مویشی لوٹ لیے ہیں، اور ہم نے آپ کی مخالفت نہیں کی ہے بلکہ مطیع رہے ہیں اس لیے ہمیں ہمارے مال و مویشی واپس دیے جائیں۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ لوگ اپنے اپنے دعویٰ پر دلیل و ثبوت قائم کریں، جس نے ثبوت فراہم کیا اور اپنا مال پہچان لیا اس کو اس کے مال و مویشی واپس کر دیے گئے۔ ❶

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسکندریہ کی فصیل کو منہدم کر دیا، یہ واقعہ ۲۵ھ کا ہے۔ فصیل کو منہدم کر دینے کے باوجود اسکندریہ چہار جانب سے محفوظ و مامون ہو گیا۔ اسکندریہ سے مشرق و جنوب پر مسلمانوں کا قبضہ تھا جب کہ مغرب کی طرف برقہ، زویلہ، اور مغربی طرابلس کو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فتح کر کے جزیہ پر مصالحت کے عوض اس جہت کو مامون بنا لیا تھا، البتہ شمال کی طرف رومی پڑتے تھے، لیکن اولاً وہ اس قدر شکست خوردہ ہو چکے تھے کہ دوبارہ اس طرف رخ کرنے کی ہمت نہیں کر سکتے تھے، کیوں کہ ان کا کوئی معین و مددگار یہاں باقی نہ رہا تھا، اور پھر مسلم فوجیں پوری بیدار مغزی اور اہتمام کے ساتھ سمندر کی نگرانی پر لگی ہوئی تھیں۔ ❷

نوبہ کی فتح:

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اجازت سے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے نوبہ کی فتح کا سلسلہ شروع کر دیا تھا، لیکن آپ کو ایسی جنگ کا سامنا کرنا پڑا جس کا مسلمانوں کو تجربہ نہ تھا اس میں تیر کے ذریعے سے مجاہدین کی آنکھوں کو نشانہ بنایا جاتا یہاں تک کہ اول معرکہ میں ڈیڑھ سو آنکھیں کام آ گئیں، اس لیے اسلامی فوج نے مصالحت قبول کر لی، لیکن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے افضل شرائط کے حصول کے لیے صلح کو مسترد کر دیا۔ ❸ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے مصر کی ولایت سنبھالتے ہی نوبہ پر چڑھائی کر دی، یہ ۳۱ھ کا واقعہ ہے، نوبہ کے اُساود نے ڈٹ کر قتال کیا، اس دن مسلمانوں کی بہت سی آنکھیں زخمی ہوئیں، چنانچہ شاعر کہتا ہے:

لم ترعین مثل یوم دمقلة ؟

والخیل تعدو بالدروع مثقلة ❹

''آج کے دن کی طرح آنکھیں...... اور گھوڑے زرہوں سے لدے ہوئے چل رہے تھے۔''

نوبہ کے لوگوں نے عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے مصالحت طلب کی، آپ نے ان سے مصالحت کر لی اور یہ مصالحت چھ صدیوں تک قائم رہی۔ ❺ ان کے لیے معاہدہ تحریر فرمایا جس میں یہ تحریر کیا گیا کہ نوبہ والوں کو

---

❶ جولة تاريخية ص (۳٤٥)
❷ جولة تاريخية ص (۳٤١)
❸ الخلافة والخلفاء الراشدون ص (۲۲۹)
❹ قادة الفتح لبلاد المغرب (۱/ ٦۱، ٦۲، ٦۳)
❺ الخلافة والخلفاء الراشدون ص (۲۲۹)

استقلال و آزادی حاصل ہوگی، اور مسلمانوں کو جنوبی سرحدوں کے سلسلہ میں اطمینان حاصل ہوگا، اس جانب سے کوئی خطرہ نہیں رہے گا اور نوبہ کا دروازہ مسلمانوں کی تجارت اور غلاموں کے حصول کے لیے کھلا رہے گا چنانچہ مسلمان ''نوبہ'' اور ''بجز'' میں آباد ہوئے اور ان میں سے بھی بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ ❶

فتح افریقہ:

برقہ، طرابلس اور لیبیا کے بقیہ علاقوں پر حملے سے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا مقصد ملک کو فتح کرنا اور لوگوں کے دلوں سے روحانی طاغوت کو زائل کرنا تھا، تا کہ لوگوں کے سامنے راستہ واضح ہو جائے اور دین کو اختیار کرنے کی انہیں مکمل آزادی حاصل ہو۔ یہ بابرکت حملے اس علاقے کو روشنی عطا کرنے اور لوگوں کو بندوں کی غلامیوں سے نکال کر بندوں کے رب کی غلامی میں پہنچانے کا بنیادی سبب تھے جب کہ یہ پورا علاقہ بت پرستی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا، لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر انسانوں ہی کو رب بنا لیا تھا۔ ❷ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کے افریقہ پر چڑھائی سے متعلق ڈاکٹر صالح مصطفیٰ رقم طراز ہیں:

> ''۲۶ھ مطابق ۶۴۶ء میں عمرو بن العاص مصر کی ولایت سے معزول ہوئے، اور عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہما کو وہاں کا والی مقرر کیا گیا۔ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ شہسواروں کے دستے بھیجتے رہے، جس طرح عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے دور میں تھا، یہ دستے افریقہ کے اطراف پر چھاپہ مارتے اور غنیمت حاصل کرتے۔'' ❸

یہ دستے افریقہ (تونس) کا رخ کرتے تا کہ مستقبل میں اس کی صورت حال سے واقفیت حاصل ہو اور اس کی فتح کا راستہ ہموار ہو۔ شہسواروں کے یہ رسالے اطلاعی دستوں کے مانند تھے جن کا مقصد دشمن سے متعلق تفصیلات فراہم کرنا ہوتا ہے۔ جب عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس افریقہ سے متعلق کافی معلومات جمع ہو گئیں، اس کا جغرافیائی موقع و محل، دخول و خروج کے راستے اور فوج و جنگی ساز و سامان کی تفصیلات مل گئیں تو اس وقت آپ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو افریقہ سے متعلق ان اہم معلومات کی اطلاع بھیجی، اور اس کو فتح کرنے کی اجازت طلب کی، ان کی طلب قبول ہوئی اور دربار خلافت سے افریقہ کو فتح کرنے کی اجازت مل گئی۔

ڈاکٹر صالح مصطفیٰ فرماتے ہیں: جب عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے خلیفہ راشد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے افریقہ پر چڑھائی کی اجازت طلب کی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو جمع کیا، اور اس سلسلہ میں ان سے مشورہ طلب کیا، تو ابوالاعور سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام لوگوں نے افریقہ کو فتح کرنے کا مشورہ دیا۔ سعید بن زید رضی اللہ عنہ، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

❶ قادة الفتح لبلاد المغرب (۱/ ۶۱، ۶۲، ۶۳)

❷ الشرف والتسامى بحركة الفتح الاسلامى/ الصلابى ص: (۱۸۹)

❸ ليبيا من الفتح العربى حتى انتقال الخلافة الفاطمية الى مصر / د. صالح مصطفى مفتاح المزينى ، ص (۴۹)

کے موقف پر قائم تھے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع ہو گیا تو عثمان رضی اللہ عنہ نے جہاد کا اعلان کیا، خلافت اسلامیہ کی راجدھانی مدینہ منورہ میں رضا کار مجاہدین کے استقبال کی تیاری مکمل کر لی گئی اور مجاہدین کی بھرتی اور پھر انہیں جنگی ساز و سامان سے لیس کر کے مصر کی طرف روانگی شروع کر دی گئی تا کہ وہ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کی قیادت میں افریقہ پر چڑھائی کر سکیں، اور نمایاں طور سے اس حملہ کا اہتمام ظاہر ہوا۔ اکابرین صحابہ رضی اللہ عنہم، آل بیت کے نوجوانوں، اور مہاجرین و انصار کی اولاد نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس معرکے میں حسن و حسین، ابن عباس، ابن جعفر وغیرہم رضی اللہ عنہم شریک ہوئے۔

صرف قبیلہ مہرہ سے چھ سو افراد، قبیلہ غنث سے سات سو اور قبیلہ میدعان سے سات سو مجاہدین نے شرکت کی۔ جب تیاری مکمل ہو گئی تو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مجاہدین کو خطاب فرمایا، جہاد کی رغبت دلائی اور فرمایا: تمہارے اوپر میں نے حارث بن حکم کو امیر مقرر کیا ہے اور جب تم سب عبداللہ بن سعد کے پاس پہنچ جاؤ تو تم سب عبداللہ بن سعد کی امارت میں کام کرنا، وہی تمہارے امیر ہوں گے۔ اب میں تمھیں اللہ کے حوالہ کرتا ہوں۔

روایت ہے کہ اس معرکے کے لیے عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اونٹ فراہم کیے، اور نادار مسلمان مجاہدین کو ان پر سوار کیا۔ جب یہ اسلامی لشکر مصر پہنچا تو عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کے لشکر میں جا ملا، اور عبداللہ بن سعد کی قیادت میں بیس ہزار کا یہ لشکر فسطاط سے روانہ ہوا اور مصر و لیبیا کے حدود کو پار کرتے ہوئے برقہ پہنچا، وہاں عقبہ بن نافع فہری اپنے لشکر کے ساتھ آ کر ان کے ساتھ مل گئے۔ اسلامی لشکر کو برقہ میں کسی طرح کی مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑا، کیوں کہ یہ ان شرائط پر قائم رہے جس پر انہوں نے مسلمانوں سے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے دور میں مصالحت کی تھی یہاں تک کہ وہاں خراج وصول کرنے والے کو جانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی بلکہ وہ خود مناسب وقت میں مصر پہنچا دیا کرتے تھے۔ برقہ کے معاہدے پر قائم رہنے کے اس پس منظر میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا گیا کہ میں اپنے اس مقام پر ہوں اور مجھ پر انطابلس (برقہ) کے لوگوں کے علاوہ مصر کے کسی قبطی کا کوئی عہد و پیمان نہیں ہے۔ میرے ذمہ ان کا عہد و پیمان ہے اس کو پورا کیا جائے گا۔ اسی طرح عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: اگر حجاز میں میری جائداد نہ ہوتی تو میں برقہ میں سکونت اختیار کر لیتا کیوں کہ اس سے بڑھ کر کوئی محفوظ اور پر سکون جگہ نہیں پاتا ہوں۔ [1]

اس طرح یہ بابرکت لشکر اسلام افریقہ کی طرف عقبہ بن نافع کے انضمام کے بعد روانہ ہوا۔ اس لشکر کے کمانڈر ان چیف عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ برابر اطلاعی دستوں اور خبر رسانی کرنے والوں کو مختلف سمتوں میں روانہ کرتے رہے تا کہ راستوں کا انکشاف اور حفاظت ہو اور دشمن کی نقل و حرکت پر نگاہ رہے، دشمن کی کمین گاہوں اور اچانک حملوں سے حفاظت ہو سکے، ان اطلاعی دستوں کا فائدہ یہ ہوا کہ رومیوں کی بہت سی جنگی کشتیاں جو لیبیا کے

[1] لیبیا من الفتح العربی حتی انتقال الخلافۃ الفاطمیۃ الی مصر، ص (۳۹)

ساحل پر طرابلس کی بندرگاہ میں ٹھہری تھیں مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں اور اس میں لدا ہوا ساز و سامان مسلمانوں کو بطور غنیمت حاصل ہوا۔ سو سے زائد افراد قید کیے گئے، افریقہ کی فتح کی راہ میں یہ پہلا مال غنیمت تھا جو مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ❶

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے افریقہ کی طرف اپنا سفر جاری رکھا اور ہر سمت اطلاعی دستے اور جاسوس روانہ کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کا لشکر امن و امان کے ساتھ سبیطلہ پہنچ گیا، اور وہاں اسلامی لشکر عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اور حاکم افریقہ جرجیر کا لشکر ایک دوسرے کے مقابلے میں آگئے۔ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ اور جرجیر کے درمیان اتصال جاری رہا، خط و کتابت ہوتی رہی، جرجیر پر اسلام کی دعوت پیش کی گئی کہ اللہ کے حکم کو مانتے ہوئے اسلام میں داخل ہو جائے یا اسلام کی سیادت کو تسلیم کرتے ہوئے جزیہ ادا کرے اور اپنے دین پر قائم رہے، لیکن وہ اپنے کبر و غرور میں مبتلا رہا، ایک نہ مانی اس صورت حال میں مسلمانوں کو اس پر حملہ کرنا پڑا، دونوں کے درمیان جنگ شروع ہوگئی اور کئی دن تک گھمسان کی جنگ چلتی رہی، یہاں تک کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مدینہ سے مدد پہنچی اور انہی کے ہاتھوں جرجیر متکبر کا خاتمہ ہوا۔ ❷

جب ساحل پر موجود رومیوں نے جرجیر اور سبیطلہ کے لوگوں کا انجام دیکھا تو ان کے دل بیٹھ گئے، اور وہ اکٹھا ہونے اور ایک دوسرے سے عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے جنگ کے بارے میں خط و کتابت کرنے لگے، لیکن سب خوفزدہ ہو گئے اور آخر کار ان لوگوں نے عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے مصالحت کی پیش کش اور تین سو قنطار سونا یا بعض روایات کے مطابق سو قنطار سونا سالانہ جزیہ دینے کا وعدہ کیا اور مسلمانوں کو واپس جانے کے لیے کہا۔ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے اس پیش کش کو قبول کر لیا اور مال لے لیا۔ صلح کی شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ صلح سے قبل مسلمانوں کے ہاتھ جو کچھ آیا ہے وہ مسلمانوں کا ہے، اور صلح کے بعد جو کچھ لیا ہے وہ واپس کر دیا جائے گا۔ اس صلح کے بعد آپ مصر واپس ہو گئے، اس طرح آپ افریقہ میں ایک سال تین ماہ یا ایک سال ایک ماہ رہے۔ ❸

جب عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ طرابلس پہنچے تو وہاں کشتیاں تیار ملیں، ان پر لشکر کا ساز و سامان لاد دیا اور امن و سلامتی کے ساتھ مصر کا رخ کیا، اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو خمس وغیرہ مال روانہ فرمایا۔ راجح بات یہ ہے کہ جو کشتیاں آپ کو طرابلس میں تیار ملیں وہ کشتیاں مسلمانوں نے سوریہ اور اسکندریہ میں بطور غنیمت حاصل کی تھیں، کیوں کہ ''اِرشیبالد'' بیان کرتا ہے کہ اسکندریہ اور سوریہ میں کارخانوں پر صحیح و سالم حالت میں مسلمانوں کے قبضہ کی وجہ سے جو جنگی کشتیاں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں، وہ یا تو تیار شکل میں تھیں یا ان کا تیار کرنا ان کے لیے سہل تھا۔ ❹

---

❶ الشرف و التسامی بحرکة الفتح الاسلامی ص (۱۹۱)

❷ الشرف والتسامی بحرکة الفتح الاسلامی ص (۱۹۳)، البدایة والنهایة (۷/ ۱۵۸)

❸ الشرف و التسامی بحرکة الفتح الاسلامی ص (۱۹۳)

❹ لیبیا من الفتح العربی حتی انتقال الخلافة الفاطمیة الی مصر ، ص (٤٦)

یاد رہے کہ یہ ایسی روایات ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مصر واپس آنے کے بعد عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے پھر دوبارہ اس وقت افریقہ کا رخ کیا جب ۳۳ھ میں ان لوگوں نے مصالحت کے معاہدے کو توڑ دیا۔ آپ کو ان پر غلبہ حاصل ہوا، پھر آپ نے وہاں اسلامی نظام کو مستحکم کیا اور وہاں کے باشندوں کو اسلام یا جزیہ پر باقی رکھا۔[1]

فتح افریقہ میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی جواں مردی:

کافی دنوں سے افریقہ سے مسلمانوں کی کوئی خبر نہ پہنچ سکی جس کی وجہ سے آپ فکر مند ہوئے، اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو ایک دستہ کے ساتھ روانہ کیا تاکہ وہاں سے کچھ خبر لائیں۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے پوری مستعدی کے ساتھ سفر جاری رکھا اور مسلمانوں کے پاس افریقہ پہنچ گئے جب آپ وہاں پہنچے تو شور مچ گیا اور مسلمانوں نے تکبیر پکاری۔ جرجیر نے دریافت کیا یہ آواز کیسی ہے؟ اس کو بتایا گیا کہ مدینہ سے مسلمانوں کو کمک پہنچی ہے چنانچہ اس خبر سے وہ حواس باختہ ہو گیا۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے دیکھا کہ مسلمان صبح سے ظہر تک لڑتے ہیں، اور ظہر کی اذان ہوتے ہی فریقین اپنے اپنے خیموں میں واپس ہو جاتے ہیں پھر جنگ بند ہو جاتی ہے۔ دوسری صبح آپ نے جنگ میں شرکت کی تو عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو لوگوں کے ساتھ نہیں پایا، لوگوں سے دریافت کیا تو پتہ چلا کہ جرجیر نے اعلان کر رکھا ہے کہ جو عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو قتل کر دے اس کو ایک لاکھ دینار انعام دوں گا اور اپنی بیٹی سے اس کی شادی کروں گا، جس کی وجہ سے عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے لیے خطرہ محسوس کر رہے ہیں اور ظاہر نہیں ہو رہے ہیں۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے کہا: آپ یہ اعلان کرائیں کہ جو شخص جرجیر کا سر لے کر آئے گا اس کو ایک لاکھ دینار دیا جائے گا اور جرجیر کی بیٹی سے اس کی شادی کرا دی جائے گی، اور اس کے ملک پر اس کو گورنر بنا دیا جائے گا۔ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا جس کا یہ اثر ہوا کہ جرجیر عبداللہ بن سعد سے زیادہ خوفزدہ ہوا اور اپنے لیے شدید خطرہ محسوس کرنے لگا۔

پھر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے کہا: موجودہ شکل میں جنگ طول کھینچے گی، یہ لوگ اپنے ملک میں ہیں اور برابر ان کو امداد ملتی رہتی ہے جب کہ ہم اپنے ملک اور مسلمانوں سے دور ہیں، لہٰذا میری رائے ہے کہ کل کچھ صالح افراد کو جنگ میں نہ شریک کر کے خیموں میں تیار رہنے دیں اور ہم دشمن کی صف میں گھس کر گھمسان کی جنگ کریں یہاں تک کہ وہ تھک ہار جائیں، اور جب فریقین اپنے خیموں میں واپس ہو جائیں تو جو لوگ جنگ میں شریک نہ ہو کر خیموں میں تیار بیٹھے تھے ہم ان کے ساتھ اچانک دشمن پر حملہ بول دیں، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح ہمیں فتح و نصرت سے ہمکنار فرمائے۔

[1] الشرف و التسامی بحرکة الفتح الاسلامی ص (۱۹۳)

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے اکابرین صحابہ کی ایک جماعت کو جمع کیا اور اس سلسلہ میں ان سے مشورہ لیا، تمام لوگوں نے اس رائے پر موافقت کی۔ دوسرے دن عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ تمام بہادر مسلمانوں کو خیموں میں باقی رکھا اور ان کے گھوڑوں کو زین کس کر تیار رکھا، اور باقی لوگ رومیوں سے ظہر تک گھمسان کی جنگ لڑتے رہے۔ جب ظہر کی اذان ہوئی تو رومیوں نے اپنے خیموں کو واپس ہونا چاہا لیکن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ان کو اس کا موقع نہ دیا اور ان سے شدید جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ ان کو تھکا دیا، پھر طرفین اپنے اپنے خیموں کو واپس ہوئے اور اپنے ہتھیار اتار کر آرام کرنے لگے، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ان تازہ دم مجاہدین کو جن کو خیموں میں باقی رکھا تھا ساتھ لیا اور اچانک رومیوں پر ٹوٹ پڑے اور ان کے اندر گھس کر یکبارگی ہلہ بول دیا، ان کو اسلحہ سنبھالنے کا موقع نہیں دیا۔ اس حلے میں جرجیر کو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے قتل کیا، رومیوں کو شکست فاش ہوئی، ان میں سے بہت سے لوگ قتل ہوئے اور جرجیر کی بیٹی کو قید کر لیا گیا۔

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے شہر کا محاصرہ کر کے اس کو فتح کر لیا اس میں بہت سارا مال و متاع ہاتھ آیا۔ شہسوار کو تین ہزار دینار اور پیادہ کو ایک ہزار دینار غنیمت میں ملے۔ جب عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے سبیطلہ شہر فتح کر لیا تو ملک کے مختلف علاقوں میں اپنی فوجوں کو روانہ کیا۔ یہ فوجیں قفصہ پہنچ گئیں جہاں انہیں قیدی اور مال غنیمت ہاتھ آئے۔ اُجم قلعہ پر آپ نے فوج کشی کی، شہر کے لوگ قلعہ بند ہو گئے۔ آپ نے اس کا محاصرہ کر لیا اور امان کے ذریعے سے فتح کیا۔ افریقہ کے لوگوں نے آپ سے مصالحت کر لی جیسا کہ بات گزر چکی ہے۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو شاہ جرجیر کی بیٹی عطیہ میں ملی، اور ان کو عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے افریقہ کی فتح کی بشارت دے کر عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کر دیا۔ [1]

بہادری و شجاعت میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا عظیم کردار رہا ہے، جس کو حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس طرح بیان کیا ہے، فرماتے ہیں: جب مسلمانوں نے افریقہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا اس وقت ان کی تعداد بیس ہزار تھی اور ان کے سپہ سالار عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ تھے، اور اس لشکر میں عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر وغیرہ رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ ان کے مقابلہ میں بربر کا بادشاہ جرجیر ایک لاکھ بیس ہزار اور بعض روایات کے مطابق دو لاکھ سپاہیوں کے ساتھ نکلا، جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو جرجیر نے اپنی فوج کو حکم دیا، انہوں نے مسلمانوں کو چاروں طرف سے گھیر کر ہالہ بنا لیا، اس وقت انتہائی نازک منظر سے مسلمان دوچار ہوئے، اس سے قبل ایسے بھیانک اور خوفناک منظر سے کبھی دوچار نہیں ہوئے تھے۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے صفوں کے پیچھے جرجیر کو دیکھا، وہ ٹٹو پر سوار تھا، دو لونڈیاں اس پر مور کے پروں سے سایہ کیے ہوئے تھیں۔ میں عبداللہ بن سعد کے پاس گیا اور ان سے کہا: میرے ساتھ کچھ

[1] الکامل/ ابن اثیر (۳/ ٤٥، ٤٦)

لوگوں کو مقرر کریں جو پیچھے سے میری پشت پناہی کریں، میں بادشاہ کی طرف رخ کرنا چاہتا ہوں، انہوں نے میرے ساتھ بہادروں کی ایک جماعت متعین کر دی، انہوں نے حکم فرمایا اور یہ جوان میرے پیچھے ہو گئے اور میں دشمن کی صفوں کو چیرتا ہوا بادشاہ کی طرف بڑھا، میری پشت پناہی کرنے والوں نے یہ سمجھا کہ میں بادشاہ کے پاس کوئی پیغام لے کر جا رہا ہوں، جب میں جرجیر کے قریب پہنچ گیا تو اس نے مجھ سے خطرہ محسوس کیا اور اپنے ٹٹو پر سوار بھاگ کھڑا ہوا، میں نے اس کا پیچھا کیا اور اپنے نیزے سے اس کو مار گرایا، اور پھر اپنی تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا، میں نے اس کا سر اٹھایا اور اپنے نیزے کی نوک پر نصب کر کے بلند آواز میں تکبیر پکاری جب بربروں نے یہ منظر دیکھا تو خوف زدہ ہو گئے اور پرندوں کی طرح بھاگ کھڑے ہوئے، مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا، ان کو قتل کرتے رہے اور قیدی بناتے رہے۔ چنانچہ مسلمانوں کو بہت سارا مال ومتاع اور قیدی ہاتھ آئے یہ سب کچھ اس شہر میں ہوا جس کو سبیطلہ کہتے ہیں جو قیروان سے دو دن کی مسافت پر واقع ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ پہلا موقع تھا جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شان نمایاں ہوئی اور وہ مشہور ہوئے۔ [1]

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے جو کارنامہ انجام دیا وہ خطرات سے گھری ہوئی بلندیوں کی طرف امنگوں سے بھری ایک بلند پرواز تھی، جس کا ماضی میں تجربہ نہ تھا، اس وقت آپ کی عمر صرف ستائیس (۲۷) سال تھی۔ اس سے قبل آپ کی جانبازی کا اس طرح کا کوئی واقعہ سامنے نہیں آیا تھا، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس عظیم جانبازی کی طرف آپ نے کیسے پیش قدمی کی جب کہ ظن غالب بلکہ عرف عام میں یقین کی حد کو یہ بات پہنچتی ہے کہ اس میں ہلاکت ہی ہلاکت تھی؟

اس طرح کی جانبازیوں کے سلسلہ میں جو احتمالات ممکن ہو سکتے ہیں وہ دو باتیں ہو سکتی ہیں جو اس وقت اس جانباز کے دل و دماغ میں رہی ہوں گی:

- وہ اپنے حملے میں کامیابی سے ہمکنار ہوں گے، اور بربر کے بادشاہ جرجیر کا خاتمہ کر دیں گے، اور اس طرح اس کا لشکر بکھر جائے گا، جیسا کہ کفار کی عادت ہے، اور اس طرح مسلمانوں کو زبردست فتح و نصرت حاصل ہوگی، اور وہ اس خطرناک معرکہ سے بچ جائیں گے جس سے مسلمان خوفزدہ ہیں۔
- اللہ تعالیٰ انہیں مقام شہادت عطا فرمائے گا، اس طرح وہ بلند ترین آرزو بر آئے گی، اور وہ اعلیٰ مقام حاصل ہو گا جس کی تمنا ہمیشہ صالحین کیا کرتے ہیں، اور اس کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے سبقت کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں، مزید برآں اس صورت میں کفار کا خوفزدہ ہونا اور ان کا مرعوب ہونا زیادہ قرین قیاس تھا، کیوں کہ وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ مسلمان جن سے ان کا مقابلہ ہے وہ اسی نوعیت کے

[1] البدایة والنهایة (۷/ ۱۵۸)

بہادر ہیں، کیوں کہ جانباز کی شجاعت و بہادری کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ اپنے آپ کو بھڑکتے ہوئے معرکے میں ڈال دے۔ اس طرح کا اقدام ایسے بڑے بڑے ہی کر سکتے ہیں جن کو اس کے پیچھے جنت نظر آتی ہے، اور وہ اس کے مشتاق ہوتے ہیں۔ جس وقت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے یہ اقدام کیا اور دشمن کی صفوں میں بلا خوف و خطر گھس گئے اس وقت وہ دنیاوی مال و متاع کی محبت سے بالکل آزاد تھے، انہیں ان نعمتوں کی تمنا اور امنگ تھی جن کو اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ ❶

یہ بات گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے کہ جب کفار کا بادشاہ جرجیر قتل ہو گیا تو بربر کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی بالکل اسی طرح جس طرح پرندے بھاگتے ہیں۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور بغیر کسی مزاحمت کے ان کو قتل اور قید کرتے رہے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین کے ساتھ ہے، جب وہ اللہ کی راہ میں سچائی کا ثبوت دیں تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے ایسے حالات پیدا کرتا ہے جس سے انہیں مشکلات و شدائد سے نجات حاصل ہوتی ہے، اس معرکہ میں مسلمانوں کو بڑی مشکلات کا سامنا تھا، دشمن نے ان کا گھیراؤ کر رکھا تھا اور اس کی تعداد مسلمانوں کے مقابلے میں چھ گنا یا اس سے زیادہ تھی۔ اس صورت حال میں مسلمانوں کو چاروں طرف سے قتال کرنا تھا، دشمن کے مقابلے میں مٹھی بھر مسلمانوں کا قتال کرنا انتہائی مشکل تھا جیسا کہ راوی کا بیان ہے:

> ''اس وقت انتہائی نازک حالت سے مسلمان دوچار ہوئے، اس سے قبل ایسے بھیانک اور خوفناک منظر سے وہ دوچار نہیں ہوئے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس نازک وقت میں اس جانباز بہادر کو تیار کیا جس نے جانبازی کی بے نظیر مثال قائم کر دی، اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اسلامی لشکر کو ان مشکلات سے بچا لیا جس میں وہ مبتلا تھا۔ ❷

ہم یہاں ان جانبازوں کے موقف کو فراموش نہیں کر سکتے جو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے، وہ برابر اس کارنامے میں شریک رہے اگرچہ تاریخ نے ان کے ناموں کی فہرست پیش نہیں کی ہے، لیکن ان کا یہ فدائی کارنامہ تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ باقی رہے گا اور جب بھی دنیا میں امت کے جانبازوں کے مفاخر کا تذکرہ ہوگا انہیں ضرور یاد رکھا جائے گا، اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے سچے مجاہدین کے لیے جو وعدہ فرمایا ہے انہیں ضرور حاصل ہوگا۔ ❸

مسلمانوں نے افریقہ کی فتوحات میں اپنا سب کچھ پیش کر دیا، ان میں سے بہت سوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں افریقہ میں جہاد کرتے ہوئے جن نفوس نے اپنی جان اللہ کے سپرد کی ان میں سے ابوذؤیب ہذلی بھی ہیں جو ایک مشہور شاعر تھے، انہی کا یہ شعر ہے:

---

❶ التاریخ الاسلامی (۱۲/ ۳۹۰) ❷ ایضاً

❸ التاریخ الاسلامی (۱۲/ ۳۹۲)

واذا المنية انشبت اظفارها
الفيت كل تميمة لا تنفع

''جب موت اپنے ناخن چبھا دیتی ہے تو کوئی تعویذ کارگر نہیں ہوتا۔''

وتجلدی للشامتین اریهم
انی لریب الدهر لا أتضعضع ❶

معرکہ ذات الصواری:

افریقہ میں روم کو شکست فاش ہوئی اور روڈس سے لے کر برقہ تک اسلامی بحری بیڑے کے تسلط و غلبہ کی وجہ سے رومی ساحل خطروں سے گھر گئے۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے قسطنطین بن ہرقل نے اس بحری بیڑے کو اکٹھا کیا جسے رومیوں نے پہلے سے بنا رکھا تھا، اور ایک ہزار کشتیوں کے ساتھ مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لیے روانہ ہوا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اسلامی فوج کو اس حملے کو روکنے کا فرمان جاری فرمایا۔ چنانچہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام سے کشتیوں کو بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ فرمایا جو جا کر عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل گئے اور اس طرح شام و مصر کی کشتیوں کی کل تعداد دو سو ہوئی، جن کے سپہ سالار اعظم عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر یہ اسلامی لشکر روانہ ہوا، اس لشکر میں وہ جانباز و بہادر مجاہدین شامل تھے جو گزشتہ معرکوں میں داد شجاعت حاصل کر چکے تھے، اور اس سے قبل مختلف و متعدد معرکوں میں فتح و نصرت سے ہمکنار ہو چکے تھے جس کی وجہ سے دشمن کی کوئی حیثیت ان کی نگاہوں میں باقی نہ رہی تھی۔ دشمن کے مقابلے میں کشتیوں کی قلت کے باوجود وہ دشمن سے ذرا بھی خائف و ہراساں نہ ہوئے، مسلمان سمندر میں اتر پڑے، ان کے دل و دماغ میں اللہ کے دین کو غالب کرنا اور دشمن کی شان و شوکت کو مٹانا تھا۔ اس تاریخی معرکے کے مختلف اسباب تھے جن میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ زبردست حملے جو مسلمانوں نے رومیوں پر افریقہ میں کیے۔
۲۔ مسلمانوں کے بحری غلبہ کے بعد رومیوں کا اپنے مشرقی اور جنوبی ساحل پر شکست خوردہ ہونا۔
۳۔ رومیوں کو یہ خطرہ وخوف لاحق ہونا کہ کہیں مسلمانوں کی بحری قوت مضبوط نہ ہو جائے اور وہ قسطنطنیہ پر براہ راست حملہ کرنے کا پروگرام مرتب کرنے لگیں۔
۴۔ قسطنطین بن ہرقل نے یہ ارادہ کیا کہ خشکی اور شام و مصر اور برقہ کے سواحل پر مسلسل شکست اور نقصان کے بعد اپنی ہیبت و رعب دوبارہ قائم کیا جائے۔
۵۔ رومیوں نے ایسا معرکہ برپا کرنا چاہا جس کے خوش آئند نتائج کا انہیں یقین ہو چلا تھا، تاکہ بحر متوسط میں ان کا غلبہ باقی رہے اور اپنے جزیروں کی حفاظت کر سکیں، پھر یہاں سے وہ عرب ممالک کے ساحلوں پر

❶ تاریخ الاسلام للذهبی، عهد الخلفاء الراشدين، ص (۳۵۹)

حملہ آور ہو سکیں۔

۶۔ اسکندریہ پر دوبارہ قابض ہونے کی کوشش، کیوں کہ اس کا مقام و مرتبہ رومیوں کے نزدیک مسلم تھا، اور پھر تاریخی حیثیت سے یہ امر ثابت ہے کہ اسکندریہ کے باشندوں نے اس سلسلہ میں قسطنطین بن ہرقل شاہ روم سے خط و کتابت کی تھی۔

یہ معرکہ ذات الصواری کے بعض اسباب ہیں۔ ❶

یہ معرکہ کہاں پیش آیا:

مورخین اس سوال کا کوئی متفقہ جواب نہ دے سکے، اور عربی مراجع و مصادر اس جگہ کی تعیین نہ کر سکے، ہمارے علم کے مطابق صرف ایک مرجع میں اس کی تعیین کی گئی ہے، اور دوسرے میں کہا گیا ہے کہ رومیوں نے اس کا رخ کیا۔

''فتح مصر واخبارہا'' ❷ میں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کا خطبہ ذکر کیا گیا ہے جس میں انہوں نے مسلم مجاہدین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ رومی ایک ہزار کشتیوں کے ساتھ تمہاری طرف چل چکے ہیں...... لیکن مقام معرکہ کی تعیین نہیں کی۔

''تاریخ طبری'' ❸ میں ۳۱ھ کے واقعات کے بیان میں افریقہ میں مسلمانوں کو رومیوں پر جو فتح و کامیابی حاصل ہوئی اس کا ذکر کرتے ہوئے مصنف نے ذات الصواری کا ذکر کیا ہے، اور فرمایا ہے: مسلمان کثیر تعداد میں مقابلے کے لیے نکلے، مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد رومیوں کے مقابلے میں کبھی جمع نہ ہوئی تھی۔

''الکامل فی التاریخ'' ❹ نے بھی معرکہ کے موقع و محل کا تذکرہ نہیں کیا ہے، لیکن اس معرکہ کے وقوع پذیر ہونے کے سبب کو افریقہ میں مسلمانوں کی فتح و نصرت سے مربوط کیا ہے۔

''البدایہ والنہایہ'' ❺ میں ہے کہ جب عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے افریقہ میں افرنگیوں اور بربروں پر مسلسل فتوحات حاصل کیں تو رومیوں کو جوش آیا اور وہ قسطنطین بن ہرقل کے ساتھ جمع ہو گئے اور مسلمانوں کی طرف اتنی بڑی تعداد میں روانہ ہوئے جسے اسلامی تاریخ نے اس سے قبل نہیں دیکھا تھا۔ یہ لوگ پانچ سو کشتیوں پر نکلے اور مغرب کے ممالک میں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا رخ کیا۔

''تاریخ الامم الاسلامیہ'' ❻ نے بھی موقع و محل کا ذکر نہیں کیا ہے۔ ❼

---

❶ ذات الصواری/ شوقی ابو خلیل ص (٦٠، ٦١)

❷ ذات الصواری/ شوقی ابو خلیل ص (٦١)

❸ تاریخ الطبری (٥/ ٢٩٠)

❹ الکامل فی التاریخ (٣/ ٥٨) طبعة البابی الحلبی القاهرة.

❺ البداية والنهاية (٧/ ١٦٣)

❻ تاریخ الامم الاسلامیة/ الخضری (٢/ ٢٩)

❼ ذات الصواری ص (٦٢)

البتہ ڈاکٹر شوقی ابوخلیل نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ یہ معرکہ اسکندریہ کے ساحل پر واقع ہوا تھا اور اس ترجیح کے مندرجہ ذیل وجوہ واسباب ہیں:

❀ ''النجوم الزاہرہ'' میں اس بات کی صراحت ہے کہ ذات الصواری کا معرکہ اسکندریہ کی جانب سمندر میں واقع ہوا تھا۔ ❶

❀ تاریخ ابن خلدون میں مذکور ہے ❷ کہ پھر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے فوجوں کو روانہ کیا اور ممالک کو زیر کیا، لوگ آپ کے تابع ہوئے پھر آپ مصر واپس ہو گئے، اور جب ابن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے افریقہ میں فتح ونصرت حاصل کر لی اور مصر واپس ہو گئے تو قسطنطین بن ہرقل نے چھ سو کشتیوں کے ساتھ اسکندریہ کا رخ کیا۔

❀ رومی بحری بیڑے کا اپنا شاندار ماضی رہا ہے، وہ ذات الصواری سے قبل بحر متوسط کا تاجدار رہا ہے، وہ اسلامی سواحل پر حملہ آور ہونے کی جرأت رکھتا تھا، اس لیے ڈاکٹر شوقی ابوخلیل نے رومی بیڑے کے اسکندریہ کے سواحل پر اس کی بازیابی کے لیے آدھمکنے کو ترجیح دی ہے، کیوں کہ اسکندریہ رومیوں کے لیے انتہائی اہم مقام رہا تھا، اور وہاں کے باشندوں نے سابق شاہ روم سے اس سلسلہ میں خط وکتابت بھی کی تھی۔ اس طرح ان کے خیال میں اس نوخیز اسلامی بحری بیڑے کا خاتمہ بھی آغاز ہی میں ہوسکتا تھا جس کو عربوں نے مصر میں تیار کرنا شروع کر دیا تھا، اور اس طرح بحر متوسط اور اس کے جزیروں پر روم کا تسلط برقرار رہ سکتا تھا۔

❀ خارجی مراجع ذات الصواری کا مقام ''فونیکہ'' کو قرار دیتے ہیں جو اسکندریہ کے مغرب میں ''مرسی مطروح'' شہر کے قریب واقع ہے اس طرح یہ مراجع ذات الصواری کے محل ومقام کی مکمل تحدید کرتے ہیں۔ ❸

معرکہ کی تفصیلات:

مالک بن اوس بن حدثان کا بیان ہے: میں ذات الصواری میں اسلامی فوج کے ساتھ شریک تھا۔ سمندر میں ہماری دشمن سے مڈبھیڑ ہوئی، ہم نے اس سے قبل اتنی کثیر تعداد میں کشتیاں نہ دیکھی تھیں، ہوا کا رخ بھی ہمارے خلاف اور رومی کشتیوں کے موافق تھا، ہم کچھ ساعت لنگر انداز رہے، اور دشمن بھی ہمارے قریب لنگر انداز ہو گیا، ہم نے رومیوں سے کہا: ہمارے اور تمہارے درمیان امن وامان رہے گا انہوں نے کہا یہ ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔ ❹ پھر مسلمانوں نے رومیوں سے یہ مطالبہ کیا کہ اگر تم چاہو تو ہم

❶ النجوم الزاهرة فی ملوك مصر و القاهرة (۱/ ۸۰)
❷ تاريخ ابن خلدون (۲/ ٤٦٨)
❸ ذات الصواری ص (٦٤)
❹ تاريخ الطبری (۵/ ۲۹۲)

ساحل پر اتر کر جنگ کر لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کس کو فتح ہوتی ہے، اور اگر چاہو تو سمندر ہی میں جنگ ہو جائے۔

مالک بن اوس کا بیان ہے کہ مسلمانوں کا یہ مطالبہ سن کر رومیوں نے کبر وغرور میں شور مچایا: ''پانی، پانی، پانی'' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رومیوں کو اپنے بحری تجربہ ومہارت پر کس قدر اعتماد و ناز تھا، اور فتح ونصرت سے متعلق کس قدر پر اُمید تھے، کیوں کہ بحری فنون حرب کا قدیم تجربہ ومہارت ان کو حاصل تھی، اس لیے وہ فتح و نصرت کی خواہش سے لبریز تھے خاص طور سے ان کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ مسلمان اس میدان میں ناتجربہ کار اور نئے ہیں۔ [1]

فریقین نے سمندر کی پشت پر یہ رات گزاری اور مسلمان انتہائی مشکل حالات سے دوچار رہے۔ مسلم سپہ سالار نے اپنے ساتھیوں سے کہا: آپ حضرات ہمیں مشورہ دیں کہ کیا کیا جائے؟ انہوں نے کہا: آج ہمیں موقع دیں تاکہ ہم اپنے امور کی ترتیب کر لیں اور دشمن کا جائزہ لے لیں۔ مسلمانوں نے یہ رات نماز ودعا اور ذکر وتہجد میں گزاری۔ شہد کی مکھیوں کی آواز کی طرح ان کے ذکر ودعا سے موجوں کے تھپیڑوں کے نغمات کے ساتھ سماں بندھ گیا۔ ادھر رومی اپنی کشتیوں میں ناقوس بجانے میں مست رہے، اس طرح لوگوں نے صبح کی۔ قسطنطین نے قتال کرنے میں جلدی کرنے کا ارادہ کیا، لیکن عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو صبح کی نماز باجماعت پڑھائی اور اس سے فراغت کے بعد اصحاب حل وعقد سے مشورہ کیا، اور پھر اس مشورہ کے نتیجے میں انتہائی شاندار منصوبہ پر اتفاق ہوا۔ انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ سمندر میں ہوتے ہوئے ہم خشکی کی جنگ لڑیں گے، لیکن یہ مسلمانوں کے لیے کیسے ممکن ہوا؟ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے لشکر کو حکم دیا کہ وہ دشمن کی کشتیوں کے قریب ہو جائیں، وہ قریب ہو گئے یہاں تک کہ ان کی کشتیاں دشمن کی کشتیوں سے جا ملیں، رضا کار جانباز مجاہدین پانی میں اتر گئے اور اسلامی کشتیوں کو رومی کشتیوں سے مضبوط رسوں کے ذریعے سے باندھ دیا اور اس طرح سمندر کی سطح پر ایک ہزار دوسو کشتیاں ایک ساتھ ہو گئیں، ان میں سے ہر دس یا بیس کشتیاں زمینی میدان بن گئیں۔ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے اسلامی فوج کی صف بندی شروع کی، ان کو نصیحت کرتے اور تلاوت قرآن کی تلقین کرتے، خاص کر سورۂ انفال کی کیوں کہ اس سورت کے اندر وحدت، ثابت قدمی اور صبر کی تعلیم ہے۔ [2]

رومیوں نے قتال کا آغاز کر دیا، انہیں اپنی فتح ونصرت کا کامل یقین تھا اسی لیے تو انہوں نے پانی، پانی کی رٹ لگائی تھی، وہ فتح ونصرت سے پرامید ہو کر مسلمانوں کی کشتیوں پر ٹوٹ پڑے اور پہلی ضرب ہی میں وہ اسلامی بیڑے کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ رومی مسلمانوں کی پہلی صفوں کو توڑنے میں کامیاب ہو گئے، اور قتال کا کوئی اصول و ضابطہ باقی نہ رہا، طرفین کے لیے جنگ سنگین ثابت ہوئی، خوب خون بہے، پانی کی سطح رنگین ہو گئی اور سمندر سرخ

---

[1] ذات الصواری ص (٦٦) [2] ذات الصواری ، ص (٦٧)

ہو گیا۔ لاشوں پر لاشیں سمندر میں گرنے لگیں، اور سمندر کی موجوں نے کشتیوں کو ساحل پر پہنچا دیا۔ مسلمانوں کی کثیر تعداد نے جام شہادت نوش کیا اور لاتعداد رومی قتل کے گھاٹ اتر گئے۔ یہاں تک کہ بیزنطینی مورخ تیوفانس نے اس معرکہ کو رومیوں کے حق میں دوسرا یرموک قرار دیا۔ ❶ اور امام طبری نے بیان کیا کہ اس معرکہ میں خون پانی پر غالب آ گیا۔ ❷

رومیوں نے یہ کوشش کی کہ مسلمانوں کے سپہ سالار عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کی کشتی کو ڈبو دیں تاکہ اسلامی لشکر اپنے سپہ سالار سے محروم ہو جائے، چنانچہ ایک رومی کشتی آگے بڑھی اور زنجیروں کو عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کی کشتی پر ڈال دیا تاکہ اس کو کھینچ کر مسلم لشکر سے علیحدہ کر دیں، لیکن علقمہ بن یزید غطیفی نے سپہ سالار اور ان کی کشتی کو بچا لیا، چنانچہ ان زنجیروں پر خود کود پڑے اور اپنی تلوار سے ان کو کاٹ دیا۔ ❸

ان تمام حالات کے باوجود مسلمانوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا، اور اپنی عادت کے مطابق صبر و ثبات کا دامن تھامے رکھا، چنانچہ ان کے صبر و ثبات کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح و نصرت سے ہمکنار فرمایا۔ رومی بیڑے کے بچے کھچے حصے بھاگ کھڑے ہوئے، اور قریب تھا کہ قسطنطین مسلمانوں کی قید میں آ جائے جیسا کہ ابن عبدالحکم کا بیان ہے، لیکن فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ جب اس نے اپنی فوج کی تباہی و بربادی کا مشاہدہ کیا اور دیکھا کہ پانی میں اس کی فوج کی لاشیں تیر رہی ہیں اور سمندر کی موجیں انہیں ساحل پر اٹھا کر پھینک رہی ہیں اور اس کا وہ بحری بیڑا جس سے خیر و نصرت کی امید لگائے ہوئے تھا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر سمندر میں غرق ہو رہا ہے، تو زخموں سے چور پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہوا، حسرت اس کے دل کو کھائے جا رہی تھی، ناامیدی اور شکست کو لیے ہوئے جزیرہ صقلیہ پہنچا ❹ جہاں ہواؤں نے اسے پہنچا دیا تھا، اس جزیرہ کے باشندوں نے اس سے اس کے حالات معلوم کیے، اس نے انہیں جنگ کے حالات بتلائے، تو ان لوگوں نے کہا تو نے نصرانیت کے دشمنوں کو خوش کر دیا اور نصرانیت کے سپوتوں کو تباہ کر ڈالا، آج اگر مسلمان ہم پر حملہ آور ہو جائیں تو کوئی دفاع کرنے والا نہیں۔ ❺ انہوں نے اسے قتل کر دیا، اور اس کے ساتھ جو لوگ کشتی میں تھے انہیں چھوڑ دیا۔ ❻

معرکہ ذات الصواری کے نتائج:

۱۔ یہ مسلمانوں کے لیے پہلا فیصلہ کن بحری معرکہ تھا۔ نوخیز اسلامی بحری بیڑے نے اس میں صبر و ایمان، قوت و استقلال اور فکر سلیم کا مظاہرہ کیا، اور اسلامی ذہن کی منصوبہ بندی نے معرکہ کو دشمن کے لیے مشکل بنا دیا، اور اسلامی صفوں کو آسانی سے توڑنا ان کے لیے محال ہو گیا۔ اسی طرح مسلمان لمبے لمبے لوہے کے

❶ ذات الصواری ص (٦٧)
❷ تاریخ الطبری (٥/ ٢٩٣)
❸ ذات الصواری ص (٦٨)
❹ تاریخ ابن خلدون (٢/ ٤٦٨)
❺ ایضاً
❻ ذات الصواری ص (٦٨)

چنگل اور آنکس کے ذریعے سے اعداء کی کشتیوں کے بادبانوں کو کھینچ لیتے جو رومیوں کے لیے عظیم مصیبت ثابت ہوئی۔

۲۔ ذات الصواری مسلمانوں کے خلاف رومیوں کی سیاست میں حد فاصل ثابت ہوا۔ انہیں مصر و شام کی بازیابی اور اپنے رعب و ہیبت کی بحالی سے متعلق اپنی منصوبہ بندی کی ناکامی کا پتہ چل گیا۔ مسلمان اس رومی سمندر پر حاوی ہو گئے اور بحر روم کا نام ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا پھر مسلمانوں نے قبرص، کریت، کارسیکا، سردینیا، صقلیہ اور بلیار کے جزیروں کو فتح کر لیا اور جنیوا اور مرسیلیا پہنچ گئے۔

۳۔ قسطنطین قتل ہوا، اس کے بعد اس کا بیٹا حاکم بنا جو کم سن تھا، نتیجتاً اسلامی بحری و بری حملے کے حالات سازگار ہوئے اور مسلمانوں نے روم کی راجدھانی قسطنطنیہ کو نشانہ بنایا۔

۴۔ معرکہ سے قبل روحانی تیاری یا جسے آج معنوی توجیہ و ارشاد سے تعبیر کیا جاتا ہے کی فتح و نصرت کے لیے بڑی اہمیت ہے کیوں کہ ایسی صورت میں دل سچائی کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ایک مومن جو اپنی رات تہجد و ذکر میں گزارتا ہے ظاہری تیاری کے بعد اللہ کی عزت و عظمت سے مدد حاصل کرتا ہے، اور دشمن سے بلند ہمت و عزم کے ساتھ ملتا ہے، موت کا کوئی خوف اس کو لاحق نہیں ہوتا۔ اللہ ہر چیز سے بڑا ہوتا ہے۔ یہ معرکے جن کے تاریخی حالات ہم بیان کر رہے ہیں، ایک طبی نسخہ ہے جسے ہم تطبیق و عمل کے لیے پیش کر رہے ہیں تاکہ ہم اپنی زندگی میں اس سے مستفید ہوں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زندگیاں ہمارے لیے اسوہ اور رہنما ہیں تاکہ ہم اس کی اتباع کریں۔ ❶

۵۔ بحر متوسط بحر اسلامی قرار پایا۔ یہ بیڑہ رہزنی کے لیے نہیں بلکہ دعوت الی اللہ اور مشرکین کی شوکت و غلبہ کو توڑنے اور کتاب و سنت سے مستفاد تہذیب و تمدن کی نشر و اشاعت کے لیے تھا۔

۶۔ مسلمان بحری علوم، کشتیوں کی صنعت، اس کو مسلح کرنے، اس پر سے قتال کرنے اور علوم فلکیات کے استفادہ کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ سمندر میں ان کشتیوں کو چلا سکیں اور مختلف بحری آلات کے ذریعے سے اپنے موقع و محل سے واقف رہیں، چنانچہ اس کے نتیجے میں مسلمانوں نے آگے چل کر اسطرلاب (بحری قطب نما) دریافت کیا، اور اس کو ترقی بخشی یہاں تک کہ اسی سے بعد میں یورپین جہاز رانوں مثلاً کرسٹوفر، کولمبس، امریکو فیسبوشی نے اپنے اکتشافات میں استفادہ کیا۔ ❷

۷۔ یہ معرکہ عسکری تجربہ اور جنگی ساز و سامان اور نفری تفوق پر ٹھوس اور صحیح عقیدے کی بالادستی کے مظاہر میں سے اہم ترین مظہر ثابت ہوا۔ قدیم زمانے سے رومی سمندر کے ہیرو مانے جاتے تھے، اور بحری جنگوں میں

---

❶ ذات الصواری ص (۷۱، ۷۲)

❷ ذات الصواری ، ص (۷٦)

انہیں طویل تجربہ حاصل تھا اور اس کے مقابلے میں مسلمان طفل مکتب تھے، لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غلبہ و بلندی عطا کی کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان مومنوں کو روئے زمین میں اپنے دین کی نشرو اشاعت اور اپنے کلمے کو بلند کرنے کے لیے مسخر کر دیا تھا۔

اس معرکہ میں سپہ سالار عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کی قوت و ہمت، مستقل مزاجی، جنگ کی تنظیم پر اعلیٰ قدرت و صلاحیت قابل تعریف ہیں۔ دین اسلام کو غالب کرنے اور اسلامی سلطنت کی شان کو بلند کرنے کی راہ میں مسلمانوں کی جواں مردی اور قتال کا یہ معرکہ عظیم مظہر اور بین ثبوت ثابت ہوا۔ ❶

عثمانی فتوحات کے اہم دروس ومواعظ اور فوائد

مومنوں کے لیے الٰہی وعدہ کی تکمیل:

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں بہت سے ممالک اور شہروں پر مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی، اور اسلامی مملکت کے حدود کو وسعت ملی، محمدی سلطنت پھیلی اور مصطفوی رسالت زمین کے مشرق و مغرب میں پہنچ گئی، اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی صداقت لوگوں پر ظاہر ہوئی:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَ لَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْـًٔا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾﴾ (النور: ۵۵)

"تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کیے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا، جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے، اور یقیناً ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا جسے ان کے لیے وہ پسند فرما چکا ہے، اور ان کے اس خوف و خطر کو وہ امن و امان سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں۔"

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ

❶ التاریخ الاسلامی (۱۲/ ٤۰۷)

الْمُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾ (التوبہ: ۳۳)

''اسی نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ اسے اور تمام مذہبوں پر غالب کردے اگر چہ مشرک برا مانیں۔''

اور ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

((اذا هلك قيصر فلا قيصر بعده ، وإذا هلك كسرىٰ فلا كسرىٰ بعده ، والذى نفسى بيده لتفقن كنوزهما فى سبيل الله .))

''جب قیصر ہلاک ہو جائے تو پھر اس کے بعد قیصر نہ ہوگا، اور جب کسریٰ ہلاک ہو جائے تو اس کے بعد کسریٰ نہ ہوگا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ان دونوں کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔'' ❶

یہ سب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وقوع پذیر ہوا، اور اللہ کا وعدہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی۔ ❷

فنون حرب وسیاست میں تطور وترقی:

پچھلے زمانے میں قوموں کے درمیان جنگ زمین کے کسی ٹکڑے پر قبضہ کرنے کے لیے، یا کسی شہر یا قبیلہ پر ظلم وزیادتی کے سبب ہوا کرتی تھی، لیکن عہد رسالت اور عہد خلفائے راشدین میں اصول ومبادی کی خاطر جنگ شروع ہوئی، مسلمان اپنے عقیدہ کو روئے زمین پر غالب دیکھنا چاہتے تھے، لہٰذا ان کی ٹکر فاسد اور منحرف عقائد سے ہوئی، مثلاً مشرکین و مجوس کے عقائد۔ لیکن جنگی ترقی کا دائرہ یہیں تک محدود نہیں رہا بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جنگ نے ایک نیا اسلوب اختیار کیا، وہ یہ کہ مسلم مجاہدین جنگ سے قبل اپنے دشمنوں کو اسلام، یا جزیہ، یا مقابلہ کا اختیار دیتے، چنانچہ مسلمانوں کی ان فتوحات سے ایک نادر وانوکھی سیاست وجود پذیر ہوئی جس کو تمام اقوام عالم نے پسند کیا، الا یہ کہ جس کے دل میں عدل ومساوات کے خلاف بغض ہو جس کے نتیجے میں وہ فتنہ پردازی اور نافرمانی وسرکشی پر اتر آئے، اس طرح کے لوگوں نے بسا اوقات مسلمانوں کو شدت اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ ❸

فوج میں لازمی بھرتی:

فوج میں لازمی بھرتی کا آغاز عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا اور عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی جاری رہی۔ معرکہ قادسیہ اصل سبب بنا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لازمی بھرتی کی قرارداد جاری کی۔ آپ نے صوبوں کے گورنروں کو حکم جاری کیا کہ ہر طاقت یا رائے یا گھوڑا یا اسلحہ کے مالک جانباز کو حاضر کیا جائے۔ اگر برضا ورغبت آتا ہے تو

❶ مسلم/ الفتن (۲۹۱۸، ۲۹۱۹)　❷ البداية والنهاية (۷/ ۲۱۶)
❸ عصر الخلفاء الراشدين/ د۔ عبدالحميد بخيت ص (۲۱۶)

ٹھیک ورنہ جبراً ان کو جمع کرو، اور اس سلسلہ میں جلدی کرنے کا مطالبہ کیا۔ نیز اپنے مشہور عزم و دور اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا: کسی کو نہ بخشا جائے، اسے میرے پاس ضرور روانہ کرو، جلدی کرو، جلدی کرو۔ ❶

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جہاد کے لیے فوج میں لازی بھرتی سے متعلق سوچ رہے تھے۔ جب مختلف شعبوں سے متعلق دیوان مرتب کیے گئے اور مسلمانوں کے لیے سالانہ وظیفے مقرر کیے گئے تو آپ کی اس سوچ وفکر نے عملی جامہ اختیار کیا، اور دیوان کے آغاز کے ساتھ سرکاری فوجی بھرتی شروع ہوئی، اور سرکاری فوجوں کے لیے بیت المال سے تنخواہیں اور عطیات مقرر کیے گئے۔

جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کو بحری جہاد کی اجازت فرمائی تو انہیں حکم فرمایا کہ لوگوں کو اختیار دیں، ان کو نکلنے پر مجبور نہ کریں تاکہ لوگ اس بحری مہم پر برضا و رغبت روانہ ہوں، البتہ خشکی کی مہموں پر اسلامی فتوحات کا سلسلہ جاری رکھنے کے لیے باتنخواہ سرکاری فوجوں پر شرکت لازی قرار دی۔ ❷

اسلامی خلافت کی سرحدوں کی حفاظت و اہتمام:

چوں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سلطنت اسلامی میں وسعت ہوتی رہی اس لیے اس کے نتیجے میں اعدائے اسلام کے حملوں سے اسلامی حدود کی حفاظت و نگرانی مرابط فوجوں کو ان سرحدوں پر مقرر کر کے یا مختلف حفاظتی فوجی مراکز کے قیام کے ذریعے سے باقی رہی چنانچہ پہلا خط جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اسلامی سرحدوں پر مقرر فوجی جرنیلوں کو تحریر فرمایا وہ یہ تھا:

''امابعد!

تم مسلمانوں کے محافظ اور ان سے دفاع کرنے والے ہو، ہم جانتے ہیں بلکہ ہمارے سامنے ہی عمر رضی اللہ عنہ نے تمہارے اصول و ضابطے مقرر کیے تھے۔ ہم اس کے اندر تغیر و تبدل کو پسند نہیں کرتے، اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ تمھیں بدل دے گا، اور تمہارے بدلے دوسروں کو لائے گا، پس دیکھو تم کیسا کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جو ذمہ داری مجھ پر ڈالی ہے میں اس کو ادا کر رہا ہوں۔'' ❸

ادارتی امور میں آسانی پیدا کرنے کی خاطر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو شام، جزیرہ اور ان کی سرحدوں کی ولایت ایک ساتھ سونپ دی، اور انہیں مکلّف کیا کہ شمشاط کی سرحد پر بذات خود حملہ کریں یا پھر روم کے ساتھ جنگ و جہاد کی رغبت رکھنے والے تجربہ کار، شجاعت کے پیکر، ان اکابرین، جرنیلوں میں سے جو اس کو پسند کریں ان کو اس مہم پر روانہ کریں۔ ❹

---

❶ اتمام الوفاء، ص (۷۰) ❷ النظم الاسلامیة/ صبحی الصالح ص (۴۸۹)
❸ تاریخ الطبری (۵/ ۲۴۴)
❹ الادارة العسکریة فی الدولة الاسلامیة (۲/ ۴۶۶)

اسی طرح آپ نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو لکھا کہ وہ انطاکیہ کی سرحد پر کچھ لوگوں کو مقرر کر دیں، اور ان کے لیے وہاں جاگیریں مقرر کر دیں، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ❶

آپ سرحدوں کا بے حد اہتمام فرماتے تھے اور وہاں ایسے لوگوں کو روانہ کرتے تھے جو وہاں کی خبریں ان کو پہنچائیں۔ ❷

جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے عموریہ پر حملہ کیا اور انطاکیہ اور طرسوس کی سرحدوں کے درمیان واقع قلعوں کو رومی فوجوں سے خالی پایا تو وہاں پر شام، جزیرہ اور قنسرین کی فوجوں کی ایک جماعت کو متعین فرما دیا، اور انہیں وہاں ٹھہرنے کا حکم فرمایا تاکہ غزوات سے لوٹنے کے دوران یہ ان کی پشت پناہی کر سکیں۔

پھر اس کے ایک سال یا دو سال بعد یزید بن حر عبسی کو موسم گرما کی جنگ پر روانہ کیا ❸ اور انہیں حکم دیا کہ وہ بھی ایسا ہی کریں، موسم گرما و سرما میں جنگ کرنے والے جرنیل جب روم میں داخل ہوتے تو وہ ایسا ہی کرتے تھے، وہاں کثیر تعداد میں فوج کو اس وقت تک کے لیے چھوڑ جاتے جب تک کہ وہ دشمن کی سرزمین سے واپس نہ آجاتے۔ ❹

معاویہ رضی اللہ عنہ نے شامی ساحلوں کے انتظام و انصرام کے دوران اپنی شجاعت اور انتظامی صلاحیت کا اچھی طرح مظاہرہ کیا۔ ❺

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا کہ اسکندریہ کی سرحد کی حفاظت مرابط فوج کا ایک لشکر وہاں مقرر کر کے کریں اور ان کی تنخواہیں جاری رکھیں، اور مرابطین کی باری باری ڈیوٹی لگاتے رہیں، تاکہ مسلسل دشمن کے مقابلے میں ڈٹے رہنے کی وجہ سے انہیں ضرر لاحق نہ ہو۔ اور فرمایا تم جانتے ہو کہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اسکندریہ کی کس قدر فکر رکھتے تھے۔ روم نے دو مرتبہ عہد کو توڑا تھا، چنانچہ آپ نے وہاں مرابطین کو متعین فرما دیا تھا، اور ان کی تنخواہیں جاری رکھی تھیں اور ہر چھ ماہ پر ان کا تبادلہ کر دیا کرتے تھے۔ ❻

خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ کے جرنیلوں کی عادت تھی کہ جب وہ فتوحات میں آگے بڑھتے اور دشمن کے قلعوں پر قبضہ کرتے تو اس میں ترمیم و صلاح کرتے، جیسا کہ اس سے پہلے مسلم جرنیل کیا کرتے تھے، پھر اس میں مسلم مرابط فوج کو ٹھہرا دیتے اور دیگر نئے دفاعی اور حفاظتی اضافے کرتے۔ وہ قلعے جس کی ترمیم و اصلاح معاویہ رضی اللہ عنہ

---

❶ فتوح البلدان / البلاذری (۱/ ۱۷۵)

❷ الخراج صناعة الكتابة/ ابن قدامة ص (٤١٣)

❸ الادارة العسكرية فى الدولة الاسلامية (۲/ ٤٦٧)

❹ الادارة العسكرية فى الدولة الاسلامية (۲/ ٤٦٧)

❺ الادارة العسكرية فى الدولة الاسلامية (۲/ ٤٦٧)

❻ فتوح مصر ص (۱۹۲)

نے کی ان میں سے فرات کے یہ قلعے ہیں، سمیساط، ملطیہ، شمشاط، کمخ، قالیقلا۔ یہ وہ قلعے ہیں جن پر مسلمان عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں آرمینیہ کی فتح کے وقت قابض ہوئے اور اس میں ترمیم واصلاح کر کے فوج کو اتارا۔ ❶

قالیقلا میں سالار لشکر حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ نے دو ہزار آدمیوں کو آباد کیا، اور ان کے لیے جاگیریں مقرر فرمائی اور انہیں وہاں مرابط قرار دیا۔ ❷

خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ نے سالار لشکر حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ کو مکلف کیا کہ وہ شام وجزیرہ کی سرحدوں پر اقامت پذیر ہوں تاکہ ان کا انتظام وانصرام اور حفاظت کر سکیں۔ ❸

جب براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے قزوین کی سرحد کو فتح کیا تو وہاں مسلم فوج میں سے پانچ سو کو متعین کیا، ان پر ایک جرنیل مقرر کیا اور ان کو جاگیریں، زمینیں اور جائدادیں عطا کیں جس میں دوسروں کا کوئی حق نہیں رکھا۔ ان لوگوں نے اسے آباد کیا، نہریں جاری کیں اور کنویں کھودے۔ ❹

اور جس وقت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے طمیسہ ❺ فتح کیا تو وہاں دو ہزار افراد کو مرابط مقرر کیا اور ان پر ایک قائد مقرر فرمایا۔ ❻ علاوہ ازیں بہت سے حفاظتی مراکز عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں قائم کیے گئے جو اسلامی سلطنت کی سرحدوں کی حفاظت کے لیے فوجوں کو تیار کرتے تھے۔ ❼

خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں موسم سرما وگرما کی جنگوں کا اہتمام فرمایا اس کے لیے آسانیاں اور سہولیات فراہم کیں، ہر سال اس کا اہتمام کیا جاتا، اور آپ کے اکابر سالار اور والیان اس ذمہ داری کو سنبھالتے، مثلاً معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ جنھوں نے گرما کی فوجوں کو گزرنے کے لیے منبج ❽ کا پل تعمیر کیا جس کا وجود اس سے قبل نہ تھا۔ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے والی معاویہ رضی اللہ عنہ کو روم پر چڑھائی کی ذمہ داری سونپی، اور انہیں حکم دیا کہ وہ موسم گرما کی فوج کی قیادت جس کو منتخب کریں سونپ دیں، چنانچہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے سفیان بن عوف کو متعین فرمایا جو برابر عہد عثمانی میں گرمائی فوج کی قیادت سنبھالے رہے، اور یہ گرما وسرما کے حملے صرف خشکی کی سرحدوں تک محدود نہ رہے بلکہ عہد عثمانی میں یہ سمندر کو بھی اسی طرح محیط رہے۔ ❾

اہل شام وعراق کے درمیان مال غنیمت کی تقسیم:

حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کوفہ سے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی مدد پہنچنے سے قبل آرمینیہ میں رومیوں کو شکست دے دی،

❶ من تاريخ التحصينات/ محمد عبدالهادي ص (٤٣٤)

❷ فتوح البلدان (١/ ٢٣٤)

❸ فتوح البلدان (١/ ٢٤١)

❹ الادارة العسكرية (٢/ ٤٦٩)

❺ طبرستان کا ایک شہر ہے۔

❻ الادارة العسكرية (٢/ ٤٦٩)

❼ الادارة العسكرية (٢/ ٤٧٠)

❽ ایک پرانا شہر ہے۔

❾ الادارة العسكرية (٢/ ٤٧٠)

اور شامی فوج کو بہت سارا مال غنیمت ہاتھ آیا، اور جب کوفہ کی امدادی فوج پہنچی تو مال غنیمت کی تقسیم سے متعلق اختلاف رونما ہوا، چنانچہ حبیب بن مسلمہ نے اس سلسلہ میں معاویہ کو تحریر بھیجی، اور پھر معاویہ نے خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کو تحریر بھیج کر اس سلسلہ میں دریافت کیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اہل شام کو حکم فرمایا کہ وہ مال غنیمت کی تقسیم میں اہل عراق کو شامل کرلیں، حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے یہ حکم نامہ شامی فوج کو پڑھ کر سنایا، سب نے امیر المومنین کے لیے سمع وطاعت کو ظاہر کیا، پھر یہ مال غنیمت شامی اور عراقی دونوں فوجوں کے درمیان تقسیم کیا گیا۔ ❶

دشمن کے مقابلے میں متحدہ موقف کا اہتمام:

عہد عثمانی میں عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے خراسان پر قیس بن الہیثم سلمی کو اپنا نائب مقرر کیا۔ قیس وہاں سے روانہ ہوئے، طبسین، باذغیس، ہراۃ اور قہستان سے بہت بڑی فوج جمع کی، اور چالیس ہزار فوج لے کر پہنچے۔ پھر قیس بن الہیثم سلمی نے عبداللہ بن خازم سے مشورہ طلب کیا کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا میرا خیال یہ ہے کہ تم اس ملک کو میرے لیے چھوڑ دو، میں اس کا امیر ہوں، اور عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ جب خراسان میں جنگ ہو تو میں اس کا امیر ہوں گا۔ پھر اس سے متعلق عمدا گھڑی ہوئی تحریر پیش کردی۔ قیس نے اس سلسلہ میں اس سے تکرار کو ناپسند کیا، اور اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دیا اور امارت اس کو سونپ دی۔ قیس بن الہیثم نے اپنے اس فعل سے متحدہ موقف اور اتحاد کو برقرار رکھنا چاہا تاکہ اختلاف کی وجہ سے فوج میں کمزوری نہ رونما ہو جائے اور پھر شکست کھانی پڑے، بہر حال اللہ کے فضل سے دشمن پر مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ ❷

صلح کی شرائط میں فوجی ضروریات کی فراہمی کی شرط:

عہد عثمانی میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ انتہائی وسیع ہوگیا، جس کی وجہ سے آپ کے جرنیل بعض صلح کے معاہدوں میں یہ شرط رکھتے تھے کہ مویشی، کھانا، پینا جس کی اسلامی فوج کو زادِ راہ، خوراک اور نان ونفقہ کے طور پر ضرورت پڑسکتی ہے اس کی فراہمی یہ لوگ کریں گے، تاکہ فتوحات میں مدد ملے، مرکزی قیادت سے خوراک اور زادِ راہ لاد کر نہ لانا پڑے، اور اس کی طلب سے یہ بے نیاز رہیں تاکہ پوری دلجمعی سے جنگ کرسکیں اور دشمن کے مقابلہ پر پوری قدرت رکھیں۔ ❸

دشمن سے متعلق معلومات جمع کرنا:

خلیفہ راشد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اسلامی فتوحات مسلسل جاری رہیں، آپ خبروں کا اہتمام فرماتے اور بذات خود ان کو جمع کرتے، ان کا تجزیہ کرتے اور ان کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے۔ ❹ آپ کے جرنیل اپنے اسلاف کے نقش قدم پر قائم رہ کر مخبروں اور جاسوسوں کا اہتمام رکھتے، اور دشمن کی خبروں کو جمع

❶ الفتوح / ابن اعثم (۱/ ۳۴۱، ۳۴۲)
❷ الادارة العسكرية (۱/ ۱۸۹)
❸ تاريخ اليعقوبی (۲/ ۱۶۶، ۱۶۷)
❹ الطبقات (۳/ ۵۹)

کرتے۔ ❶ اسی طرح یہ لوگ معاہدوں کی شرطوں میں ایک بنیادی شرط یہ رکھتے تھے کہ وہ لوگ جن سے معاہدہ ہو رہا ہے مسلمانوں کے لیے خیر خواہی کریں گے، اور دشمن کے حملوں سے آگاہ کرتے رہیں گے، جاسوس ومخبر بن کر مسلمانوں کا تعاون کریں گے اور دشمن کی نقل وحرکت کی اطلاع برابر مسلمانوں کو دیتے رہیں گے۔ ❷

عبدالرحمٰن بن ربیعہ باہلی رضی اللہ عنہ عہد عثمانی کا ایک ممتاز جرنیل:

عبدالرحمٰن بن ربیعہ باہلی رضی اللہ عنہ دین پرست اور بلند طرز کے جرنیل تھے۔ عقیدہ کے ساتھ شدید تمسک کی وجہ سے اپنے روساء اور ماتحتوں کے نزدیک ایک طرح قابل اعتماد رہے، مزید برآں شجاعت و بہادری، پیش قدمی اور دینی احکام ومسائل کے علم کا ان پر کافی اثر رہا، اسی لیے سراقہ بن عمرو کے انتقال کے بعد سے لے کر اپنی شہادت تک ''باب الابواب'' علاقے کے والی اور کمانڈر رہے۔ خلفاء اور کوفہ میں والیان اور کمانڈروں کی تبدیلی کے باوجود آپ اپنے منصب سے معزول نہ کیے گئے جب کہ آپ کوفہ کی ولایت کے تابع تھے۔ عبدالرحمٰن بہادری کی جنگ کے وسائل پر ایمان رکھتے تھے اسی لیے نہ خیانت کرتے نہ غداری کرتے اور نہ پیچھے سے مارتے۔ ❸

آپ کے بلند کردار اور اچھی سیرت کا ''باب الابواب'' اور ''بحر خزر'' کے جنوب ومغرب کے علاقے میں امن و استقرار اور نظام کے استحکام کے سلسلہ میں بہت بہترین اور لاجواب اثر رہا۔ شمال میں اسلام کی نشر و اشاعت اور فتوحات کے لیے یہ علاقہ مرکز ثابت ہوا چنانچہ مختلف آزمائشوں اور مخالف لہروں کے باوجود چودہ سو سال سے آج تک یہ دُور دراز کے علاقے اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ ❹

تاریخ کے صفحات پر آپ نے ہمیشہ باقی رہنے والے جو نقوش چھوڑے ہیں ان میں سے یہ بھی ایک ہے کہ جب آپ لوگوں کو لے کر ''باب'' سے آگے نکلے تو سلطان شہریار نے کہا تم کیا کرنا چاہتے ہو؟ فرمایا: میرا مقصود ''بلنجر'' اور ''ترک'' ہیں، اس نے کہا: ہم تو اتنے میں خوش ہیں کہ وہ ہمیں ''باب'' کے پیچھے چھوڑ رکھیں ادھر کا رخ نہ کریں، عبدالرحمٰن نے کہا: لیکن ہم اس سے خوش نہیں جب تک کہ میں ان کے ملک میں گھس نہ جاؤں، اللہ کی قسم ہمارے ساتھ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہمارا امیر اجازت دے دے تو ہم ان کے ذریعے سے ردم (یعنی سد ذوالقرنین) تک پہنچ جائیں۔ سلطان نے کہا وہ کون ہیں؟ عبدالرحمٰن نے کہا وہ وہ لوگ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف ہیں، اور پورے عزم و اخلاص کے ساتھ اس دین میں داخل ہوئے ہیں، دور جاہلیت میں وہ حیا و شرافت کے حامل تھے، اسلام لانے کے بعد ان کی حیاء و شرافت میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ یہ دین ان کے لیے برابر قائم رہے گا، اللہ کی مدد و نصرت ہمیشہ ان کے ساتھ رہے گی جب تک دوسرے ان کے اندر تبدیلی نہ رونما کر دیں اور یہ اپنی حالت سے پھر نہ جائیں۔ ❺

❶ الادارة العسكرية (١/ ٤٠٣) ❷ ایضاً ❸ قادة الفتح الاسلامی ارمينية ص (١٥٥)
❹ قادة الفتح الاسلامی فی ارمينية ص: (١٥٦) ❺ الکامل/ ابن اثیر (٣/ ٢٩-٣٠)، تاریخ الطبری (٥/ ١٤٦)

عبدالرحمٰن نے بلنجر پر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں چڑھائی کی تو ترکوں نے کہا: اس شخص کو ہم پر چڑھائی کرنے کی جرأت اسی لیے ہوئی کہ اس کے ساتھ فرشتوں کی جماعت ہے جو انہیں موت سے بچاتی ہے چنانچہ ترک ان کے مقابلے سے بھاگ کھڑے ہوئے اور قلعہ بند ہو گئے، اور آپ مال غنیمت اور فتح ونصرت کے ساتھ بلنجر سے دو سو فرسخ کے فاصلے پر بیضاء میں اپنے شہسواروں کے ساتھ پہنچ کر واپس ہوئے، اس وقت آپ کے ساتھیوں میں سے کوئی بھی قتل نہ ہوا۔ ❶

دین کے ساتھ پختہ وابستگی اور مسلسل فتوحات کی وجہ سے مسلمانوں کی ہمتیں انتہائی بلند اور دیگر اقوام کی ہمتیں انتہائی پست تھیں، کیوں کہ مسلمان جن قوموں سے قتال کرتے ان پر غالب آتے، اسی لیے ترک مسلمانوں کے مقابلے سے بھاگ کھڑے ہوئے اور قلعہ بند ہو گئے، چنانچہ اس معرکہ میں عملی طور پر لڑائی نہیں ہوئی، اور مسلمانوں میں سے کوئی شہید نہ ہوا۔ ❷

عبدالرحمٰن بن ربیعہ الباہلی عظیم تقویٰ اور انتہائی کریمانہ اخلاق کے حامل تھے، مغلوب اقوام کے ساتھ آپ کے برتاؤ کا امن واستقرار کے قیام اور اسلام کی نشر واشاعت میں بڑا گہرا اثر رہا۔ آپ انتہائی وفادار اور حد درجہ کے امین تھے۔ باب کے بادشاہ نے، مسلمانوں کے اس علاقہ کو فتح کرنے سے قبل اپنا ایک ایلچی ہدیہ وغیرہ کے ساتھ چین کے بادشاہ کے پاس روانہ کیا۔ اتفاق سے یہ ایلچی اس وقت واپس ہوا جب یہ علاقہ مسلمان فتح کر چکے تھے، اس کے ساتھ چین کے بادشاہ کی جانب سے باب کے بادشاہ کے لیے ہدیہ تھا جس میں ایک قیمتی سرخ یاقوت تھا، ایلچی کی واپسی کے وقت بادشاہ عبدالرحمٰن باہلی کی مجلس میں موجود تھا۔ بادشاہ نے اپنے ایلچی سے اس یاقوت کو لیا، پھر اسے عبدالرحمٰن کو پیش کیا۔ عبدالرحمٰن نے اسے دیکھ کر فوراً بادشاہ کو واپس کر دیا۔ اس سے بادشاہ اس قدر متاثر ہوا کہ پکار اٹھا کہ ''یہ یاقوت اس ملک (باب الابواب) سے زیادہ قیمتی ہے۔ اللہ کی قسم آپ لوگ آل کسریٰ سے زیادہ میرے نزدیک محبوب حکام ہو، اگر میں ان کی سلطنت میں ہوتا اور ان کو اس کی خبر ملی ہوتی تو وہ اسے مجھ سے ضرور چھین لیتے۔ اللہ کی قسم اگر تم اور تمہارا سلطان اکبر اسی طرح وفاداری کرتے رہے تو تمھیں کوئی زیر نہیں کر سکتا۔ ❸

مسلم جرنیل کی امانت اور وفاداری پر ''الباب'' کے بادشاہ کا شدید تعجب وحیرت کا شکار ہونا بجا تھا کیوں کہ اس نے اپنی پوری عمر خیانت وغداری کے ماحول میں گزاری تھی، پھر جب اس نے مسلمانوں کی مثالی امانت داری اور وفاداری کا مشاہدہ کیا تو اپنے نفس پر ضبط نہ کر سکا اور اپنی ضائع شدہ سلطنت بھول گیا، اور امانت ووفاداری سے متاثر ہو کر اپنے دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے کلمات کے ذریعے سے اپنے شعور واحساس کی تعبیر پیش کی۔ ❹

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ١٤٦)
❷ قادة الفتح الاسلامی فی ارمينية ص: (١٥٥)
❸ تاریخ الطبری (٥/ ١٤٨)
❹ قادة الفتح الاسلامی فی ارمينية ص (١٥٤)

عبدالرحمٰن باہلی جانتے تھے کہ یہ یاقوت کہ جس کی قیمت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اس پر قبضہ نہ ان کا شخصی حق ہے اور نہ مسلمانوں کے بیت المال کا حق ہے، لہٰذا ان کے نزدیک یاقوت اور مٹی کی حیثیت برابر تھی۔

عبدالرحمٰن باہلی بڑے کریم اور مہمان نواز، خوددار و غیرت مند، پرہیزگار و متقی اور دین کی گہری بصیرت اور فہم رکھنے والے تھے، اکثر عمر مجاہد و والی کی حیثیت سے گزارنے کے باوجود دنیا کا مال و متاع اپنی ملکیت میں نہ رکھا، اور ۳۲ھ میں بلنجر کے علاقے میں جام شہادت نوش فرمایا۔ [1]

عبدالرحمٰن بن ربیعہ الباہلی عہد عثمانی کی فتوحات کے سپہ سالاروں میں سے ہیں، آپ کو صحابیت کا شرف حاصل ہے، آپ نے تاخیر سے اسلام قبول کیا تھا۔

سلمان بن ربیعہ الباہلی رضی اللہ عنہ عہد عثمانی کا ایک ممتاز جرنیل:

صحابی جلیل سلمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ عنہ کوفہ کے سب سے پہلے قاضی ہیں۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شریح سے قبل ان کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا تھا، اور جب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ دوبارہ کوفہ کے والی مقرر ہوئے تو انہوں نے بھی آپ کو قضا کا منصب سونپا۔ آپ قادسیہ میں شریک ہوئے، وہاں قضا کی ذمہ داری سنبھالی، پھر آپ مدائن کے قاضی مقرر ہوئے، ہر انسان قضاء کی صلاحیت نہیں رکھتا، اور خاص کر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں کوفہ کا قاضی بننا آسان نہ تھا جب کہ ایک طرف کوفہ بڑے بڑے عرب اور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھرا تھا اور دوسری طرف مختلف اقوام و قبائل کے لوگ وہاں مخلوط تھے۔ ان حالات میں آپ کا کوفہ کا قاضی ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ دین حنیف کے زبردست عالم اور استقامت، عدل و تدین، متوازن قوی عقلیت اور قوی موثر شخصیت کے حامل تھے، جس کی وجہ سے سب کے نزدیک قابل اعتماد رہے۔ مدائن کی فتح اور ''الباب'' کے معرکہ میں مال غنیمت کی تقسیم کی ذمہ داری بھی آپ نے نبھائی، جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی شخصیت ہر طرح کے شکوک و شبہات سے پاک تھی، آپ انتہائی صالح و نیک انسان تھے، ہر سال حج کرتے۔ آپ سے بعض کبار تابعین نے روایت کی ہے۔ آپ بلند اخلاق کی نادر مثال تھے۔ آپ انتہائی کریم و مہمان نواز، خوددار و غیرت مند، وفادار، سچے اور محبّ خیر تھے، جو اپنے لیے پسند کرتے لوگوں کے لیے بھی وہی پسند کرتے، شہادت کے وقت اپنے لیے کوئی دینار اور گھر نہ چھوڑا جب کہ پوری زندگی جہاد، قضاء اور امارت میں گزری۔

قائدانہ صفات میں اپنے ساتھیوں پر فوقیت رکھتے تھے، چنانچہ جب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے حاکم ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیتے ہوئے لکھا کہ کوفہ والوں کا ایک امدادی دستہ اہل شام کے لیے ایسے شخص کی قیادت میں روانہ کرو جس کی قوت و شجاعت اور اسلام تمہیں پسند ہو تو ولید نے بلاتردد اس اہم اور خطرناک

[1] قادۃ الفتح الاسلامی فی ارمینیۃ / محمود شیت خطاب، ص (۱۵۰)

ذمہ داری کے لیے سلمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا، حالاں کہ وہاں اسلامی فتوحات کے عظیم کمانڈر اور جرنیل موجود تھے، لیکن سب پر آپ کو ترجیح دی کیوں کہ آپ امداد وقوت اور شجاعت و بہادری کی نادر مثال تھے، اور اس کے ساتھ ورع اور تقویٰ کے پیکر تھے۔ آپ انتہائی بہادر، پیش قدمی کرنے والے، جلد امداد کو پہنچنے والے اور جنگی فنون کے ماہر اور تجربہ کار تھے، کیوں کہ ایک طویل مدت آپ نے جنگ میں گزاری تھی اور آپ کو لوگوں کی قیادت کا طویل تجربہ تھا، اونٹوں کے جوڑوں پر قصاب کے ضرب لگانے سے زیادہ دشمن پر ضرب لگانے کے ماہر تھے۔ ❶ جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ماہر تیر انداز تھے، آپ شہسواری کے ماہر تھے، گھوڑوں کا گہرا تجربہ رکھتے تھے، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں گھوڑوں کے ذمہ دار تھے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہر شہر میں جہاد کے لیے بہت سے گھوڑے پال رکھے تھے، صرف کوفہ میں چار ہزار گھوڑے تھے، اسلامی حدود پر جب کفار حملہ آور ہوتے تو مسلمان مجاہدین ان گھوڑوں پر سوار ہو کر ان سے قتال کے لیے روانہ ہو جاتے۔ ❷ اور سلمان رضی اللہ عنہ کوفہ میں گھوڑوں کے ذمہ دار تھے۔ ❸

آپ انتہائی بہادر شہسوار تھے، سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی اس تلوار سے سو جنگی اسلحوں سے لیس سپاہیوں کو قتل کیا، یہ سب کے سب غیر اللہ کو پوجنے والے تھے، کسی شخص کو میں نے باندھ کر قتل نہیں کیا۔ آپ اپنے مدمقابل کافر اور غیر اللہ کو پوجنے والے دشمن کو بھی میدان جنگ میں دھوکہ سے قتل نہیں کرتے تھے بلکہ اس کو آگاہ کرتے اور ایک دوسرے پر مدمقابل کی طرح حملہ کرتے اور موقع پا کر اس کو قتل کر دیتے، چنانچہ یہ قتل نہ دھوکے سے ہوتا اور نہ باندھ کر ہوتا تھا۔ ❹

آپ سچے ومخلص مثالی مجاہد تھے جو اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے جہاد کیا کرتا ہے، وہ اس کی پروا نہیں کرتا کہ اللہ کی راہ میں کس پہلو پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے۔ آخر کار یہ مرد مجاہد اپنے خون میں لت پت گر پڑا، لیکن اس کی تلوار اس کے ہاتھ سے نہ چھوٹی، یہ ہر سپاہی اور ہر جرنیل کے لیے تابناک اور شرف و بزرگی سے پر ماضی اور ہمیشہ روشن رہنے والے نادر کارناموں میں بہترین نمونہ واسوہ ہے۔ ❺

۳۲ھ یا ۳۳ھ ❻ میں فقیہ ومحدث، قاضی عادل، بے داغ امین، دور اندیش منتظم، دلیر سپاہی، بہادر شہسوار اور فاتح سپہ سالار سلمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ ❼

---

❶ تهذیب ابن عساکر (٦/ ٢١٠)، تاریخ الطبری (٥/ ٣٠٩)
❷ قادة الفتح الاسلامی فی ارمینیة ، ص (١٦٩)
❸ اسد الغابة فی معرفة الصحابة/ ابن اثیر (٢/ ٣٢٧)
❹ الاستیعاب فی معرفة الاصحاب (٢/ ٦٣٣)
❺ قادة الفتح الاسلامی فی ارمینیة ص (١٧٠)
❻ قادة الفتح الاسلامی فی ارمینیة ص (١٧١)
❼ قادة الفتح الاسلامی فی ارمینیة ص (١٧٢)

حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ عہد عثمانی کا ایک ممتاز جرنیل:

حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کم سنی کے باوجود ایک میدان قتال سے دوسرے میدان قتال کی طرف منتقل ہوتے رہتے، کبھی فاتح کی حیثیت سے اور کبھی امداد کے لیے۔ آپ نے جتنے معرکوں میں حصہ لیا فتح ونصرت ہمیشہ آپ کے ساتھ رہی۔ آپ مدینہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مجاہد کی حیثیت سے حاضر ہوئے، اس وقت آپ کم سن تھے۔ آپ نے غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پرچم تلے شرکت فرمائی، اسی غزوہ سے آپ نے جہاد کا آغاز فرمایا، اس وقت آپ تقریباً بیس سال کے تھے۔ ❶

جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں مضبوط اور طاقت ور پایا تو ان کا عملی طور سے تجربہ کرنا چاہا کہ آپ کس طرح کے لوگوں میں سے ہیں، چنانچہ آپ پر مال کے خزانوں اور اسلحوں کے ذخائر کی ذمہ داری پیش کی، آپ نے مال سے اعراض کرتے ہوئے اسلحوں کے ذخائر کی ذمہ داری قبول فرمائی، ظاہر ہے کہ مال پر اسلحے کو ترجیح دینا اس جرنیل کے خصائص میں سے ہے جس کے اندر سپاہ گری کی محبت پیوست ہو چکی ہو۔ یرموک کی فیصلہ کن جنگ میں آپ نے کردوس کی قیادت کا منصب سنبھالا، جب کہ اس وقت آپ کی عمر صرف ۲۴ سال تھی یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قیادت کے آثار کم عمری میں ہی آپ پر نمایاں تھے، جب کہ آپ کا عنفوان شباب تھا۔

عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو الجزیرہ کا حاکم اور سپہ سالار مقرر فرمایا حالاں کہ یہ آسان نہ تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ ہر کسی کو اس طرح کا اعلیٰ منصب عطا فرمائیں، کیوں کہ عمر رضی اللہ عنہ کو قائد کے اندر معین صفات مطلوب ہوتی تھیں جن کا آپ برابر اہتمام فرماتے تھے اور جو لوگوں میں بہت کم پائی جاتی ہیں، آخر میں عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو آرمینیہ اور آذربیجان کا حاکم مقرر فرمایا، یہ علاقہ انتہائی وسیع ہے اور اس علاقے کے باشندوں کی طبیعت کی شدت اور مسلمانوں کے بنیادی مراکز سے دوری کے اعتبار سے قیادت کا یہ منصب انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ ❷

عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی آپ نے قیادت وادارت کی ذمہ داری سنبھالے رکھی۔ آپ بڑے بہادر، جری اور اقدام کرنے والے تھے، موریان سے قتال کے لیے آپ چھ ہزار کی فوج لے کر آگے بڑھے، جب کہ دشمن کی تعداد ستر ہزار تھی، آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اگر دشمن نے صبر سے کام لیا اور تم بھی صبر سے کام لے کر مقابلہ میں ڈٹے رہے تو ان کے مقابلہ میں تم اللہ سے قریب ہو گے، اور اللہ تعالیٰ تمہارا ساتھ دے گا۔ اور اگر انہوں نے صبر سے کام لیا اور تم نے گھبرا کر صبر کا دامن چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہو گا۔ پھر رات کے وقت دشمن پر حملہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی: ''اے اللہ اس رات کے چاند کو ہم سے موخر کر دے، اور بارش کو روک لے اور میرے ساتھیوں کے خون کو محفوظ کر دے، اور ان کو شہیدوں میں لکھ لے۔'' آخر اللہ تعالیٰ

---

❶ جس وقت آپ نے جزیرہ کی قیادت کا منصب سنبھالا اس وقت آپ کی عمر ۲۸ سال تھی۔
❷ جس وقت آپ نے آرمینیہ اور آذربیجان کی قیادت سنبھالی اس وقت آپ کی عمر ۳۳ سال تھی۔

نے انہیں فتح عطا فرمائی۔ ❶

یہاں فتح وانتصار کے اسباب میں سے ایک سبب ایمان کے ساتھ دشمن پر اچانک رات کا حملہ تھا جس کی وجہ سے دشمن کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ❷ شجاعت و پیش قدمی میں آپ اپنی افواج کے لیے زندہ آئیڈیل تھے۔ آپ آگے سے اپنی فوج کی قیادت فرماتے، ان سے کہتے میرے پیچھے آؤ۔ آپ سلامتی و عافیت کو ترجیح دیتے ہوئے پچھلی صفوں میں نہیں رہتے تھے۔ جس وقت آپ نے موریان پر راتوں رات حملہ کا عزم فرمایا اور اس کا ذکر بیوی کے کانوں میں پڑا تو اس نے دریافت کیا کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا: موریان کا شامیانہ یا جنت۔ آپ نے راتوں رات دشمن پر حملہ کر دیا اور راستے میں جو ملے ان کو قتل کرتے گئے اور جب شامیانہ میں پہنچے تو دیکھا آپ کی بیوی وہاں آپ سے پہلے پہنچی ہوئی ہے۔ ❸ تنہا آپ ہی اپنی فوج کے لیے نمونہ شجاعت نہ تھے کہ جس نے اپنے جوہر شجاعت سے ان کے لیے بہترین مثال قائم کی ہو بلکہ آپ کی بیوی بھی بہادر تھی، فدائیت وقربانی میں بڑے بڑے سورما اس کے نقش قدم کو اختیار کرتے تھے۔ ❹

آپ اپنے فوجیوں سے مشورہ لیتے اور ان کے مشوروں کو قبول فرماتے اور صرف اپنی رائے کو ترجیح نہ دیتے، آپ چپکے سے کان لگا کر لوگوں کی باتیں سنتے تاکہ اپنے فوجیوں کے خیالات کو معلوم کر سکیں اور ان میں سے جو رائے اچھی ہوتی اس پر عمل پیرا ہوتے، اس کے علاوہ معرکہ سے قبل، اس کے دوران اور بعد میں شوریٰ کی کانفرنسیں قائم کرتے، ایک روز آپ نے سنا کہ ایک فوجی کہہ رہا ہے: اگر مجھ سے حبیب مشورہ لیں تو میں ان کو ایسا مشورہ دوں گا جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ ہمیں فتح و نصرت عطا کرے گا، اور ان شاء اللہ آسانی حاصل ہو گی۔ حبیب رضی اللہ عنہ نے اس فوجی کی یہ بات کان لگا کر سنی۔ ساتھیوں نے اس فوجی سے کہا: تم کیا مشورہ دو گے؟ اس نے کہا: میں ان کو یہ مشورہ دوں گا کہ شہسواروں کو پہلے روانہ کریں اور پھر اپنی فوج لے کر ان کے پیچھے نکلیں، یہ شہسوار رات ہی میں پہنچ کر دشمن پر حملہ کر دیں، اور یہ اپنی فوج کے ساتھ فجر طلوع ہوتے ہی وہاں جا پہنچیں، اس سے دشمن یہ سمجھے گا کہ بڑی امدادی فوج مسلمانوں کے لیے پہنچ چکی ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دے گا، اور پھر دشمن مرعوب ہو کر شکست خوردہ ہو جائیں گے۔ ❺

فوجی کی اس بات کو سن کر حبیب رضی اللہ عنہ نے شہسواروں کو جمع کیا اور انہیں چاندنی رات میں بارش کی حالت میں روانہ کیا، پھر ان کے پیچھے اپنا لشکر لے کر نکلے اور صبح سویرے دشمن کے پاس پہنچ گئے، اور دشمن پر ہلہ بول دیا، دشمن شکست خوردہ ہوا اور مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت حاصل ہوا۔ ❻

---

❶ تهذيب/ ابن عساكر (٤/ ٣٧)
❷ قادة الفتح الاسلامي في ارمينية ص (١٨٩)
❸ قادة الفتح الاسلامي في ارمينية ص (١٨٩)
❹ قادة الفتح الاسلامي في ارمينية ص (١٨٩)
❺ تهذيب/ ابن عساكر (٤/ ٣٧)
❻ قادة الفتح الاسلامي في ارمينية ص (١٩٠)

حبیب رضی اللہ عنہ صاحب فکر و تدبیر تھے، غور و فکر کر کے اندازہ لگاتے پھر اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرتے۔ میدان قتال کا جائزہ لیتے، دشمن سے متعلق مکمل معلومات حاصل کرتے اور پھر علم و بصیرت پر مبنی عسکری منصوبہ تیار کرتے۔

حبیب رضی اللہ عنہ کی جہادی کارروائیاں سوچی سمجھی اسکیم اور منصوبہ کے تحت ہوا کرتی تھیں، بغیر سوچی سمجھی اسکیم کے تحت کوئی کارروائی نہیں کرتے تھے، اس لیے خطرناک معرکوں میں بھی فتح و نصرت آپ کے ساتھ رہی، ان خصائص کے ساتھ ساتھ حبیب رضی اللہ عنہ صادق الایمان حقیقی مومن تھے اور جب بھی دشمن پر حملہ آور ہوتے یا کسی قلعے کا محاصرہ کرتے تو اس موقع پر یہ بابرکت کلمات کہنا آپ کو انتہائی محبوب ہوتا ((لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم .)) ❶

حبیب رضی اللہ عنہ نادر الوجود قائد تھے۔ نادر الوجود قائد کے اوصاف و خصائص آپ کے اندر جمع تھے جیسے من جانب اللہ غیر معمولی طبیعت، اکتسابی علم، عملی تجربہ، ❷ اور اللہ پر اعتماد۔

حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اسلامی فتوحات میں ایسی خدمات پیش کی ہیں جنھیں فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ آپ بلاشبہ عہد عثمانی میں اسلامی فتوحات کے عبقری قائدین میں سے ہیں۔ اس بے نظیر قائد کی وفات ۴۲ھ میں ہوئی، اس وقت آپ کی عمر ۵۴ سال قمری تھی۔ سالوں کے اعتبار سے آپ کی عمر کم تھی، لیکن کارہائے نمایاں کے اعتبار سے زیادہ تھی۔ وقت کے اعتبار سے تھوڑی لیکن آپ کے آثار و نقوش صدیاں گزرنے کے باوجود باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس صحابی جلیل، دور اندیش منتظم، ماہر سیاست، اور فتح مند قائد حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ سے راضی ہو۔ ❸

---

❶ تهذيب/ ابن عساكر (٤/ ٣)

❷ قادة الفتح الاسلامى فى ارمينية ص (١٩٢)

❸ قادة الفتح الاسلامى ص (١٨٧)

(۴)

ایک مصحف پر امت کو جمع کرنے کا عظیم کارنامہ

عثمان رضی اللہ عنہ کے عظیم ترین مفاخر میں سے امت کو ایک مصحف پر جمع کرنا ہے۔ کتابت قرآن کے دو مراحل ہیں۔

پہلا مرحلہ...... عہد نبوی میں

یہ بات قطعی دلائل سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کا جو حصہ نازل ہوتا فوراً اس کو ضبط تحریر میں لانے کا حکم فرماتے۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ کتابت قرآن کے لیے کاتبین وحی مقرر تھے یہاں تک کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کتابت قرآن کی وجہ سے کاتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب سے معروف ومشہور تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں فضائل قرآن کے بیان میں ((بـاب كتـاب الـنبی صلی اللہ علیہ وسلم)) ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین'' کے نام سے مستقل باب قائم کیا ہے اور اس میں دو حدیثیں روایت کی ہیں:

پہلی حدیث: ......ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وحی لکھا کرتے تھے۔ ❶

دوسری حدیث: ...... براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت کریمہ...... ﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ادع لی زيدا و ليجی ء باللوح والدواة و الكتف او الكتف و الدواة)) ❷

''زید کو بلاؤ، تختی اور دوات وشانہ، یا شانہ اور دوات لے کر آجائیں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ہجرت مدینہ سے قبل قرآن کے لکھوانے کا اہتمام فرماتے تھے، مکہ کے کاتبین وحی میں سے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ تھے۔ بعد میں یہ مرتد ہو گئے اور دوبارہ فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا۔ اس سلسلہ میں ان کا واقعہ مشہور ہے جس کا ذکر میں اس سے قبل کر چکا ہوں، اور یہ بات بھی مشہور ہے کہ چاروں خلفائے راشدین کاتبین وحی میں سے تھے۔ شاید یہ لوگ مکہ میں قرآن لکھا کرتے تھے۔ عہد مکی میں قرآن کے لکھے ہوئے ہونے کی دلیل عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا واقعہ اسلام ہے کہ جب وہ اپنی ہمشیر کے پاس پہنچے تو ان کے ہاتھ میں ایک صحیفہ تھا جس میں سورہ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی۔ نیز قرآن میں خود اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا ہے کہ

---

❶ البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم (٤٩٨٦)

❷ البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم (٤٩٩٠)

قرآن صحیفوں میں جمع شدہ تھا۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝﴾ (البينة : ٢)

''اللہ کا ایک رسول جو پاک صحیفے پڑھتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت مکمل قرآن تحریری شکل میں موجود تھا لیکن ایک جلد کے اندر جمع نہ کیا جا سکا تھا۔ کھجور کی شاخوں اور پتھروں وغیرہ پر لکھا ہوا تھا، لوگوں کے سینوں میں محفوظ تھا، سینوں اور صحیفوں میں محفوظ ہونے کے ساتھ ساتھ ہر سال رمضان میں ایک مرتبہ جبریل امین نبی کریم ﷺ پر قرآن پیش فرماتے تھے، اور جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس سال رمضان میں دو مرتبہ پیش فرمایا۔ ❶

چوں کہ بعض احکام و تلاوت کے نسخ کا خطرہ لگا رہتا تھا (اور اسی طرح قرآن کا نزول بھی مرتب نہ تھا، بلکہ حالات و ضروریات کے مطابق کبھی کسی سورت کی چند آیات نازل ہوتیں کبھی کسی سورت کی اور کبھی آگے کی سورت اور کبھی پیچھے کی) اس لیے نبی کریم ﷺ نے قرآن کو ایک جلد کے اندر جمع نہ کرایا، لیکن جب آپ کی وفات سے قرآن کے نزول کا سلسلہ مکمل ہو گیا اور اب کسی آیت میں حکم کے منسوخ ہونے یا نازل ہونے کا موقع نہ رہا تو اللہ تعالیٰ نے خلفائے راشدین کو قرآن کو ایک جلد میں جمع کرنے کا الہام فرمایا اور قرآن کی حفاظت کا وعدہ پورا فرمایا۔ ❷

دوسرا مرحلہ...... ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں

معرکہ یمامہ میں حفاظ قرآن کی ایک کثیر تعداد نے جام شہادت نوش کیا جس کے نتیجے میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن کو جمع کرایا ❸ اور یہ عظیم ذمہ داری آپ نے صحابی جلیل زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو سونپی، چنانچہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: معرکہ یمامہ کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلا بھیجا، میں پہنچا تو وہاں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمر میرے پاس آئے اور کہا: معرکہ یمامہ میں بہت سے قراء قتل ہو گئے ہیں، اور مجھے خوف ہے کہ اگر دوسرے معرکوں میں اسی طرح قراء قرآن قتل ہوتے رہے تو قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا۔ میری رائے ہے کہ آپ جمع قرآن کا حکم جاری فرمائیں۔ اس پر میں (ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے عمر سے کہا کہ میں ایسا کام کیسے کروں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟ ❹

❶ البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کان جبریل یعرض القرآن علی النبی ﷺ (٤٩٩٨)

❷ المدينة النبوية فجر الاسلام والعصر الراشدی ص (٢٤٠) بحواله فتح الباری (٩/ ١٢)

❸ حروب الردة و بناء الدولة الاسلامية/ احمد سعيد ص (١٤٥)

❹ یعنی ایک جلد میں کیسے جمع کروں جب کہ یہ کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا ہے۔

عمر نے کہا: واللہ یہ کار خیر ہے، پھر برابر عمر مجھ سے اس کے لیے اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے میرا سینہ کھول دیا، جس کے لیے عمر کا سینہ کھولا تھا، اور اب میری بھی وہی رائے ہے جو عمر کی ہے۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم عقل مند نوجوان آدمی ہو، تم پر کوئی اتہام نہیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وحی لکھا کرتے تھے لہٰذا تم قرآن کو تلاش کر کے جمع کرو۔ ❶

زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم اگر وہ مجھے کسی پہاڑ کو منتقل کرنے کا حکم فرماتے تو وہ میرے لیے جمع قرآن سے زیادہ مشکل نہ ہوتا، چنانچہ میں نے قرآن کو کھجور کی ٹہنیوں، پتھر کی سلوں، لوگوں کے سینوں، چمڑوں اور شانہ کی ہڈیوں سے جمع کیا، یہاں تک کہ سورۂ توبہ کی آخری آیات: ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾﴾ (التوبة: ١٢٨) سے آخری سورت تک صرف ابوخزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ملیں۔ ❷

یہ مصحف تیار کر کے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ کر دیا گیا، وہ آپ کی زندگی میں آپ کے پاس رہا، پھر آپ کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی تحویل میں آ گیا اور آپ کی وفات کے بعد ام المومنین حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس رہا۔ ❸

جمع قرآن کے دوسرے مرحلے کے بعض نتائج:

حروب ردہ میں بہت سے صحابہ کی شہادت کی وجہ سے قرآن کے ضائع ہو جانے کا خطرہ لاحق ہوا جس کے نتیجہ میں قرآن کی جمع و تدوین کا کام عمل میں آیا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس وقت حفاظ و علماء اپنے افکار و سلوک اور تلواروں کے ذریعے سے اسلام اور مسلمانوں کی شان و شوکت کو بلند کرنے کے لیے جہاد و عمل میں سب سے پیش پیش رہتے تھے، چنانچہ یہ خیر امت تھے جنھیں لوگوں کے لیے وجود بخشا گیا تھا، لہٰذا بعد میں آنے والوں کو ان کی اقتدا اور پیروی کرنی چاہیے۔

---

❶ یعنی تمہارے پاس اور دوسروں کے پاس جو نوشتے موجود ہیں اور لوگوں نے جو یاد کر رکھا ہے اس کی مدد سے قرآن کو ایک مصحف میں مدون کر دو۔

❷ چوں کہ جمع قرآن کے لیے یہ شرط رکھی گئی تھی کہ زبانی بھی ہو اور ضبط تحریر میں بھی ہو، اور یہ آیات ان دونوں شرائط کے ساتھ صرف ابو خزیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھیں۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ یہ آیات کسی اور صحابی کو یاد نہ تھیں یا کسی اور کے پاس ضبط تحریر میں نہ تھیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں شرطوں کے ساتھ صرف ابوخزیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھیں جن کی گواہی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دے رکھا تھا۔ یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ جمع قرآن کے لیے اصل وہ نوشتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس محفوظ تھے، اور اس سے مزید دیگر صحابہ کے پاس جو نوشتے تھے اور سینوں میں محفوظ تھا اس سے مدد لی گئی اور اس طرح پورے کا پورا قرآن تواتر کے ساتھ ضبط تحریر میں لایا گیا۔ (مترجم)

❸ البخاري (٤٩٨٦).

مصالح مرسلہ کے پیش نظر قرآن کو جمع و مدون کیا گیا اور اس کی سب سے بڑی دلیل ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ سوال ہے کہ ہم کیسے وہ کام کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا ہے؟ عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے: ''ایسا کرنا بہتر ہے۔'' اور بعض روایات میں یوں آیا ہے کہ ''اللہ کی قسم یہ بہتر ہے اور اسی میں مسلمانوں کی مصلحت ہے۔'' اور یہ بالکل وہی جواب ہے جو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سوال پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ خواہ وہ روایت جس میں مصلحت کا لفظ وارد ہے صحیح ہو یا نہ ہو لیکن ''ایسا کرنا بہتر ہے'' کا ماحصل یہی ہے۔ قرآن کی جمع و تدوین میں مسلمانوں کی مصلحت شروع میں مصالح مرسلہ کے اصول پر مبنی تھی اس کے بعد جب تمام حضرات نے صریح یا ضمنی اقرار کے ذریعے سے موافقت کر دی تو اس کام کے لیے اجماع صحابہ منعقد ہو گیا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مصالح مرسلہ ان حضرات کے نزدیک جو اس کی حجیت کے قائل ہیں اجماع کی سند بن سکتی ہے۔ اصول فقہ کی کتابوں میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

اس واقعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح محبت و احترام کے پرسکون ماحول میں اجتہاد کرتے تھے، اور ان کا ہدف ومقصود ان نتائج تک پہنچنا تھا جو مسلمانوں کے مصالح عامہ کے حق میں ہوں۔ یہ حضرات صحیح رائے کو قبول کرتے، افہام و تفہیم کے بعد جب شرح صدر ہو جاتا اور وہ کسی رائے سے مطمئن ہو جاتے تو پھر اس کی طرف سے دفاع کرتے، جیسے کہ شروع سے ہی ان کی یہی رائے تھی۔ اس جذبہ وحوصلہ کی وجہ سے بہت سے اجتہادی مسائل میں ان کے اجماع کا انعقاد ممکن ہوا۔ [1]

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جمع قرآن کے لیے منتخب کرنے کے اہم اسباب:

۱۔ آپ نوجوان تھے، آپ کی عمر ابھی صرف ۲۱ سال تھی، اس لیے آپ اس کام کے لیے زیادہ سرگرم اور چاق و چوبند ہو سکتے تھے۔

۲۔ آپ عقل رسا کے مالک تھے، آپ کے اندر اس کی زیادہ اہلیت پائی جاتی تھی، آپ اس کام کی نزاکت کو زیادہ سمجھ سکتے تھے، اور اللہ تعالیٰ جسے عقل رسا عطا فرماتا ہے اس کے لیے خیر کے راستے آسان کر دیتا ہے۔

۳۔ آپ ثقہ اور قابل اعتماد تھے، ہر طرح کے شکوک وشبہات اور اتہامات سے پاک تھے۔ اس لیے لوگوں میں آپ کا عمل قابل قبول ہوگا، نفس مائل ہوں گے اور اس سے دل مطمئن ہوں گے۔

۴۔ آپ کاتب وحی رہ چکے تھے اس سلسلہ میں آپ کو پرانا تجربہ تھا، اور عملی طور سے یہ کام آپ کر چکے تھے یہ کوئی نیا کام نہ تھا۔ [2]

۵۔ مزید برآں آپ ان چار ممتاز افراد میں سے تھے جنھوں نے عہد نبوی میں مکمل قرآن حفظ کر رکھا تھا۔ قتادہ

---

[1] الاجتهاد فی الفقه الاسلامی/ عبدالسلام السليمانی ص (۱۲۷)

[2] التفوق والنجابة على نهج الصحابة/ احمد العجمی ص (۷۳)

سے روایت ہے: میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کن لوگوں نے حفظ قرآن مکمل کر رکھا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا: چار افراد نے جو سب کے سب انصار میں سے تھے: ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابوزید رضی اللہ عنہم۔ ❶

تدوین قرآن کے سلسلہ میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جو طریقہ کار اختیار فرمایا وہ یہ تھا کہ آپ اس وقت تک مصحف میں کوئی چیز تحریر نہ فرماتے جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ یہ تحریر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عمل میں آئی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے حفظ کر رکھا ہے۔ صرف حفظ پر اعتماد نہ کرتے جب تک کہ وہ تحریری شکل میں موجود نہ ہو، کیوں کہ صرف حفظ کی صورت میں وہم و خطا کا خطرہ موجود تھا، اور کسی سے کوئی تحریر اس وقت تک قبول نہ کرتے جب تک وہ دو گواہ نہ پیش کر دے کہ یہ تحریر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عمل میں آئی ہے اور ان وجوہ واحرف میں سے ہے جس پر قرآن نازل ہوا ہے۔ ❷

اس نہج پر زید رضی اللہ عنہ پوری احتیاط اور انتہائی تلاش و جستجو اور باریک بینی کے ساتھ تدوین قرآن میں لگے رہے۔ ❸

عہد نبوی اور عہد صدیقی کی کتابت قرآنی میں فرق:

عہد نبوی اور عہد صدیقی کی کتابت میں یہ فرق تھا کہ عہد نبوی میں قرآن مختلف صحیفوں، تختیوں، کھجور کی ٹہنیوں، تنوں اور بانس اور دیگر اشیاء پر تحریر کیا گیا تھا، اس کی سورتیں ترتیب سے ایک لڑی میں نہیں جمع کی گئی تھیں لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں کتابت قرآن کے سلسلہ میں یہ اہتمام کیا گیا کہ قرآن کو صحیفوں میں لکھا گیا، ہر سورت کو صحیفے میں آیات کی اس ترتیب کے ساتھ مدون کیا گیا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے یاد کی تھی۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ذمہ داری تھی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں کتابت شدہ قرآن کو صحیفوں میں تحریر میں لائیں اور ہر سورت کی آیتوں کو صحیفے میں توقیفی ترتیب کے ساتھ مدون کریں۔ ❹

تیسرا مرحلہ...... عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد میں

عہد عثمانی میں قرآن کی جمع و تدوین کا سبب:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آرمینیہ اور آذربیجان میں اہل شام اور اہل عراق کی اسلامی فوجیں ایک ساتھ جنگ لڑ رہی تھیں، ان کے درمیان قرآن کی قراءت میں اختلاف رونما ہوا جس سے حذیفہ رضی اللہ عنہ بے حد پریشان ہوئے اور عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: یہود و نصاری

❶ سیر اعلام النبلاء (۲/ ٤٣١)
❷ التفوق و النجابة علی نهج الصحابة ص ٧٤ .
❸ الانشراح ورفع الضيق بسيرة ابی بكر الصديق / الصلابی ، ص (٢٠٦) .
❹ المدينة النبوية فجر الاسلام و العصر الراشدی (٢/ ٢٤١)

کی طرح کتاب الٰہی میں اختلاف رونما ہونے سے قبل اس امت کی خبر لیجیے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو کہلا بھیجا کہ قرآن آپ ہمیں بھیج دیں، اس کے مختلف نسخے کرا کے ہم آپ کو واپس کر دیں گے۔ ام المومنین نے قرآن کو عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ آپ نے زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا اور انہوں نے اس کے مختلف نسخے تیار کیے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے تینوں قریشی حضرات (عبداللہ، سعد، عبدالرحمٰن) سے فرمایا تھا کہ جب تمہارا قرآن کے کسی لفظ کے طرز تحریر میں زید بن ثابت سے اختلاف ہو تو اس کو قریش کی زبان میں لکھو کیوں کہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، اور جب یہ حضرات قرآن کو مختلف مصاحف میں منتقل کر چکے تو عثمان رضی اللہ عنہ نے اصل صدیقی نسخہ ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیا، اور پھر تیار کردہ مصاحف کا ایک ایک نسخہ خلافت اسلامیہ کے مختلف علاقوں کو بھیج دیا۔ اور اس کے علاوہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس ذاتی نسخے تھے اور انہوں نے اپنی یادداشت کے لیے اپنے اپنے ڈھنگ سے تحریر کر رکھے تھے انہیں جلا دینے کا حکم جاری کیا۔ ❶ (تاکہ بعد میں یہ چیز قرآن میں اختلاف کا سبب نہ ہو۔)

اس صحیح روایت سے ہمارے سامنے مختلف امور ثابت ہوتے ہیں:

- اگرچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قرآن کی جمع و ترتیب کا کام ہو چکا تھا، لیکن عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں جمع قرآن کا حکم نافذ فرمایا، اس کا اصل سبب قراءت قرآن میں مسلمانوں کے مابین اختلاف کا رونما ہونا تھا، قریب تھا کہ اس اختلاف کے سبب قرآن کے سلسلہ میں خطرناک فتنہ برپا ہو جائے، حالاں کہ قرآن ہی شریعت کی اصل، دین کا ستون اور امت کی معاشرتی، سیاسی اور اخلاقی عمارت کی اساس و بنیاد ہے۔ صورت حال یہ ہو گئی تھی کہ بعض لوگ کہنے لگے تھے یہ میری قراءت تمہاری قراءت سے افضل ہے، جس کی وجہ سے حذیفہ رضی اللہ عنہ پریشان ہو گئے، اور مسلمانوں کے امام و خلیفہ عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے، اور ان سے درخواست کی کہ اختلاف رونما ہونے سے پہلے امت کی خبر لیں تاکہ مسئلہ بڑھنے نہ پائے، اور یہ اختلاف سنگین صورت اختیار نہ کر لے، اور نص قرآنی میں اختلاف رونما نہ ہو جائے اور کلمات و آیات میں تبدیلی نہ واقع ہو جائے جیسا کہ یہود و نصاریٰ اس کا شکار ہو چکے ہیں۔
- یہ صحیح حدیث اس بات پر قطعی دلالت کرتی ہے کہ قرآن کریم صحیفوں میں لکھ کر ایک جلد میں لایا جا چکا تھا اور امت کا اس پر مکمل اتفاق ہو چکا تھا کہ جو کچھ اس میں مکتوب ہے وہ وہی قرآن ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبریل امین علیہ السلام کے واسطہ سے آخری دور میں حاصل ہوا۔ یہ قرآن خلیفہ اول ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ رہا، پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حفاظت میں منتقل ہوا، اور جب عمر رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آیا اور آپ نے انتخاب

❶ البخاری/ فضائل القرآن (٤٩٨٧)

خلیفہ کے لیے شوریٰ تشکیل دے دی تو اس قرآن کی حفاظت کے لیے ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے حق میں وصیت فرمائی۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں جمع قرآن کے لیے اسی نسخے پر اعتماد کیا اور اسی سے اپنا سرکاری مصحف تیار کرایا، اور چار مشہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو حفظ قرآن، کتابت حروف اور ادائے قراءت اور فہم اعراب ولغت کے ماہر تھے کتابت قرآن کا حکم دیا، جن میں سے تین قریشی تھے اور ایک انصاری زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے۔ جنھوں نے عہد صدیقی میں پہلی بار عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مشورے سے قرآن جمع کیا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ جنھیں عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع کے لیے منتخب فرمایا تھا ان کی تعداد بارہ تھی، ان میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور قریش وانصار کے دیگر حضرات تھے۔ ❶

❀ اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ عہد عثمانی میں فتوحات خلیفہ کی اجازت اور اس کے حکم سے جاری تھیں، اور فوجی قرارداد مدینہ دارالخلافہ سے صادر ہوتی تھیں، اور تمام اسلامی صوبے خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ کے تابع تھے، بلکہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تمام صوبوں میں صحابہ وتابعین کا اجماع تھا، اور یہ کہ شریعت کے اہم مسائل پر خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا جاتا تھا اور مدینہ دار سنت اور فقہاء صحابہ کا مرکز تھا۔ ❷

عہد عثمانی میں جمع قرآن کے لیے جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ:

عثمان رضی اللہ عنہ نے مہاجرین وانصار کو جمع کیا اور اس سلسلہ میں ان سے مشورہ کیا، ان میں امت کے نمائندہ افراد، ائمہ اعلام اور علماء صحابہ اور سرفہرست علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مشکل مسئلہ کو امت کے چنندہ اور ہدایت یاب قائدین کے سامنے پیش کیا۔ اس سلسلہ میں گفتگو کی، بحث ومباحثہ ہوا، اور مختلف پہلوؤں سے اس پر غور وخوض کیا، لوگوں کے خیالات معلوم کیے اور اپنی رائے پیش کی، لوگوں نے بصراحت آپ کی رائے کو قبول کیا جس سے اہل ایمان کے دلوں میں ادنیٰ شک وشبہ بھی باقی نہیں رہا، اور کسی نے بھی اس پر نکیر نہ کی، قرآن کا معاملہ امت کے ایک ادنیٰ فرد پر مخفی نہیں رہتا چہ جائیکہ علمائے ائمہ کبار پر مخفی رہے۔ ❸

جمع قرآن کے سلسلہ میں عثمان رضی اللہ عنہ نے کوئی بدعت ایجاد نہ کی، بلکہ آپ سے قبل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ کام کر چکے تھے اسی طرح آپ نے یہ کام صرف اپنی ذاتی رائے سے نہیں کیا بلکہ اس سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کر کے قدم بڑھایا اور آپ کے اس کام کو سب نے پسند کیا اور کہا: آپ کی رائے خوب رہی، مصاحف کے سلسلہ میں آپ نے بہت اچھا کیا۔ ❹

---

❶ عثمان بن عفان/ صادق عرجون ص (۱۷۱)

❷ المدینة النبویة فجر الاسلام والعصر الراشدی (۲/ ۲٤٤)

❸ عثمان بن عفان/ صادق عرجون ص (۱۷۵)

❹ فتنة مقتل عثمان بن عفان (۱/ ۷۸)

جب عثمان رضی اللہ عنہ نے دیگر خود نوشت مصاحف کو نذر آتش کیا تو مصعب بن سعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملے اور دیکھا کہ سبھی لوگ آپ کے اس فعل کو پسند کر رہے ہیں۔ ❶ اور علی رضی اللہ عنہ اس سلسلہ میں عثمان رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی کرنے سے منع کرتے تھے، اور فرماتے تھے: لوگو! عثمان رضی اللہ عنہ پر غلو نہ کرو، ان کے سلسلہ میں خیر ہی کہو، اللہ کی قسم انہوں نے قرآن کے سلسلہ میں جو کچھ کیا ہے ہم تمام صحابہ کے مشورہ سے کیا ہے۔ اللہ کی قسم اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو میں بھی وہی کرتا جو انہوں نے کیا ہے۔ ❷

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس بابرکت امر پر اتفاق کے بعد خواہشات نفسانی سے پاک ہر شخص پر یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے اس عظیم کارنامے پر جس کے ذریعے سے قرآن کریم کی انہوں نے حفاظت فرمائی ہر مسلمان کا خوش اور راضی ہونا واجب ہے۔ ❸

علامہ قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

> ''عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کا یہ کارنامہ مہاجرین و انصار اور مسلمانوں کو جمع کر کے اور ان کے مشورے کے بعد انجام دیا، اور ان تمام حضرات نے اس بات سے اتفاق کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشہور قراءت صحیح اور ثابت ہے اس کے مطابق قرآن کو جمع کیا جائے اور اس کے ماسوا قراءتوں کو نظر انداز کیا جائے، اور سب ہی نے آپ کی رائے کو صحیح قرار دیا اور آپ کی رائے صحیح و درست اور کامیاب تھی۔'' ❹

ابوبکر صدیق اور عثمان رضی اللہ عنہما کے جمع قرآن کے درمیان فرق:

ابن التین نے فرمایا: ابوبکر صدیق اور عثمان رضی اللہ عنہما کے جمع قرآن میں فرق یہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن کو اس خوف سے جمع کیا تھا کہ کہیں حاملین قراءت کے وفات پا جانے سے قرآن کا کچھ حصہ ضائع نہ ہو جائے کیوں کہ قرآن یکجا جمع نہیں کیا گیا تھا، لہٰذا آپ نے صحیفوں میں اسے آیات کی اس ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مطلع کیا تھا۔

نیز عثمان رضی اللہ عنہ کا جمع قرآن اس وقت عمل میں آیا جب کہ وجوہ قراءت میں اختلاف رونما ہوا۔ لوگوں نے اپنی اپنی لغات کے موافق قرآن پڑھنا شروع کیا جس کی وجہ سے ایک دوسرے کی قراءت کو غلط قرار دینے لگے، چنانچہ اس سے معاملات کی سنگینی کا خطرہ لاحق ہوا، لہٰذا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان صحیفوں کو جو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تیار کرائے

---

❶ التاريخ الصغير / البخاری (١/ ٩٤) إسناده حسن لغيره .
❷ فتح الباری (٩/ ١٨) إسناده صحيح .
❸ فتنة مقتل عثمان بن عفان (١/ ٧٨)
❹ الجامع لاحكام القرآن (١/ ٨٨)

تھے ایک مصحف میں سورتوں کی ترتیب کے ساتھ جمع کرا دیا، اور صرف قریش کی لغت کو ملحوظ رکھا کیوں کہ انہی کی لغت پر قرآن کا نزول ہوا تھا اگر چہ ابتداء میں آسانی کی خاطر دوسری لغات کے مطابق قرآن کی تلاوت کی اجازت دی گئی تھی، پھر آپ نے دیکھا کہ اب ضرورت ختم ہو چکی ہے لہٰذا ایک ہی لغت پر اکتفا کیا۔

اور ابوبکر باقلانی فرماتے ہیں:

''عثمان رضی اللہ عنہ کا جمع قرآن سے مقصود وہ نہ تھا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دو جلدوں کے درمیان جمع کرنے کا تھا، بلکہ آپ کا مقصود صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معروف و ثابت شدہ قراءتوں پر لوگوں کو جمع کرنا اور انہیں ایسے مصحف پر لگانا تھا جس میں کوئی تقدیم و تاخیر نہ ہو، اور نہ اس کے ساتھ کوئی تفسیر ہو، اور نہ ایسی آیات ہوں جن کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہو تاکہ بعد میں آنے والے لوگ کسی فساد و اشتباہ کا شکار نہ ہوں۔''

اور حارث محاسبی فرماتے ہیں:

''لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ جامع قرآن عثمان رضی اللہ عنہ ہیں لیکن بات ایسی نہیں ہے، بلکہ آپ نے مہاجرین و انصار کے اتفاق و اختیار سے انہیں ایک حرف کے مطابق قراءت پر جمع کیا، کیوں کہ حروف قراءات سے متعلق اہل شام و عراق کے مابین اختلاف رونما ہونے کی وجہ سے آپ کو فتنہ کا خطرہ محسوس ہوا، لیکن اس سے قبل حروف سبعہ کے مطابق جس پر قرآن کا نزول ہوا تھا مصاحف کے اندر مطلق قراءات کی سہولت تھی، البتہ قرآن کو حقیقت میں جمع کرنے والے ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔''

علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اگر میں مصاحف سے متعلق والی ہوتا تو جو عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا ہے وہی کرتا۔'' [1]

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

''اگر یہ سوال کیا جائے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کرنے کی زحمت کیوں اٹھائی جب کہ آپ سے قبل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس سے فارغ ہو چکے تھے؟ تو اس کو یہ جواب دیا جائے گا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا مقصود مصحف کی تالیف پر لوگوں کو جمع کرنا نہ تھا جیسا کہ تم جانتے ہو کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو کہلا بھیجا تھا کہ آپ قرآنی صحیفے ہمیں بھیج دیں ہم مختلف مصاحف میں اسے نقل کر کے آپ کو واپس کر دیں گے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ قدم اس وقت اٹھایا تھا جب کہ لوگوں کے درمیان قراءت قرآن میں اختلاف رونما ہوا تھا، کیوں کہ صحابہ مختلف شہروں میں منتشر ہو چکے تھے، اور صورت حال سنگین ہو چکی تھی، اختلاف بڑھ چکا تھا اور اہل شام و عراق کے درمیان اختلاف نے

---

[1] عثمان بن عفان/ صادق عرجون ص (۱۷۸) نیز دیکھیے: الاتقان للسیوطی (۱۵۹) (مترجم)

وہ شکل اختیار کر لی تھی جس کو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔'' ❶

کیا عثمانی مصاحف تمام حروف سبعہ پر مشتمل تھیں؟

محقق و ریسرچ اسکالر شیخ صادق عرجون رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صحیفے جو باجماع مسلمین عثمانی مصحف کی اصل اور اساس تھے وہ ان حروف سبعہ پر مشتمل نہ تھے جن کے متعلق صحیح احادیث وارد ہیں کہ قرآن کا نزول سات حرفوں پر ہوا ہے، بلکہ ان میں سے ایک حرف پر مشتمل تھا اور وہ وہ حرف تھا جس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری مرتبہ جبریل علیہ السلام سے پڑھا تھا، اور اسی کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زندگی تک عمل رہا، کیوں کہ شروع میں حروف سبعہ کے مطابق قرآن کی قراءت کی رخصت امت کی آسانی کے لیے دی گئی تھی، اور جب قرآن عام ہو گیا، اور لوگوں کا آپس میں ایک دوسرے سے اختلاف ہوا، اور ان کی لغتیں ایک ہو گئیں تو اس کا حکم اٹھا لیا گیا۔

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''چوں کہ لوگ امی (ان پڑھ) تھے، بہت کم لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے، لہٰذا ان کے لیے شروع میں قرآن کو دوسرے کی لغت کے مطابق پڑھنا مشکل تھا اس لیے لوگوں کو وسعت دی گئی تھی کہ اگر معنی ایک ہو تو الفاظ کے اختلاف میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ رخصت باقی رہی یہاں تک کہ بہت سے لوگوں نے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا، اور ان کی لغات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہو گئیں، اور وہ اس طرح الفاظ کی ادائیگی پر قادر ہو گئے تو ان کے لیے اب یہ جائز نہ رہا کہ وہ اس کے خلاف قرآن کی تلاوت کرتے۔''

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وقتی طور پر ایک ضرورت کے تحت حروف سبعہ کی رخصت دی گئی تھی، جب یہ ضرورت ختم ہو گئی تو یہ رخصت بھی ختم ہو گئی، اور پھر ایک ہی حرف پر قرآن کی قراءت باقی رہی۔'' ❷

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حروف سبعہ کے مطابق قرآن کی تلاوت امت پر واجب نہ تھی بلکہ جائز تھی، اس لیے جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھا کہ اگر ایک حرف پر لوگ جمع نہ ہوئے تو امت افتراق و اختلاف کا شکار ہو

❶ الجامع لاحکام القرآن (۱/ ۸۷)
❷ عثمان بن عفان / صادق عرجون ص (۱۸۰)

جائے گی، لہٰذا انہوں نے اس پر اجماع و اتفاق کر لیا کہ ایک حرف کے مطابق تلاوت کی جائے، اور صحابہ ضلالت و گمراہی سے معصوم ہیں۔'' ❶

اور یہ ایک حرف جس کے مطابق صحیفے اجماع قطعی کی روشنی میں تحریر کیے گئے اور اس سے مصحف امام عثمانی کو نقل کیا گیا قرائے سبعہ وغیرہ کی قراءت کا جامع ہے، اور باسناد تواتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، کیوں کہ حدیث میں مذکور احرف سبعہ ان قراءات کے علاوہ ہیں۔ ❷

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہمارے بہت سے علماء جیسے داودی اور ابن ابی صفرہ وغیرہم کا کہنا ہے کہ یہ قراءات سبعہ جو قرائے سبعہ کی طرف منسوب ہیں احرف سبعہ نہیں جس کے مطابق قراءت کی صحابہ کو رخصت ملی تھی، بلکہ یہ قراءات سبعہ ان احرف میں سے صرف ایک حرف کے مطابق ہیں، اور یہ وہ حرف ہے جس کے مطابق مصحف کو جمع کیا گیا ہے۔'' ❸

ہمارے خیال میں احرف سبعہ کے معنی و مفہوم کے سلسلہ میں قریب ترین رائے یہ ہے کہ یہ عرب کی مشہور اور فصیح ترین لغات ہیں اور یہ پورے قرآن میں پھیلے ہوئے ہیں۔ قاسم بن سلام، ابن عطیہ اور علمائے اجلہ کی ایک جماعت کی یہی رائے ہے اور سات اقوال کا ماحصل یہی ہے جنھیں علامہ سیوطی نے اتقان میں احرف سبعہ کے معنی سے متعلق ذکر فرمایا ہے۔ ❹

ان مصاحف کی تعداد جنھیں عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف شہروں کو روانہ کیا:

جب عثمان رضی اللہ عنہ مصاحف کے جمع سے فارغ ہوئے تو چہار جانب ایک ایک مصحف ارسال فرمایا، اور انہیں حکم دیا کہ اس مصحف کے علاوہ دیگر مصاحف جو اس کے خلاف ہوں انہیں جلا دیا جائے۔ ان مصاحف کی تعداد کے سلسلہ میں جو آپ نے مختلف شہروں کو ارسال کیے تھے اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کی تعداد چار ہے اسی پر اکثر علماء نے اتفاق کیا ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ ان کی تعداد پانچ ہے، اور ایک قول ہے کہ ان کی تعداد چھ ہے۔ ایک قول کے مطابق سات اور ایک قول کے مطابق آٹھ ہے۔ چار کی صورت میں ایک نسخہ مدینہ میں رکھا، ایک شام روانہ کیا، ایک کوفہ اور ایک بصرہ ارسال فرمایا۔ پانچ کی صورت میں حسب سابق چار نسخے ارسال کیے اور پانچواں نسخہ مکہ مکرمہ روانہ کیا، اور چھ کی صورت میں حسب سابق پانچ نسخے ارسال کیے اور چھٹے نسخے

---

❶ عثمان بن عفان / صادق عرجون ص (۱۸۰)

❷ عثمان بن عفان/ صادق عرجون ص (۱۸۰)

❸ الجامع لاحکام القرآن (۱/ ۷۹)

❹ الاتقان/ السیوطی (۱/ ۱٤٤۔۱٤۸)

سے متعلق اختلاف ہے کہ اپنے لیے رکھا یا یہ کہ بحرین روانہ کیا، اور سات کی صورت میں حسب سابق چھ نسخے ارسال کیے اور ساتواں نسخہ یمن روانہ کیا، اور آٹھ کی صورت میں حسب سابق سات نسخے ارسال کیے اور آٹھواں نسخہ اپنے لیے رکھا، اور اس میں تلاوت کرتے ہوئے آپ کی شہادت پیش آئی۔ ❶

اور عثمان رضی اللہ عنہ نے ہر مصحف کے ساتھ ایک قاری قرآن کو بھیجا جو صحیح اور متواتر قراءت کی رہنمائی کر سکے۔ چنانچہ مکی مصحف کے ساتھ عبداللہ بن سائب کو، شامی مصحف کے ساتھ مغیرہ بن شہاب کو، مصحف کوفی کے ساتھ ابوعبدالرحمٰن السلمی کو، بصری مصحف کے ساتھ عامر بن قیس کو بھیجا اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مدینہ میں لوگ مدنی مصحف کے مطابق پڑھائیں۔ ❷

مصحف عثمانی کے سلسلہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا موقف:

مصحف عثمانی سے متعلق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اختلاف ثابت نہیں ہے۔ اس سلسلہ کی تمام روایات ضعیف ہیں، اور پھر وہ ضعیف روایات جن میں اختلاف ذکر کیا گیا ہے ثابت کرتی ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا، اور جمع قرآن کے سلسلہ میں صحابہ کے متفق علیہ موقف کو اختیار کر لیا تھا، اور لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر باقاعدہ خود اس کا اعلان فرمایا، اور مسلمانوں کی جماعت کی طرف رجوع ہونے کا حکم فرمایا❸ اور ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ لوگوں سے علم کھینچ کر نہیں اٹھائے گا، بلکہ علماء کی وفات کے ذریعے سے علم اٹھائے گا۔ اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کو ضلالت پر جمع نہیں کرے گا، لہٰذا جس امر پر وہ مجتمع ہوئے ہیں تم اس سے اتفاق کرو۔ حق وہی ہے جس پر وہ متفق ہوئے ہیں، اور پھر آپ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی تحریر روانہ کی۔ ❹

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے صحابہ کے اجماع کی طرف رجوع کرنے کو بیان کیا ہے۔ ❺

اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے اسے موکد قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں: الحمدللہ یہ وارد ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ کے موقف سے راضی رہے اور آپ کی متابعت کی۔ ❻

طٰہٰ حسین نے مصحف، اور عثمان و ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے تعلقات کے سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے نا قابل التفات ہے، دراصل اس نے جو زہرافشانی کی ہے وہ سب اپنے مستشرق اساتذہ ❼ اور ان لوگوں کے افکار سے اخذ کیا

❶ اضواء البیان فی تاریخ القرآن ص (۷۷)
❷ أضواء البیان فی تاریخ القرآن ص (۷۸)
❸ فتنة مقتل عثمان بن عفان (۱/ ۷۸)
❹ فتنة مقتل عثمان بن عفان (۱/ ۷۹)
❺ البدایة والنهایة (۷/ ۲۲۸)
❻ سیر أعلام النبلاء (۱/ ۳۴۹)
❼ الفتنة الکبریٰ (۱/ ۱۵۹)

ہے، جنھوں نے ان ضعیف اور رافضی روایات پر اعتماد کیا ہے جو صحابہ کے آپس کے تعلقات کو مسخ کرتی ہیں۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو وہ ہیں جنھوں نے فتنہ و اختلاف سے بچنے کے لیے خلیفہ کی متابعت میں منیٰ کے اندر نماز میں قصر کو ترک کر دیا تھا تو کیا ان سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ منبر پر چڑھ کر لوگوں کو اختلاف پر بھڑکائیں گے؟ جب کہ انھی کا قول ہے کہ خلاف شر ہے۔ ❶

رافضی مورخین نے روایات وضع کیں اور پھر انہیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا، انہوں نے ان مکتوبہ روایات کے اندر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ تصویر کشی کی ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے بغض و عناد رکھتے تھے، آپس میں جھگڑتے اور فحش کلامی کرتے تھے، یہ اور اس طرح کی روایات ساقط الاعتبار ہیں، علمی اور موضوعی نقد کے سامنے نہیں ٹھہرتی ہیں۔ ایمانی ذوق اور عقل سلیم کے منافی ہیں۔ ❷

روافض کا یہ زعم باطل اور جھوٹ ہے کہ عبداللہ بن مسعود، عثمان رضی اللہ عنہما پر طعن و تشنیع کرتے اور ان کی تکفیر کرتے تھے، اور عثمان رضی اللہ عنہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو کوڑے لگائے یہاں تک کہ وہ وفات پا گئے۔ یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر صریح جھوٹ ہے۔ علمائے شریعت اچھی طرح جانتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ کی تکفیر نہیں کرتے تھے بلکہ جب عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت ہوئی تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مدینہ سے کوفہ روانہ ہوئے اور کوفہ پہنچ کر اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا: اما بعد! امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی، ہم نے اس دن سے بڑھ کر کوئی غم ناک دن نہیں دیکھا، اور ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جمع ہوئے اور اپنے میں سے سب سے بہتر کو اختیار کرنے کی پوری کوشش کی، اور امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ سے ہم نے بیعت کی، اور پھر لوگوں نے بیعت کی۔ ❸

یہ واضح ترین بیانات اس بات کی بہت بڑی دلیل ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کے دل میں عثمان رضی اللہ عنہ کا انتہائی بلند مقام تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف کی ہے اور انہیں اپنی رضا مندی کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا ہے، وہ اس فرمان الٰہی کو سب سے زیادہ بہتر سمجھنے والے تھے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝۷۰﴾

(الاحزاب: ۷۰)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی (سچی) باتیں کیا کرو۔''

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول حقیقت پر مبنی سچا قول تھا۔ ان کی بات انشراح صدر اور یقین و اخلاص کی آواز تھی، کسی خوف و ڈر کی بنیاد پر یہ بات آپ نے نہیں کہی تھی۔ آپ نے یہ کلمات یوں ہی دھوکا دینے کے لیے

---

❶ فتنة مقتل عثمان بن عفان (۱/ ۸۰)

❷ عبداللہ بن مسعود/ عبدالستار الشیخ ص (۳۳۵)

❸ طبقات/ ابن سعد (۳/ ٦٣)

نہیں ادا کیے تھے اور نہ اس سے مقصود نئی خلافت، مقام و مرتبہ اور منصب کا حصول تھا، لہٰذا یہ بدیہی امر ہے کہ ایک دوسرے کے خلاف کسی کے دل میں حسد و بغض نہیں تھا، ہر ایک کے پیش نظر حق کی اتباع اور مسلمانوں کی مصلحت تھی۔ ❶

اور جو کچھ ہوا وہ نصیحت و خیر خواہی اور اس کے آداب اور رعیت کی تادیب کے پیش نظر ہوا۔ روافض اور ان کے مقلدین کا جو زعم ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس قدر پٹائی کی کہ وہ وفات پا گئے تو یہ باتفاق اہل علم جھوٹ ہے۔

ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی پٹائی اور ان کے وظائف وعطیات کو روکنے کی خبریں محض جھوٹ ہیں۔" ❷

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق اس جھوٹے واقعہ کو لے کر روافض کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کریں، کیوں کہ نہ تو عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی پٹائی کی اور نہ ان کے وظائف وعطیات کو بند کیا، بلکہ عثمان رضی اللہ عنہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت کو پہچانتے تھے، اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے امام عثمان رضی اللہ عنہ کی اطاعت کا سختی کے ساتھ التزام فرماتے تھے۔ آپ ان سے بیعت کر چکے تھے اور آپ کا عقیدہ تھا کہ بیعت کے وقت مسلمانوں میں سب سے افضل عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ ❸

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف سے روکنے کے متعلق آیات کا فہم:

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٥٣﴾﴾ (الانعام: ۱۵۳)

"اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے، سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی، اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیز گاری اختیار کرو۔"

صراط مستقیم سے مراد قرآن و اسلام اور وہ فطرت الٰہی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے، اور سُبُل (دوسری راہوں) سے مقصود بدعات و محدثات اور باطل فرقے ہیں، مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں: ﴿وَلَا تَتَّبِعُوا

❶ عبدالله بن مسعود/ عبدالستار الشيخ ص (٣٢٤)

❷ العواصم من القواصم ص (٦٣)

❸ عقيدة اهل السنة والجماعة فى الصحابة الكرام (٣/ ١٠٦٦)

السُّبُلَ﴾ یعنی بدعات وشبہات اور ضلالتوں کی پیروی نہ کرو۔ ❶

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اختلاف و افتراق سے منع فرمایا، جس کا شکار گزشتہ امتیں کتابوں کے نزول و ہدایات کے آجانے کے بعد ہوئیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَ اخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾﴾ (آل عمران: ۱۰۵)

''تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنھوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا اور اختلاف کیا، انہی لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے۔''

امت محمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی روش اختیار کرنے سے منع فرمایا جو اپنے دین میں افتراق کا شکار ہوئے، اور ٹولیوں اور فرقوں میں بٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَ اتَّقُوْهُ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۳۱﴾ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾﴾ (الروم: ۳۰-۳۲)

''پس یک سو ہو کر اپنا منہ دین کی طرف متوجہ کر دیں، اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ کے بنائے کو بدلنا نہیں یہی سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے (لوگو) اللہ کی طرف رجوع ہو کر اس سے ڈرتے رہو اور نماز کو قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ، ان لوگوں میں سے جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود بھی گروہ گروہ ہو گئے، ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے مگن ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے خبردار کر دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے بری ہیں جنھوں نے اپنے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے، اور فرقوں اور گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ❷

ارشاد الٰہی ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾﴾ (الانعام: ۱۵۹)

''بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق

---

❶ تفسیر مجاهد ص (۲۲۷)

❷ دراسات فی الاهواء والفرق والبدع/ ناصر العقل ص (۴۹)

نہیں، ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے پھر ان کو ان کا کیا ہوا جتلا دیں گے۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے یہاں ان آیات کے فہم و بصیرت کی گہرائی عہد عثمانی میں جمع قرآن کے واقعہ سے عیاں ہے۔ چنانچہ یہ ان آیات کے فہم کی گہرائی ہی تھی کہ جب حذیفہ رضی اللہ عنہ نے قراءت قرآن کے اندر اختلاف سنا تو ان پر لرزہ طاری ہوگیا، اور فوراً مدینہ روانہ ہو گئے، اور خلیفہ راشد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو جو کچھ سنا اور دیکھا تھا اس کی اطلاع دی۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے فوراً لوگوں کو خطاب فرمایا، اور اس اختلاف کی سنگینی سے آگاہ کیا، اور اس کے حل کے لیے مشورے طلب کیے، اور مختصری مدت میں اس فتنے کے دروازے کو جو کھلنے والا تھا بند کر دیا، اس سے مسلمانوں کو خوشی و مسرت حاصل ہوئی اور منافقین کو بڑا غصہ آیا جو شدت سے اس انتظار میں تھے کہ یہ اختلاف طول پکڑے اور ان کی دیرینہ امیدیں بر آئیں، اور جب اختلاف کا سد باب ہوگیا تو ان کی تمناؤں پر پانی پھر گیا، فتنہ برپا کرنے کا کوئی راستہ ان کو نہ مل سکا بعد ازاں عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کا بغض و عناد بڑھ گیا، ان کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے لگے اور ان کے حسنات کی تصویر کشی سیئات کی شکل میں کیا، اور اس کے اثبات کے لیے مکڑی کے جالوں کا سہارا لیا تاکہ آپ پر طعن و تشنیع کر سکیں، اور اس طرح خلیفہ راشد کے خلاف بغاوت کا جواز فراہم کیا۔ لوگوں کو یہ باور کرایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ایسا کام کر ڈالا ہے جو ان کے خلاف بغاوت کو واجب ٹھہراتا ہے۔ [1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہر قاری کو اس کی صحیح قراءت پر نہیں چھوڑا بلکہ ان کو ایک قراءت [2] پر جمع کیا، جس کی وجہ سے ان میں وحدت قائم ہوئی اور اتفاق و اتحاد برپا ہوا، یہ ایک عظیم درس ہے جو ہمیں خلفائے راشدین کی تاریخ کے مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے، جو دروس و عبر اور اسوہ و نمونہ سے پر ہے۔ [3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((ان اللّٰه يرضى لكم ثلاثا: ان تعبدوه ولا تشركوا به شيئا ، وان تعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا ، و ان تناصحوا من ولاه الله امركم .)) [4]

"اللہ تعالیٰ تمہارے حق میں تین چیزیں پسند کرتا ہے: تم اسی کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو اور اللہ کی رسی کو مل کر مضبوطی سے تھام لو، اختلاف نہ کرو اور جس کو اللہ تعالیٰ تمہارا حاکم و والی بنائے اس کے ساتھ خیر خواہی کرو۔"

---

[1] فتنه مقتل عثمان بن عفان (۱/ ۸۲)

[2] یہاں قراءت کہنا صحیح نہیں بلکہ حروف صحیح ہے، چوں کہ قرآن کا نزول آسانی کے لیے سات احرف پر ہوا تھا، جو عرب کے مشہور لغات و لہجات تھے، اور ہر ایک کو اپنے اپنے لہجے و لغت کے اعتبار سے پڑھنے کی آزادی دی گئی تھی، لیکن جمع قرآن کے وقت لغت قریش کو باقی رکھا گیا جس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کے ساتھ آخری دور فرمایا تھا (مترجم)

[3] فتنة مقتل عثمان بن عفان (۱/ ۸۳)

[4] مسند احمد (۱/ ۲، ۲٦)

اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھامنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم کتاب وسنت کا التزام کریں۔ یہ اصول اس دین عظیم کا اہم ترین اصول ہے، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہی اصل عظیم اسلام ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کی بڑی وصیت فرمائی ہے اور اس کے ترک پر اہل کتاب وغیرہ کی بڑی مذمت کی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص و عام مختلف مقامات پر اس کی بڑی وصیت فرمائی ہے۔''[1]

اسی لیے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس امر کا حکم فرمایا ہے جو مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق اور الفت ومحبت کو باقی رکھے اور ہر اس امر سے منع فرمایا جو اس امر عظیم میں خلل انداز ہو۔

مسلمانوں کے درمیان جو افتراق و اختلاف، قطع تعلق اور آپس میں جنگ و جدال رونما ہوا وہ اس اصل عظیم اور اس کے ضوابط کو اختیار نہ کرنے کی وجہ سے ہوا جس کے نتیجہ میں ان کی صفوں میں دراڑ پیدا ہوئی اور اتحاد پارہ ہوا اور وہ مختلف فرقوں، احزاب اور ٹولیوں میں منقسم ہو کر رہ گئے اور ہر پارٹی اپنے میں مگن ہے۔[2]

مسلمانوں کی وحدت اور ان کا اتحاد شرعاً مطلوب اور مقاصد شریعت میں سے اہم ترین مقصد ہے بلکہ دین اسلام کے غلبہ کے اہم ترین اسباب میں سے ہے اور ہمیں تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کا حکم دیا گیا ہے اس لیے یہ ضروری ہے کہ علمائے امت و داعیان، اسلامی تحریکات کے قائدین اور طلبہ کے مابین حقیقی معنی میں اصلاح ذات البین کی کوشش کی جائے کیوں کہ ناقص اہل اصلاح سے افساد کے کام زیادہ ہوتے ہیں، شیخ عبدالرحمن سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جہاد کی دو قسمیں ہیں: ایک جہاد وہ ہے جس سے مقصود مسلمانوں کی صلاح و بھلائی اور عقائد و اخلاق، آداب اور دینی و دنیوی امور اور علمی تربیت میں ان کی اصلاح ہے۔ یہ قسم اصل جہاد اور اس کی اساس ہے۔ اسی پر دوسری قسم استوار ہوتی ہے، اور دوسری قسم وہ جہاد ہے جس سے مقصود اسلام اور مسلمانوں کے لیے خلاف کفار و منافقین، ملحدین اور تمام اعدائے دین کا دفاع اور مقابلہ ہے، اور اس کی بھی دو قسمیں ہیں: ایک حجت و برہان اور زبان و قلم سے جہاد، اور دوسرے ہر دور و زمان کے مناسب اسلحوں کے ذریعے سے جہاد۔[3]

اس کے بعد شیخ نے مستقل فصل اس عنوان سے قائم کیا ہے:

''مسلمانوں کے متعلق الفت ومحبت اور اتفاق کلمہ کے ذریعے سے جہاد۔''[4]

---

[1] مجموع الفتاوی (۲۲/ ۳۵۹)

[2] تبصیر المومنین بفقه النصر و التمکین/ الصلابی ص (۳۰۷)

[3] وجوب التعاون بین المسلمین ص (۵)

[4] وجوب التعاون بین المسلمین ص (۵)

مسلمانوں کی وحدت وتعاون پر دلالت کرنے والی آیات واحادیث کو ذکر کرنے کے بعد آپ فرماتے ہیں:
مسلمانوں کی تالیف قلب، دین اور دینی ودنیوی مصالح پر اتفاق واجماع کی خاطر جدوجہد اور کوشش کرنا عظیم ترین جہاد ہے۔ ❶

اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کے مابین تالیف قلوب اور ان کی صفوں میں وحدت پیدا کرنے کی خاطر اسباب کو اختیار کرنا عظیم ترین جہاد ہے۔ کیوں کہ مسلمانوں کے غلبہ واعزاز، اسلامی حکومت کے قیام اور اسلامی شریعت کے نفاذ کے لیے یہ اہم ترین قدم ہے۔ یہ خلفائے راشدین کی فقہ کا ایک روشن باب ہے اور عثمان رضی اللہ عنہ کا امت کو ایک مصحف پر جمع کرنے میں خوب روشن ہے۔

---

❶ وجوب التعاون بين المسلمين ص (٥)

پانچویں فصل

عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں صوبوں کا نظام

- عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلامی سلطنت کے صوبے
- گورنروں کے ساتھ عثمانی سیاست اور ان کے حقوق و واجبات
- عثمان رضی اللہ عنہ کے گورنروں کی حقیقت
- ابوذر غفاری اور عثمان رضی اللہ عنہما کے درمیان تعلقات کی حقیقت

(۱)

عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلامی سلطنت کے صوبے

مکہ مکرمہ:

عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت مکہ کے گورنر خالد بن العاص بن ہشام بن مغیرہ مخزومی رضی اللہ عنہ تھے۔ ❶ عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے عہدے پر ایک وقت تک باقی رکھا جس کی تحدید مشکل ہے، پھر معزول کر دیا، سبب معزولی سے متعلق کچھ وارد نہیں، اور مزید برآں ان کے اعمال و کارناموں کی تحدید بھی مشکل ہے۔ ان کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ نے علی بن ربیعہ بن عبدالعزیٰ کو مکہ کا گورنر مقرر فرمایا، اس کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف گورنروں کو مکہ پر مقرر فرمایا لیکن ان کی مدت کی تحدید مشکل ہے، انہی میں سے عبداللہ بن عمرو حضرمی بھی ہیں جنھیں عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک وقت میں مکہ کا گورنر مقرر فرمایا تھا، اور اسی طرح تاریخی نصوص سے یہ ثابت ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے خالد بن العاص بن ہشام رضی اللہ عنہ کو دوبارہ مکہ کا گورنر مقرر فرمایا تھا، اور تاریخی مراجع ثابت کرتے ہیں کہ جس وقت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پیش آئی اس وقت خالد بن العاص رضی اللہ عنہ ہی مکہ کے گورنر تھے، پھر علی رضی اللہ عنہ نے زمام خلافت جب ہاتھ میں لی تو انہیں معزول کر کے دوسرے کو مکہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ ❷ بظاہر یہ روایت ان روایات کی بہ نسبت زیادہ قوی ہے جن میں یہ مذکور ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت مکہ کے گورنر عبداللہ بن حضرمی تھے۔ ❸

عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مکہ کی امتیازی شان یہ ہے کہ وہ انتہائی پرامن رہا اگرچہ آپ کے آخری عہد میں دیگر بعض علاقوں میں فتنے رونما ہوئے۔ ❹

مدینہ طیبہ:

عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مدینہ طیبہ کا شمار اہم ترین اسلامی شہروں میں ہوتا تھا۔ وہی مرکز خلافت تھا، مختلف ممالک اور علاقوں سے وفود اور اسلامی لشکر وہاں پہنچتے تھے، اور وہاں بہت سے مہاجرین و انصار میں سے

---

❶ تجرید اسماء الصحابة / امام ذهبی ص (۱۵۱)
❷ الولاية على البلدان فی عصر الخلفاء الراشدين، د. عبدالعزيز العمري (۱/ ۱٦٦)
❸ نهاية الارب فی فنون الأدب / النويری (۲/ ۲۷)
❹ الولاية على البلدان (۱/ ۱٦۷)

کبار صحابہ رضی اللہ عنہم اقامت پذیر تھے، جس کی وجہ سے مدینہ کی خصوصی اہمیت تھی۔ عثمان رضی اللہ عنہ بحیثیت خلیفہ وہاں مقیم تھے، آپ وہاں کے حالات کا خود جائزہ لیتے، غذائی اشیاء کی قیمت بذات خود معلوم کرتے اور لوگوں کے ذریعے سے بھی آپ کو اطلاع ملتی رہتی تھی۔ ❶

عثمان رضی اللہ عنہ جب حج کے لیے سفر کرتے تو واپسی تک کے لیے کسی صحابی کو اپنا نائب مقرر فرماتے، اکثر آپ زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرماتے۔ ❷

مدینہ میں بیت المال اور عطیات و وظائف کے لیے دیوان دیگر صوبوں کی طرح قائم تھا، اور عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں دیگر اسلامی صوبوں کی بہ نسبت مدینہ زیادہ پر سکون تھا، الا یہ کہ آپ کے آخری ایام میں جب فتنہ پروروں کا لشکر وہاں پہنچا اور آپ کا محاصرہ کر لیا اور بعض کبار صحابہ رضی اللہ عنہم وہاں سے دیگر شہروں کو منتقل ہو گئے تو بعد میں وہاں کے حالات میں اضطراب پیدا ہوا۔ ❸

بحرین اور یمامہ ❹

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت بحرین کے گورنر عثمان بن ابو العاص ثقفی رضی اللہ عنہ تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں ان کے عہدے پر باقی رکھا، روایات سے پتہ چلتا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت کے بعد تین سال یعنی ۲۷ھ تک آپ اپنے عہدے پر فائز رہے، کیوں کہ آپ اپنی فوج کے ساتھ بصرہ کے لشکر کی معیت میں بعض فتوحات میں شریک رہے ہیں۔ ❺

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بحرین اور بصرہ کے صوبوں کے درمیان تعاون کا جو آغاز عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوا تھا وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قوی تر ہو گیا تھا، خاص کر عبداللہ بن عامر بن کریز رضی اللہ عنہ ❻ کے بصرہ پر گورنر مقرر کیے جانے کے بعد۔ چنانچہ بحرین کا گورنر بصرہ کے گورنر عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے تابع جرنیلوں میں سے شمار ہونے لگا تھا، اسی طرح تاریخی نصوص سے پتہ چلتا ہے کہ بحرین کا صوبہ ایک حد تک بصرہ کے تابع تھا کیوں کہ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ ہی بحرین کے گورنر کی تقرری فرماتے تھے۔ ❼ بعض محققین نے اس

---

❶ تاريخ المدينة (٣/ ٩٦١، ٩٦٢)

❷ الولاية على البلدان (١/ ١٦٨، ١٦٩)

❸ الولاية على البلدان (١/ ١٦٩)

❹ بحرین کا اطلاق سعودی عرب کے مشرقی حصے اور کویت کے علاوہ خلیج عرب کی دیگر امارتوں پر ہوتا تھا اور یمامہ نجد کے علاقے میں پڑتا تھا۔

❺ تاريخ خليفة بن خياط ص (١٥٩) الولاية على البلدان (١/ ١٦٩)

❻ الطبقات/ ابن سعد (٥/ ٤٤)

❼ الولاية على البلدان (١/ ١٦٩)

تعاون کی توثیق ان الفاظ میں کی ہے:

"خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس وقت جب کہ بصرہ فارس اور جنوبی ایران کی فتوحات کا فوجی مرکز قرار پایا، بحرین کو بصرہ کے ساتھ ملحق کر دیا گیا، بحرین کے گورنر امیر بصرہ کے تابع ہوتے تھے، اس سے بحرین سے بصرہ کا تعلق انتہائی مضبوط ہوا۔" ❶

عہد عثمانی میں بحرین کے گورنروں میں سے مروان بن حکم اور عبداللہ بن سوار العبدی تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت بحرین کے گورنر عبداللہ بن سوار العبدی ہی تھے۔ ❷

عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مشرقی فارس کی فتوحات کے لیے فوجوں کو روانہ کرنے میں بحرین کا بہت بڑا کردار رہا ہے، اور اسی طرح بحرین کے گورنر عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ کا ان فتوحات میں اہم رول رہا ہے۔ ❸ عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات تک بحرین کے اندر استقرار اور اس کی فضا پرسکون رہی۔

یمامہ عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بڑی حد تک بحرین وعمان کے تابع تھا بلکہ بحرین کا گورنر ہی بسا اوقات یمامہ کے امراء کی تعیین کرتا تھا، البتہ عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ خود ہی وہاں کے گورنر کی تعیین کرتے تھے، اس کا ذکر عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جو فتنہ رونما ہوا اس کے واقعات میں آیا ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے جو لوگ غضب ناک ہوئے ان کی طرف سے یمامہ کے گورنر کو بھی خطوط موصول ہوئے تھے۔ ❹

یمن وحضر موت:

عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت یمن کے گورنر یعلی بن منیہ رضی اللہ عنہ تھے جو عمر رضی اللہ عنہما کی طلب پر مدینہ جا رہے تھے اور راستہ ہی میں انہیں عثمان رضی اللہ عنہ کا فرمان نامہ ملا جس میں عمر رضی اللہ عنہ کی وفات اور عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت خلافت اور صنعاء پر یعلی رضی اللہ عنہ کی بحیثیت گورنر کے تقرری کی خبر تھی، چنانچہ یہ عثمان رضی اللہ عنہما کی وفات تک صنعاء کے گورنر رہے۔ ❺ اور شہر "جند" پر عبداللہ بن ربیعہ گورنر تھے، یہ عثمان رضی اللہ عنہ کے پورے دور خلافت میں وہاں کے گورنر رہے۔ ❻ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یمن کے دوسرے شہروں پر بھی آپ کے گورنر مقرر تھے لیکن مرکزی اور اہم مراجع میں صرف انہی دونوں گورنروں کا اکثر ذکر آیا ہے، اور اسی طرح مراجع کے اندر عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یمن کے حالات وواقعات کی تفصیل مذکور نہیں، اور اسی طرح ان مراجع ومصادر کے اندر عثمان رضی اللہ عنہ اور یمن کے

---

❶ البحرین فی صدر الاسلام/ عبدالرحمن بن النجم ص (١٤١)

❷ الولایة علی البلدان (١/ ١٧٠) ❸ الولایة علی البلدان (١/ ١٧٠)

❹ الولایة علی البلدان (١/ ١٧٠) ❺ تاریخ الطبری (٥/ ٤٤٢)

❻ تاریخ خلیفة بن خیاط ص (١٧٩)

گورنروں کے مابین خط و کتابت کا بھی بہت کم ذکر وارد ہے، صرف ان اوامر و فرامین کا تذکرہ مذکور ہے جو خلافت کے تمام گورنروں کو ارسال کیے گئے تھے۔ ❶

عہد عثمانی میں اہل یمن کے سلسلہ میں اپنے گورنروں کی اطاعت و فرماں برداری مشہور و معروف ہے، اس پر یہ واقعہ دلیل ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ثقفی شخص کو یمن روانہ کیا، جب وہ واپس آیا تو عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے یمن والوں سے متعلق دریافت کیا، تو اس شخص نے بتلایا: میں نے ان کو ایسی قوم پایا کہ ان سے جو کچھ مطالبہ کیا جائے وہ اس کو پورا کرنے کے لیے تیار ہیں خواہ وہ حق ہو یا باطل۔ ❷

اہل یمن سے متعلق یہ بات معروف ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کے بہت سے قبائل نے عراق، مصر اور شام کے مختلف نئے شہروں کی طرف ہجرت کی، جس کی وجہ سے ان کے تعلقات ان شہروں کے ساتھ مسلسل قائم رہے جیسا کہ ان کی ہجرت بھی دوسرے شہروں کی طرف عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مسلسل جاری رہی اور جب آپ کے آخری دور میں جو فتنہ رونما ہوا، اس میں یمن کے بعض یہودیوں کا انتہائی خطرناک کردار رہا، جس کے نتیجہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پیش آئی۔ ان فتنہ پروروں کی قیادت عبداللہ بن سبا کے ہاتھ میں تھی۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بہت سے گورنر یمن کو خیر باد کہہ کر حجاز آ گئے تاکہ وہاں رونما ہونے والے واقعات میں حصہ لے سکیں، انہی میں سے یعلی بن منیہ اور عبداللہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ ❸

شام:

جس وقت عثمان رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے اس وقت شام کے گورنر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما تھے، عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے عہدے پر قائم رکھا، ❹ جس طرح یمن، بحرین اور مصر وغیرہ کے دوسرے بعض گورنروں کو باقی رکھا اور دیگر دوسرے علاقوں کو بھی اس میں شامل کر دیا، اس طرح معاویہ رضی اللہ عنہ پورے شام کے مطلق گورنر قرار پائے، بلکہ آپ کے گورنروں میں سب سے زیادہ طاقت ور اور اقتدار والے گورنر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آغاز میں دوسرے با اثر گورنر بھی تھے، انہی میں سے عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے، یہ حمص کے گورنر تھے اور ان کا مقام عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک معاویہ رضی اللہ عنہ سے کم نہ تھا، لیکن عمیر رضی اللہ عنہ بیماری کا شکار ہو گئے جس کی وجہ سے گورنری کی ذمہ داری سنبھالنے کے قابل نہ رہے لہٰذا انہوں نے خود ہی گورنری سے معذرت کرتے ہوئے استعفا دے دیا، بعد میں عثمان رضی اللہ عنہ نے حمص کو بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کی گورنری میں شامل کر دیا جس سے معاویہ رضی اللہ عنہ کے اقتدار اور اثر و رسوخ میں اضافہ ہوا اور آپ کا اقتدار حمص تک پہنچ گیا۔ جس پر آپ سے

---

❶ الولایة علی البلدان (۱/ ۱۷۱)

❷ تاریخ الیمن السیاسی فی العصر الاسلامی/ حسن سلیمان ص (۷۹)

❸ تاریخ الطبری (۵/ ۴۴۲) ❹ تاریخ خلیفة بن خیاط ص (۱۵۵)

قبل عبدالرحمن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہما گورنر ہوا کرتے تھے۔ ❶ اسی طرح جب فلسطین کے گورنر علقمہ بن محرز کا انتقال ہوگیا تو عثمان رضی اللہ عنہ نے فلسطین کو بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کے تابع کر دیا، اس طرح خلافت عثمانی کے ابتدائی دو سالوں کے اندر پورا شام معاویہ رضی اللہ عنہ کے پرچم تلے ہوگیا، اور معاویہ رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات تک شام کے مطلق گورنر رہے۔ ❷ آپ کی گورنری کا دور اہم واقعات سے پر ہے۔ شام جہاد کے اہم ترین مراکز میں سے تھا، شام میں اگرچہ استقرار و امان تھا، ہر طرف اسلام کا بول بالا تھا، اور رومیوں کی ریشہ دوانیاں اور فتنہ پروری کم ہو چکی تھی، لیکن چوں کہ شام کے حدود، ارض روم سے متصل تھے اسی وجہ سے معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے جہاد کے مواقع کھلے ہوئے تھے، جسے اس سے قبل ہم بیان کر چکے ہیں۔

خلافت عثمانی کے آخری دور میں اسلامی سلطنت میں معاویہ رضی اللہ عنہ کو سیاسی وزن حاصل تھا۔ اسی لیے جب سبائی فتنہ نے سر اٹھایا اور اس کے بازو و پر نمودار ہونا شروع ہوئے تو مشورہ لینے کے لیے عثمان رضی اللہ عنہ نے جن گورنروں کا اجتماع طلب کیا ان میں معاویہ رضی اللہ عنہ سر فہرست رہے، اور اس اجماع میں آپ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی آراء و تجاویز پیش کیں ❸ جس کو ان شاء اللہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔

آرمینیہ:

عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پہلی مرتبہ اسلامی فوجوں نے آرمینیہ کا رخ کیا، چنانچہ پہلا اسلامی لشکر شام سے حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اس کی طرف روانہ ہوا جو آٹھ ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا، اس لشکر نے آرمینیہ کے متعدد مقامات کو فتح کرلیا، لیکن پھر اسے خطرہ محسوس ہوا کیوں کہ مسلمانوں کے خلاف آرمینیوں کی مدد کے لیے رومی فوجیں اکٹھا ہوگئیں، چنانچہ حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ سے مدد طلب کی۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے سلمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں کوفہ سے تقریباً چھ ہزار مجاہدین کو روانہ کیا۔ ❹

کوفہ سے اس لشکر کے پہنچنے کے بعد حبیب بن مسلمہ اور سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا، جس کی اطلاع عثمان رضی اللہ عنہ کو ملی آپ نے فوراً انہیں خط تحریر کیا اور اختلاف کو حل کر دیا۔ ❺

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی لشکر کی قیادت سلمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ عنہ کو سونپی گئی، کیوں کہ آرمینیہ کا امیر عثمان رضی اللہ عنہ نے انہی کو مقرر فرمایا تھا۔ ❻ سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ آرمینیہ میں گھس گئے پھر خزر کے علاقے میں

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٤٤٢)

❷ تاریخ الطبری (٥/ ٤٤٣)

❸ الولایة علی البلدان (١/ ١٧٦)

❹ الطبقات (٦/ ١٣١)

❺ الخراج وصناعة الكتابة/ قدامه بن جعفر ص (٣٢٦)

❻ الفتوح/ ابن اعثم (٢/ ١١٢)

دراندازی کیا اور ہر جگہ فتح ونصرت نے آپ کے قدم چومے البتہ شاہ خزر کے ساتھ عظیم معرکہ پیش آگیا جس میں دشمن کی تعداد تین لاکھ تھی اور اسلامی فوج صرف دس ہزار تھی، اس معرکہ میں سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے تمام ساتھیوں نے جام شہادت نوش کیا۔

امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ نے حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ آرمینیہ کی طرف دوبارہ متوجہ ہوں، چنانچہ وہ اپنا لشکر لے کر روانہ ہوئے اور یکے بعد دیگرے مختلف مواقع فتح کرتے ہوئے آگے بڑھے، وہاں مسلمانوں کو ثابت قدمی حاصل ہوئی اور وہاں کے لوگوں سے بعض معاہدے بھی کیے۔ ❶

پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے مناسب سمجھا کہ انہیں الجزیرہ کی سرحدوں پر روانہ کریں کیوں کہ آپ کو وہاں کا اچھا تجربہ تھا اور آپ کو اس پر قدرت حاصل تھی، اور آپ کی جگہ آرمینیہ پر حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا جو پہلے سے آذربیجان کے گورنر تھے، اس طرح آرمینیہ بھی ان کے زیر اقتدار آگیا، اور آپ نے آرمینیہ سے خزر کے علاقے میں متعدد غزوات کیے۔ ❷ تقریباً ایک سال کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کو معزول کر دیا، اور آرمینیہ کا گورنر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا، اس طرح آپ (عثمان رضی اللہ عنہ) کی شہادت کے وقت وہ آذربیجان اور آرمینیہ کے گورنر تھے۔ ❸

یہ صوبہ نیا اضافہ شمار کیا جاتا ہے جس کا اضافہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اسلامی سلطنت میں فرمایا تھا، آپ سے قبل یہ فتح نہیں ہوا تھا اس کو فتح کرنے کے لیے مسلمانوں کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور اسی طرح بڑی مشکلات کے بعد مسلمانوں نے اس پر کنٹرول حاصل کیا، اور اس کے انتظام وانصرام کو سنبھالا اور امن واستقرار بحال کیا۔ ❹

مصر:

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مصر کے گورنر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تھے، جنھوں نے تقریباً چار سال تک مصر پر حکومت کی۔ ❺ عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت بھی آپ ہی مصر کے گورنر تھے، عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی خلافت کی ابتداء میں ایک عرصے تک ان کو ان کے عہدے پر باقی رکھا اور مصر کے بعض علاقوں میں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ آپ کے معاون کی حیثیت سے تھے، ❻ جو فلسطین کی فتوحات کے وقت ہی سے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، اور آپ کے جرنیلوں میں سے ایک تھے اور مصر کی فتح میں آپ کے ساتھ شریک رہے۔ ❼

اور صعید مصر کی فتح کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو اس کے بعض علاقوں پر متعین فرما دیا تھا۔ ❽ بظاہر

---

❶ الولایة علی البلدان (۱/ ۱۷۷)
❷ الولایة علی البلدان (۱/ ۱۷۷)
❸ تاریخ الیعقوبی (۲/ ۱٦۸) الولایة علی البلدان (۱/ ۱۷۷)
❹ الولایة علی البلدان (۱/ ۱۷۷)
❺ النجوم الزاهرة فی ملوك مصر والقاهرة، د. جمال الدین بردي (۱/ ۷۷)
❻ سیر اعلام النبلاء (۱/ ۳۳)
❼ ایضاً
❽ ولاة مصر/ الکندی، ص (۳۳)، فتوح مصر و اخبارها، ص (۱۷۳)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عمرو بن العاص اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہما کے مابین اختلاف رائے رونما ہوا جس کی وجہ سے بیعت خلافت کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور آپ سے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو ''صعید'' کی ولایت سے معزولی کا مطالبہ کیا، لیکن عثمان رضی اللہ عنہ نے منظور نہ کیا اور ان سے کہا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو متعین کیا تھا اور اس نے ایسا کوئی فعل نہیں کیا ہے جو معزولی کا موجب ہو۔ لیکن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان کی معزولی کے لیے مصر رہے اور عثمان رضی اللہ عنہ عدم معزولی کے موقف پر قائم رہے۔ طرفین کے اس اصرار کے نتیجہ میں عثمان رضی اللہ عنہ نے مناسب یہ سمجھا کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ہی معزول کر دیا جائے چنانچہ ان کو مصر کی گورنری سے معزول کر کے ان کی جگہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو مصر کا گورنر مقرر فرما دیا۔ ❶

انہی حالات میں رومیوں نے اسکندریہ پر حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ کر لیا، اور وہاں موجود تمام مسلمانوں کو قتل کر دیا، اس کے پیش نظر عثمان رضی اللہ عنہ نے اسکندریہ کو دوبارہ فتح کرنے اور رومی فوج کو ختم کرنے کے لیے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مصری افواج کا کمانڈر ان چیف مقرر فرمایا ❷ اس کی تفصیل ہم فتوحات کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں، پھر عثمان رضی اللہ عنہ کا ارادہ ہوا کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لشکر مصر اور جنگ پر مقرر کر دیں، اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو خراج کی وصولی پر، لیکن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس کو قبول کرنے سے معذرت کر دی۔ عہد عثمانی میں تاریخ کے صفحات میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا ذکر بحیثیت گورنر تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے، صرف اسکندریہ سے رومی فوجوں کے مار بھگانے، مصر میں امن و امان بحال کرنے اور خراج سے متعلق جو اختلاف رائے عثمان اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے مابین رونما ہوا اسی کا ذکر ملتا ہے۔ ❸ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی معذرت کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو مصر پر بحیثیت گورنر متعین کر دیا، اور مصر کے سرکاری گورنر وہی رہے، لشکر جہاد و خراج اور دیگر تمام امور انہی کے سپرد رہے۔ ❹

مصر میں امن و امان بحال رہا، لیکن عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری دور میں جب فتنہ پرور وہاں پہنچے اور عبداللہ بن سبا کی تحریک نے وہاں اپنے پنجے جمائے تو وہاں کا امن و استقرار پامال ہوا، اور سبائی تحریک اور اس سے متاثر افراد کا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت میں اہم کردار رہا۔ ❺

اس کی تفصیل ان شاء اللہ اپنے مقام پر آئے گی۔

❶ الولاية على البلدان (١/ ١٧٨)
❷ الولاية على البلدان (١/ ١٧٨، ١٧٩)
❸ الولاية على البلدان (١/ ١٧٩)، فتوح البلدان ص (٢١٧)
❹ الولاية على البلدان (١/ ١٧٩)
❺ الولاية على البلدان (١/ ١٨٦)

بصرہ:

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت بصرہ کے گورنر ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ تھے۔ اس وقت بصری معاشرہ کی آبادکاری اور وہاں کی اجماعی ساخت میں اساسی تغیرات رونما ہو چکے تھے۔ چنانچہ بصرہ اسلامی فوجی کیمپوں میں شمار ہونے لگا تھا، بہت سے قبائل نقل مکانی کر کے وہاں آباد ہو چکے تھے۔ یہاں کے اسلامی لشکر نے بہت سے مواقع کو فتح کر لیا تھا، جس کے نتیجے میں عہد عثمانی کے آغاز میں اس کو خصوصی اہمیت حاصل ہو چکی تھی۔ ❶

لوگ امور عامہ اور جہاد وغیرہ کے ساتھ ساتھ اپنے خاص امور میں مشغول ہو چکے تھے اور اس صورت حال میں اس علاقے اور اس کے تابع علاقوں پر ولایت و گورنری انتہائی اہمیت کی حامل تھی اور وہ آسان نہ تھی، اس صوبے کے انتظام و انصرام کے لیے خصوصی فہم و فراست کی ضرورت تھی۔ ایسا لگتا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس صوبے کے انتظام و انصرام سے متعلق ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی قدرت خاصہ کو محسوس کر رہے تھے جس کی وجہ سے آپ نے اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو یہ وصیت کی تھی کہ آپ کی وفات کے بعد ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو چار سال تک ان کے عہدے پر باقی رکھا جائے۔ ❷

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بصرہ پر دور ولایت، جہاد اور مسلح جدوجہد کا دور رہا، اس میں اہل بصرہ کا کردار نمایاں ہوا، اور اسی طرح فارس کے بہت سے مواقع کو فتح کر کے اور مفتوحہ علاقوں میں مسلمانوں کے قدم مضبوط کر کے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے نمایاں مقام حاصل کیا۔ اسی طرح جن علاقوں میں لوگوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد روگردانی شروع کر دی تھی ان علاقوں پر چڑھائی کر کے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اسلام کو مستحکم کیا۔ ❸

فتوحات کے ساتھ ساتھ عہد عثمانی میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی گورنری کے دور میں بصرہ کے اندر آب پاشی کی تنظیم اور نہروں وغیرہ کی کھدائی کا اہتمام کیا، اور پینے کا پانی نہر کے ذریعے سے بصرہ پہنچایا، بعد میں جس سے لوگوں نے استفادہ کیا اور اسی طرح آپ دوسری نہروں کی کھدائی شروع کر چکے تھے لیکن معزولی کی وجہ سے اس کو پایۂ تکمیل کو نہ پہنچا سکے۔ ❹ آپ کے بعد آنے والے بصرہ کے گورنر عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اس کی تکمیل فرمائی۔ ❺

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ طویل عرصہ تک بصرہ کے گورنر نہ رہ سکے، عثمان رضی اللہ عنہ نے اکثر روایات کے مطابق آپ کو ۲۹ھ میں معزول کر دیا اور آپ کی جگہ عبداللہ بن عامر بن کریز رضی اللہ عنہ ❻ کو وہاں کا گورنر مقرر فرمایا، مورخین نے

❶ التنظیمات الاجتماعية والاقتصادية فی البصرة/ صالح العلی ص (١٤١)
❷ سیر اعلام النبلاء (٢/ ٣٩١)، الولاية على البلدان (١/ ١٨٦)
❸ الولاية على البلدان (١/ ١٨٧)
❹ ایضاً ❺ ایضاً (١/ ١٧٧)
❻ تاریخ الطبری (٥/ ٢٦٤)

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی معزولی سے متعلق متعدد روایات بیان کی ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ لشکر بصرہ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مابین اختلافات رونما ہوئے، اور اہل بصرہ کی ایک جماعت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی معزولی کا مطالبہ کیا، اور عرض کیا کہ جو کچھ ہم جانتے ہیں، ہم یہ نہیں پسند کرتے کہ آپ اس سے متعلق ہم سے سوال کریں، آپ ان کے بدلے کسی اور کو مقرر کر دیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا: ان کی جگہ کس کو پسند کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: کوئی بھی ان کا بدل ہوسکتا ہے، اور کچھ لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ کسی قریشی کو گورنر مقرر فرما دیں۔ ❶

اس صورت حال میں عثمان رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ان کی جگہ بصرہ کا گورنر عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو مقرر فرما دیا۔ یہاں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حکمت، وسعت ظرف اور خلیفہ وقت کی اطاعت عیاں ہوتی ہے، آپ کو گورنری کا بالکل لالچ نہ تھا جیسا کہ بعض لوگوں کا ناقص گمان ہے، چنانچہ جب آپ کو اپنی معزولی اور عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی تقرری کی اطلاع ملی آپ منبر پر تشریف لائے، اور عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی تعریف کی جو اس وقت پچیس سال کے نوجوان تھے۔ جو تعریفی کلمات ان کی شان میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہے ان میں سے آپ کا یہ قول بھی تھا:

> ''تمہارے اوپر ایسا نوجوان گورنر مقرر کیا گیا ہے جس کی پھوپھیاں، خالائیں اور دادیاں قریش کی شریف زادیاں ہیں وہ تمھیں خوب مال لٹائے گا۔'' ❷

ان سخت ترین حالات میں جس سے بصرہ کا صوبہ دوچار تھا عثمان رضی اللہ عنہ ایسا نیا قائد مقرر کرنے میں کامیاب ہوئے جس کی اطاعت کو لشکر قبول کر لے اور اعداء کے سامنے ان کی صفیں متحد ہوں، اور ساتھ ہی ساتھ یہ معزولی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی تکریم بھی تھی کیوں کہ اس طرح بعض لوگوں کی توہین سے آپ کو محفوظ کر لیا گیا جو باغیوں کے منحرف افکار سے متاثر تھے، جنھوں نے اپنے دلوں میں آپ کی کراہیت بٹھا رکھی تھی اور اس کی تشہیر کرنا چاہتے تھے اور اس کے لیے دھڑ بندی کر لی تھی۔ ❸

جس وقت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے عہدہ سنبھالا اس وقت بصرہ کا صوبہ سخت ترین حالات سے دوچار تھا، جس کی وجہ سے عثمان رضی اللہ عنہ نے صوبہ کے انتظام و انصرام کے سلسلہ میں بنیادی تبدیلیاں پیدا کیں، چنانچہ بحرین اور عمان کے لشکر کو بصرہ میں ابن عامر رضی اللہ عنہ کے تابع کر دیا تاکہ ان چیلنجوں کے مقابلہ میں ان کو وافر مقدار میں قوت بہم پہنچے جن سے ان کا مقابلہ تھا۔ لشکر کے اس انضمام کا ابن عامر رضی اللہ عنہ کی قوت و اقتدار پر کافی اثر ہوا، اور اس طرح خود بصرہ کی صورت حال پر اس کا گہرا اثر یہ ہوا کہ وہ امن و استقرار سے پر اسلامی مرکزی شہروں میں

---

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۲٦٤) ❷ تاریخ الطبری (۵/ ۲٦٦)، سیر اعلام النبلاء (۳/ ۱۹)

❸ الولایة علی البلدان (۱/ ۱۸۹)

سے قرار پایا، اور پہلے سے زیادہ قبائل نے اس کی طرف نقل مکانی کی، ❶ جس کے نتیجہ میں دیوان اور اداری و مالی امور وغیرہ کے نظم ونسق سے متعلق صوبہ کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہوا۔ بصرہ اور اس کے لشکر اور خود عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی عظیم فتوحات رہیں جن کا آغاز آپ کی تقرری کے فوراً بعد ہوا، اور امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے کچھ دنوں قبل تک جاری رہا ❷ جس کا ذکر عثمان رضی اللہ عنہ کی فتوحات کے ضمن میں آچکا ہے۔

ابن عامر رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلامی صوبوں میں بصرہ نے خاص مقام حاصل کیا اور فتوحات اور مختلف میدانوں میں وسعت کے نتیجہ میں عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف خصوصی توجہ فرمائی جس کی وجہ سے بصرہ عظیم انتظامی واداری مرکز قرار پایا۔ ❸ وہاں سے بہت سے اسلامی علاقوں کا انتظام و انصرام چلایا جاتا تھا، اور صوبہ کے تابع مختلف علاقوں کے امراء کی تقسیم وتعیین کے ذمہ دار عثمان رضی اللہ عنہ کے سابقہ موافقت سے ابن عامر رضی اللہ عنہ تھے جس کی وجہ سے آپ کی ذمہ داریاں بڑی تھیں۔ منصب امارت (گورنری) پر فائز ہوتے ہی آپ نے بصرہ کے تابع علاقوں میں امراء کی تقسیم وتعیین شروع کر دی، چنانچہ آپ نے بہت سے سپہ سالاروں اور امراء کو منتخب فرمایا اور انہیں ان علاقوں میں متعین فرمایا۔ ان میں اہم ترین علاقے یہ تھے: عمان، بحرین، سجستان، خراسان، فارس، اہواز۔ یہ علاقے مختلف شہروں اور وسیع علاقوں پر مشتمل تھے۔ ❹

ان امراء اور عمال کی تبدیلی وقتاً فوقتاً مصالح کے پیش نظر ہوتی رہتی تھی۔ اسی طرح بصرہ آپ کے دور میں اپنے بیت المال کی وجہ سے معروف ومشہور ہوا، اور اس کی آمدنی واخراجات میں اضافہ ہوا۔ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیت المال کے ذمہ دار زیاد بن ابی سفیان تھے، اور ابن عامر رضی اللہ عنہ کی نیابت میں نہروں وغیرہ کی کھدائی کی ذمہ داری سنبھالتے تھے۔ ❺

۳۰ھ اور ۳۵ھ کے مابین ابن عامر رضی اللہ عنہ کی امارت میں فارس کے مختلف علاقوں میں جو بصرہ کے تابع تھے درہم جاری کیے گئے جن پر عربی الفاظ تحریر تھے۔ ❻

بصرہ پہنچنے کے وقت ہی سے ابن عامر رضی اللہ عنہ اہل بصرہ کے نزدیک انتہائی محبوب تھے، باوجودیکہ یہ ہوا دی گئی کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں محض اس لیے منتخب فرمایا تھا کہ وہ آپ کے قریبی رشتہ دار تھے، لیکن بصرہ والوں نے آپ کو خوب مانا۔ ❼

اس تفصیل سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں بصرہ کی امارت صرف دو

---

❶ التنظیمات الاجتماعیة والاقتصادیة فی البصرة فی القرن الاول الهجری/ صالح العلی، ص (۱٤۱)
❷ الولایة علی البلدان (۱/ ۱۸۹)
❸ الولایة علی البلدان (۱/ ۱۹۳)
❹ نهایة الارب (۱۹/ ٤۳۳)
❺ الولایة علی البلدان (۱/ ۱۹٤)
❻ الدارهم الاسلامیة / وداد علی القزاز، ص (۱٤)
❼ الولایة علی البلدان (۱/ ۱۹٤)

افراد میں منحصر رہی، ایک ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور دوسرے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ۔ اور بصرہ اور اس کے تابع علاقوں کے انتظام و انصرام میں ان دونوں کا اہم کردار رہا۔ ❶

کوفہ:

جس وقت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت عمل میں آئی اس وقت کوفہ کے گورنر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تھے جن کی تقرری عہد فاروقی کے آخری دور میں ہوئی تھی۔ ❷ عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کو معزول کر کے آپ کی جگہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وہاں کا گورنر مقرر فرمایا، اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی معزولی کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایسا عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت کی وجہ سے ہوا تھا، کیوں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو وصیت کی تھی کہ وہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر کر لے، صورت حال یہ پیدا ہوئی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری ایام میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیا تھا، اور فرمایا تھا کہ میں نے ان کو کسی برائی اور خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا ہے، اور اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ انہیں گورنر مقرر کر دے۔ ❸

اس تقرری میں آپ کے ساتھ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھی شریک رکھا گیا۔ عبداللہ بن مسعود کے ذمہ بیت المال کی ذمہ داری سونپی گئی اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ذمہ نماز ولشکر اور دیگر انتظامی امور سونپے گئے۔ ❹

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کے سلسلہ میں کافی تجربہ تھا، اس کے امور، حدود، باشندوں، اور لشکر سے متعلق پوری معلومات رکھتے تھے کیوں کہ عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں آپ ہی کوفہ کے مؤسس تھے، اور آپ کئی سالوں تک اس کے گورنر رہ چکے تھے اس لیے سب سے زیادہ وہاں کے لوگوں اور حالات کی خبر و معلومات آپ کو تھیں۔ ❺

کوفہ میں عہد عثمانی میں اپنی امارت کے دوران سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جو امور سرانجام دیے ان میں سے کوفہ کے تابع سرحدوں کی زیارت ہے، اسی ضمن میں آپ نے ''رے'' کی زیارت ۲۵ھ میں کی اور اس کے نظم ونسق کو مرتب کیا۔ ❻ اسی طرح آپ نے بعض امراء و عمال کو ہمدان اور اس کے قریبی علاقوں میں متعین کیا۔

کوفہ پر آپ کی امارت طویل عرصہ نہ رہ سکی کیوں کہ آپ کے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مابین اختلاف پیدا ہو گیا، جس کی وجہ یہ تھی کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیت المال پر مقرر تھے، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو مال کی ضرورت پیش آئی انہوں نے بیت المال سے وقت مقررہ تک کے لیے قرض لے لیا، اور وقت آنے پر ادا نہ کر

❶ الولاية على البلدان (۱/ ۱۹۵)
❷ تاريخ الطبري (۵/ ۲۳۹)
❸ تاريخ الطبري (۵/ ۲۲۵)
❹ تاريخ الطبري (۵/ ۲۵۰)، الولاية على البلدان (۱/ ۱۹۶)
❺ عثمان بن عفان/ صادق عرجون ، ص (۱۰۵)، الولاية على البلدان (۱/ ۱۹۶)
❻ الولاية على البلدان (۱/ ۱۹۷)

سکے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کو طلب کرنے ان کے پاس پہنچ گئے، گفتگو کے دوران میں دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں، لوگ جمع ہو گئے، اس کی اطلاع جب عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا، اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ان کے عہدے پر باقی رکھا۔ طبری کے قول کے مطابق سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو معزولی کی سزا ملی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو عہدہ پر بقا کی سزا ملی۔ ❶

یہ واقعہ دونوں حضرات کے ورع اور تقویٰ کی خبر دیتا ہے اور بتاتا ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو مال کی ضرورت تھی، اور آپ کے پاس اتنا مال نہ تھا کہ اپنی ضروریات کی تکمیل کر سکیں اسی لیے آپ بیت المال سے قرض لینے پر مجبور ہوئے، اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے مال کی حفاظت کے لیے کوشاں رہے، کوفہ کے گورنر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے قرض واپس لینے پر مصر رہے۔ کوفہ کی امارت آپ کے ہاتھ میں صرف ایک سال ایک ماہ رہی۔ ❷

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی معزولی کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ وہ اس سے قبل اردن میں لشکر صدیقی کے سپہ سالار رہ چکے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں الجزیرہ کے عربوں پر آپ عامل تھے۔ ❸ خلافت فاروقی کے آخر اور خلافت عثمانی کے آغاز میں آپ کوفہ کے لشکر کے ایک سپہ سالار تھے، اور متعدد مورچوں پر آپ نے سپہ سالار کی حیثیت سے جہاد کیا تھا۔ ❹ کوفہ پر تقرری سے قبل کوفہ، اس کے لشکر، اس کی سرحدوں اور دیگر امور سے متعلق آپ تجربہ و معرفت رکھتے تھے، وہاں کے لیے آپ کوئی نئے نہ تھے۔ خلفائے راشدین کا اصول تھا کہ جس علاقہ پر گورنر مقرر کرنا ہوتا اس علاقہ سے متعلق تجربہ کار اور معرفت رکھنے والوں کو دوسروں پر ترجیح دیتے تھے، چنانچہ اسی اصول کے تحت عثمان رضی اللہ عنہ کی نظر انتخاب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ پر پڑی، لیکن کیا کہا جائے کہ بہت سے قدیم و جدید حضرات جنھوں نے امراء اور گورنروں کی تقرری سے متعلق تحریر کیا ہے انہوں نے اس تقرری سے متعلق عثمان رضی اللہ عنہ کو متہم کرنے کی کوشش کی ہے ان کے خیال میں ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی تقرری کے پیچھے کنبہ پروری کارفرما تھی کیوں کہ وہ آپ کے علاتی (ماں شریک) بھائی تھے۔ ❺ یہ عثمان رضی اللہ عنہ پر براہ راست اتہام وتنقید ہے۔ ❻

آپ کی امارت کے آغاز میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کے شریک کار تھے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیت المال

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٢٥١)

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٢٥٠)

❷ تاریخ الطبری (٥/ ٢٥١)

❸ الولایة علی البلدان (١/ ١٩٨)

❹ الولایة علی البلدان (١/ ١٩٨)

❺ دیکھیے: الفتنة الکبریٰ (١/ ٩٤)، جس میں طٰہٰ حسین نے مختلف اتہامات باندھے ہیں۔

پر مقرر تھے، لیکن ایک مرتبہ جب آپ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان سرکاری اموال سے متعلق اختلاف رائے رونما ہوا تو عثمان رضی اللہ عنہ نے مصلحت عامہ اس میں سمجھی کہ اس اشتراک کو ختم کر دیا جائے اور بیت المال کو بھی ولید رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا جائے، چنانچہ آپ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو سبکدوش کر دیا اور بیت المال کو بھی ولید رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ ❶

اہل کوفہ کے نزدیک ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ انتہائی محبوب و ہردل عزیز رہے، آپ نے اپنے گھر میں دروازہ نہیں لگایا، مختلف اوقات میں لوگوں کا استقبال کرتے، ان کی مشکلات کو حل کرتے اور اپنی ذمہ داری ادا کرتے، لیکن بالآخر کوفہ میں بعض حادثات رونما ہوئے جس کے سلسلہ میں آپ نے سخت موقف اختیار کیا جس کی وجہ سے حاقدین آپ پر ناراض ہو گئے۔ چنانچہ ابن الحیسمان الخزاعی کو کوفہ کے کچھ نوجوانوں نے مل کر قتل کر دیا، آپ نے ان پر حد قصاص نافذ کی جس کی وجہ سے اس واقعہ کے بعد ان مجرموں کے والدین واقرباء ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے متعلق افواہیں پھیلانے میں لگ گئے، اور حتی الوسع اس کوشش میں لگ گئے کہ ان کی غلطیاں نکالیں، چنانچہ وہ لوگ آپ کے خلاف شراب نوشی کا اتہام باندھنے میں کامیاب ہو گئے، جس کے نتیجہ میں ان پر حد جاری کی گئی اور کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیا گیا اور فتنہ پروروں کا یہی مقصود تھا۔ ❷

ان شاء اللہ شراب نوشی کے اس اتہام کی تفصیل عثمان رضی اللہ عنہ کے گورنروں سے متعلق گفتگو میں ہم بیان کریں گے۔

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی معزولی کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ نے کوفہ والوں کے پاس خط تحریر فرمایا، جس میں آپ نے لکھا:

> ''اللہ کے بندے عثمان امیر المومنین کی طرف سے اہل کوفہ کے نام سلام! سلام کے بعد معلوم ہو کہ میں نے تمہارے اوپر ولید بن عقبہ کو والی مقرر کیا یہاں تک کہ اس کی قوت مضبوط ہو گئی، اور اس کا طریقہ مستقیم ہو گیا، وہ اپنے گھرانے کے صالح لوگوں میں سے تھا، اس کو میں نے تمہارے متعلق خیر کی وصیت کی تھی تم کو اس کے متعلق وصیت نہیں کی تھی، جب اس نے تمہارے لیے اپنا خیر خرچ کیا اور اپنے شر سے تمھیں محفوظ رکھا، اس کا ظاہر تم پر غالب آیا تو تم نے اس کے باطن پر عیب لگایا، اللہ تمہاری اور اس کی حالت کو اچھی طرح جانتا ہے، اب میں تم پر سعید بن العاص کو امیر بنا کر بھیج رہا ہوں۔'' ❸

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں اہل کوفہ کی شکایت اور ان کی معزولی امراء و گورنروں کے سلسلہ میں بعض اہل کوفہ کی شکایتوں اور معزولیوں کے طویل سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔ ❹ ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کی وجہ سے بہت سے کوفی ناراض ہوئے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی امارت سے معزول کرنے کے بعد ۳۰ھ میں سعید

❶ عثمان بن عفان/ صادق عرجون ص (۱۰۸)
❷ الولایة علی البلدان (۱/ ۲۰۱)
❸ تاریخ الطبری (۵/ ۲۸۰)
❹ الولایة علی البلدان (۱/ ۲۰۶)

ابن العاص رضی اللہ عنہ کو وہاں کا امیر مقرر فرمایا جو مدینہ میں مقیم تھے، آپ کے ساتھ کوفیوں کا ایک وفد تھا جو عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی شکایت کرنے آیا تھا، اس وفد میں اشتر نخعی وغیرہ بھی تھا۔ ❶

جب سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کوفہ پہنچے تو منبر پر تشریف لائے، اور حمد وثنا کے بعد فرمایا: اللہ کی قسم میں تمہاری طرف امیر بنا کر بھیجا گیا ہوں حالاں کہ مجھے یہ بالکل پسند نہیں، لیکن جب حکم دیا گیا ہوں تو قبول کرنے کے علاوہ کوئی چارۂ کار بھی نہیں ہے، لیکن فتنہ نے اپنی ناک اور آنکھیں نکال لی ہیں، اللہ کی قسم میں ضرور اس کو جڑ سے ختم کر کے رہوں گا...... پھر منبر سے اتر آئے۔ ❷

اس خطاب سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سعید رضی اللہ عنہ اس فتنہ کے آغاز واسباب سے پوری طرح واقف تھے جو کوفہ میں آپ کی امارت سے قبل ظاہر ہونا شروع ہو چکا تھا، آپ نے اس خطاب کے ذریعے سے فتنہ پروروں کو دھمکی سنائی اور اس فتنہ کو جڑ سے ختم کر دینے کے عزم کا اظہار فرمایا جس کا کوفہ میں آغاز آپ نے محسوس کر لیا تھا۔ ❸

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے صوبہ کے امور کو منظم کیا، اور کوفہ کے تابع سرحدی علاقوں پر امراء و والیان کو مقرر فرمایا، اور ان کے نظم ونسق کو درست کیا ❹ اور کامیاب غزوات کیے جن کا ذکر عہد عثمانی کی فتوحات کے ضمن میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ پھر ۳۳ھ میں کوفہ میں فتنہ نے اپنا سر نکالنا شروع کر دیا۔ ان شاء اللہ اس کا تفصیلی ذکر عنقریب آئے گا۔ اشتر نخعی نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے خلاف سازش رچی جس سے کوفہ کے بعض عوام دھوکہ کھا گئے اور اشتر کے ساتھ ہو کر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی امارت کو مسترد کرنے لگے، اور عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کی تبدیلی کا مطالبہ شروع کر دیا۔ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ بھی انہی امراء اور گورنروں کی فہرست کے فرد تھے جن کی معزولی کا مطالبہ کوفی اس سے قبل کر چکے تھے جیسے سعد بن ابی وقاص، ولید بن عقبہ وغیرہ رضی اللہ عنہم۔

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی معزولی کا مطالبہ اشتعال انگیزی سے کیا گیا جس میں فسادیوں نے اسلحہ نکالا، اور یہ کوفہ کی تاریخ میں بلکہ پوری اسلامی سلطنت کی تاریخ میں انتہائی خطرناک اقدام تھا، اس کا حقیقی سبب سبائی تحریک کی فتنہ انگیزی اور عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی دعوت تھی، جس کی تاثیر سے لوگوں کے نفوس میں تغیر پیدا ہوا اور حالات میں تبدیلی رونما ہوئی۔

ان حالات میں عثمان رضی اللہ عنہ نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو وہاں کا گورنر مقرر فرما دیا۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی امارت کا آغاز اہل کوفہ کو خطاب کر کے کیا، آپ نے اپنے خطاب میں فرمایا:

"لوگو! ایسا دوبارہ نہ کرنا، جماعت اور طاعت کو لازم پکڑو، جلد بازی سے بچو، صبر سے کام لو، تم گویا

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۲۸۰)
❷ تاریخ الطبری (۵/ ۲۸۰)
❸ الولایة علی البلدان (۱/ ۲۰۷)
❹ الولایة علی البلدان (۱/ ۲۰۸)

نئے امیر کے ساتھ ہو۔'' لوگوں نے کہا: تو پھر آپ ہمیں نماز پڑھائیں۔

فرمایا: ایسا نہیں ہو سکتا جب تک کہ تم عثمان رضی اللہ عنہ کی سمع و طاعت کا اقرار نہ کرو۔ لوگوں نے کہا ہم عثمان رضی اللہ عنہ کی سمع و طاعت پر قائم رہنے کا اقرار کرتے ہیں۔ ❶

عثمان رضی اللہ عنہ نے کوفیوں کے نام خط تحریر فرمایا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''اما بعد! میں نے تمہارے اوپر اس کو امیر مقرر کیا ہے جس کو تم نے منتخب کیا ہے اور سعید کو معزول کر دیا ہے۔ اللہ کی قسم میں تمہارے لیے اپنی عزت ضرور بچھاؤں گا، اور اپنا صبر تمہارے لیے خرچ کروں گا اور اپنی طاقت بھر تمہارے ساتھ خیر خواہی کروں گا، معصیت کے علاوہ جو تم کو پسند ہو ضرور مجھ سے طلب کرو، اور جو چیز تم کو ناپسند ہو بشرطیکہ اس میں اللہ کی معصیت نہ ہو رہی ہو میں ضرور تمہارا مطالبہ پورا کروں گا، یہاں تک کہ ہمارے خلاف تمہارے پاس کوئی حجت باقی نہ رہے۔'' ❷

عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر رہے۔ ❸ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں یکے بعد دیگرے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے لے کر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تک پانچ گورنر کوفہ پر مقرر ہوئے، اور ان میں سے ہر ایک کے دور میں ایسے مختلف حوادث رونما ہوئے جو براہ راست اسلامی سلطنت پر اثر انداز ہوئے۔ فتنہ کوفہ میں پروان چڑھا، اور کوفی امراء اور گورنروں پر تسلط، اور خوش کرنے کی ہزار کوششوں کے باوجود ان کی نافرمانی میں شہرت یاب ہوئے۔ انہوں نے سعد بن ابی وقاص اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہما کی شکایتیں پہنچائیں، اور سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو وہاں سے بھگا دیا، اور ہمیں یاد ہونا چاہیے کہ عثمان رضی اللہ عنہ سے قبل کوفیوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو تھکا دیا تھا، چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہنا پڑا: ''کوفیوں سے مجھے کون بچائے گا۔'' عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں بعض کوفیوں کا براہ راست اور بنیادی کردار رہا ہے۔

قابل ذکر بات ہے کہ کوفہ کے صوبے کے تابع بعض دیگر فرعی صوبے تھے، جیسے طبرستان، آذربیجان اور شمالی فارس کے بعض دوسرے علاقے۔ ❹ ان صوبوں کے کوفہ کے تابع ہونے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ کوفہ کے گورنر ہی ان علاقوں میں فتوحات کے ذمہ دار ہوتے تھے اور ان کے باشندوں کی نافرمانی کی صورت میں تادیبی کارروائی بھی کرتے تھے۔ ان فرعی صوبوں کا کافی حد تک کوفہ کے ساتھ اچھا کردار رہا۔ ❺

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٣٣٩)

❷ تاریخ الطبری (٥/ ٣٤٣)

❸ تاریخ الطبری (٥/ ٣٤٣)

❹ الولایۃ علی البلدان (١/ ٢١٣)

❺ الولایۃ علی البلدان (١/ ٢١٣)

عہد عثمانی میں اسلامی صوبوں کی مذکورہ تفصیل سے یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں بہت سے صوبے ایسے تھے جہاں برابر امن وامان بحال رہا، کسی طرح کی کوئی ہڑبونگ نہ ہوئی۔ انہی میں یہ عرب صوبے آتے ہیں جیسے بحرین، یمن، مکہ، طائف وغیرہ، اسی طرح شام میں بھی امن واستقرار بحال رہا، اور بصرہ کے لوگ اپنے امیر عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں برابر فتوحات میں مشغول رہے، البتہ مصر وکوفہ میں فتنے نے عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری دور میں سر اٹھایا اور فساد برپا ہوا، اور مصر وکوفہ کے فسادیوں نے اعدائے اسلام کے بدلے مدینہ طیبہ پر چڑھائی کر دی، اور خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے درپے ہوئے۔ [1]

---

[1] الولاية على البلدان (١/ ٢١٤)

(۲)

گورنروں کے ساتھ عثمانی سیاست اور ان کے حقوق وفرائض

گورنروں کے ساتھ عثمانی سیاست:

۲۴ھ کے آغاز میں عثمان رضی اللہ عنہ زمام خلافت سنبھالی، اس وقت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے امراء وگورنر عالم اسلام میں پھیلے ہوئے تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے مکمل سال بھر ان کو ان کے عہدوں پر باقی رکھا۔ پھر اس کے بعد مسلمانوں کے مصالح کے پیش نظر اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے گورنروں کی معزولی اور تعیین شروع کی۔ اس سلسلہ میں عثمان رضی اللہ عنہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وصیت پر عمل کیا جس میں انہوں نے اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو وصیت کی تھی کہ میرے مقرر کردہ کسی گورنر کو سال بھر سے زیادہ اس عہدے پر باقی نہ رکھا جائے، البتہ ابوموسیٰ اشعری کو ان کے عہدے پر چار سال تک باقی رکھا جائے۔ ❶

عثمان رضی اللہ عنہ گورنروں کے ساتھ اپنی سیاست کے سلسلہ میں اپنی بہت سی کارروائیوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشوروں پر عمل کرتے تھے۔ یہی وجہ رہی کہ آپ نے مسلمانوں کی مصلحت کے پیش نظر بعض صوبوں کو دوسرے صوبوں کے ساتھ جوڑ دیا، اور بعض علاقوں میں گورنروں کو محدود کر دیا۔ چنانچہ بحرین کو بصرہ کے ساتھ ملا دیا اور شام کے بعض صوبوں کو بعض دوسرے صوبوں کے ساتھ گورنر کی وفات یا استعفا کی صورت میں ایک دوسرے سے ملا دیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ برابر گورنروں کو لوگوں کے ساتھ رحم دلی اور عدل وانصاف کی وصیت ونصیحت کرتے رہتے تھے، چنانچہ خلیفہ بنائے جانے کے بعد آپ کا گورنروں کے نام پہلا خط یہ تھا:

> ''اما بعد! اللہ تعالیٰ نے حکام کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ عوام کے لیے راعی بن کر رہیں، ٹیکس وصول کرنے والے نہ بنیں، اس امت کے اولین لوگ راعی بنا کر پیدا کیے گئے ہیں ٹیکس وصول کرنے والے نہیں بنائے گئے ہیں، خطرہ ہے کہ تمہارے حکمران ٹیکس وصول کرنے والے بن جائیں راعی نہ رہیں، جب لوگ ایسے ہو جائیں تو پھر حیا، امانت اور وفاداری ختم ہو جائے گی۔ خبردار! بہترین سیرت یہ ہے کہ تم مسلمانوں کے امور اور ان کی ذمہ داریوں میں غور کرو، ان کے حقوق انہیں ادا کرو اور ان پر

---

❶ سیر اعلام النبلاء (۲/ ۳۹۱)

جو حقوق عائد ہوتے ہیں ان سے وصول کرو، پھر ذمیوں کی طرف متوجہ ہو، ان کے حقوق انہیں ادا کرو اور ان پر عائد شدہ حقوق کو ان سے حاصل کرو، پھر دشمن جن پر غالب آنا چاہتے ہیں انہیں وفائے عہد سے فتح کرو۔" ❶

اس خط میں ہم دیکھتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے گورنروں کے لیے سیاست کے ایسے نقوش متعین کر دیے تھے جن پر چلنا ان کے لیے ضروری تھا مثلاً مسلمانوں کو ان کے حقوق ادا کرنا اور ان کے واجبات کا ان سے مطالبہ کرنا، ذمیوں کو ان کے حقوق ادا کرنا اور ان سے ان کے واجبات کا مطالبہ کرنا اور دشمن کے ساتھ بھی وفا کرنا اور ان تمام امور میں عدل کا دامن نہ چھوڑنا۔ آپ نے گورنروں کے لیے یہ واضح کیا کہ ان کا مقصد صرف مال کو وصول کرنا نہ ہو۔ ❷

اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ صوبے کے انتظامی امور سے متعلق نو آمدہ مسائل میں اپنے گورنروں کو خصوصی تعلیمات ارسال کرتے، اور یہ تعلیمات ان عام خطوط کے علاوہ ہوتیں جس میں عام تعلیمات صادر فرماتے جس کا التزام سب کے لیے ضروری ہوتا، انھی میں سے وہ خط تھا جس کے ذریعے سے تمام صوبوں میں آپ نے تمام لوگوں پر یہ ضروری قرار دیا کہ وہ ان مصاحف کو لازم پکڑیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نگرانی میں مدینہ میں ضبط تحریر میں لائے گئے ہیں، چنانچہ آپ نے ایک نسخہ ان مصاحف میں سے مدینہ کے لیے خاص کرنے کے ساتھ کوفہ، بصرہ، مکہ، مصر، شام، بحرین، یمن، الجزیرہ کی طرف ان مصاحف کا ایک ایک نسخہ ارسال فرمایا۔ ❸ نیز ان مصاحف کے علاوہ قرآن کے جو شخصی نوشتے لوگوں نے اپنے اپنے اعتبار سے یادداشت کے لیے تیار کر رکھے تھے آپ نے باجماع صحابہ ان نوشتوں کو جمع کرنے اور جلا دینے کا حکم صادر فرمایا جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔ ❹

اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ اس بات کے انتہائی حریص تھے کہ صوبوں کے امراء و گورنر آپس میں نئے ممالک کو فتح کرنے اور جہاد کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت کریں، چنانچہ آپ نے بصرہ کے گورنر عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور کوفہ کے گورنر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا کہ تم دونوں میں سے جو خراسان کو فتح کرنے میں سبقت کر لے گا وہ وہاں کا امیر ہوگا، جس کے نتیجہ میں عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے خراسان کو فتح کیا، اور سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے طبرستان کو فتح کیا۔ ❺

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٢٤٤) ❷ الولایة علی البلدان (١/ ٢١٥)

❸ تاریخ المدینة / ابو زید البصری (٣/ ٩٩٧)

❹ تاریخ المدینة (٣/ ٩٩٥-٩٥٦)۔ یہ اس لیے کیا گیا تاکہ قرآن کو اختلاف سے بچایا جا سکے، کیوں کہ لوگوں نے اپنے اپنے اعتبار اور سہولت کے پیش نظر انہیں تیار کیا تھا، کسی خاص ترتیب کا خیال نہ کیا گیا تھا، اور اسی طرح بعض سورتوں کو لکھا اور بعض کو چھوڑ رکھا تھا، اور تفسیری الفاظ بھی اس میں لکھ رکھے تھے، بعد میں آنے والوں کے لیے امتیاز کرنا مشکل تھا، لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مصلحت اسی میں سمجھی کہ ان نوشتوں کو جلا دیا جائے، اور امت کو کتاب الٰہی میں اختلاف سے بچا لیا جائے۔ (مترجم)

❺ تاریخ الیعقوبی (٢/ ١٦٦)

عثمان رضی اللہ عنہ بسا اوقات گورنروں پر ایسی شرائط عائد کرتے جس سے ان کی ساری سرگرمیاں اور کارروائیاں مسلمانوں کے حق میں ہوں، چنانچہ جب معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے سمندری جہاد کر کے قبرص پر چڑھائی کرنے کی اجازت طلب کی اور اس کو معمولی قرار دیا تو آپ نے انہیں لکھا کہ اگر تم اپنی بیوی کے ساتھ اس مہم پر روانہ ہوتے ہو تو پھر تمھیں اس کی اجازت ہے ورنہ نہیں، چنانچہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ اس مہم پر روانہ ہوئے۔ ❶

گورنروں کی نگرانی اور ان کے اخبار پر اطلاع کے عثمانی اسلوب

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے گورنروں کی نگرانی اور ان کے احوال و اخبار پر اطلاع کی خاطر مختلف اسلوب اختیار کیے:

موسم حج میں حاضری:

آپ اس بات کے انتہائی حریص تھے کہ بذات خود حج میں حاضر ہوں، اور حجاج سے ملیں، ان کی شکایتیں سنیں، اور اسی طرح گورنروں کو بھی آپ نے حکم دے رکھا تھا کہ وہ ضرور موسم حج میں شریک ہوں اور ان سے ملیں، چنانچہ آپ نے تمام صوبوں اور شہروں کو تحریر فرمایا کہ وہاں کے گورنر اور جن کو ان سے شکایتیں ہوں وہ موسم حج میں ان سے ملیں۔ ❷ دراصل یہ اسی سلسلہ کا امتداد و استمرار تھا جو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں پایا جاتا تھا کہ خلیفہ، گورنر اور رعیت کا حج میں سالانہ اجتماع ہوتا تھا۔ ❸

مختلف شہروں اور صوبوں سے آنے والوں سے دریافت کرنا:

یہ طریقہ آسان ترین طریقہ تھا، خلفاء کو اس سلسلہ میں کوئی تکلیف کرنے کی ضرورت نہ تھی اور اکثر بلا کسی سابقہ کارروائی کے حاصل تھا، چاروں خلفائے راشدین سے متعلق یہ طریقہ مشہور ہے، خلفائے ثلاثہ ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے دور میں خلیفہ کے مدینہ میں ہونے کی وجہ سے اس سلسلہ میں بڑی مدد ملتی تھی کیوں کہ مختلف اطراف و امصار سے لوگ کثرت سے زیارت کے لیے مدینہ میں حاضری دیتے تھے، اور خاص طور سے حج کے موسم میں کہ جس سے پورے ملک کی خبریں خلیفہ کو مل جاتی تھیں۔ ❹

ہر مقام پر ایسے افراد کا موجود ہونا جو تحریری شکل میں خلیفہ کو حالات سے مطلع کرتے تھے:

مختلف شہروں سے بعض رعایا کی طرف سے مدینہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کو خطوط پہنچتے تھے، جس میں شکایتیں بھی

---

❶ الولایة علی البلدان (۱/ ۲۱٦) الخراج وصناعة الکتابة ص (۳۰٦)

❷ الولایة علی البلدان (۱/ ۲۱٦) بحواله تاریخ الطبری

❸ الولایة علی البلدان (۱/ ۲۱٦) بحواله تاریخ الطبری

❹ الولایة علی البلدان (۲/ ۱۲۲)

ہوتیں، چنانچہ کوفیوں کی طرف سے آپ کو خط موصول ہوا اسی طرح اہل بصرہ کی طرف سے آپ کو خط پہنچا، اور اسی طرح دیگر خطوط بھی آپ کو شام والوں کی طرف سے موصول ہوئے، اور آپ نے ان کو پڑھا اور جن امور سے متعلق یہ خطوط تھے ان کو حل بھی کیا۔ ❶

صوبوں میں معاینہ کرنے والوں کو بھیجنا:

عثمان رضی اللہ عنہ صوبوں کے حالات اور رعایا پر گورنروں کے مظالم کی خبروں کی تحقیق کے لیے معاینہ کرنے والوں کو روانہ فرماتے، اور یہ حضرات وہاں کے حالات اور گورنروں سے متعلق مکمل رپورٹ آپ کو پیش کرتے ❷ چنانچہ اسی مقصد سے آپ نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو مصر، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بصرہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو شام اور ان کے علاوہ دیگر مختلف لوگوں کو مختلف مقامات پر روانہ فرمایا۔ ❸

صوبوں کا خود سفر کرنا اور براہ راست وہاں کے حالات پر مطلع ہونا:

عثمان رضی اللہ عنہ موسم حج میں مکہ کا سفر کرتے، وہاں کے حالات پر براہ راست مطلع ہوتے، گورنروں اور مختلف شہروں سے آئے ہوئے حجاج سے ملتے ان سے ان کے حالات اور خبریں معلوم کرتے۔

صوبوں سے وفود طلب کرنا تاکہ امراء اور گورنروں سے متعلق ان سے دریافت کریں:

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں اکثر اوقات گورنروں سے طلب کیا جاتا تھا کہ وہ وہاں کے کچھ لوگوں کو دربار خلافت میں بھیجیں تاکہ ان کے ذریعے سے وہاں کی صورت حال معلوم کی جا سکے۔ عمر و عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے دور خلافت میں بارہا ایسا ہوا، البتہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں جہادی امور میں مشغولیت کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا نیز آپ کی مدت خلافت کے مختصر ہونے کا بھی اثر رہا۔ ❹

گورنروں کو دارالخلافہ طلب کرنا اور ان سے وہاں کے حالات دریافت کرنا:

یہ طریقہ چاروں خلفائے راشدین کے دور میں مشہور و معروف تھا، حکومت کے مختلف مسائل میں غور وفکر کے لیے عثمان رضی اللہ عنہ اور گورنروں کے درمیان اتصالات جاری تھے، اس کی اہم ترین کڑی گورنروں کے ساتھ اہم ترین اجتماع دارالخلافہ مدینہ میں منعقد کرنا تھی۔ آپ نے بصرہ، کوفہ، شام، مصر وغیرہ کے گورنروں کو مدینہ طلب کیا اور اکابرین صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلایا اور ان کے ساتھ کانفرنس کی، اس فتنہ سے متعلق غور وخوض کیا جس کے کل پرزے رونما ہونے شروع ہو گئے تھے۔ اس سلسلہ میں گورنروں کے خیالات اور پھر اس کے علاج کی کیفیت معلوم کی۔ ہر گورنر نے اس صورت حال سے نمٹنے سے متعلق اپنی رائے پیش کی۔ ❺

---

❶ الولایة علی البلدان (۱/ ۲۱۷)
❷ ایضاً
❸ ایضاً
❹ الولایة علی البلدان (۲/ ۱۲۲)
❺ الولایة علی البلدان (۲/ ۱۲۳)

گورنروں کے ساتھ مراسلت، رعایا اور صوبوں کے حالات سے متعلق رپورٹ طلبی:

یہ طریقہ خلفائے راشدین کے دور میں معروف رہا۔ ابوبکر صدیق اور علی رضی اللہ عنہما کے دور میں اہم ترین طریقہ رہا۔ ❶ یہ اہم ترین اسلوب تھے جنھیں عثمان رضی اللہ عنہ نے گورنروں کی نگرانی اور تعاقب کے لیے اختیار کیا۔ آپ اس بات کے انتہائی حریص تھے کہ گورنر اپنے واجبات کو ادا کریں، کوتاہی کی شکل میں خبر ملنے پر آپ انہیں تادیب فرماتے، اور غلطی ثابت ہونے کی صورت میں سزا دیتے، اس سلسلہ میں گورنر کے ساتھ حسن ظن مانع نہ ہوتا، چنانچہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ پر شرائط مکمل ہونے پر شراب نوشی کی حد جاری کی، گواہوں کی صداقت اور عدم صداقت سے بحث نہیں کی۔ ❷ اور کوڑے لگانے کے بعد ان کو کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیا۔ ❸

عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی یہ عادت بنالی تھی کہ جب کسی مقام پر نیا گورنر مقرر فرماتے تو وہاں کے لوگوں کو خط کے ذریعے سے گورنر کے سلسلہ میں وصیت و نصیحت فرماتے، جس طرح گورنر کو ان سے متعلق وصیت و نصیحت فرماتے، اسی طرح اکثر مختلف شہروں اور صوبوں میں عوام کے نام خیر خواہانہ خطوط ارسال کرتے رہتے تاکہ گورنروں کو رعایا کے امور چلانے میں مدد ملے۔ اسی ضمن میں آپ کا وہ خط ہے جو آپ نے مختلف صوبوں کو ارسال فرمایا تھا، جس میں آپ نے تحریر فرمایا:

> ''اما بعد! یقیناً میں ہر موسم حج میں گورنروں کا مواخذہ کرتا ہوں، جب سے میں نے زمام حکومت سنبھالی ہے امت کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اختیار فراہم کیا۔ مجھ سے یا میرے گورنروں سے جو مطالبہ پیش کیا جاتا ہے اس کو پورا کر کے رہتا ہوں۔ رعایا سے قبل میرا اور میرے اہل و عیال کا کوئی حق نہیں ہوتا ہے۔ کوئی جسے چھپ کر گالی دی گئی ہو یا چھپ کر مارا گیا ہو، جس کو کسی طرح کا دعویٰ اور شکایت ہو وہ موسم حج میں مجھ سے ملے اور اپنا حق وصول کرے خواہ اس کا تعلق میری ذات سے ہو یا میرے گورنروں سے ہو...... یا صدقہ کر دو، اللہ صدقہ کرنے والوں کو بہترین بدلہ دیتا ہے۔''

جب یہ خط لوگوں کو پڑھ کر سنایا گیا تو سب رو پڑے اور عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے دعائیں کیں۔ ❹

گورنروں کے حقوق

خلفائے راشدین کے دور میں گورنروں کو مختلف حقوق حاصل تھے، بعض حقوق کا تعلق رعایا سے تھا اور بعض کا خلیفہ سے، اس کے ساتھ کچھ حقوق بیت المال سے متعلق انہیں حاصل تھے، ان ادبی و اخلاقی اور مادی حقوق کا مقصد واجبات کی ادائیگی اور مصالح عامہ کی خدمت میں گورنروں سے تعاون کرنا تھا تاکہ وہ اپنی ذمہ داری کما حقہ

---

❶ الولایۃ علی البلدان (۲/ ۱۲۲)
❷ الولایۃ علی البلدان (۲/ ۱۲۶)
❸ الولایۃ علی البلدان (۲/ ۲۱۷)
❹ تاریخ الطبری (۵/ ۳۴۹)

ادا کر سکیں۔ ان حقوق میں سے اہم ترین یہ تھے:

اطاعت بشرطیکہ معصیت نہ ہو:

ارشاد ربانی ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ‌ۚ فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِىۡ شَىۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَـوۡمِ الۡاٰخِرِ‌ ؕ ذٰ لِكَ خَيۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِيۡلًا ۝﴾ (النساء: ۵۹)

''اے ایمان والو! فرماں برداری کرو، اللہ تعالیٰ کی اور فرماں برداری کرو رسول (ﷺ) کی، اور تم میں سے اختیار والوں کی، پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف اگر تمھیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت بہتر اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔''

علامہ قرطبی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس سے قبل والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حکام کو جب امانت کی ادائیگی اور لوگوں کے مابین عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کا حکم فرمایا تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رعیت کو اولاً اللہ عزوجل کی اطاعت کا حکم فرمایا جو اللہ کے اوامر کی بجا آوری اور اس کے نواہی سے اجتناب کا نام ہے، پھر ثانیاً رسول اللہ ﷺ کے اوامر و نواہی میں آپ کی اطاعت کا حکم فرمایا، اور پھر ثالثاً امراء و حکام کی اطاعت کا حکم دیا، جیسا کہ جمہور اور ابوہریرہ و ابن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔ [1]

عہد راشدی میں خاص طور سے اور اسلامی معاشرہ میں عام طور سے شریعت سب کے اوپر ہے، حاکم ہو یا محکوم سب اس کے تابع ہیں، اسی لیے حکام و امراء کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے ساتھ مقید کیا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((لا طاعة فی المعصية انما الطاعة فی المعروف.)) [2]

''معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں، اطاعت صرف بھلائی کے کاموں میں ہے۔''

گورنروں کو نصیحت کرنا:

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایسی اساس ہے جسے پوری امت تسلیم کرتی ہے۔ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ میں اس کا حکم دیا گیا ہے، بعض میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا عام حکم دیا گیا ہے اور بعض میں امراء و حکام کو خاص کیا گیا ہے، جیسا کہ احادیث نبویہ میں انہیں نصیحت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور خلفائے راشدین کی عادت رہی ہے کہ وہ گورنروں کو برابر لکھتے رہتے تھے، اور انہیں نصیحت کرتے رہتے تھے، اس سلسلہ میں نصوص

[1] تفسیر القرطبی (۵/ ۲۵۹)
[2] البخاری، کتاب الاحکام: (۷۱۴۵)

بہت ہیں جن کا حصر کرنا مشکل ہے۔ ❶

گورنر کو صحیح خبریں پہنچانا:

رعایا پر واجب ہے کہ وہ والی و گورنر تک صحیح خبریں پہنچائیں، اور سچائی کو اختیار کریں خواہ یہ عوام کے حالات سے متعلق ہو، یا دشمنوں سے متعلق، یا گورنر کے عمال و ملازمین سے متعلق، اس سلسلہ میں حتی الوسع جلدی کرنا چاہیے، خصوصاً جب کہ یہ خبریں جنگی امور، دشمنان یا عمال کی خیانت سے متعلق ہوں۔ کیوں کہ حاکم ومحکوم، رعایا اور گورنر ووالی کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ وہ امت کے عام مصالح کی حفاظت کریں اور اس کا خیال رکھیں۔ ❷

گورنر کے موقف میں اس کا بھرپور تعاون کرنا:

عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جب فتنہ برپا ہوا اور فتنہ پروروں نے ان سے بعض گورنروں کو معزول کرنے کا مطالبہ کیا تو عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو مسترد کر دیا۔ درحقیقت یہ تعاون اسلامی سلطنت کے عام مقصد کو پورا کرتا ہے، اور فساد سے روکتا ہے، اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ شکایتوں کی طرف التفات نہ کیا جائے اور بلا ثبوت فراہم کیے اس سے تعاون کیا جائے، نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ تعاون خلفاء کی طرف سے شکایتوں کی تحقیق کر لینے اور ثبوت فراہم ہو جانے کے بعد اور انتہائی دقیق احتساب کے بعد ہونا چاہیے۔ ان قضیوں میں تحقیق کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خصوصی کمیٹی تشکیل دی جاتی تھی۔ والی اور گورنر کی تائید وتعاون جس طرح خلیفہ پر واجب ہے، اسی طرح رعایا کی طرف سے بھی واجب ہے، اور لوگوں پر ان کا احترام وقدردانی فرض ہے۔ ❸ عثمان رضی اللہ عنہ نے جن بعض والیوں اور گورنروں کو معزول کیا تو محض رعیت کی مصلحت کے پیش نظر کیا تھا۔

معزولی کے بعد ان کا احترام:

عثمان رضی اللہ عنہ گورنروں کو معزول کر دینے کے بعد ان کا احترام ملحوظ رکھتے تھے جیسا کہ ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے ساتھ آپ کا برتاؤ رہا، بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے سلطنت کے اہم ترین مسائل میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے انہیں معزول کرنے کے بعد بھی مشورے کیے، یہ عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے معزول شدہ والیان و گورنروں کے ساتھ غایت درجہ احترام کا برتاؤ تھا۔

گورنروں کی تنخواہیں:

گورنروں کے حقوق میں سے ان کی تنخواہیں ہیں جو ان کی معیشت کا مصدر ہوتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں خلفائے راشدین کے درمیان عمال و امراء اور گورنروں کی تنخواہوں کا اصول متفق علیہ رہا، اگرچہ روایتوں میں صرف بعض کی تنخواہوں کا ذکر آتا ہے لیکن یہ بات واضح ہے کہ خلفائے راشدین کے دور میں تمام

❶ الولایة علی البلدان (۲/ ۵۶) ❷ الولایة علی البلدان (۲/ ۵۷)
❸ الولایة علی البلدان (۲/ ۵۸)

عمال اور گورنروں کی تنخواہیں مقرر ہوتی تھیں۔ اکثر روایات جو اس موضوع سے متعلق وارد ہیں ان میں خاص کر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور کا تذکرہ ملتا ہے، چنانچہ ان میں بعض گورنروں کی تنخواہ کی مقدار مذکور ہے۔ عثمان و علی رضی اللہ عنہما عمال اور گورنروں کی تنخواہوں سے متعلق ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے نقش قدم پر قائم رہے، لیکن عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں بظاہر لوگوں کے وظائف و عطیات میں کافی توسع رہا عمال و گورنر بھی ان میں شامل تھے، کیوں کہ آپ کے دور خلافت میں فتوحات میں وسعت کی وجہ سے بیت المال کی آمدنی میں کافی اضافہ ہوا، آپ کے گورنروں نے مشرق، آرمینیہ اور افریقہ وغیرہ میں کافی فتوحات کیں۔ آپ گورنروں کو ان کی خصوصی اور نمایاں خدمات کا صلہ اور معاوضہ عطا کرتے تھے، چنانچہ آپ نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو شمالی افریقہ کی فتح کے صلہ میں مال غنیمت کے خمس کا پانچواں حصہ عطا کیا اور ان کو اس اہم مہم پر روانہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمھیں افریقہ پر فتح عطا فرمائی تو مسلمانوں کو اس سے جو مال غنیمت حاصل ہوگا تو اس کے خمس کا پانچواں حصہ تمھیں عطا کروں گا۔ ❶

بہر حال عمال و گورنروں کو تنخواہیں اور وظیفے دینا اور انہیں لوگوں سے بے نیاز کرنا ایک اسلامی اصول و مبدا تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض کیا تھا۔ آپ کے بعد آپ کے خلفائے راشدین اس پر عمل پیرا رہے یہاں تک کہ لوگوں کے اموال سے اپنے عمال و گورنروں کو بے نیاز کر دیا، اور حکومت کے مصالح اور ان کی ڈیوٹی کی کما حقہ ادائیگی کے لیے ان کو فارغ کر دیا۔ ❷

گورنروں کے فرائض

ا۔ اقامت دین:

لوگوں میں اسلام کی نشر و اشاعت: ...... یہ دور عظیم فتوحات کی وجہ سے امتیازی حیثیت کا حامل رہا ہے، ایسی صورت میں گورنروں کی یہ ذمہ داری قرار پاتی ہے کہ وہ ملک کے اندر دین کی نشر و اشاعت موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعاون سے کریں، چنانچہ فتوحات کے آغاز میں عہد صدیقی کے اندر یہ ذمہ داری گورنر حضرات اپنے معاونین کے تعاون سے کرتے رہے، پھر عہد فاروقی میں جب شہر بسائے گئے اور سلطنت میں وسعت ہوئی تو علماء و معلّمین اس مقصد کے لیے مقرر کیے گئے، اور عہد فاروقی کے آخر میں اس مقصد کے لیے علماء و معلّمین کی تقرری میں زور آیا کیوں کہ شہروں کی آبادیاں بڑھ گئیں، اور طلبہ میں روز افزوں اضافہ ہونے لگا، اور گورنر اور امراء دیگر ملکی اور جہادی و انتظامی امور میں مشغول ہو گئے، صوبوں میں وسعت آ گئی، ایک صوبہ کے تحت کئی ایک شہر تابع کر دیے گئے، ہر جگہ لوگوں کو علماء فقہاء و معلّمین کی ضرورت پیش آنے لگی۔ ❸

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٢٥٢) ❷ الولایة علی البلدان (٢/ ٦٤) ❸ الولایة علی البلدان (٢/ ٦٦)

اقامت صلوٰۃ: ......چاروں خلفائے راشدین کے عہد میں دار الخلافہ میں خلیفہ بذات خود جمعہ، جماعت اور عیدین قائم کرتا، امامت کے فرائض انجام دیتا، جمعہ وعیدین اور دیگر مواقع پر خطبہ دیتا، اسی طرح اس کے نائبین اپنے اپنے مقام پر اس ذمہ داری کو انجام دیتے، اور خلفائے راشدین کے پورے دور میں گورنر حضرات خطبہ و امامت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ ❶

دین اور اس کے اصول و عقائد کی حفاظت: ......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلفائے راشدین نے اسلام کی اس کے صحیح اصول وعقائد پر حفاظت کی اپنی ذمہ داری کو محسوس کیا، احیائے سنت اور رد بدعت میں ہمیشہ کوشاں رہے، احترامِ دین اور احترام رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس دین کے خلاف سازش کرنے والوں کی تردید اور انہیں ناکام بنانے میں لگے رہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں عظیم خدمت پیش کی، قرآن کے مختلف نسخے کتابت کرائے اور مختلف شہروں کو روانہ فرمائے، اور اپنے گورنروں کو حکم جاری کیا کہ دیگر ذاتی تیار کردہ قرآنی نسخوں کو جلا دیا جائے۔ اصول دین اور قرآن کی حفاظت کی خاطر ہی آپ نے ایسا کیا، ❷ اور اسی طرح آپ کے گورنروں اور امراء نے سبائی تحریک کو دبانے اور ان کے اسلام منافی افکار ونظریات اور شبہات کا پردہ چاک کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ ❸ غرض کہ دین اسلام کی حفاظت اور اس کا احترام گورنروں کے اہم ترین فرائض میں سے تھے، جو ان کے سپرد کیے گئے تھے۔ ❹

تنظیم و تعمیر مساجد: ......سفر ہجرت میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قباء پہنچے تو آپ نے اسلام کی سب سے پہلی مسجد وہاں تعمیر کی، اور مدینہ طیبہ پہنچنے کے بعد آپ نے مسجد نبوی کی تعمیر کا آغاز فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن گورنروں کو مقرر فرماتے وہ اپنے اپنے مقامات پر مساجد کی تعمیر کا اہتمام فرماتے، خلفائے راشدین تعمیر مساجد کی اس سنت پر قائم رہے، جن علاقوں اور شہروں کو مسلمان فتح کرتے وہاں مسجد کی تعمیر کا اہتمام کرتے، اگرچہ تمام مساجد کو گورنروں نے تعمیر نہیں کیا، لیکن صوبے کی مرکزی مساجد خاص کر جامع مساجد کی تعمیر میں ان کا اہم رول رہا ہے۔ ❺

امور حج کا اہتمام اور حجاج کے لیے سہولیات فراہم کرنا: ......اسلام کے ابتدائی دور میں گورنر اپنے اپنے صوبہ میں حج کے متعلقہ امور کے ذمہ دار ہوتے تھے، حجاج کو سہولیات فراہم کرنا، اور ان کے سفر حج کو پرامن بنانا ان کے فرائض میں شامل تھا، چنانچہ گورنر ہی حج کے قافلوں کے امراء کی تعیین وتقرری فرماتے، سفر کے اوقات وہی متعین کرتے، ان کی اجازت کے بغیر قافلے روانہ نہیں ہو سکتے تھے۔ بعض امراء اور گورنروں

---

❶ الولایة علی البلدان (۲/ ۶۷)　❷ تاریخ المدینة (۳/ ۹۹۶۔۹۹۹).

❸ عبداللہ بن سبا و اثرہ فی احداث الفتنة / سلیمان العودة، ص (۲۱۴)

❹ الولایة علی البلدان (۲/ ۶۹)　❺ الولایة علی البلدان (۲/ ۶۹)

نے صرف امورِ حج کی ترتیب و تنظیم پر بس نہیں کی بلکہ حجاج کے لیے پورے راستے میں پانی کا انتظام فرمایا، چنانچہ عبداللہ بن عامر بن کریز رضی اللہ عنہ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گورنروں میں سے ہیں اور بصرہ کے گورنر تھے انہوں نے بصرہ سے مکہ تک کے راستے میں حجاج کے لیے پانی کا انتظام فرمایا۔ ❶

فقہائے امت نے یہ واضح کیا ہے کہ حجاج کے لیے سہولیات فراہم کرنا گورنر کے فرائض میں سے ہے۔ امام ماوردی کا کہنا ہے کہ حجاج کے لیے سہولیات فراہم کرنا اور ان کے امور کی تنظیم و ترتیب گورنر کے فرائض منصبی میں داخل ہے، کیوں کہ یہ ان جملہ معونات میں سے ہے جو اس سے متعلق ہیں۔ ❷

شرعی حدود کا نفاذ: ......اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی نافرمانی کرنے والوں پر شرعی حدود کا نفاذ گورنر کا دینی فریضہ ہے۔ یہ ان اہم ترین امور میں سے ہے جو گورنر کے ذمہ عائد ہوتے ہیں خواہ ان حدود کی زد میں وہ لوگ آتے ہوں جو مسلمانوں کے عام منافع سے کھلواڑ کرنے والے ہوں، یا وہ لوگ جو مخصوص و متعین لوگوں کو نقصان پہنچاتے ہوں۔ ❸

عثمان رضی اللہ عنہ اور آپ کے گورنروں نے شرعی حدود کا مکمل نفاذ اپنے دور میں کیا۔

۲۔ صوبہ میں امن و امان فراہم کرنا:

صوبہ میں امن و امان کی حفاظت گورنر کی اہم ترین ذمہ داریوں میں سے تھی، اس کی خاطر وہ مختلف کارروائیاں اختیار کرتا تھا، اس سلسلہ میں اہم ترین کارروائی فساق اور معصیت کے مرتکبین پر حدود کا نفاذ تھی ❹ جس سے ان جرائم کا انسداد ہوتا تھا جو لوگوں کی جان و مال کے لیے خطرہ تھے، اور اس کے نتیجہ میں قتل و چوری اور ڈاکہ زنی وغیرہ کی واردات میں کافی حد تک کمی ہوتی۔ حدود کے نفاذ کی بات صرف انہی باتوں پر منحصر نہ تھی بلکہ دوسروں کے خلاف کہی گئی باتوں پر حد قذف وغیرہ بھی جاری کی جاتی تھیں، جس سے اخلاقی جارحیت سے لوگوں کو امان ملتا، اور ان کی عزت و آبرو محفوظ رہتی۔ ایک دوسرے سے امان کی فراہمی پر بس نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ خلفائے راشدین کے حکم سے گورنر و امراء رعایا کو سانپ بچھو اور کیڑے مکوڑوں سے بھی امان فراہم کرتے تھے، چنانچہ بلاذری کا بیان ہے کہ نصیبین کے گورنر نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا جو شام اور الجزیرہ پر عثمان رضی اللہ عنہ کے گورنر تھے: ''کچھ مسلمانوں کو بچھوؤں نے ڈنک مارے ہیں۔'' تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا کہ کچھ لوگوں کو شہر کے مختلف حصوں پر متعین کریں اور انہیں حکم دیں کہ وہ ہر رات متعین تعداد میں بچھو پکڑ کر حاضر کریں، انہوں نے ایسا ہی کیا، اور وہ بچھو حاضر کرتے پھر آپ انہیں مار ڈالنے کا حکم دیتے۔ ❺

---

❶ الولاية على البلدان (۱/ ۱۹۲)
❷ الاحكام السلطانية ص (۳۳)
❸ السياسة الشرعية / ابن تيمية، ص (٦٦)
❹ الولاية على البلدان (۲/ ۷۱)
❺ فتوح البلدان / البلاذري ص (۱۸۳)

۳۔ اللہ کی راہ میں جہاد:

خلفائے راشدین کے عہد مبارک میں عام وصف یہ تھا کہ گورنر ہی اپنے اپنے علاقوں میں جہاد کے سالار اعظم ہوتے تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میمون میں اسلامی فتوحات کے سلسلہ میں گورنروں کا اہم ترین کردار رہا ہے۔ انھی میں سے عبداللہ بن عامر، مغیرہ بن شعبہ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم ہیں جنھوں نے مشرق میں فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا، اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ ہیں جنھوں شمالی افریقہ میں جہاد جاری رکھا۔ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما ہیں جنھوں نے آرمینیہ اور رومی ممالک میں علم جہاد بلند رکھا۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ خلفائے راشدین کے عہد میں گورنر صوبے کے انتظام و انصرام کو سنبھالنے کے ساتھ ساتھ دشمنوں کے خلاف علم جہاد بھی بلند رکھتے تھے، اور یہ صوبے کے انتظام و انصرام سے مانع نہ ہوتے تھے اور بلاشبہ جہاد کے ساتھ ایسی کارروائیاں عمل میں لائی جاتی تھیں جن سے جہاد کو تقویت حاصل ہو، چنانچہ تاریخی مصادر نے ان اہم اعمال کو بیان کیا ہے جو امراء اور گورنروں کی طرف سے اس سلسلہ میں انجام پاتے تھے۔ من جملہ ان اعمال کے بعض یہ تھے:

رضا کار مجاهدین کو جهاد پر روانه کرنا: ......ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت میں یمن، بحرین، مکہ اور عمان کے گورنر رضا کار مجاہدین کو جہاد پر روانہ کرتے تھے۔ ❶

اعداء کے خلاف صوبوں سے دفاع کرنا: ......خلفائے راشدین کے پورے دور میں شام کے گورنران رومیوں کا دفاع کرتے رہتے، اسی طرح عراق کے گورنران فارسیوں کا مقابلہ کرتے رہے، یہاں تک کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وہ ان کے آخری بادشاہ کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

ملک کا تحفظ و استحکام: ......عثمان رضی اللہ عنہ ساحلی علاقوں کے تحفظ و استحکام اور آبادکاری کا حکم جاری کرتے، اور مسلمانوں میں سے جو وہاں اقامت پذیر ہوتا اس کے لیے جاگیر مقرر فرماتے، تاکہ وہاں زیادہ سے زیادہ لوگ آباد ہوں۔ ❷

دشمنوں کی سراغ رسانی: ......گورنران دشمن کی خبروں کا سراغ لگاتے اور ان پر کاری ضرب لگاتے، اس طرح انہوں نے دشمن کی صفوں کو منتشر کیا اور اپنے جاسوسوں کو ان کے درمیان پھیلا دیا۔

صوبوں کو گھوڑے فراهم کرنا: ...... جہاد میں گھوڑوں کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور ہی سے گھوڑوں کے پالنے کا اہتمام فرمایا، اور اس کو غیر معمولی اہمیت دی، اور عمر رضی اللہ عنہ نے سلطنت کے لیے یہ عام سیاسی اصول متعین فرمایا کہ اسلامی صوبوں کو ضرورت کے مطابق انہیں گھوڑے فراہم کیے جائیں۔ ❸ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس فاروقی سیاست کو اختیار فرمایا، چنانچہ ہمہ وقت دفاع کے لیے گھوڑے تیار رکھے

---

❶ الولایة علی البلدان (۲/ ۷۲) ❷ الولایة علی البلدان (۲/ ۷۳)

❸ الولایة علی البلدان (۳/ ۷٤)

جاتے تھے۔

بچوں کی تعلیم اور جہادی تربیت: ......خلفائے راشدین نے بچوں کی تعلیم و تربیت کا بھرپور اہتمام کیا، تاکہ یہ تعلیم و تربیت ان کی آئندہ کی جہادی زندگی میں کارآمد ثابت ہو۔

لشکر کے رجسٹروں کا جائزہ لینا: ......لشکر کے رجسٹروں کے اہتمام کے سلسلہ میں عثمان رضی اللہ عنہ نے فاروقی سیاست کے طریقے کو اختیار کیا۔ آپ صوبے کے رجسٹروں کا خصوصی اہتمام فرماتے، کیوں کہ آپ کو یقین تھا کہ صوبے کے لوگوں کو اندراج میں لانے کی زیادہ ضرورت ہے، خاص کر وہ صوبے جو اعداء سے قریب تھے کیوں کہ ان صوبوں کو لشکر کی برابر ضرورت پڑتی رہتی تھی۔ ان رجسٹروں کے لیے خصوصی ذمہ داران کی تقرری کے باوجود گورنر براہ راست ذمہ دار ہوتا، کیوں کہ یہ گورنر سپہ سالار بھی ہوتے تھے، اس لیے ان کے صوبوں میں رجسٹروں کی ذمہ داری خلیفہ کی طرح ہوتی تھی کیوں کہ یہ خلیفہ کے نائب ہوتے تھے۔ ❶

معاہدوں کی تنفیذ:

خلفائے راشدین کے دور میں اسلامی فتوحات کے نتیجے میں دشمنوں کے ساتھ خط و کتابت، اور مسلمانوں اور مفتوحہ ممالک کے لوگوں کے مابین معاہدہ اور مصالحت کی ضرورت پڑتی رہتی تھی، اور گورنر ہی اسلامی لشکر کی قیادت کرتے تھے، اس لیے وہی ان امور کے ذمہ دار ہوتے، معاہدے وہی طے کرتے اور ان کی تنفیذ انہی کی ذمہ داری ہوتی۔ ❷

لوگوں کے لیے راشن کا تحفظ:

خلفائے راشدین نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت ہی سے بیت المال کے مختلف ذرائع سے مسلمانوں میں راشن اور عطیوں کی تقسیم کا نیا طریقہ اختیار کر لیا تھا۔ آغاز میں اس کے لیے کوئی وقت متعین نہیں تھا، لیکن عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مختلف صوبوں میں رجسٹر تیار کیے جانے کے بعد تبدیلی آئی، اور راشن اور عطیوں کی تقسیم نے منظم گشتی شکل اختیار کر لی۔ عثمان رضی اللہ عنہ اس پر قائم رہے۔ عہد راشدی میں خلفائے راشدین اور ان کے گورنروں نے صرف راشن کے تحفظ اور بازار کی نگرانی پر اکتفا نہ کیا بلکہ مکانات کی تقسیم بھی گورنروں کی ذمہ داری میں شامل کر دی، اسی طرح مفتوحہ شہروں میں امرائے لشکر ہی گھروں کی تقسیم کی نگرانی کرتے۔ ❸

عمال اور ملازمین کی تقرری:

وبہ کے تابع پوستوں پر عمال اور ملازمین کی تقرری اکثر اوقات گورنر کی ذمہ داری میں شامل ہوتی، کیوں کہ صوبہ مرکزی شہر اور دیگر شہروں اور علاقوں پر مشتمل ہوتا، اس کے مختلف انتظامی امور کی ضرورت ہوتی، لہٰذا گورنر

---

❶ الولایة علی البلدان (۲/ ۷۵)
❷ الولایة علی البلدان (۲/ ۷۷)
❸ الولایة علی البلدان (۲/ ۷۹)

اپنی طرف سے ان علاقوں میں عمال اور ملازمین کی تقرری کرتے، اور عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں گورنروں کے تابع عمال بڑے بڑے علاقوں پر حکومت کرتے، کیوں کہ فتوحات کی وجہ سے صوبوں کے حدود میں بڑی وسعت پیدا ہو چکی تھی، بڑے بڑے علاقے ان صوبوں میں شامل کر دیے گئے تھے جو اس سے قبل محدود تھے، جیسے بصرہ، کوفہ، شام وغیرہ۔ جس کی وجہ سے عمال کی تقرری اور ان کا انتظام و انصرام بہت بڑی ذمہ داری بن چکی تھی جو گورنروں کے سر تھی۔

ذمیوں کی نگہداشت:

ذمیوں کی نگہداشت، ان کے عہد و پیمان کا احترام اور ان کے شرعی حقوق کی ادائیگی، ان سے ان کے فرائض کا مطالبہ، ان کے حالات کا جائزہ اور ان پر ظلم کرنے والوں سے ان کے حقوق کا حصول، اس سلسلہ میں شرعی اوامر کے مطابق گورنر کے فرائض میں سے تھا۔ ❶

صوبے کے اہل حل وعقد سے مشاورت:

خلفائے راشدین اہل حل وعقد صحابہ سے مشورہ کرنے کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر گامزن رہے۔ اکابرین صحابہ کا اجتماع منعقد کرتے اور مختلف امور میں ان سے مشورہ کرتے۔ ❷ اسی طرح اپنے گورنروں کو بھی اپنے اپنے صوبوں میں اصحاب حل وعقد سے مشورہ کرنے کا حکم دیتے اور یہ گورنروں سے مشورہ لینے کے لیے اجتماعات منعقد کرتے۔ ❸

صوبے کی عمرانی ضروریات میں غور وفکر:

خلفائے راشدین اور ان کے گورنروں سے متعلق یہ مشہور ہے کہ وہ باشندوں کی عمرانی اور زرعی ضروریات پر بھرپور توجہ دیتے تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بصرہ کے گورنر عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کنویں اور چشمے کھدوائے اور صرف بصرہ کے صوبہ میں نہیں بلکہ دیگر مختلف مقامات پر اس کا اہتمام کیا۔ ❹

صوبے کے باشندوں کی اجتماعی پوزیشن کا تحفظ:

ہمہ گیر اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر گورنر اسلام کی جملہ تعلیمات کا خیال رکھتے تھے، لیکن اس دور کے گورنر خلفائے راشدین کی تعلیمات کی روشنی میں بعض اجتماعی اعمال انجام دیتے، جن کی انجام دہی اس منصب پر فائز ہوتے ہوئے مشکل ہوتی ہے۔ اسی طرح خلفاء اس بات کے حریص رہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کے مقام ومرتبہ کے موافق معاملہ کریں، اور گورنر اسلام میں سبقت اور شرف ومنزل کے حاملین کا احترام ملحوظ رکھیں، چنانچہ کوفہ کے گورنر نے عثمان رضی اللہ عنہ کو خط تحریر کیا، اور اس میں یہ شکایت کی کہ دیہاتی اور بعد کے لوگ سابقین اسلام اور شرف

❶ الولایة علی البلدان (۲/ ۸۰) ❷ ایضاً
❸ ایضاً ❹ الولایة علی البلدان (۲/ ۸۱)

جہاد کے حاملین پر غالب ہوتے جا رہے ہیں۔ ❶

عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا: سابقین اسلام اور فاتحین کو فضیلت حاصل ہے، بعد کے لوگ ان کے تابع ہیں، الا یہ کہ وہ خود اس سے پیچھے ہٹ جائیں، اور یہ لوگ بڑھ کر ان کی ذمہ داریوں اور فضیلتوں کو سنبھال لیں۔ ہر ایک کی منزلت و مقام کی حفاظت کرو، اور انہیں ان کا حق دو، لوگوں کے حقوق و منزلت کی معرفت ہی سے عدل قائم ہوگا۔ ❷

گورنر کے اوقات عمل:

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے کوفہ کے گورنر ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مشہور ہے کہ ان کے گھر پر دروازہ نہیں تھا، ہر وقت لوگوں کا استقبال کرتے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ لوگوں کو اس بات کی مکمل آزادی حاصل تھی کہ جس وقت چاہیں گورنر سے ملیں، اور اپنے مسائل حل کریں۔ ❸ چنانچہ گورنر کے گھر کا ایک حصہ لوگوں کے لیے ہر وقت کھلا رہتا جو ان کے اہل وعیال کے حصہ سے الگ ہوتا تھا۔

❶ الولایة البلدان (۲/ ۸۲)، تاریخ الطبری (۵/ ۲۸۰)
❷ الولایة البلدان (۲/ ۸۲)
❸ الولایة علی البلدان (۲/ ۸۲)

(۳)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گورنروں کی حقیقت

مورخین اکثر یہ بات ذکر کرتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ اپنے قرابت داروں کے ساتھ بے جا محبت کرتے تھے، اور امور سلطنت میں ان لوگوں کا عمل دخل بڑھ گیا تھا جو بعد میں لوگوں کی ناراضی کا سبب بنا، چوں کہ آپ نے اپنے اقرباء کو امور سلطنت میں کھلی آزادی دے رکھی تھی جس کی وجہ سے لوگوں کی ناراضی آپ کے خلاف بھڑک اٹھی۔ ❶

آپ کے وہ اقرباء جن کو آپ نے گورنری کے منصب پر فائز کیا وہ یہ تھے:

(۱) معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما (۲) عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ
(۳) ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ (۴) سعید بن العاص رضی اللہ عنہ (۵) عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ

یہ کل پانچ افراد ہیں جن کو اپنے اقرباء میں سے عثمان رضی اللہ عنہ نے اس منصب پر فائز کیا۔ لوگوں کے گمان میں یہ آپ پر طعن و تشنیع کا سبب ہے۔ لہٰذا ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے گورنروں کا جائزہ لیں کہ وہ کون لوگ ہیں جنھیں عثمان رضی اللہ عنہ نے اس منصب پر مقرر فرمایا چنانچہ وہ یہ ہیں:

(۱) ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (۲) قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ (۳) جابر مزنی
(۴) حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ (۵) عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہما
(۶) ابو الاعور السلمی رضی اللہ عنہ (۷) حکیم بن سلامہ (۸) اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ
(۹) جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ (۱۰) عیینہ بن نہاس (۱۱) مالک بن حبیب
(۱۲) نسیر عجلی (۱۳) سائب بن اقرع (۱۴) سعید بن قیس
(۱۵) سلمان بن ربیعہ (۱۶) خنیس بن حبیش (۱۷) احنف بن قیس
(۱۸) عبدالرحمٰن بن ربیعہ (۱۹) یعلی بن منیہ رضی اللہ عنہ (۲۰) عبداللہ بن عمرو حضرمی
(۲۱) علی بن ربیعہ بن عبدالعزیٰ

یہ سب عثمان رضی اللہ عنہ کے گورنر ہیں۔

اس طرح اگر شمار کیا جائے تو عثمان رضی اللہ عنہ کے گورنروں کی کل تعداد چھبیس (۲۶) تک پہنچتی ہے، سوال یہ ہے

---

❶ الدولة الاموية المفترى عليها ، ص (۱۵۹)

کہ کیا اس تعداد میں بنوامیہ میں پانچ افراد گورنری کے منصب کے مستحق نہیں بن سکتے؟ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنوامیہ کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ مناصب عطا فرماتے تھے۔ اور پھر یہ پانچ گورنر ایک وقت میں نہیں تھے بلکہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو گورنر بنایا، پھر انہیں معزول فرما کر ان کی جگہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر فرمایا، اور عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت بنوامیہ میں سے صرف تین افراد گورنر تھے، معاویہ بن ابی سفیان، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اور عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہم۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ اور سعید بن العاص رضی اللہ عنہما کو ان کے عہدے سے معزول کیا، لیکن یہ معزولی کوفہ سے ہوئی تھی جہاں سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا تھا، کوفہ کے لوگ کبھی کسی گورنر سے خوش نہ رہے، لہٰذا عثمان رضی اللہ عنہ کا یہاں کسی کو معزول کرنے سے ان پر کوئی طعن لازم نہیں آتا، بلکہ اس شہر پر طعن لازم آتا ہے جہاں سے ان کی معزولی ہوئی تھی۔ ❶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات طیبہ میں بنوامیہ کو عامل مقرر فرماتے تھے، اور آپ کے بعد ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو جنھیں بنوامیہ کے ساتھ قرابت داری سے متہم نہیں کیا جا سکتا بنوامیہ کو حکومتی مناصب پر مقرر فرماتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گورنر اور عمال اکثر بنوعبدشمس (بنوامیہ) ہی میں سے تھے، دوسرا کوئی قبیلہ ان کے مقابلہ میں نہ تھا، کیوں کہ وہ تعداد میں بھی دوسروں سے زیادہ تھے اور قیادت و سیادت اور شرف و منزلت کے بھی حامل تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتاب بن اسید بن ابی العاص اموی رضی اللہ عنہ کو مکہ پر، ابوسفیان بن حرب اموی رضی اللہ عنہ کو نجران پر، خالد بن سعید اموی رضی اللہ عنہ کو بنی مذحج کی زکوٰۃ پر، اور ابان بن سعید اموی رضی اللہ عنہ کو بعض معرکوں پر، اور پھر بحرین پر گورنر مقرر فرمایا۔ لہٰذا عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں اور انہی کے قبیلے سے گورنر مقرر کیا جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا، اور اسی طرح آپ کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابی سفیان اموی رضی اللہ عنہما کو شام پر مقرر کیا، اور عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ان کے عہدے پر باقی رکھا، اور ان کے بعد ان کے بھائی معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو ان کی جگہ مقرر فرمایا۔ ❷

یہاں خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان گورنروں نے جنھیں عثمان رضی اللہ عنہ نے متعین فرمایا تھا اپنی اہلیت ثابت کی یا نہیں؟ ان شاء اللہ ہم ان کے سلسلہ میں اہل علم کی شہادتیں ذکر کریں گے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ راشد ہیں، جن کی اقتداء لازم ہے اور آپ کے افعال و کارروائیاں اس امت کے دستوری دستاویز ہیں، جس طرح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بعد والوں کے لیے قرابت داروں کو قرابت کرنے سے احتراز کا دستور جاری کیا، اسی طرح سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اہلیت کی صورت میں قرابت داروں کو قریب رکھنے کا دستور جاری کیا۔ جو بھی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی سیرت کا مطالعہ کرے گا وہ ان لوگوں کی انتظامی اور اداری اہلیت میں ادنیٰ شک بھی

❶ حقبة من التاريخ ص (۷۵)
❷ منهاج السنة (۳/ ۱۷۵، ۱۷۶)

نہیں کر سکتا۔ اور جن امور میں عثمان رضی اللہ عنہ پر تنقید کی گئی ہے وہ امور مباحات کے دائرے سے خارج نہیں ہیں۔ ❶

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جن گورنروں کو اپنے اقرباء میں سے مقرر فرمایا انہوں نے اپنے صوبوں کے انتظام و انصرام میں اپنی اہلیت ثابت کی، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں بہت سے ممالک پر فتح عطا فرمائی اور انہوں نے رعایا کے ساتھ عدل و احسان کا طریقہ اختیار کیا، اور ان میں بعض ایسے تھے جو اس سے قبل عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں صوبوں کی گورنری نبھا چکے تھے۔ ❷

آیئے ہم ان گورنروں سے متعلق اہل علم کے اقوال اور تبصرے ملاحظہ کریں:

معاویہ بن ابی سفیان اموی رضی اللہ عنہما:

سیرت نگاروں نے اس صحابی جلیل کے بے شمار فضائل بیان کیے ہیں ان میں سے بعض ملاحظہ فرمائیں:

۱. قرآن کریم:

غزوہ حنین سے متعلق ارشاد ربانی ہے:

﴿ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٦﴾ ﴾ (التوبہ: ۲٦)

''پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر اور مومنوں پر تسکین اتاری، اور اپنے وہ لشکر بھیجے جنھیں تم دیکھ رہے تھے، اور کافروں کو پوری سزا دی، ان کفار کا یہی بدلہ تھا۔''

معاویہ رضی اللہ عنہ غزوہ حنین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہونے والے خوش نصیبوں میں سے ہیں، آپ ان اہل ایمان میں سے ہیں جن پر غزوۂ حنین کے دن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سکینت کا نزول فرمایا۔ ❸

۲. حدیث:

❀ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے خصوصی دعائیں کی ہیں:

((اللھم اجلعه هاديا مهديا واهد به)) ❹

''اے اللہ تو معاویہ کو ہدایت دینے والا، مہدی (ہدایت یاب) بنا، اور اس کے ذریعے سے لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔''

((اللھم علم معاوية الكتاب والحساب وقه العذاب.)) ❺

---

❶ الاساس فی السنة و فقهها / سعید حوی (٤/ ١٦٧٥) ❷ تحقیق مواقف الصحابة من الفتنة (١/ ٤١٧)

❸ مرویات خلافة معاویة فی تاریخ الطبری/ خالد الغیث ص (٢٣)

❹ صحیح سنن الترمذی/ الالبانی (٣/ ٢٣٦)

❺ موارد الظمآن (٧/ ٢٤٩) إسناده حسن۔ شیخ البانی نے صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔ دیکھیے: صحیح موارد الظمآن (١٩٣٦/ ٢٢٧٨) (مترجم)

''اے اللہ تو معاویہ کو کتاب وحساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے محفوظ رکھ۔''

❀ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا.)) ❶

''میری امت کا پہلا لشکر جو بحری جہاد کرے گا انہوں نے اپنے لیے (جنت کو) واجب کر لیا ہے۔''

ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں ان میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا: ''انت فیهم'' (تم انہی میں سے ہو۔) پھر آپ نے فرمایا:

((اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لهم.))

''میری امت کا پہلا گروہ جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر حملہ کرے گا وہ سب بخشے ہوئے ہوں گے۔''

ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں ان میں سے ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لا'' نہیں۔ ❷

امام مہلب ❸ فرماتے ہیں: اس حدیث میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے کیوں کہ آپ نے سب سے پہلے سمندری جہاد کیا ہے۔ ❹

۳. معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق اہل علم کے تعریفی کلمات:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا: امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے وہ وتر ایک ہی رکعت پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''وہ فقیہ شخص ہیں۔'' ❺

اس مناسبت سے ہم یہاں بعض ان فقہی مسائل کو ذکر کرنا چاہتے ہیں جو معاویہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں:

❀ آپ وتر ایک رکعت پڑھتے تھے۔

❀ جس کا صلاح وتقویٰ ظاہر ہوتا اس سے بارش کی دعا کراتے۔ ❻

❀ صدقہ فطر میں نصف صاع گندم کافی ہے۔ ❼

---

❶ یعنی انہوں نے ایسا کام ہے جس سے ان کے لیے جنت واجب ہو گئی ہے۔ (فتح الباری: ٦/ ١٢١)

❶ البخاری (٢٩٢٤)

❷ مہلب ابن احمد الاندلسی یہ شارحین بخاری میں سے ہیں، ان کی وفات ۴۳۵ھ میں ہوئی۔

❸ فتح الباری (٦/ ١٢٠) اسی طرح امام مہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں آپ کے بیٹے یزید (رحمہ اللہ) کی بھی منقبت ہے کیوں کہ آپ ہی سب سے پہلے قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ (مترجم)

❹ فتح الباری: (٧/ ١٣٠).

❺ المغنی لابن قدامة (٣/ ٣٤٦)

❻ زاد المعاد (٢/ ١٩)

- احرام کے لیے بدن کو خوشبو لگانا مستحب ہے۔ ❶
- مکہ کے گھروں کو بیچنا اور خریدنا جائز ہے۔ ❷
- شوہر کا جنسی طور پر بیوی کے قابل نہ ہونا میاں بیوی کے مابین جدائی کے اسباب میں سے ہے۔ ❸
- مدہوش کی طلاق معتبر ہوگی۔
- کافر کے بدلے مسلم کو قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا۔
- مقتول کے بیٹے کی بلوغت تک قاتل کو قید میں رکھا جائے گا۔ ❹

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ:

معاویہ رضی اللہ عنہ ہمارے نزدیک امتحان و آزمائش کا ذریعہ ہیں، جو شخص انہیں ترچھی نظروں سے دیکھے اور ان کی عیب جوئی کرے اسے ہم لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق بدعقیدگی سے متہم قرار دیں گے۔ ❺

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

امام احمد رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہیں گے جو کہتا ہے کہ میں اس کا قائل نہیں کہ معاویہ کاتب وحی ہیں، اور نہ اس کا قائل ہوں کہ وہ اہل ایمان کے ماموں ہیں۔ انہوں نے تو بزور تلوار خلافت کو غصب کیا تھا۔ ❻ آپ نے فرمایا: یہ بری اور بیکار بات ہے، ایسے لوگوں سے دور رہو، اپنی مجلسوں میں انہیں نہ بیٹھنے دو، یہاں تک کہ لوگوں کے سامنے ہم ان کا پردہ فاش کریں۔ ❼

قاضی ابن العربی رحمہ اللہ:

قاضی ابن العربی رحمہ اللہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے خصائل و اوصاف کو بیان کیا ہے۔ آپ نے من جملہ خصائل میں سے یہ بیان کیا ہے...... اسلام کی حمایت و حفاظت، سرحدوں کا تحفظ، لشکر اسلام کی اصلاح، اعدائے اسلام پر غلبہ، مخلوق کی صحیح سیاست۔ ❽

علامہ محبّ الدین خطیب رحمہ اللہ اس بیان پر تعلیق لگاتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمت اور مذکورہ امور سے متعلق عنایت و توجہ کی عظمت کا یہ عالم تھا کہ جب قیصر روم عظیم لشکر کے ساتھ اسلامی سرحدوں کے قریب پہنچ گیا تو آپ نے اس کو دھمکیوں پر مشتمل یہ خط

---

❶ المغنی (٥/ ٧٧) ❷ المغنی (٦/ ٣٦٦)
❸ مرویات خلافة معاویة فی تاریخ الطبری / خالد الغیث ، ص (٢٨)
❹ مرویات خلافة معاویة ص (٢٩) ❺ مرویات خلافة معاویة ص (٢٩)
❻ مرویات خلافة معاویة ص (٢٩) ❼ السنة/ الخلال ، تحقیق عطیة الزهرانی (٢/ ٤٣٤)
❽ العواصم من القواصم ص (٢١٠، ٢١١)

لکھا، باوجودیکہ اس وقت آپ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ صفین کی جنگ میں مصروف تھے۔'' ❶

اس سلسلہ میں علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

''معاویہ رضی اللہ عنہ نے رومیوں کو کچل کر رکھ دیا، ان پر غلبہ حاصل کیا وہ آپ کے سامنے ذلیل و رسوا ہوئے، ہمہ وقت آپ سے خوفزدہ رہنے لگے لیکن شاہِ روم نے دیکھا کہ آپ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ میں مشغول ہیں تو اس کو طمع و لالچ پیدا ہوئی، اور عظیم لشکر کے ساتھ اسلامی سرحدوں سے قریب آ گیا۔ اس صورت حال میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو دھمکی آمیز یہ خط ارسال فرمایا:

''اللہ کی قسم! اے ملعون اگر تو اپنی حرکت سے باز نہ آیا اور اپنے ملک کو واپس نہ چلا گیا تو میں اور میرے چچا زاد بھائی علی تمہارے خلاف مصالحت کر کے متحد ہو جائیں گے، اور تمھیں تمہارے پورے ملک سے نکال باہر کریں گے، اور وسعت کے باوجود روئے زمین کو تم پر تنگ کر دیں گے۔''

اس پر شاہ روم خوفزدہ ہو گیا اور مصالحت کی پیش کش کی۔ ❷

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ:

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ...... تواتر سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی امارت سونپی۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آپ کی امانت داری مسلم تھی، آپ وحی لکھا کرتے تھے، کتابت وحی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو متہم نہیں کیا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جو مردم شناسی میں سب سے ماہر تھے (آپ کو گورنر مقرر فرمایا) اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب وزبان پر حق کو جاری کر دیا تھا۔ آپ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی گورنری میں کوئی عیب نہیں لگایا۔ ❸

مورخ اسلام ابن کثیر رحمہ اللہ:

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ۴۱ھ میں پوری ملت اسلامیہ کا آپ کی بیعت پر اجماع ہوا، ...... اور آپ وفات تک بلا اختلاف خلیفہ رہے، اس مدت میں دشمن ممالک میں جہاد قائم رکھا، اللہ کے کلمہ کو بلند رکھا، اموال غنیمت چہار جانب سے آپ کی خدمت میں پیش ہوتے رہے، مسلمان آپ کے ساتھ پوری راحت و عدل اور عفوو درگزر میں زندگی گزارتے رہے۔ آپ انتہائی بردبار تھے۔ ❹ باوقار قیادت و سیادت کے مالک، جود و سخا کے پیکر، عادل اور انتہائی عقلمند و ہوشیار قائد تھے۔ ❺

---

❶ مرویات خلافة معاویة ص (۳۱) ❷ البداية والنهاية (۸/ ۱۱۹)

❸ الفتاوی (٤/ ٤٧٢)، البداية والنهاية (۸/ ۱۲۲)، سير اعلام النبلاء (۳/ ۱۲۹)

❹ ابن ابی الدنیا اور ابوبکر بن ابی عاصم نے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی بردباری پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

❺ البداية والنهاية (۸/ ۱۱۸)

نیز فرماتے ہیں: آپ اچھی سیرت و کردار کے مالک، بہترین چشم پوشی اور معاف کرنے والے، عفو جمیل کے پیکر اور بہت زیادہ پردہ پوشی کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں نچھاور فرمائے۔ ❶

۴۔ روایت حدیث:

معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ احادیث نبویہ کے رواۃ میں سے ہیں، کیوں کہ آپ نے فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کو لازم پکڑا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سالے اور کاتب رہے، چنانچہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سو تریسٹھ (۱۶۳) احادیث روایت کی ہیں جن میں سے چار احادیث متفق علیہ ہیں، اور اس کے علاوہ چار احادیث صحیح بخاری میں، اور پانچ احادیث صحیح مسلم میں ہیں۔ ❷

رعایا کے ساتھ معاویہ رضی اللہ عنہ کا برتاؤ بہت ہی بہتر تھا جس کی وجہ سے لوگ آپ سے محبت کرتے تھے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((خیار أئمتکم الذین تحبونھم و یحبونکم، ویصلون علیکم و تصلون علیھم، و شرار ائمتکم الذین تبغضونھم ویبغضونکم و تلعنونھم و یلعنونکم.)) ❸

''تمہارے بہترین حکام وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں، وہ تمہارے لیے دعا کریں اور تم ان کے لیے دعائیں کرو، اور بدترین حکام وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں اور جن پر تم لعنت بھیجو اور وہ تم پر لعنت بھیجیں۔'' (الحدیث)

معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق اپنی گفتگو کو میں قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ کے اس بیان پر ختم کرنا چاہتا ہوں:

''عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو شام کا گورنر مقرر فرمایا، اور پورے شام کو آپ کے تابع کر دیا، اور عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کو اس منصب پر باقی رکھا بلکہ حقیقت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو گورنر مقرر فرمایا تھا، کیوں کہ انہوں نے آپ کے بھائی یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو شام کا گورنر مقرر فرمایا تھا اور یزید رضی اللہ عنہ نے اپنا جانشین معاویہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے منصب پر برقرار رکھا، اب آپ ملاحظہ کریں کہ یہ سلسلہ کس قدر مضبوط ترین ہے۔'' ❹

یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کاتب مقرر فرمایا، اور یہ اسلامی سلطنت میں مناصب کی تولیت کی ایک سند ہے، آپ سے قبل اور آپ کے بعد یہ شرف کسی کو حاصل نہیں، چنانچہ آپ کی تولیت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے ثلاثہ ابوبکر و عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کا اتفاق رہا، اور پھر نواسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن بن

---

❶ البدایة والنھایة (۸/ ۱۲۶)
❷ مرویات خلافة معاویة فی تاریخ الطبری ص (۳۳)
❸ مسلم، الامارة (۶۵، ۱۸۶۶)
❹ العواصم من القواصم ص (۸۲)

علی رضی اللہ عنہما نے آپ سے مصالحت کی اور آپ کی خلافت کو تسلیم کیا۔ ❶

عبداللہ بن عامر بن کریز اموی رضی اللہ عنہ:

آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

عبداللہ بن عامر بن کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی القرشی عبشمی ۔ ❷

آپ کی ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ۴ھ میں ہوئی۔ ❸ اور جب ۷ھ میں آپ نے عمرۃ القضاء کیا اور مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کی خدمت میں عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحنیک فرمائی اور فرمایا: کیا یہ سلیمہ کا بیٹا ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں۔ فرمایا: یہ تو ہم سے بہت زیادہ مشابہ ہے، اور پھر ان کے منہ میں تھتکارنے اور حفاظت کی دعا کرنے لگے۔ اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب مبارک کو نگلنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بچہ سیراب کرنے والا ہوگا۔ اس کا یہ اثر تھا کہ جہاں بھی کھدائی کرتے پانی نکل آتا۔ ❹

آپ ۲۹ھ بمطابق ۶۴۹ء میں بصرہ کے گورنر مقرر کیے گئے، اس سے قبل کسی انتظامی یا عسکری منصب پر مقرر نہیں ہوئے تھے۔ آپ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ماموں زاد بھائی تھے کیوں کہ آپ کی والدہ اروی بنت کریز بن ربیعہ تھیں جو عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی والدہ بنو سلیم سے تھیں۔ ❺

جس وقت بصرہ کے گورنر مقرر کیے گئے اس وقت ان کی عمر چوبیس یا پچیس سال تھی۔ ❻ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک آپ بصرہ کے گورنر رہے۔ اس موقع پر آپ نے بہت بڑا لشکر تیار کیا، اور آپ کے پاس جو مال و متاع تھا سب لے کر مکہ روانہ ہوئے۔ وہاں زبیر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور وہاں سے بصرہ واپس آگئے، جنگ جمل میں شرکت کی اور جنگ صفین میں شریک نہ ہوئے، لیکن قلقشندی نے بیان کیا ہے کہ آپ تحکیم میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ ❼ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تین سال تک بصرہ کے گورنر رہے، پھر معزول ہوئے، اور مدینہ طیبہ میں اقامت اختیار کر لی اور وہیں ۵۷ھ میں وفات پائی۔ ❽ اور ابن قتیبہ کی روایت کے مطابق آپ کی وفات ۵۹ھ میں مکہ میں ہوئی اور عرفات میں مدفون ہوئے۔ ❾

ابن سعد نے آپ کی مدح سرائی کرتے ہوئے فرمایا: عبداللہ انتہائی شریف، سخی اور کریم انسان تھے، آپ کے خوب مال و اولاد تھی، آپ تعمیرات اور آبادکاری کے رسیا تھے۔ ❿

❶ المدینۃ المنورۃ فجر الاسلام و العصر الراشدی (۲/ ۲۱۶)

❷ البدایۃ والنہایۃ (۸/ ۹۱) ❸ تہذیب التہذیب (۵/ ۲۷۲)

❹ سیر اعلام النبلاء (۳/ ۱۹)، تہذیب التہذیب (۵/ ۲۷۳)، اسد الغابۃ (۳/ ۲۹۳) (۳۰۳۱)

❺ الطبقات (۵/ ۳۱) تہذیب التہذیب (۵/ ۲۷۲) ❻ البدایۃ والنہایۃ (۸/ ۹۱)

❼ مجلۃ المورخ العربی (۲۱) ص (۱۲۸) ❽ سیر اعلام النبلاء (۳/ ۲۱)

❾ المعارف لابن قتیبۃ ص (۳۲۱) ❿ مجلۃ المورخ العربی (۲۱) ص (۱۲۹)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آپ انتہائی سخی اور کریم اور مبارک تھے...... جری اور بہادر تھے۔ ❶ اہل بصرہ میں سے فیاض ترین شمار کیے جاتے تھے۔ ❷ مسلمانوں میں فیاض ترین تھے۔ ❸ فتوحات میں آپ کا بہت بہترین اثر رہا، آپ نے مکمل طور پر اہل فارس کی امیدوں پر پانی پھیر دیا جب کہ قدیم فارسی امید کی آخری رمق کو ختم کرنے میں اس وقت کامیاب ہو گئے جب ان کے آخری بادشاہ یزدگرد بن شہریار بن کسریٰ اور رستم کے بھائی خرزادمہر کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گئے، جنھوں نے مسلمانوں کے خلاف فارسی حزب اختلاف کی قیادت سنبھال رکھی تھی۔

انتظامی اور عسکری امور میں مہارت کے ساتھ ساتھ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ اسلامی معارف وعلوم کا اہتمام کرتے تھے۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بھی روایت کی ہے۔ ابن قتیبہ کا بیان ہے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے مگر کتب ستہ میں آپ سے کوئی روایت نہیں ہے۔ ❹

آپ نے جو حدیث روایت کی ہے اس کو ابن قانع اور ابن مندہ نے مصعب زبیری کی سند سے عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من قتل دون ماله فهو شهيد .)) ❺

''جو اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے۔''

بصرہ میں آپ کی اقتصادی اصلاحات:

بصرہ میں متعدد اصلاحات کے ساتھ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا نام لگا ہوا ہے، جس کی اہمیت آپ کی عسکری کامیابیوں اور کارناموں سے کچھ کم نہیں اور وہ مجوسیوں کے خلاف آپ کی متعدد فتوحات میں نمایاں ہیں۔ آپ نے شکست خوردہ گروہوں کا پیچھا کیا اور یزدگرد کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ آپ کی اقتصادی اصلاحات کو بصرہ کے بازار میں خصوصی توجہ کی شکل میں دیکھا جا سکتا ہے آپ نے اپنے مال سے بازار خرید کر بصرہ والوں کو ہبہ کر دیا۔ ❻ یہ بازار مصر کے بالکل وسط میں واقع تھا۔ آپ کا یہ انتخاب انتہائی بہتر تھا، یہ شہر کے بالکل درمیان میں اہم ترین اقتصادی مرکز قرار پایا، اور شاید بصرہ میں آپ کے اصلاحی اعمال میں نمایاں ترین آب پاشی کا نظام تھا۔ آپ نے اس سلسلہ میں بڑا اہتمام فرمایا۔ ابن قتیبہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عامر رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں دو نہریں کھدوائیں،

---

❶ تهذيب التهذيب (٥/ ٢٧٢) ❷ العقد الفريد (١/ ٢٩٣-٢٩٤)

❸ صبح الاعشى فى صناعة الانشاء ، أبو العباس القلقشندي (١/ ٤٥٠-٤٥١)

❹ المعارف ص (٣٢١)

❺ الحاكم فى المستدرك (٣/ ٦٣٩) اس کی سند ضعیف ہے لیکن اس موضوع سے متعلق دیگر واردشدہ روایات سے اس کو تقویت مل جاتی ہے۔

❻ الطبقات الكبرىٰ (٥/ ٧٣)

ایک مشرق میں اور دوسری نہر ''نہر ام عبداللہ'' سے معروف ہے جو عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی والدہ کی طرف منسوب ہے۔ ❶

عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے زیاد بن ابی سفیان کو نہر ابلہ کھودنے کا حکم فرمایا۔ زیاد، عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی طرف سے دیوان اور بیت المال پر مقرر تھے، جب آپ فتوحات کے لیے کہیں روانہ ہوتے تو زیاد ہی آپ کے قائم مقام ہوتے۔ ❷

خلیفہ ابن خیاط نے بیان کیا ہے کہ زیاد نے نہر ابلہ کی کھدائی کی اور پہاڑی تک پہنچ گئے، اور کھدائی کی ذمہ داری عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ نے سنبھالی۔ ❸ جب عبدالرحمٰن نے پانی کھولا تو اپنا گھوڑا دوڑایا، پانی کا دھارا اتنا تیز تھا کہ وہ گھوڑے سے آگے بڑھ رہا تھا۔ ❹ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح ایک حوض بھی کھدوایا جو آپ کی والدہ کی طرف منسوب ہوا اور بصرہ میں حوض ام عبداللہ بن عامر کے نام سے معروف ہے۔ ❺

بلاذری نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے ایک نہر جاری کرائی جس کی ذمہ داری اپنے غلام نافذ کو سونپی جو نہر نافذ کے نام سے معروف ہوئی۔ ❻ اسی طرح نہر مرہ بھی آپ ہی نے جاری کرائی جس کی کھدائی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام مرہ نے کی جو انہی کے نام سے مشہور ہوگئی۔ ❼ اسی طرح نہر اساورہ بھی آپ نے جاری کرائی۔ ❽ بلاذری نے بصرہ میں قنطرۃ قرہ (قرہ پل) کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: یہ قرہ بن حیان باہلی کی طرف منسوب ہے، اس کے پاس قدیم نہر تھی جس کو عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی والدہ نے خرید کر بصرہ والوں کے لیے وقف کر دیا تھا۔ ❾

گزشتہ بیان سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نہروں کی کھدائی کا اہتمام کرتے تھے مقصد یہ تھا کہ زراعت میں ترقی ہو جو اقتصادی زندگی کا ستون ہے۔ مزید برآں تجارتی شاہراہوں کی مناسبت سے بصرہ کا موقع ومحل بھی اہمیت کا حامل تھا، اور مشرق میں اسلامی فتوحات کا مرکز ہونے کی حیثیت سے اس کی اہمیت مسلم تھی۔ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے اصلاحی جذبات کا اندازہ ان کے اس قول سے لگایا جا سکتا ہے:

''اگر مجھے آزادی دے دی جائے تو خاتون اپنی سواری پر نکلے گی درآں حالے کہ تک اس کو ہر روز پانی

---

❶ مجلة المورخ العربی (۲۱) ۱۳٤ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے متعلق میں نے اسی کتاب پر اعتماد کیا ہے، اور استاذ محمد حمادی سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ جزاہ اللہ خیرا۔

❷ فتوح البلدان للبلاذری ص (۳٥۱)

❸ تاریخ خلیفة بن خیاط (۱/ ۱٤۲)

❹ فتوح البلدان ص (۳٥۱)

❺ مجلة المورخ العربی (۲۱) ص (۱۳٤)

❻ مجلة المورخ العربی (۲۱) ص (۱۳٤)، فتوح البلدان ص (۳٥٤)

❼ مجلة المورخ العربی (۲۱) ص (۱۳٦)، فتوح البلدان، ص (۳٥٤)

❽ مجلة المورخ العربی (۲۱) ص (۱۳٦)

❾ فتوح البلدان ص (۳٥۳-۳٥٤)

کا چشمہ اور بازار راستے میں ملے گا۔'' ❶

درحقیقت آپ کی ان اصلاحات کی اہمیت مشرق میں آپ کی فتوحات سے کسی طرح کم نہیں۔ بصرہ مشرق میں فتوحات کے لیے خلافت اسلامیہ کا فوجی اڈہ تھا۔ ڈاکٹر صالح العلی نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ فتوحات کی وسعت سے بصرہ کی آمدنی میں اضافہ ہوا، اور اقتصادی خوشحالی پھیلی، جس کی وجہ سے تاجروں اور کاروباری لوگ اس طرف کشاں کشاں چلے آئے، اور اس طرح بصرہ میں تیزی کے ساتھ مدنیت اور شہری زندگی پھیلی۔ ❷ مشرق میں وسیع پیمانہ پر فتوحات، بصرہ میں اقتصادی وتجارتی نشاط، اور استقرار امن وامان کی وجہ سے امارت بصرہ کی مالی پوزیشن بہت بہتر تھی۔ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ انتہائی متواضع انسان تھے، ان کا دروازہ سب کے لیے کھلا رہتا تھا، اس سلسلہ میں انہوں نے اپنے دربان کو سختی کے ساتھ یہ حکم دے رکھا تھا کہ رات ہو یا دن، کبھی دروازہ بند نہ کرے۔ ❸ درحقیقت ابن عامر رضی اللہ عنہ بصرہ میں وسیع شہرت کے مالک تھے۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ یہ جملہ لوگوں کے زبان زد تھا ''ابن عامر نے کہا، ابن عامر نے کیا۔'' ❹ آپ کے اصلاحی کارناموں اور سیرت حمیدہ کے نتیجے میں لوگ آپ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ ❺

عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ برابر بصرہ کے گورنر رہے یہاں تک کہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کا حادثہ سانحہ پیش آیا۔ ❻

یہ ہیں عثمان رضی اللہ عنہ کے گورنر عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے ہی بصرہ کی نہر جاری کی، اور سب سے پہلے عرفات کے میدان میں پانی کے حوض لگوائے، اور پانی کا چشمہ وہاں جاری کیا۔ ❼

اس شخص کی حسنات اور لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت کا انکار نہیں کیا جا سکتا ہے جیسا کہ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ❽ ان سے متعلق امام، مورخ اسلام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ابن عامر عرب کے اکابر امراء و بہادروں اور سخی لوگوں میں سے تھے آپ نرمی اور بردباری کے پیکر تھے۔'' ❾

ولید بن عقبہ الاموی رضی اللہ عنہ:

سلسلۂ نسب:...... ولید بن عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف القرشی الاموی۔ آپ کی کنیت ابووہب ہے، اموی خانوادہ کے سپوت ہیں، آپ کو صحبت کا شرف حاصل ہے۔ ❿ آپ سیدنا

❶ المعارف لابن قتیبة ص (۳۲۱)
❷ التنظیمات الاجتماعیة والاقتصادیة ص (۳۰۔۳۱)
❸ مجلة المورخ العربی ، عبداللہ بن عامر / محمد حمادی (۲۱) ص (۱۳۸)
❹ الطبقات (۵/ ۳۳)
❺ مجلة المورخ العربی (۲۱) ص (۱۳۸)
❻ البدایة والنهایة (۸/ ۹۱)
❼ البدایة والنهایة (۸/ ۹۱)
❽ منهاج السنة (۳/ ۱۸۹۔۱۹۰)
❾ سیر اعلام النبلاء (۳/ ۲۱)
❿ سیر اعلام النبلاء (۳/ ۴۱۲، ۴۱۳)

عثمان رضی اللہ عنہ کے اخیافی (ماں شریک) بھائی ہیں۔

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے دور خلافت کے حکمرانوں میں سے ہیں جو باصلاحیت اور امانت دار افراد ہی کو مناصب کے لیے منتخب فرماتے تھے یہ ان کے عہد میں اسلام کے وسیع پیمانہ پر تیزی کے ساتھ پھیلنے کے عظیم ترین اسباب میں سے تھا۔ ان دونوں خلفاء کے نزدیک آپ انتہائی قابل اعتماد تھے۔ انہوں نے آپ کے ذمہ اہم ترین امور کی ذمہ داری سونپی، کیوں کہ انہوں نے آپ کے اندر صلاحیت وقابلیت اور صدق ایمان پایا۔ ❶

عہد صدیقی میں سب سے پہلے جو صیغہ (محکمہ) آپ کے سپرد کیا گیا وہ یہ کہ خلیفہ اور سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے درمیان ۱۲ھ میں فارسیوں کے ساتھ معرکہ مذار کے متعلق جو راز دارانہ خط وکتابت ہوئی آپ اس کے ذمہ دار رہے۔ ❷

پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے جرنیل عیاض بن غنم فہری رضی اللہ عنہ کی امداد کے لیے روانہ کیا۔ ❸ ۱۳ھ میں قضاعہ کی زکوۃ پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عامل مقرر ہوئے۔ پھر جب صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کو فتح کرنے کا عزم کیا اس وقت آپ کے نزدیک ولید رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ حرمت وشرف اور اعتماد میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے کم نہ تھا، چنانچہ آپ نے عمرو بن العاص اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہما کو لکھا اور انہیں لشکر اسلام کی قیادت کی دعوت دی، چنانچہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ لشکر اسلام کو لے کر فلسطین کی طرف روانہ ہوئے، اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے اردن کے مشرقی علاقے کی طرف لشکر اسلام کی قیادت کی۔ ❹

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۵ھ میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں آپ بنو تغلب اور عرب ''الجزیرہ'' پر امیر مقرر کیے گئے۔ ❺ آپ اس امارت میں شام میں مصروف جہاد لشکر اسلام کی پشت پناہی کر رہے تھے تاکہ پیچھے سے کوئی ان پر حملہ آور نہ ہو سکے۔ ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے اس دور امارت کو غنیمت جانا جب کہ یہ علاقہ نصاریٰ سے بھرا ہوا تھا، آپ نے حربی جہاد اور اداری انتظام وانصرام کو سنبھالنے کے ساتھ دعوتی جہاد جاری رکھا، حکمت وموعظت حسنہ کو بروئے کار لا کر ایاد اور تغلب کے نصاریٰ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ ❻

اس تابناک ماضی کے ساتھ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں کوفہ کی گورنری سنبھالی، اور عدل وانصاف، رفق ونرمی اور احسان کے میدان میں گورنروں کے درمیان امتیازی پوزیشن کے مالک رہے، آپ کے عہد ولایت میں کوفہ سے اسلامی فوجیں مشرق میں فتح وظفر کے ساتھ مصروف جہاد رہیں جس کی شہادت

❶ فصل الخطاب فی مواقف الاصحاب / محمد صالح الغرسی ص (۷۸)
❷ تاریخ الطبری (۴/ ۱۶۸)
❸ تاریخ الطبری (۴/ ۱۹۴)
❹ فصل الخطاب فی مواقف الاصحاب ص (۷۸)
❺ تاریخ الطبری (۵/ ۲۸، ۲۹)
❻ فصل الخطاب فی مواقف الاصحاب ص (۷۸)

اسلامی تاریخ کے عظیم ترین قاضی اور علم وفضل میں یکتا تابعی جلیل امام شعبی رحمہ اللہ نے دی ہے۔❶ آپ کی جہادی مہم اور امارت کی تعریف کرتے ہوئے اس وقت فرمایا جب آپ کے سامنے مسلمہ بن عبدالملک❷ کی جہادی کارروائیوں کا تذکرہ چھیڑا گیا: ''اگر تم ولید رضی اللہ عنہ کی امارت اور غزوات کو پاتے تو کیا کہتے! وہ تو جہاد کرتے ہوئے اتنی اتنی دور چلے جاتے تھے، اور آپ کے لشکر کو کوئی جانی نقصان نہ ہوتا، اور نہ کوئی بدعہدی کرتا، آپ کی یہی کیفیت رہی یہاں تک کہ آپ معزول کردیے گئے۔''❸

لوگ آپ سے بے حد محبت کرتے تھے لوگوں کے نزدیک آپ انتہائی محبوب ترین تھے، اور آپ لوگوں کے ساتھ انتہائی نرمی کا برتاؤ کرتے تھے۔ کوفہ پر پانچ سال گورنر رہے لیکن اپنے گھر پر دروازہ نہیں لگایا۔❹

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ سے متعلق فرمایا: میں نے ولید کو اس لیے گورنر نہیں بنایا ہے کہ وہ میرا بھائی ہے، بلکہ اس لیے اس کو اس منصب کے لیے منتخب کیا ہے کیوں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ام حکیم بیضاء بنت عبدالمطلب کا نواسہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کی توأم تھیں، اور ولایت اجتہادی امر ہے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص جیسی شخصیت کو معزول کرکے ان سے کم درجہ والے کو اس منصب پر فائز کیا تھا۔❺

جو بھی اسلام کے اس بطل عظیم اور صحابی جلیل کی سیرت کا مطالعہ کرے گا جو تینوں خلفائے راشدین کے نزدیک معتمد علیہ تھے اس کو اس سلسلہ میں ادنیٰ شک بھی نہیں رہے گا کہ آپ ولایت وامارت کے اہل تھے، بلکہ اسے ان روایات کے ثبوت میں شکوک وشبہات لاحق ہوں گے جو اس آیت کی شان نزول میں وارد ہوئیں جس میں آپ کو فاسق کہا گیا ہے، اور اسی طرح شراب نوشی سے متعلق بھی شکوک وشبہات کا شکار ہوگا۔ یہ مسئلہ تحقیق طلب ہے ان دونوں امور سے متعلق تفصیل ملاحظہ فرمائیں:❻

❀ ارشاد الٰہی ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقُۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓاْ أَن تُصِيبُواْ قَوْمًۢا بِجَهَٰلَةٍ فَتُصْبِحُواْ عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَٰدِمِينَ ۝٦﴾ (الحجرات : ٦)

''اے مومنو! اگر تمھیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو، ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذاء پہنچا دو پھر اپنے کیے پر پشیمانی اٹھاؤ۔''

کیا یہ آیت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ اس سلسلہ میں مفسرین نے ایک قصہ بیان

❶ فصل الخطاب فی مواقف الاصحاب ص (٧٨)
❷ مسلمہ بن عبدالملک بن مروان فاتحین اسلام میں ایک عظیم جرنیل گزرے ان کی وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی۔
❸ التمهيد والبيان ص (٤٠)
❹ تاريخ الطبری (٥/ ٢٥١)
❺ العواصم من القواصم ص (٨٦)
❻ فصل الخطاب فی مواقف الاصحاب ص (٧٩)

کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو بنومصطلق کی زکوۃ وصول کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ بنومصطلق کے لوگ اسلحے سے لیس ان کے استقبال کے لیے نکلے یہ سمجھ نہ سکے اور خوفزدہ ہو کر راستے سے لوٹ آئے، اور آ کر رسول اللہ ﷺ کو یہ رپورٹ پیش کر دی کہ وہ لوگ مرتد ہو گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف روانہ کیا، اور یہ حکم فرمایا کہ کوئی کارروائی کرنے سے قبل تحقیق کر لیں۔ بنومصطلق کے لوگوں نے انہیں خبر دی کہ وہ تو اسلام پر قائم ہیں اور ان کے پاس کوئی زکوۃ وصول کرنے آیا ہی نہیں۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ❶

اس سلسلہ میں متعدد روایات وارد ہیں لیکن اس قصہ کی کوئی بھی صحیح متصل سند نہیں ہے۔ ❷ کم از کم اس کی سند ضعیف ضرور ہے، اور لوگوں نے فضائل اعمال میں جہاں تحلیل وتحریم کا مسئلہ نہ ہو ضعیف اسانید کو اگرچہ قبول کیا ہے ❸ لیکن ہم ولید رضی اللہ عنہ کے متعلق اسے قبول نہیں کر سکتے کیوں کہ اس سے امر حرام کی تحلیل لازم آتی ہے، اور ایک ایسے شخص کو فاسق قرار دیتی ہے جو نبی کریم ﷺ کی صحبت سے مشرف ہے، اگرچہ یہ صحبت ایک دن ہی کی ہو، صحابی رسول کو فاسق قرار دینا حرام ہے۔ اور یہ آیت کریمہ بذات خود روایات کے قبول کرنے میں تحقیق پر ابھارتی ہے۔ اس آیت کریمہ نے تو علم روایت کی اساس رکھ دی ہے۔ ❹

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی طرف جو قصہ منسوب کیا گیا ہے اس میں صرف وہی صحیح روایات ہی قبول کی جائیں گی جن کی سند و متن دونوں صحیح ہوں، کیوں کہ یہ صحابہ کو فسق سے متصف قرار دیتی ہیں اور یہ ایسا طعن ہے جسے پندرہ صدیوں کے بعد دور حاضر کے عام انسان کے سلسلہ میں بھی قبول کرنے میں تساہل نہیں برتا جا سکتا تو بھلا ایسے شخص سے متعلق جس نے عہد نبوی اور خلفائے راشدین کے دور میں زندگی گزاری ہو اور اہم ذمہ داریاں اور مناصب اس کو سونپے گئے ہوں اس کے بارے میں اس طرح کی باتوں کی نسبت میں کیسے تساہل برتا جا سکتا ہے، اور اسے بلا تحقیق وتوثیق کیسے قبول کیا جا سکتا ہے؟

شان نزول کا یہ قصہ اسلامی تاریخ کے صدر اول کے ایک حصہ کی نمائندگی کر رہا ہے، اور اس قصہ کے اجزاء و حوادث اسلامی عقیدہ سے متعلق ہیں، پس اسلامی تاریخ کے اس پہلو کی روایات کو قبول کرنے میں تساہل نہیں برتا جا سکتا جس طرح کہ شہر تہذیب وتمدن سے متعلق اخبار کو قبول کرنے میں تساہل برتا جاتا ہے۔

---

❶ المدینة النبویة فجر الاسلام (۲/ ۱۷۶)

❷ المدینة النبویة فجر الاسلام (۲/ ۱۷۶) شان نزول کی روایت مسند احمد (۴/ ۲۷۹) اور طبرانی کبیر (۳۳۹۵۰) میں ہے، لیکن اس کی سند میں عیسیٰ بن دینار اپنے والد دینار سے روایت کرتے ہیں اور دینار مجہول ہیں۔ ابن حبان کے علاوہ کسی نے ان کی توثیق نہیں کی ہے، اور ابن حبان مجاہیل کی توثیق میں معروف ہیں۔ (مترجم)

❸ فضائل اعمال میں بھی راجح قول یہی ہے کہ ضعیف روایات مقبول نہیں۔ دیکھیے صحیح الترغیب للالبانی کا مقدمہ (مترجم)

❹ المدینة المنورة فجر الاسلام (۲/ ۱۸۲)

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لانے والے لوگوں میں سے ہیں...... لیکن صد افسوس اکثر ان حضرات کے اسلام پر نقد و جرح کی جاتی ہے، بعض مورخین اس زعم کا شکار ہیں کہ یہ لوگ مجبوراً اسلام لائے تھے، اسلام ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا تھا، لیکن ان کا یہ زعم بلاشبہ باطل ہے۔ ❶ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے متعلق روایات میں راویوں نے خوب نمک مرچ لگائے ہیں، اور مذہبی و سیاسی افکار و عصبیتوں نے خوب کھیل کھیلے ہیں، کذب و وضع کی دخل اندازی ہوئی ہے، ادبی عبقریت کے اثبات اور روایات وضع کرنے کی قدرت کے امتحان کے لیے اس قصہ کو گھڑنے والوں کے لیے مقابلہ آرائی کا بہترین میدان ثابت ہوا ہے۔ ❷

بنو مصطلق کے زکوٰۃ کی وصولی کے لیے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو بھیجنے کے سلسلہ میں جو چیز مانع ہے وہ وہ روایت ہے جو ثقہ راویوں سے اتصال سند کے ساتھ مروی ہے کہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے وقت کم سن تھے، اور اس عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عامل کی حیثیت سے روانہ نہیں کر سکتے، چنانچہ فیاض بن محمد الرقی، جعفر بن برقان سے اور وہ ثابت بن حجاج الکلابی سے اور وہ عبداللہ ہمدانی (ابو موسیٰ) سے اور وہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو مکہ والوں نے اپنے اپنے بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا، آپ نے سب کے سروں پر ہاتھ پھیرے اور ان کے لیے دعا کی۔ مجھے بھی آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا، مجھے زعفرانی خوشبو لگائی گئی تھی، آپ نے میرے سر پر ہاتھ نہ پھیرا، چوں کہ میری والدہ نے مجھے زعفرانی خوشبو لگا دیا تھا جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہاتھ نہ لگایا۔ یہی خوشبو مانع ہوئی۔ ❸

اس قصہ میں مذہبی عصبیت نے کھیل کھیلا ہے۔ ولید رضی اللہ عنہ اموی عثمانی ہیں اور اس شان نزول میں جس نے ولید رضی اللہ عنہ کا نام گھسیڑا ہے وہ رافضی شیعی محمد بن سائب کلبی ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ''کوفی شیعوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔'' اور فرماتے ہیں: ''کوفہ میں دو کذاب پائے جاتے تھے: ایک کلبی، دوسرا اسدی۔'' ❹

اس قصہ سے ان کا نام جوڑنے کا سبب یہ ہے کہ یہ واقعہ زکوٰۃ کی وصولی سے متعلق ہے، اور ولید رضی اللہ عنہ عہد صدیقی میں قضاعہ کی زکوٰۃ کی وصولی کے لیے مقرر تھے، اور دور فاروقی میں الجزیرہ میں تغلب کی زکوٰۃ پر آپ کی تقرری ہوئی تھی اور شیعی کتب میں ولید رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کے حوالے سے عثمان رضی اللہ عنہ پر تنقید کی جاتی ہے۔ ❺

ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ یہ آیت بنو مصطلق کے پس منظر میں نازل ہوئی ہے، بلکہ ہم اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ اس آیت میں فاسق سے مقصود ولید رضی اللہ عنہ ہیں، کیوں کہ آیت میں ''فاسق'' کا کلمہ نکرہ واقع ہوا ہے جو عموم اور شمولیت پر دلالت کرتا ہے، کیوں کہ شرط کے سیاق میں وارد ہوا ہے، اور جب نکرہ شرط کے سیاق

❶ المدینۃ فجر الاسلام (۲/ ۱۷۳) ❷ المدینۃ المنورۃ فجر الاسلام (۲/ ۱۷۳)

❸ مسند احمد ٤/ ۳۲، ابوداود (٤۱۸۱) شیخ البانی نے اس کو منکر قرار دیا ہے، دیکھیے: ضعیف ابی داود (۳۳۸) (مترجم)

❹ المدینۃ المنورۃ فجر الاسلام (۲/ ۱۷۹) ❺ المدینۃ المنورۃ فجر الاسلام (۲/ ۱۸۰)

میں وارد ہو تو عموم پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ نفی کے سیاق میں وارد ہونے کی صورت میں دلالت کرتا ہے۔ ❶

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ پر حد خمر:

صحیحین میں وارد ہے کہ گواہوں کی شہادت کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ نے ان پر حد جاری کی، لہٰذا یہ واقعہ عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف اعتراضات کا حصہ نہیں بلکہ آپ کے مناقب میں سے ہے، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے مناقب عثمان کے باب میں روایت کیا ہے۔ ❷ اور علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: تم جو عثمان رضی اللہ عنہ پر تنقید کرتے ہو تو تمہاری مثال اس شخص کی طرح ہے جو اپنے اوپر وار کرتا ہے تاکہ اپنے معاون کو قتل کر دے ❸ عثمان رضی اللہ عنہ کا اس شخص سے متعلق کیا قصور، آپ نے تو اس کے فعل کی پاداش میں کوڑے لگوائے اور پھر معزول کر دیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کا ان امور میں کیا گناہ جو انہوں نے ہمارے بارے میں کیا۔ ❹

اور پھر اس طرح کا واقعہ صرف عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں نہیں پیش آیا بلکہ اس سے قبل عہد فاروقی میں پیش آ چکا تھا، چنانچہ مذکور ہے کہ قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ جو شرف صحابیت سے بھی مشرف ہیں، وہ بحرین کے امیر تھے انہوں نے شراب پی لی تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر حد جاری کی اور معزول کر دیا۔ ❺

بعض مورخین کا بیان ہے کہ ولید رضی اللہ عنہ پر شراب نوشی کا الزام درجہ ثبوت کو نہیں پہنچتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ''الاصابہ'' میں فرماتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ بعض کوفیوں نے ان کے خلاف دشمنی کی وجہ سے ناحق شہادت دے دی۔ ❻ ابن خلدون نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں: عثمان رضی اللہ عنہ کے عمال اور گورنروں کے خلاف فسادیوں کی طرف سے افواہیں پھیلائی جاتی رہیں، اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ پر شراب نوشی کا الزام تھوپا گیا، اور انہی کے کچھ لوگوں نے گواہی بھی دی۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس صورت حال میں ولید رضی اللہ عنہ پر حد جاری کر کے انہیں معزول کر دیا۔ ❼

اور طبری نے اس کو قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ ابو زینب، ابو مورع اور جندب بن زہیر کے بیٹوں نے علی ابن حیسمان کے گھر میں نقب زنی کی اور اسے قتل کر دیا۔ ولید رضی اللہ عنہ نے ان پر قصاص کا قانون جاری کیا جس کی وجہ سے یہ حضرات اپنے بیٹوں کی محبت میں ولید رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئے، اور آپ کے خلاف سازش کا عہد کر لیا، اور آپ کی نقل و حرکت پر کڑی نگاہ رکھنے لگے، چنانچہ آپ کے یہاں ابو زبید شاعر آیا جو بنو تغلب سے تھا

---

❶ المدينة المنورة فجر الاسلام (٢/ ١٨٠)

❷ البخاری، فضائل الصحابة، مناقب عثمان: (٣٦٩٦)

❸ تاريخ الطبری (٥/ ٢٧٨)

❹ تحقيق مواقف الصحابة فی الفتنة (١/ ٤٢١)

❺ العواصم من القواصم ص (٩٣)

❻ الاصابة (٣/ ٦٣٨)

❼ تاريخ ابن خلدون (٢/ ٤٧٣)، فصل الخطاب فی مواقف الاصحاب ص (٨١)

اور آپ کے ننھیالی رشتے میں پڑتا تھا، وہ نصرانی تھا اس نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اس کو شراب پینے کی عادت تھی، ابوزبید کے ساتھ رہنے کی وجہ سے بعض بے وقوف لوگ ولید رضی اللہ عنہ کو شراب نوشی کے ساتھ متہم کرنے لگے۔ ابوزینب اور ابومورع جو پہلے سے موقع کے انتظار میں تھے انہوں نے اسے غنیمت سمجھا اور سیدھے دونوں مدینہ پہنچ گئے، اور عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے ولید رضی اللہ عنہ کے متعلق شراب نوشی کی شہادت دی اور کہا کہ ہم نے ولید کو شراب کی قے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شراب کی قے وہی کرے گا جس نے اس کو نوش کیا ہو۔ پھر ولید رضی اللہ عنہ کو کوفہ سے مدینہ طلب کیا۔ ولید رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے حلفیہ بیان دیا اور صورت حال سے مطلع کیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم حد جاری کریں گے، اور جھوٹی گواہی دینے والا جہنم رسید ہوگا، میرے بھائی تم صبر کرو۔ ❶

محب الدین خطیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحیح مسلم کی روایت میں جو یہ زیادتی ہے کہ آپ نے ولید کو بلوایا، کیوں کہ انہوں نے صبح کی نماز دو رکعت پڑھائی، پھر کہا: ''میں نے زیادہ پڑھائی ہے'' اور مسند احمد کی بعض سندوں میں ہے کہ ''چار رکعت پڑھائی'' تو اس سلسلہ میں کسی گواہ کی کوئی شہادت ثابت نہیں ہے بلکہ یہ واقعہ کے ناقل حضین کا کلام ہے، اور یہ شہود میں سے نہیں ہیں، اور نہ کسی شاہد سے روایت کی ہے اور نہ کسی معروف شخص سے روایت کی ہے مزید برآں وہ اس مزعومہ قصہ کے وقت کوفہ میں بھی موجود نہ تھے اس لیے اس زیادتی کا اعتبار نہ ہوگا۔ ❷

یہ ہیں کوفہ پر عثمان رضی اللہ عنہ کے گورنر ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ، مجاہد، فاتح، عادل، مظلوم، جنھوں نے امت کے لیے اپنی طاقت بھر ہر عمل خیر پیش کیا، اور پھر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ باطل پرست کس طرح صالحین پر ظلم ڈھاتے ہیں، اور ان کے باطل کا اثر کس طرح لوگوں پر ہوتا ہے، چنانچہ آپ نے عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد معاشرہ کے شور وغل سے علیحدگی اختیار کر لی، اور اپنی ایک زمین جو رقہ سے پندرہ میل پر الجزیرہ میں واقع تھی، رہائش اختیار کر لی، جہاں خلافت فاروقی میں جہاد و دعوت میں مصروف تھے۔ ❸ علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کے دور میں ہونے والی تمام جنگوں سے علیحدہ رہے، اسی سر زمین میں آپ کی وفات ۶۱ھ میں ہوئی، اور وہیں مدفون ہوئے، اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں آپ کی وفات ہوئی۔ ❹

سعید بن العاص اموی رضی اللہ عنہ:

سلسلہ نسب: سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشی الاموی۔ ❺

ابو حاتم کا بیان ہے کہ آپ صحبت نبوی کے شرف سے سرفراز ہیں۔ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے بعد کوفہ کے گورنر

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٢٧٧)
❷ العواصم من القواصم ص (٩٦، ٩٧)
❸ العواصم من القواصم ص (٩٤)
❹ البداية والنهاية (٨/ ٢١٦)
❺ البداية والنهاية (٨/ ٨٧)

مقرر ہوئے۔ آپ کا شمار فصحائے قریش میں ہوتا تھا اسی لیے عثمان رضی اللہ عنہ نے کتابت قرآن کی جو کمیٹی تشکیل دی آپ کو اس کا رکن بنایا۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ...... عثمان رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو قرآن تحریر کرنے کا حکم فرمایا، انہوں نے قرآن کو مختلف مصاحف میں تحریر فرمایا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کمیٹی کے تینوں قریشی اراکین کو حکم فرمایا کہ جب تمہارے اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مابین قرآن کے کسی لفظ کو ضبط تحریر میں لانے کے طریقہ سے متعلق اختلاف ہو تو قریش کی لغت کے مطابق لکھنا۔ ❶

قرآن کی عربیت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی زبان کے مطابق قائم کی گئی، کیوں کہ آپ کا لہجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے نو سال آپ کو میسر آئے۔ آپ کے والد بدر میں بحالت شرک قتل ہوئے۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا۔ ❷

آئیں اور ہمارے ساتھ اس خبر کو پڑھیں جو آپ کی قوت ایمان پر دلالت کرتی ہے: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے تمہارے والد کو قتل نہیں کیا بلکہ میں نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کیا۔ اس پر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر آپ نے اسے قتل کیا ہوتا تو آپ حق پر رہتے اور وہ باطل پر تھا۔ یہ جواب سن کر عمر رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے۔ کوفہ پر گورنری کے دور میں طبرستان پر چڑھائی کر کے اس کو فتح کیا اور جرجان پر چڑھائی کی آپ کے لشکر میں حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ ❸

جود و سخا اور بر و احسان میں مشہور تھے، اگر کبھی کسی سائل نے سوال کیا اور آپ کے پاس مطلوبہ چیز نہ ہوئی تو اس سے متعلق نوشتہ تحریر کر کے اس کو دے دیتے، چنانچہ جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ پر اس طرح کے اسی ہزار (۸۰،۰۰۰) دینار کا قرض تھا جسے آپ کے بیٹے عمرو الاشدق نے ادا کیا۔ ❹

آپ مسلمانوں کے درمیان اتفاق و اتحاد کے خوگر تھے، فتنہ و فساد کو ناپسند کرتے اور دور بھاگتے تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے بعد آپ کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا تھا، ایک مرتبہ آپ کوفہ سے مدینہ تشریف لائے، اور جب کوفہ واپس ہوئے تو فتنہ پردازوں نے اپنا لشکر جمع کر لیا اور آپ کو کوفہ میں داخل ہونے سے روک دیا، آپ مدینہ واپس چلے آئے اور وہیں اقامت اختیار کر لی...... جن لوگوں نے آپ کو امارت کی طرف واپسی سے روکا تھا انہی میں سے قاتلین عثمان بھی تھے، اس کے باوجود آپ جنگ جمل و صفین سے الگ رہے، بلکہ جمل والوں کو بغاوت سے روکتے رہے۔ ❺ یہ آپ کی سیرت ہے۔ جود و سخا، کرم و شجاعت اور جہاد کے مالک، فصاحت ایسی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت سے مشابہت ہونے لگے۔ آج جو قرآن ہم پڑھتے ہیں آپ نے زید بن

---

❶ البخاری، فضائل القرآن (٤٩٨٧)
❷ المدينة المنورة فجر الاسلام (٢/ ٢١١)
❸ المدينة المنورة فجر الاسلام (٢/ ٢١١)
❹ الاصابة: (٣٢٦٨)
❺ الطبقات (٥/ ٣٤)

ثابت رضی اللہ عنہ کو املاء کرایا تھا۔ صحیح روایات سے ثابت شدہ ان مناقب پر غور فرمائیں اور پھر ان نقائص و عیوب سے ان کا موازنہ فرمائیں جو بلا سند لوگ بیان کرتے ہیں، اور پھر بیان کرنے والوں اور پروپیگنڈہ کرنے والوں پر غور کیجیے تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ یہ سب من گھڑت ہے، ایک شخص کے اندر دو متضاد چیزوں کا جمع ہونا محال ہے، پس یہ ناممکن ہے کہ ایک شخص فیاض بھی ہو اور بخیل بھی ہو، نیکیوں کا خوگر بھی ہو اور برائیوں کا رسیا بھی ہو، فہم و فراست کے جوہر بھی دکھائے اور جہالت کا مرقع بھی ہو، جہاد کرتا ہوا مختلف ممالک کا فاتح بھی ہو اور جہاد سے جی چرا کر دم دبا کر بیٹھ جانے والا بھی ہو۔ یہ انتہائی نامعقول باتیں کیسے کسی صحیح آدمی کے اندر جمع ہو سکتی ہیں۔ ❶

بلا سند روایات کا انبار لگانے والوں کا خیال ہے کہ جب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے بعد سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کوفہ کے والی مقرر ہوئے تو بعض موالی نے یہ رجزیہ شعر کہا:

یا ویلنا قد عزل الولید
وجاءنا مجوعا سعید
ینقص فی الصاع ولا یزید ❷

"ہائے ہماری بربادی! ولید معزول کر دیا گیا، اور بھوکا مارنے والا سعید ہمارے پاس آ گیا۔ یہ تو صاع میں کمی کرتا ہے زیادہ نہیں کرتا۔"

یہ اشعار من گھڑت ہیں، اور یہ پورا قصہ بلاشبہ من گھڑت ہے۔ ❸ کیوں کہ ۳۰ھ میں موالی (جنگی قیدیوں میں سے غلام) عربی زبان اچھی طرح نہیں بول سکتے تھے چہ جائیکہ وہ اشعار کہنا شروع کر دیں، اور پھر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ جود و سخا اور بر و احسان میں مشہور تھے، یہ ممکن نہیں کہ انہیں "بھوکا مارنے والا" کے وصف سے متصف کیا جائے، اور جب کہ عوام اور شعراء نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے جود و کرم کی تعریف کی ہے تو سعید بن العاص رضی اللہ عنہ تو جود و کرم میں ضرب المثل تھے۔ ❹ آپ کو عکۃ العسل (شہد کا ڈبہ) کہا جاتا تھا۔ فرزدق نے آپ کے جود و سخا کا ذکر یوں کیا ہے:

تری الغر الجحاجح من قریش
اذا ما الامر فی الحدثان عالا
قیاما ینظرون الی سعید
کانهم یرون به هلالا ❺

❶ المدینۃ المنورۃ فجر الاسلام (۲/ ۲۱۲)
❷ تاریخ الطبری (۵/ ۲۷۹)
❸ المدینۃ المنورۃ فجر الاسلام (۲/ ۲۱۲)
❹ المدینۃ المنورۃ فجر الاسلام (۲/ ۲۱۲)
❺ البدایۃ والنهایۃ (۸/ ۸۸)

"جب حکومت وسلطنت نوجوانوں کے ہاتھ آئی تو تم قریش کے شریف وفیاض سرداروں کو دیکھو گے کہ وہ سعید کی طرف کھڑے ہو کر اس طرح دیکھ رہے ہیں گویا کہ وہ چاند دیکھ رہے ہیں۔"

بفرض محال اگر مان لیں کہ جب موالی نے مذکورہ اشعار سعید رضی اللہ عنہ کی کوفہ آمد کے وقت کہے تھے تو سوال یہ ہے کہ انہیں سعید رضی اللہ عنہ کی سیاست کا پتہ کیسے چلا تھا کہ وہ بھوکے ماریں گے یا آسودہ کریں گے؟ اور تعجب ہے کہ راویوں نے اس خبر کو اس طرح بیان کیا ہے کہ خود اس کا بعض حصہ بعض کی تردید کرتا ہے، چنانچہ بیان کرتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا، آپ نے ان کے درمیان سیرت عادلہ (یعنی عدل وانصاف کی روش) اختیار کی، بعض موالی یہ رجزیہ شعر...... کہتے تھے۔ ❶

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سیرت عادلہ بھی ہو اور موالی کو بھوکا بھی مارے؟ وہاں تو خیر کثیر تھا، مال کی ایسی فراوانی تھی کہ سب کے لیے کافی تھا، بلکہ زائد تھا۔ سیرت عادلہ سے متصف تو خیر کو عام کرتا ہے، سب کو نوازتا ہے۔ ❷

اللہ تعالیٰ قدیم مورخین پر رحم فرمائے وہ قارئین کے ساتھ حسن ظن رکھتے تھے، اس لیے انہوں نے اپنی کتابوں میں متناقض اور متضاد روایات کو جمع کر دیا، انہوں نے یہ گمان کیا تھا کہ ہر دور کے قارئین کھرے اور کھوٹے کے درمیان تفریق کر لیں گے۔ وہ معذور ہیں کیوں کہ انہوں نے اپنے دور کے لوگوں کے لیے تصنیف کی تھیں وہ یہ نہیں جان سکے کہ بعد کے ادوار میں ایسے لوگ ہوں گے جو رات کے اندھیرے میں لکڑی چننے والے ہوں گے، اور کھرے اور کھوٹے کے مابین تفریق نہیں کر سکیں گے۔ ❸ چنانچہ ابن سعد نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں بلاسند یہ بات روایت کر دی ہے کہ جب سعید رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر کی حیثیت سے آئے تو عیش و عشرت کے خوگر نوجوان تھے، انہیں کوئی تجربہ نہ تھا، منبر پر چڑھنے سے انکار کر دیا جب تک کہ اس کو دھویا نہ جائے، پھر منبر دھلوایا گیا اور منبر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "یہ سرزمین سواد قریش کے غلاموں کا باغ ہے۔" پھر لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے شکایت کی۔ ❹

یہ صحیح نہیں کیوں کہ یہ بے سند بات ہے اور اس لیے کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے لشکر جہاد کی قیادت کی، بہت سے ممالک فتح کیے، لہٰذا آپ اس طرح نہیں ہو سکتے جیسا کہ افتراء پردازوں نے بیان کیا ہے، اور پھر ابن سعد نے سعید رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اس کلام کو مالک بن حارث الاشتر کی زبانی بیان کیا ہے اور اس وقت کا تذکرہ ہے جب اس نے سعید رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا، اس موقع پر اشتر نے کہا: یہ سعد بن

---

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۲۷۹)

❷ المدینة المنورة فجر الاسلام (۲/ ۲۱۳)

❸ المدینة المنورة فجر الاسلام (۲/ ۲۱۳)

❹ الطبقات (۵/ ۳۲) المدینة المنورة فجر الاسلام (۲/ ۲۱۳)

العاص ہے جو تمہارے پاس آیا ہے۔ اس کا یہ زعم ہے کہ سواد کی سرزمین قریش کے غلاموں کا باغ ہے، حالاں کہ سواد تمہاری جائے پیدائش اور تمہارے نیزوں کا مرکز ہے، جو تمہارا وفادار ہو وہ تمہارے آباء و اجداد کا وفادار ہے۔ ❶

مالک بن حارث جو اشتر کے لقب سے معروف ہے، فتنہ پرداز انسان ہے، یہ ان خوارج کے قائدین میں سے ہے جنھوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر کے ان کو قتل کیا تھا ان سے کوئی بعید نہیں کہ لوگوں کو متنفر کرنے کے لیے اس طرح کے اقوال گھڑیں، اگر یہ جملہ کہا گیا ہے تو اس کے کہنے والے وہ حضرات ہیں جنھوں نے خلافت کے خلاف خروج کیا تھا۔ عراق خصوصاً کوفہ پر مسلسل قریشی گورنروں کی تولیت کے سبب یہ بیمار تصور اور مریض فہم انہوں نے سمجھا حالاں کہ قبائلی عصبیت اس مقولہ کے اندر بالکل واضح ہے۔ ❷

امام ذہبی رحمہ اللہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے متعلق فرماتے ہیں:

''آپ شریف امیر، سخی و جواد تھے، سبھی آپ کی تعریف کرتے، انتہائی بردبار اور باوقار تھے، حزم و عقل کے مالک تھے، خلافت و ولایت کے قابل تھے۔'' ❸

مخالفین اور ناقدین عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا پھر ان سے ایسے امور سرزد ہوئے جس کی وجہ سے اہل کوفہ نے ان کو وہاں سے نکال باہر کیا، ❹ تو یہ واضح ہونا چاہیے کہ صرف کوفیوں کا آپ کو وہاں سے نکال دینا اس بات کی دلیل نہیں کہ آپ سے کسی گناہ کا ارتکاب ہوا تھا، جو کوفہ اور کوفیوں کی تاریخ سے واقف ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کوفی اکثر بلا کسی شرعی وجہ اور معمولی اسباب کی وجہ سے امراء و والیان کی شکایت کرتے رہے ہیں، حتیٰ کہ عمر رضی اللہ عنہ کو بھی کہنا پڑا کہ کوفیوں نے مجھے تھکا دیا اور تنگ کر کے رکھ دیا، یہ کسی کو پسند نہیں کرتے اور نہ انہیں کوئی پسند کرتا ہے، نہ یہ درست ہوتے ہیں اور نہ ان پر کوئی درست ثابت ہوتا ہے۔ ❺

اور دوسری روایت میں یوں وارد ہوا ہے: کوفیوں نے مجھے تھکا دیا ہے اگر ان پر کسی نرم مزاج کو مقرر کرتا ہوں تو اس کو کمزور سمجھ بیٹھتے ہیں، اور اگر کسی سخت گیر کو مقرر کرتا ہوں تو اس کی شکایت کرتے ہیں۔ ❻ بلکہ آپ نے ان کے حق میں بددعا کی:

((اللھم انھم قد لبسوا علی فلبس علیھم .)) ❼

''اے اللہ ان لوگوں نے میرے لیے مشکلات برپا کی ہیں، تو ان کے لیے مشکلات برپا کر۔''

❶ المدینة المنورة فجر الاسلام (۲/ ۲۱٤)
❷ المدینة المنورة فجر الاسلام (۲/ ۲۱٤)
❸ سیر اعلام النبلاء (۳/ ٤٤۷)
❹ تاریخ الطبری (۵/ ۲۷۹)
❺ المعرفة و التاریخ/ الفسوی (۲/ ۷٥٤)
❻ تحقیق مواقف الصحابة فی الفتنة (۱/ ٤۲۳)
❼ المنهاج/ ابن تیمیة (۳/ ۱۸۸)

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ انتہائی حکیم اور دانا انسان تھے۔ فرماتے ہیں: ''میرے ہم نشین کے میرے اوپر تین حقوق عائد ہوتے ہیں: جب وہ میرے قریب آئے تو اس کو خوش آمدید کہوں، اور جب وہ بیٹھے تو اس کے لیے جگہ کشادہ کروں، اور جب گفتگو کرے تو اس کی طرف متوجہ ہوں۔'' اور اپنے بیٹے سے فرمایا: ''میرے لخت جگر بغیر سوال کے اللہ کے لیے بھلائی کرو اور جب تمہارے پاس انسان حاضر ہو اور اس کے چہرے پر خون دوڑ رہا ہو یا وہ اس حالت میں آئے کہ اس کو خطرہ ہو اور اسے معلوم نہیں کہ تم اسے دیتے ہو یا نہیں، اس حالت میں اللہ کی قسم اگر تم اپنا سارا مال اسے دے دو تب بھی اس کو پورا بدلہ نہ دیا۔'' نیز فرمایا: ''میرے بیٹے! شریف انسان سے مذاق نہ کرنا وہ تم سے کینہ رکھنا شروع کر دے گا، اور نہ کسی کم تر شخص سے مذاق کرنا تم اس کی نگاہوں میں گر جاؤ گے۔''

ایک دن ایک عابدہ وزاہدہ خاتون کوفہ کی امارت کے دور میں ان کے پاس آئی، آپ نے اس کے ساتھ داد و دہش کی اور اچھا سلوک کیا تو اس خاتون نے آپ کو دعا دیتے ہوئے کہا: ''اللہ کرے کسی کمینہ سے آپ کو ضرورت نہ پڑے، اور شریفوں کی گردن پر ہمیشہ احسان رہے، اور اللہ جب کسی شریف سے کوئی نعمت زائل کر دے تو آپ کو اس نعمت کو اس کی طرف واپس کرنے کا سبب بنائے۔''

اور جب سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو اپنے تمام بیٹوں کو جمع کیا اور فرمایا: ''میرے ساتھی میرے علاوہ کسی چیز کو گم نہ پائیں، میں ان کے ساتھ جو سلوک کرتا ہوں تم برابر کرتے رہنا، جو میں انہیں دیتا ہوں تم برابر انہیں دیتے رہنا، انہیں مانگنے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے، کیوں کہ انسان جب کسی سے کوئی چیز طلب کرتا ہے تو اس خوف سے کہ کہیں اس کی بات رد نہ کر دی جائے، اس کے اعضاء مضطرب ہو جاتے ہیں اور اس کے جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ اللہ کی قسم ایک شخص اپنے بستر پر تڑپ رہا ہو اور وہ تمھیں اس لائق سمجھ رہا ہے کہ تم اس کی ضرورت پوری کر سکتے ہو تو یہ اس کا تمہارے اوپر تمہارے مطلوبہ چیز دینے سے زیادہ احسان ہے۔'' اس کے بعد اور بہت سی وصیتیں کیں۔ آپ کی وفات ۵۸ھ میں ہوئی، اسی طرح ۵۷ھ اور ۵۹ھ کی بھی روایت ہے۔ ❶

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ:

سلسلہ نسب: عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بن حارث بن حبیب بن حذافہ بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی القرشی العامری۔ ❷

مورخین عام طور سے جب عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ اور عہد عثمانی میں مصر پر ان کے گورنر بنائے جانے کا تذکرہ کرتے ہیں تو خاص کر یہ عبارت استعمال کرتے ہیں: ''عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو مصر کا گورنر مقرر کیا۔'' ❸

❶ البدایۃ والنہایۃ (۸/ ۹۰) ❷ الاصابۃ: (۴۷۲۹)

❸ دیکھیے: الکامل/ ابن اثیر (۳/ ۸۸)

مصر پر بحیثیت گورنر تقرری کے ساتھ ساتھ رضاعی بھائی ہونے کا تذکرہ بعض مورخین کی جانب سے عثمان رضی اللہ عنہ پر اس اتہام کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اس منصب کے قابل نہ تھے، لیکن عثمان رضی اللہ عنہ نے محض رضاعی بھائی ہونے کی وجہ سے اتنا عظیم منصب انہیں عطا کر دیا۔ لیکن مورخین کا یہ خیال محض غلط ہے اس میں ذرا بھی صداقت نہیں۔ ہم امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ پر اس اتہام کی تردید کے لیے بنو عامر بن لوی کے اس مرد مجاہد [1] عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کی خدمات اور کارناموں کا تذکرہ کریں گے۔ آپ کو مصر اور اس کے اطراف کا اچھا خاصا تجربہ حاصل تھا، کیوں کہ آپ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصر کی فتح میں شریک تھے، اور خلافت فاروقی میں مصر کے بعض علاقوں کی امارت بھی سنبھال چکے تھے، چنانچہ ''صعید'' مصر کے آپ امیر تھے۔ [2] اسی طرح خلافت عثمانی کے ابتدائی دور میں بھی آپ صعید مصر کے امیر تھے، جس کی وجہ سے آپ کے اندر یہ اہلیت پیدا ہو چکی تھی کہ آپ پورے مصر کی امارت عامہ کو سنبھال سکیں۔ ان تجربات کی وجہ سے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بعد آپ اس منصب کے لیے سب سے قوی ترین امیدوار تھے۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے خراج مصر کو منظم کرنے میں کامیابی حاصل کی، یہاں تک کہ خراج کا محصول آپ کے دور میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے زمانے سے زیادہ جمع ہونے لگا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آپ نے اخراجات کے سلسلہ میں نئی سیاست اختیار کی جو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی سیاست سے مختلف تھی، جس کے نتیجہ میں اموال خراج میں اضافہ ہوا۔ [3]

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے مختلف مقام پر علم جہاد بلند کیا، اور متعدد فتوحات ہوئیں جو عظمت کی حامل رہیں، آپ کے معرکوں میں سے افریقہ (تونس) کا معرکہ عظیم ۲۷ھ میں پیش آیا، فتح و کامیابی سے ہمکنار ہوئے، اور اس کے بادشاہ جرجیر کو قتل کیا، آپ کے ساتھ اس معرکہ میں بہت سے صحابہ شریک تھے جن میں عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو بن العاص وغیرہم رضی اللہ عنہم سرفہرست ہیں، اور آخر کار مسلمانوں کو جزیہ کی ادائیگی پر افریقہ کے پادری کے ساتھ مصالحت ہوئی [4] اور ۳۳ھ میں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ دوبارہ افریقہ پہنچے اور وہاں اسلام کی ساخت مضبوط کی۔ [5]

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کے اہم کارناموں میں سے معرکہ نوبہ ہے جس کو بعض مورخین نے معرکہ ''اساودہ'' یا معرکہ ''حبشہ'' کا نام دیا ہے۔ یہ معرکہ ۳۱ھ میں پیش آیا، مسلمانوں اور نوبیوں کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی اس میں بہت سے مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا، کیوں کہ نوبی تیر اندازی میں ماہر تھے۔ آخر کار مصالحت پر

---

[1] فصل الخطاب فی مواقف الاصحاب ص (۷۷) [2] تحقیق مواقف الصحابة فی الفتنة ص (٤١٨)

[3] الولایة علی البلدان (۱/ ۱۸۰)

[4] فتوح مصر و اخبارها ص (۱۸۳)، الولایة علی البلدان (۱/ ۱۸۰)

[5] النجوم الزاهرة (۱/ ۸۰)

یہ بات طے ہوگئی کہ نوبی مقررہ جزیہ مسلمانوں کو ادا کرتے رہیں گے۔ ❶ حقیقت میں عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ پہلے مسلم جرنیل ہیں جنھوں نے نوبہ پر حملہ کیا، اور ان سے قتال کر کے ان پر جزیہ عائد کیا، آپ کے دور امارت میں یہی حالت رہی اور نوبی برابر جزیہ ادا کرتے رہے۔

اسی طرح عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کے اہم ترین جنگی کارناموں میں سے معرکہ ذات الصواری ہے، جس میں مسلمانوں کو رومیوں پر فتح حاصل ہوئی۔ مصریوں کے نزدیک آپ کا دور امارت عام طور سے قابل تعریف رہا، کوئی ناپسندیدہ بات پیش نہ آئی، سبھی خوش رہے۔ مقریزی کا بیان ہے:

''عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی پوری مدت میں آپ امیر رہے اور پوری مدتِ امارت آپ کی تعریف کی جاتی رہی۔'' ❷

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''پوری مدتِ امارت میں کوئی قابل گرفت کام نہ کیا کہ جسے ناپسند کیا جائے۔ آپ عقلاء اور سخی لوگوں میں سے ایک تھے۔'' ❸

مصر کی امارت ابتداء میں بڑی پرسکون تھی، امن و استقرار کا دور دورہ تھا، یہاں تک کہ عبداللہ بن سبا جیسے فتنہ پرواز وہاں پہنچے، اور لوگوں کو بھڑکانا شروع کیا، ان سبائیوں اور ان سے متاثر افراد کا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت میں اہم رول رہا، اور اس طرح مصر کے حالات وہاں سے شرعی والی کو نکال دینے اور غیر شرعی طریقے پر دوسرے لوگوں کے قابض ہو جانے کی وجہ سے مضطرب ہو گئے تھے، اور اس مدت میں یہ لوگ خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف لوگوں کے دلوں میں بغض و کراہیت پیدا کرنے میں کامیاب ہوئے، ان کی دسیسہ کاریوں اور من گھڑت افواہوں اور اکاذیب کے نتیجہ میں ایسا ہوا۔ ❹ اس کی تفصیل ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔ جب شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کا فتنہ رونما ہوا تو عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے مصر کو چھوڑ کر فلسطین میں ''عسقلان'' یا ''رملہ'' میں سکونت اختیار کر لی۔ امام بغوی نے بہ سند صحیح یزید بن ابی حبیب سے روایت کی ہے:

''عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ (فلسطین) چلے گئے، اور صبح کے وقت یہ دعا کی اے اللہ! صبح کی نماز کو میرا آخری عمل بنا دے، وضو کیا پھر نماز پڑھی، دائیں جانب سلام پھیرا، بائیں طرف سلام پھیرنے لگے کہ اتنے میں اللہ نے روح قبض کر لی۔'' ❺

---

❶ الولایة علی البلدان (١/ ١٨١)، فتوح مصر و اخبارها، ص (١٨٨)

❷ الخطط (١/ ٢٩٩)

❸ سیر اعلام النبلاء (٣/ ٣٤)

❹ الولایة علی البلدان (١/ ١٨٦)

❺ الاصابة (٤٧٢٩) سیر اعلام النبلاء (٣/ ٣٥)

مروان بن حکم اموی رضی اللہ عنہ اور ان کے والد:

سلسلہ نسب: مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشی الاموی۔ ❶

مروان بن حکم رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ کے قرابت داروں میں خصوصی مقام حاصل تھا، مرکز خلافت سے آپ کا تعلق دوسرے کی بہ نسبت زیادہ قوی تھا، اور عہد عثمانی میں اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کرنے والے حالات وحوادث کے ساتھ آپ کا نام سب سے زیادہ جڑا ہوا ہے کیوں کہ آپ بحیثیت حکومت کے پرائیویٹ سکریٹری یا بادشاہ کے مہر بردار تھے۔ ❷ مروان رضی اللہ عنہ تن تنہا خلیفہ کے مشیر نہ تھے بلکہ عثمان رضی اللہ عنہ اکابرین صحابہ اور اصاغرین صحابہ سبھی سے مشورہ لیتے تھے۔ مروان رضی اللہ عنہ ایسے وزیر بھی نہ تھے اور اس منصب کو اس حیثیت سے اہمیت حاصل ہوتی ہے کہ اس کا حامل خلیفہ کے کان اور مہر سے قریب ہوتا ہے، لیکن لوگوں کا یہ ادعا کہ آپ ہی نے عثمان رضی اللہ عنہ کو مشکلات اور پریشانیوں میں ڈالا اور لوگوں کو آپ کے خلاف بھڑکایا تا کہ خلافت بنوامیہ کی طرف منتقل ہو جائے، یہ فرضی باتیں ہیں، اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ خلافت، بنوامیہ کی طرف بڑے سنگین خطرات کے بعد منتقل ہوئی ہے جس میں مروان رضی اللہ عنہ کا کوئی اہم کردار نہیں تھا مزید برآں عثمان رضی اللہ عنہ اس قدر ضعیف شخصیت کے حامل نہیں تھے کہ آپ کے کاتب اس حد تک پہنچ جائیں جیسا کہ قصہ گو تصور کر رہے ہیں۔ ❸

مروان بن حکم رضی اللہ عنہ اگر دور نبوی میں اہل علم کے قول کے مطابق بلوغت کو نہیں پہنچے تھے تو اس میں ان کا کوئی قصور نہیں۔ آپ کی عمر دس سال یا اس سے قریب تھی، آپ مسلمان تھے، قرآن پڑھتے تھے، دین کا علم حاصل کرتے تھے اور فتنہ سے قبل آپ پر کسی طرح کا کوئی اتہام نہیں تھا، تو پھر ان کو کاتب بنانے میں عثمان رضی اللہ عنہ کا کیا قصور ہے، رہا دورِ فتنہ تو اس میں تو مروان رضی اللہ عنہ سے افضل لوگ بھی نہ بچ سکے۔ ❹ بلکہ آپ کے والد کو مدینہ سے جلاوطن کرنے والی روایت سند ومتن دونوں اعتبار سے ضعیف ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کیا ہے اور اس کے ضعف وفساد کو واضح فرمایا ہے۔ ❺

مروان بن الحکم رضی اللہ عنہ علم وفقہ اور عدل میں معروف ہیں، آپ نوجوانان قریش کے سادات میں سے ہیں اور آپ کا ستارۂ اقبال عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں بلند ہوا۔ آپ کی فقاہت کی شہادت امام مالک رحمہ اللہ نے دی ہے، اور اپنی کتاب موطا میں مختلف مقامات پر آپ کے فتاویٰ وقضایا سے استدلال کیا ہے، اور اسی طرح اس کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں جو ائمہ اسلام کے یہاں متداول اور معمول بہ ہیں، آپ سے مرویات، فتاویٰ اور اقوال وفیصلے وارد ہیں۔ ❻

---

❶ الاصابة (۸۳۳۷) ❷ عثمان بن عفان/ صادق عرجون ص (۱۱۷)

❸ الدولة الاموية المفترى عليها/ حمدى شاهين ص (۱۶۰)

❹ منهاج السنة (۳/ ۱۹۷) ❺ منهاج السنة (۳/ ۱۹۵-۱۹۶)

❻ الدولة الاموية المفترى عليها ص (۱۶۹)

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مروان منصب قضاء پر فائز تھے، اور آپ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کو تلاش کرتے تھے۔'' ❶

مروان رضی اللہ عنہ قرآن کے بہت بڑے قاری و حافظ تھے۔ احادیث نبویہ کو روایت کرتے، بعض مشاہیر صحابہ رضی اللہ عنہم سے آپ نے احادیث روایت کی ہیں، اور بعض صحابہ نے آپ سے روایت کی ہے اور اسی طرح بعض تابعین نے آپ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ ❷

آپ سنت کو تلاش کرنے اور اس پر عمل کرنے کے بڑے شوقین تھے۔ فقیہ مصر لیث بن سعد رحمہ اللہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ مروان رضی اللہ عنہ ایک جنازہ میں شریک ہوئے اور جب نماز جنازہ پڑھ کر واپس ہوئے تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہوں نے ایک قیراط نیکی حاصل کر لی، اور دوسرے قیراط سے محروم رہ گئے۔ ❸ مروان رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی گئی تو وہ دوڑے ہوئے واپس ہوئے یہاں تک کہ دوڑنے کی وجہ سے آپ کے گھٹنے کھل گئے، اور پھر بیٹھے رہے یہاں تک کہ اجازت مل گئی۔ ❹

فتح الباری کے مقدمہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ، عثمان رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی ہیں، کہا جاتا ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت کا شرف حاصل ہے، پس اگر یہ ثابت ہے تو پھر جن لوگوں نے ان پر کلام کیا ہے ان کا اعتبار نہیں۔ ❺ (عروہ بن زبیر فرماتے ہیں: روایت حدیث میں ان پر کوئی کلام نہیں۔ ❻) علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مروان بہت سے لوگوں کے نزدیک صحابی ہیں، کیوں کہ آپ کی ولادت حیات نبوی میں ہوئی۔ ❼ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ مدینہ کے گورنر مقرر ہوئے، فساق و فجار کے لیے آپ بہت سخت تھے۔ عیش پرستی کے مظاہر اور ہجڑا پن کے شدید مخالف تھے۔ ❽ رعیت کے ساتھ عدل و انصاف کرنے والے، قرابت داروں اور اثر و رسوخ کا استیصال کرنے والوں کی مجاملت سے انتہائی احتیاط برتنے والے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے بھائی عبدالرحمن بن الحکم نے اہل مدینہ کے ایک غلام کو طمانچہ مار دیا، اس نے مروان رضی اللہ عنہ سے کایت کی، جو اس وقت مدینہ کے گورنر تھے، آپ نے اپنے بھائی عبدالرحمن کو طلب کیا اور اس غلام کے سامنے بٹھایا اور اس سے کہا: اس کو طمانچہ لگاؤ، اس غلام نے کہا: میرا یہ مقصود نہ تھا بلکہ

---

❶ البداية والنهاية (۸/ ۲٦۰) ❷ ایضاً

❸ البداية والنهاية (۸/ ۲٦۰)، المسند (٤٤٥٣-٤٦٥۰)

❹ الدولة الاموية المفترى عليها، ص (۲۰۰)، البداية والنهاية (۸/ ۲٦۰)

❺ مقدمة فتح الباری (٤٦٦) اباطيل يجب ان تمحى من التاريخ ص (۲٥٤)

❻ مقدمة فتح الباری ص (٤٦٦)

❼ البداية والنهاية (۸/ ۲٥۹) بلکہ وفات نبوی کے وقت آپ کی عمر کم از کم آٹھ سال تھی۔ (مترجم)

❽ الدولة الاموية المفترى عليها ص (۲۰۰)

میرا مقصود صرف اس کو یہ بتانا تھا کہ اس کے اوپر بھی ایک قوت ہے جو میری مدد کرے گی، اور میں نے اپنا یہ حق آپ کو ہبہ کر دیا۔ مروان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اسے قبول نہیں کروں گا، تم اپنا حق لے لو۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں طمانچہ نہیں لگا سکتا، لیکن میں آپ کو ہبہ کرتا ہوں۔ مروان رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم میں اسے قبول نہیں کر سکتا اگر تمھیں ہبہ کرنا ہے تو اس کو ہبہ کرو جس نے تم کو طمانچہ مارا ہے، یا پھر اللہ کے حوالہ کر دو، اس نے کہا: میں نے اللہ کے لیے ہبہ کر دیا۔ اس موقف سے عبدالرحمن سخت ناراض ہوئے اور اپنے بھائی مروان کی ہجو میں اشعار کہے۔ ❶

مروان رضی اللہ عنہ کے علم و عدل اور فقہ و تدین کی یہ تصویر، اس ناپسندیدہ تصویر کے بالکل برعکس ہے جسے اکثر مورخین اور قصہ گو پیش کرتے ہیں، جنھوں نے مروان رضی اللہ عنہ کی زندگی کو بدنما کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ وفات کے وقت بھی آپ کو نہیں بخشا بلکہ آپ کی شکل کو مسخ کرنے کی پوری کوشش کی، اور یہ گمان کر بیٹھے کہ آپ کی بیوی ام خالد بن یزید بن معاویہ نے تکیہ کے ذریعے سے گلا گھونٹ کر مار ڈالا، یا زہر دے دیا، کیوں کہ مروان رضی اللہ عنہ نے ان کے بیٹے خالد کو لوگوں کے سامنے گالی دے دی تھی۔ تناقضات سے پر اس قصہ پر پہلی نظر ڈالنے سے یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ قوم کی بوڑھیوں نے اسے گھڑا ہے، اور پھر لوگوں نے بلا سوچے سمجھے بیان کرنا شروع کر دیا اس کے پیچھے بکواس کرنے کا شوق اور اس بلند مقام خاندان کی شہرت و وجاہت اور شرف و منزلت پر حسد کارفرما رہا۔ ❷

آپ کی موت طبعی تھی یا طاعون کے سبب ہوئی یا بیوی نے گلا گھونٹ دیا؟ روایات کا یہ تناقض اس بات کی دلیل ہے کہ حقیقت معلوم نہیں۔ اور جن روایات میں یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ بیوی نے خود یا بعض لونڈیوں کے ذریعے سے قتل کر دیا تھا، یہ روایات مقبول اور معقول نہیں ہیں۔ یہ بیوی عبدشمس جیسے شریف گھرانے کی شریف خاتون تھی، شوہر اس کا قریبی رشتہ دار اور خلیفہ وقت تھا اس طرح یہ خاتون معمولی خاتون نہ تھی، خلیفہ کی بیوی اور خلیفہ (معاویہ بن یزید) کی ماں تھی۔ ایسا گھٹیا کام شریف زادیاں نہیں کیا کرتی ہیں، مزید قابل غور پہلو یہ ہے کہ اگر اس خاتون نے ایسا کیا تھا تو پھر اس کا خاندان کے اندر کوئی اثر نہیں آیا اور نہ خاندان میں کوئی اختلاف رونما ہوا، اور نہ کسی نے قصاص و بدلہ کا مطالبہ کیا، اور خالد بن یزید رحمہ اللہ کا وہی مقام عبدالملک بن مروان کے ہاں باقی رہا، اور پھر اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو صرف قتل پر بات ختم نہ ہوتی، بلکہ جس مقصد کو بروئے کار لانے کے لیے قتل کیا گیا تھا اس کی تکمیل کی کوشش کی جاتی۔ ❸

بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ مروان رضی اللہ عنہ نے آخری بات جو کہی وہ یہ تھی: جو جہنم سے ڈرا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ اور آپ کی انگوٹھی (مہر) کا نقش "العزة لله" تھا، اور بعض لوگوں نے کہا: "امنت

---

❶ الدولة الاموية المفترى عليها ص (٢٠٠)

❷ عبدالملك بن مروان/ د. الريس ص (١٢)

❸ الدولة الاموية المفترى عليها ص (٢٠١)

بالعزیز الرحیم" لکھا تھا۔ ❶

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ولید اور مروان بن الحکم کی مذمت میں جتنی احادیث بیان کی جاتی، سب جھوٹ اور من گھڑت ہیں۔ ❷

کیا عثمان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے حساب پر کسی قرابت دار سے مجاملت کی؟

اگر عثمان رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے حساب پر اپنے قرابت داروں سے مجاملت کرنا چاہتے تو اپنے پروردہ محمد بن ابی حذیفہ کے ساتھ ضرور مجاملت کرتے، لیکن آپ نے ان کے مطالبہ کے باوجود ان کو عامل نہیں مقرر کیا، کیوں کہ وہ اس منصب کی اہلیت نہیں رکھتے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا: میرے بیٹے اگر تم اس قابل ہوتے تو ضرور میں تمھیں یہ منصب عطا کرتا، لیکن تم اس قابل نہیں ہو۔ ❸ آپ کا یہ برتاؤ کسی کراہیت اور ناپسندیدگی ونفرت کی وجہ سے نہ تھا، بلکہ جب انہوں نے مصر جانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو ساز وسامان سے تیار کر کے روانہ فرمایا، اگر نفرت وکراہیت کی بات ہوتی تو کبھی ایسا نہ کرتے۔ ❹

اور رہا نوجوانوں کو مناصب عطا کرنے کا مسئلہ تو اس سلسلہ میں آپ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری حیات طیبہ میں روم پر چڑھائی کے لیے جو لشکر تشکیل دیا اس کا سپہ سالار اعظم اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو مقرر فرمایا۔ ❺ اور جب لشکر روانہ ہونے سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو روانہ کرنے کا عزم کر لیا تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ خواہش ہوئی کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کی جگہ کسی تجربہ کار کو سپہ سالار بنا دیا جائے، اور اس سلسلہ میں عمر رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی گئی کہ وہ جا کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ پیش کش رکھیں، لیکن جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ بات رکھی گئی تو آپ غضب ناک ہو گئے، اور عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: عمر! جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سپہ سالار مقرر فرمایا، تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں اسے اس منصب سے معزول کر کے دوسرے کو مقرر کر دوں؟ ❻

اور یہی جواب عثمان رضی اللہ عنہ نے اس طرح کے اعتراضات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے دیا تھا کہ میں نے باصلاحیت، عاقل و بالغ اور پسندیدہ لوگوں کو عامل و گورنر مقرر کیا ہے، یہ ان کے ماتحت اور ان شہروں کے رہنے والے ہیں، ان سے ان کے بارے میں دریافت کر لیں، مجھ سے پہلے ان سے کم عمر والوں کو یہ مناصب دیے گئے

---

❶ البدایة والنهایة (۸/ ۲۶۲)

❷ المنار المنیف ص (۱۱۷) فصل الخطاب فی مواقف الاصحاب ص (۷۷)

❸ تحقیق مواقف الصحابة فی الفتنة (۱/ ۲۴۷)

❹ تحقیق مواقف الصحابة فی الفتنة (۱/ ۲۴۷) تاریخ الطبری (۵/ ۴۱۶)

❺ تحقیق مواقف الصحابة فی الفتنة (۱/ ۲۴۷) تاریخ الطبری (۵/ ۴۱۶)

❻ تاریخ الطبری (۵/ ۴۶)

ہیں آج مجھ پر اعتراض کیا جا رہا ہے، یہی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے متعلق کہی گئی تھی، کیا ایسا نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں، بات ایسی ہی ہے۔ لوگ بلا سوچے سمجھے عیب جوئی کرتے ہیں۔ ❶ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عثمان رضی اللہ عنہ نے جس کو بھی والی بنایا سب باصلاحیت اور عادل تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ کا گورنر مقرر فرمایا تھا حالاں کہ وہ ابھی بیس سال کے تھے۔ ❷

عثمان رضی اللہ عنہ کے گورنر امور شریعت سے جاہل نہ تھے، اور نہ دین کے سلسلہ میں کوتاہی کرنے والے تھے، اگر ان سے بعض غلطیاں سرزد ہوئیں تو اس کے مقابلہ میں ان کے پاس بہت زیادہ حسنات و نیکیاں تھیں، اور پھر ان کی غلطیوں کا اثر صرف انہی پر موقوف رہا، مسلم معاشرہ پر اس کا کوئی اثر نہ تھا۔ ہم نے ان گورنروں کے آثار کا ان کے دور ولایت میں جائزہ لیا تو دیکھا کہ وہ لوگ اسلام و مسلمانوں کے لیے انتہائی مفید رہے، آپ کے گورنروں کے ہاتھ پر لاکھوں افراد نے اسلام قبول کیا، اور ان کی فتوحات سے بہت سے ممالک اسلامی سلطنت میں شامل ہوئے۔ اگر ان کے اندر جہاد پر ابھارنے والی شجاعت و دین داری نہ ہوتی تو کبھی یہ اسلامی لشکروں کی قیادت نہ کرتے، کیوں کہ اس میں ہلاکت کا خطرہ اور راحت و متاع دنیا سے بیزاری پائی جاتی ہے۔ ہم نے ان گورنروں کی سیرتوں کا جائزہ لیا تو ان میں سے ہر ایک کی فتوحات کا ایک سلسلہ پایا، اپنے اپنے صوبوں کے قرب و جوار میں سب نے فتوحات کیں، اور اسی طرح ان کے مناقب و صفات حسنہ کا پتہ چلا جس سے ان کی قیادت و اہلیت ثابت ہوتی ہے۔ ❸

جو شخص بھی صحیح تاریخی واقعات کی طرف رجوع کرے گا اور ان نفوس کی سیرت کا جائزہ لے گا، جن سے امیر المومنین عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں استفادہ کیا، اور ان کے جہاد کا اسلامی دعوت کی تاریخ پر جو بہترین اثرات نمایاں ہوئے، بلکہ ان کے حسن انتظام و انصرام کے امت کی خوش حالی اور سعادت کے سلسلہ میں جو عظیم نتائج مترتب ہوئے تو انصاف پسند انسان اپنی پسندیدگی اور فخر کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ❹

عثمان رضی اللہ عنہ اور آپ کے گورنران دشمنان اسلام سے جہاد و مدافعت میں مشغول رہے، اور یہ مشغولیت اسلامی سلطنت میں توسیع اور جدید علاقوں میں اس کے اثر و رسوخ کو بڑھانے سے مانع نہ ہوئی۔ گورنر حضرات براہ راست عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف فتنہ کھڑا کرنے میں ملوث قرار دیے گئے، اور ان پر یہ اتہام باندھا گیا کہ ان حضرات نے لوگوں پر مظالم ڈھائے، لیکن ہم کوئی واقعہ ایسا نہیں پاتے جس سے یہ مزعومہ اتہام پایہ ثبوت کو پہنچے۔ اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ پر یہ اتہام باندھا گیا کہ آپ نے اپنے اقرباء کو مناصب عطا کیے، اس اتہام کے بخیے ہم نے ادھیڑے ہیں، اور یہ حقیقت ہمارے سامنے آشکارا ہو چکی ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے امت کی خیر خواہی اور باصلاحیت

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٣٥٥)
❷ البداية والنهاية (٨/ ١٧٨)
❸ المدينة المنورة فجر الاسلام (٢/ ٢١١)
❹ حاشية المنتقى من منهاج الاعتدال ص (٣٩٠)

اور اہلیت کے حاملین کی تقرری میں کوئی کوتاہی نہیں کی، لیکن افسوس کہ اس کے باوجود وہ اور ان کے گورنر اتہامات سے محفوظ نہ رہ سکے، فتنہ پردازوں نے اول دن سے انہیں متہم قرار دیا، اور اسی طرح جدید غیر تحقیقی اور ظالمانہ تحریروں اور کتابوں میں بھی ان اتہامات کو اچھالا گیا، خاص کر جدید مولفین ایسا حکم جاری کرتے ہیں جن کا تحقیق سے کوئی واسطہ نہیں ان کی اکثریت نے ضعیف اور شیعی روایات پر اعتماد کر کے ظالم و باطل احکامات خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ پر لگائے ہیں، مثلاً: طٰہٰ حسین نے اپنی کتاب "الفتنة الکبریٰ" میں، راضی عبدالرحیم نے اپنی کتاب "النظام الاداری والحربی" میں، صبحی صالح نے اپنی کتاب "النظم الاسلامية" میں، مولوی حسین نے اپنی کتاب "الادارة العربية" میں، صبحی محمصانی نے اپنی کتاب "ثرات الخلفاء الراشدين فى الفقه و القضاء" میں، توفیق الیوزبکی نے اپنی کتاب "دراسات فى النظم العربية و الاسلامية" میں، محمد الملحم نے اپنی کتاب تاریخ "البحرين فى القرن الاول الهجرى" میں، بدوی عبداللطیف نے اپنی کتاب "الاحزاب السياسة فى فجر الاسلام" میں، انور الرفاعی نے اپنی کتاب "النظم الاسلامية" میں، محمد الریس نے اپنی کتاب "النظريات السياسة" میں علی حسنی الخربوطلی نے اپنی کتاب "الاسلام والخلافة" میں، ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی کتاب ''خلافت وملوکیت'' میں، اور سید قطب نے اپنی کتاب "العدالة الاجتماعية" میں۔

یقیناً عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم خلیفہ تھے ان پر آپ کے قدیم دشمنوں نے افترا پردازی کی اور متاخرین نے بھی انصاف سے کام نہ لیا۔ [1]

---

[1] الولاية على البلدان (١/ ٢٢٢-٢٢٣)

(۴)

ابوذر غفاری اور عثمان رضی اللہ عنہما کے مابین تعلقات کی حقیقت

خلاصہ:

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے معاندین ان پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو ''ربذہ'' کی طرف جلا وطن کر دیا، اور بعض مورخین اس زعم میں مبتلا ہیں کہ عبداللہ بن سبا ملک شام میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملا اور انہیں زہد و قناعت، فقراء کی ہمدردی اور ضرورت سے زائد مال دوسروں میں تقسیم کر دینے پر رغبت دلائی، اور ان کو معاویہ رضی اللہ عنہ پر تنقید کرنے پر ابھارا۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے ابن سبا کو پکڑ کر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا، اور کہا: اللہ کی قسم اسی شخص نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو تمہارے پاس بھیجا تھا، لہٰذا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو شام سے نکال دیا۔ ❶

اور احمد امین نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور مزدک فارسی کی رائے میں موافقت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، اور وجہ تشبیہ یہ بیان کی ہے کہ ابن سبا یمن میں تھا اور عراق میں چکر لگایا کرتا تھا، اور اسلام سے قبل یمن و عراق میں فارسی موجود تھے، اس لیے اس کا بہت ہی قریبی احتمال ہے کہ اس نے یہ نظریہ عراق کے مزدکیوں سے حاصل کیا ہو، اور ابوذر رضی اللہ عنہ نے حسن نیت سے اس نظریہ کو اختیار کر لیا ہو۔ ❷

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ سے متعلق جو کہا گیا ہے اور جس کی وجہ سے عثمان رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے سب باطل ہے، اس کی بنیاد کسی صحیح روایت پر نہیں ہے اسی طرح ابوذر رضی اللہ عنہ اور ابن سبا کے مابین اتصال سے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا ہے، سب بالکل غلط ہے۔ ❸

صحیح بات یہ ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنی پسند سے ''ربذہ'' میں اقامت کو اختیار کیا تھا، اور اس کا سبب فہم آیت میں آپ کا وہ موقف تھا جس میں آپ نے تمام صحابہ سے مخالفت کی تھی، اور اپنی رائے پر مصر تھے، اور کسی نے بھی اس پر آپ کی موافقت نہ کی، آخرکار آپ نے خود ہی ربذہ ❹ میں اقامت پذیر ہونے کا مطالبہ کیا، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں وہاں بکثرت جایا کرتے تھے۔ آپ کو جبراً وہاں جلا وطن نہیں کیا گیا تھا اور نہ

❶ المدینة المنورة فجر الاسلام (۲/ ۲۱۶، ۲۱۷)
❷ فجر الاسلام ص (۱۱۰)
❸ المدینة المنورة فجر الاسلام (۲/ ۲۱۷)
❹ مکہ اور عراق کے راستہ میں ایک مقام کا نام ہے۔

وہاں اقامت کرنے کے لیے آپ کو مجبور کیا گیا تھا، اور نہ خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنی رائے سے باز آنے کا حکم دیا، کیوں کہ اس رائے کی معقول توجیہ ہو سکتی ہے، لیکن مسلمانوں کے لیے اس کا قبول کرنا لازم نہیں۔ ❶

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے متعلق صحیح ترین بات وہ ہے جو بخاری نے اپنی صحیح میں زید بن وہب سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ربذہ سے میرا گزر ہوا، میں نے وہاں ابوذر رضی اللہ عنہ کو پایا، میں نے ان سے دریافت کیا: آپ اس مقام پر کیوں اقامت پذیر ہیں؟ فرمایا: میں شام میں تھا میرے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اس آیت سے متعلق اختلاف رونما ہوا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ ٱلْأَحْبَارِ وَٱلرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَٰلَ ٱلنَّاسِ بِٱلْبَٰطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ ۗ وَٱلَّذِينَ يَكْنِزُونَ ٱلذَّهَبَ وَٱلْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٤﴾﴾ (التوبہ: ۳٤)

''اے ایمان والو! اکثر احبار و رہبان لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں، اور اللہ کی راہ سے روک دیتے ہیں، اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجیے۔''

معاویہ نے کہا: یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے، میں نے کہا: ہمارے اور ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس سلسلہ میں ہمارے اور ان کے درمیان کچھ باتیں ہوئیں اور انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے اس کی شکایت کی۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے بذریعے سے خط مجھے مدینہ آنے کا حکم دیا، لہٰذا میں مدینہ آ گیا، میں مدینہ پہنچا تو لوگوں نے مجھے اس طرح گھیر لیا جیسے انہوں نے اس سے قبل مجھے نہیں دیکھا تھا، میں نے یہ صورتحال عثمان رضی اللہ عنہ سے بیان کی، تو انہوں نے فرمایا: اگر تم چاہو تو مدینہ سے کسی قریبی علاقہ میں اقامت پذیر ہو جاؤ۔ لہٰذا میں نے اس مقام کو اختیار کیا۔ اگر مجھ پر حبشی کو بھی امیر مقرر کر دیا جائے تو میں اس کو سنوں گا اور اطاعت کروں گا۔ ❷

اس اثر سے چند اہم ترین امور کی طرف اشارہ ملتا ہے:

❀ زید بن وہب نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تاکہ اس پروپیگنڈہ کی تحقیق کر لیں جو معاندین عثمان رضی اللہ عنہ پھیلا رہے تھے کہ آیا انہیں عثمان رضی اللہ عنہ نے جلا وطن کیا ہے یا انہوں نے خود اس مقام کو اختیار کیا ہے؟ اس روایت میں آپ کے کلام کے سیاق و سباق سے معلوم ہوا کہ وہ مدینہ سے ربذہ کے لیے اس وقت نکلے جب لوگوں نے آپ کو گھیر لیا، اور شام سے واپسی کے اسباب پوچھنے لگے۔ اس روایت میں کہیں یہ نہیں ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں ربذہ جانے کا حکم فرمایا تھا، بلکہ انہوں نے خود اس کو اختیار کیا تھا۔ اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے عبداللہ بن صامت سے بیان کیا ہے: میں

❶ المدینۃ المنورۃ فجر الاسلام (۲/ ۲۱۷)
❷ البخاری: الزکوٰۃ، باب ماادی زکاتہ (۱٤۰٦)

ابوذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنا سر کھولا اور فرمایا: میں ان (خوارج) میں سے نہیں ہوں۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے آپ کو اس لیے بلایا ہے تاکہ آپ ہمارے ساتھ مدینہ میں رہیں، انہوں نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں، مجھے ربذہ میں اقامت اختیار کرنے کی اجازت دے دیں۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ ❶

❀ ابوذر رضی اللہ عنہ کا فرمانا کہ ''میں شام میں تھا'' شام میں آپ کے اقامت پذیر ہونے کا سبب اس روایت سے معلوم ہوتا ہے جسے ابویعلی نے زید بن وہب سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:

((اذا بلغ البناء سلعنا فارتحل الى الشام .))

''جب مدینہ کی آبادی سلع پہاڑی تک پہنچ جائے تو تم یہاں سے شام چلے جانا۔''

تو جب سلع تک مدینہ کی آبادی پہنچ گئی تو میں شام چلا گیا اور وہاں سکونت اختیار کر لی۔ ❷ اور ایک روایت میں ہے کہ ام ذر رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ کی قسم عثمان رضی اللہ عنہ نے ربذہ کی طرف جلا وطن نہیں کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمایا تھا:

((اذا بلغ البناء سلعنا فارتحل الى الشام .))

''جب مدینہ کی آبادی سلع پہاڑی تک پہنچ جائے تو تم یہاں سے شام چلے جانا۔'' ❸

❀ مال کے متعلق ابوذر رضی اللہ عنہ کا جو موقف سامنے آیا وہ اس آیت کریمہ کے فہم میں آپ کے اجتہاد کا نتیجہ تھا:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝﴾ (التوبہ: ۳۴-۳۵)

''اے ایمان والو! اکثر احبار و رہبان لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روک دیتے ہیں، اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجیے، جس دن اس خزانے کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (ان سے کہا جائے گا) یہ ہے جسے تم نے اپنے لیے خزانہ

❶ فتح الباري (۳/ ۲۷٤) ❷ المدينة المنورة فجر الاسلام (۲/ ۲۱۹)

❸ سير اعلام النبلاء (۲/ ۷۲) صحيح الاسناد

بنا کر رکھا تھا پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو۔''

صحیح بخاری میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ آیت کریمہ ﴿يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا﴾ میں وارد وعید کو بیان کر کے لوگوں کو خوف دلاتے تھے، چنانچہ احنف بن قیس سے روایت ہے کہ میں مسجد نبوی میں قریش کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا تھا، اتنے میں دیکھا ایک شخص پراگندہ بال اور پھٹی پرانی حالت میں داخل ہوا، اور ان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا، سلام کیا، پھر کہنے لگا: خزانہ جمع کرنے والوں کو گرم گرم پتھروں کی خوشخبری سنا دو جو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر ان کی چھاتی پر رکھا جائے گا اور وہ ان کے کندھے کی ہڈیوں کے بیچ سے پیچھے نکل جائے گا اور ان کے کندھے کی ہڈیوں پر رکھا جائے گا، پھر وہ شخص پھر کر ایک ستون کے ساتھ بیٹھ گیا، میں اس کے پیچھے گیا اور اس کے ساتھ بیٹھ گیا، میں اس کو نہیں پہچانتا تھا، میں نے اس سے کہا: لوگوں نے آپ کی بات کو ناپسند کیا ہے۔ فرمایا: وہ لوگ کچھ سمجھتے نہیں۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے استدلال کیا:

((ما أحب أن يكون لى مثل أحد ذهبا انفقه كله الا ثلاثة دنانير .))

''میرے پاس اگر احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو میں سب کچھ تین دینار کے علاوہ خرچ کر دوں گا۔'' ❶

❀ جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم نے مال سے متعلق ابوذر رضی اللہ عنہ کے اس موقف کی مخالفت کی اور اس آیت میں وارد شدہ وعید کو مانعین زکوٰۃ پر محمول کیا، اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ليس دون خمس اواق صدقة وليس فيما دون خمس ذود صدقة وليس فيما دون خمسة اوسق صدقة .)) ❷

''پانچ اوقیہ (۵۹۵ گرام) چاندی سے کم میں زکوٰۃ نہیں، اور پانچ اونٹ سے کم میں زکوٰۃ نہیں اور پانچ وسق (۷۵۰ کلو) غلہ سے کم میں زکوٰۃ نہیں۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اونٹ اگر پانچ سے زیادہ ہیں تو اس میں زکوٰۃ ہے، اور اس کا تقاضا ہے کہ جس مال میں سے زکوٰۃ ادا کر دی گئی تو اس مال والے کے لیے وعید نہیں، لہٰذا زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد جو مال انسان کے پاس بچا رہے اس کو کنز نہیں کہا جا سکتا۔ ❸

ابن رشد کا بیان ہے کہ پانچ سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں، وہ زکوٰۃ کے حق سے بری کر دیا گیا ہے، لہٰذا قطعاً اس پر کنز کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا اور اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ ادا کرنے والے کی تعریف کی ہے، اور مال کے حق واجب کی ادائیگی پر جس کی تعریف کی گئی ہے، لہٰذا اس مال کی جہت سے جس کی تعریف کی گئی ہے اس کی مذمت

❶ البخاري، الزكاة (١٤٠٧) ❷ البخاري، الزكاة (١٤٠٥) ❸ فتح الباري (٣/ ٢٧٢)

نہیں کی جا سکتی۔ ❶

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس مال میں زکوٰۃ فرض نہ ہو وہ کنز نہیں وہ معفو عنہ ہے، اور جس مال سے زکوٰۃ ادا کر دی گئی وہ بھی معفو عنہ ہے کیوں کہ فرض شدہ زکوٰۃ ادا کر دی گئی، لہٰذا وہ کنز نہیں۔ ❷

ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جمہور کے نزدیک مذموم کنز وہ ہے جس کی زکوٰۃ نہ ادا کی جائے اس پر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ مرفوع حدیث شاہد ہے:

((أذا اویت زکوٰۃ مالك فقد قضیت ما علیك .))

''جب تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو تم پر جو فرض تھا اس کو پورا کر دیا۔''

اس کی مخالفت صرف ابوذر رضی اللہ عنہ جیسے زہاد کی ایک جماعت نے کی ہے۔ ❸

❀......شاید انفاق کے سلسلہ میں ابوذر رضی اللہ عنہ کے موقف کی تفسیر اس روایت سے ہوتی ہے جسے امام احمد نے شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے جس میں شدت وسختی ہوتی پھر اپنی قوم کے پاس آتے اور ان پر اس سختی کو نافذ کرتے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلہ میں نرمی برتتے اور رخصت عنایت فرماتے لیکن ابوذر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر نہ ہوتی اور وہ اسی سختی پر عمل پیرا ہوتے۔ ❹

❀......عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان: ''اگر تم چاہو تو (مدینہ سے) کسی قریبی علاقہ میں اقامت پذیر ہو جاؤ'' اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے نرمی کے ساتھ یہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ مدینہ سے الگ ہو جائیں، لیکن آپ نے ان کو حکم نہیں فرمایا تھا اور نہ اس مقام کی تحدید فرمائی تھی۔ اگر ابوذر رضی اللہ عنہ اس سے انکار کر دیتے تو عثمان رضی اللہ عنہ ان کو اس پر مجبور نہ کرتے، لیکن ابوذر رضی اللہ عنہ خلیفہ کے مطیع وفرمانبردار تھے کیوں کہ آپ نے حدیث کے آخر میں فرمایا: اگر لوگ حبشی غلام کو خلیفہ بنا دیتے تو میں اس کی سمع وطاعت کو اختیار کرتا۔ ❺

❀......یہ واقعہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ اس شخص پر سخت ناراض اور غضب آلود ہوتے جو امام (یعنی سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ) کے خلاف فتنہ برپا کرتا اور ان کے خروج پر اُبھارتا۔ جیسا کہ ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ اہل کوفہ میں سے بعض لوگ ابوذر رضی اللہ عنہ سے ربذہ میں ملے اور ان سے کہا: اس شخص (یعنی عثمان رضی اللہ عنہ) نے آپ کے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے، کیا آپ ان کے خلاف جھنڈا نصب کریں گے، یعنی ان سے قتال کریں گے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، اگر امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ مجھے مشرق سے مغرب کی طرف جانے کا حکم دیں تو میں ان کا حکم سنوں گا اور اس کی اطاعت کروں گا۔ ❻

---

❶ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۱۰۷)، فتح الباري (۳/ ۲۷۲) ❷ فتنه مقتل عثمان (۱/ ۱۰۷)، فتح الباري (۳/ ۲۷۲)
❸ فتح الباري (۳/ ۲۷۳) ❹ المسند: ۵/ ۱۲۵.
❺ البخاري (۱٤۰٦) ❻ الطبقات (٤/ ۲۲۷)

❀......ابوذر رضی اللہ عنہ کے مدینہ سے علیحدہ ہو جانے، یا عثمان رضی اللہ عنہ کا ان سے مدینہ سے باہر چلے جانے کا مطالبہ کرنے کا سبب یہ ہے کہ مختلف صوبوں میں فتنہ نے اپنا سر اٹھانا شروع کر دیا تھا، اور معاندین نے من گھڑت اقوال پھیلانے شروع کر دیے تھے، اور وہ لوگ ابوذر رضی اللہ عنہ کے موقف ورائے سے اپنے پروپیگنڈے میں استفادہ کرنا چاہتے تھے جب کہ ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے موقف سے ہٹنے کے لیے تیار نہ تھے، لہٰذا عثمان رضی اللہ عنہ نے جلب منفعت پر دفع مفسدت کو مقدم کرنا مناسب سمجھا، ابوذر رضی اللہ عنہ کے مدینہ میں باقی رہنے کی صورت میں عظیم مصلحت ضرور تھی کہ طلبہ کے درمیان ان کے علم کی نشر و اشاعت ہوتی، لیکن مال کے سلسلہ میں ان کے شدید موقف کی وجہ سے جو مفسدت برپا ہوتی اس سے بچنے کو عثمان رضی اللہ عنہ نے ترجیح دی کیوں کہ جلب منفعت پر دفع مضرت مقدم ہے۔

❀......ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوذر رضی اللہ عنہ زاہد شخص تھے، وہ جب ایسے لوگوں کو دیکھتے جو فراوانی آنے کے بعد لباس وسواری میں توسع سے کام لے رہے ہیں تو ان پر نکیر کرتے، اور چاہتے کہ یہ سب کچھ لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے حالاں کہ شرعاً یہ چیز لازم نہیں تھی اسی وجہ سے ان کے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان شام میں اختلاف ہوا، پھر ابوذر رضی اللہ عنہ مدینہ چلے آئے، وہاں لوگوں نے انہیں گھیر لیا سوال و جواب شروع ہو گیا یہاں بھی ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنا سخت موقف اختیار کیا، اس صورت حال میں عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: کاش آپ لوگوں سے علیحدہ ہو جائیں یعنی آپ جس موقف پر ڈٹے ہیں اس صورت میں لوگوں کے ساتھ آپ کا رہنا مناسب نہیں ہے...... اور جو بھی ابوذر رضی اللہ عنہ کی رائے پر قائم ہو اس کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ معاشرے سے دور رہ کر اور تنہائی کی زندگی بسر کرے اور اگر معاشرہ میں رہتا ہے تو جس چیز کو شریعت نے حرام نہیں کیا اس کو اختیار کرنے میں آزاد چھوڑے، لہٰذا زہد وفضل کے ساتھ وہ مدینہ سے الگ ہو گئے اور بہت سے فضلاء صحابہ کو چھوڑ دیا وہ سب ہی خیر و برکت اور فضائل پر قائم رہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کی حالت افضل رہی تمام لوگ اس کی استطاعت نہیں رکھ سکتے تھے، اگر سبھی ایسا کرتے تو ہلاکت وتباہی سے دوچار ہو جاتے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے لوگوں کے لیے مراتب مقرر کر رکھے ہیں۔ ❶

❀......ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابودرداء اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین اختلاف رونما ہوا، ابودرداء رضی اللہ عنہ زاہد فاضل اور شام کے قاضی تھے، جب انہوں نے حق کے سلسلہ میں شدت اختیار کی اور سب کو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے طریقہ پر چلانا چاہا تو لوگ برداشت نہ کر سکے، اور انہیں منصب قضاء سے معزول کر دیا اور وہ مدینہ واپس چلے آئے۔ یہ سب مصالح کی باتیں ہیں، اس سے دین میں کوئی قدح لازم نہیں آتی، اور کسی صورت میں کسی مسلمان کا مقام و مرتبہ اس سے متاثر نہیں ہوتا۔ ابودرداء اور ابوذر رضی اللہ عنہما ہر عیب سے بری ہیں، اور عثمان رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ بری اور ہر اتہام سے پاک ہیں، لہٰذا جو یہ بیان کرے کہ انہوں نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو جلا وطن کیا، اور اس کے لیے وجوہ واسباب بیان کرے، یہ سب باطل اور من گھڑت باتیں ہیں۔ ❷

❶ العواصم من القواصم ص (۷۷)   ❷ العواصم من القواصم ص (۷۹)

❀......ابوذر رضی اللہ عنہ سے کسی صحابی نے یہ نہیں کہا کہ ان کی رائے غلط ہے، کیوں کہ جو اس کی استطاعت رکھتا ہو اس کے لیے قابل تعریف عمل ہے اور نہ عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ اپنی رائے سے رجوع کر لیں آپ نے ان سے صرف یہ مطالبہ کیا کہ جو چیزیں از قبیل مباحات ہیں اس سلسلہ میں لوگوں پر نکیر نہ کریں۔ اور جس نے بھی یہ روایت کیا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو مطلق فتویٰ دینے سے روک دیا تھا اس کی روایت درجہ صحت کو نہیں پہنچتی۔ ❶ اور امام بخاری کے نزدیک جو بات صحیح ہے وہ یہ ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم تلوار میری اس گردن پر رکھ دو، اور مجھے معلوم ہو کہ میں گردن کٹنے سے قبل وہ بات کہہ سکوں گا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے تو میں کہہ دوں گا۔ ❷ صحیح بخاری میں یہ روایت نہیں ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو فتویٰ دینے سے منع فرما دیا تھا، کیوں کہ صحابی کو بغیر موضوع کی تحدید کے فتویٰ دینے سے روکنا کوئی آسان امر نہیں ہے۔ ❸

❀......اگر عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں مطلقاً فتویٰ دینے سے منع کیا ہوتا تو ان کے لیے ایسی جگہ کا انتخاب فرماتے جہاں وہ لوگوں سے نہ مل سکتے، یا مدینہ میں قید کر دیتے یا مدینہ میں داخلہ بند کر دیتے، لیکن ان کو ایسے مقام پر اقامت پذیر ہونے کی اجازت دی جہاں سے لوگوں کا گزر اکثر ہوتا رہتا تھا، کیوں ربذہ عراقی حجاج کے راستے میں لوگوں کے اترنے کا ایک مقام تھا نیز ابوذر رضی اللہ عنہ برابر مدینہ آتے جاتے رہتے تھے اور مسجد نبوی میں نماز ادا فرماتے تھے، عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ کہا تھا کہ آپ مدینہ سے الگ کسی قریبی مقام پر رہیں، ربذہ مدینہ سے دُور نہیں اس کی چراگاہ مدینہ سے قریب واقع ہے جہاں زکوٰۃ کے اونٹ چرا کرتے تھے، اور بیان کیا گیا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں زکوٰۃ کے اونٹوں کا ایک ریوڑ اور دو غلام عطا کیے، اور روزینہ جاری کیا، اور ربذہ مکہ کے راستے میں بہترین منزل تھی۔ ❹

امام طبری نے ان روایات کو بیان کرنے کے بعد جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے خود اپنی پسند سے مدینہ سے علیحدگی اختیار کی تھی، فرماتے ہیں: دوسرے لوگوں نے اس علیحدگی کے اسباب کے طور پر بہت سی چیزیں اور قبیح باتیں ذکر کی ہیں جن کا ذکر کرنا بھی مجھے پسند نہیں۔ ❺

تاریخی حقیقت یہ ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ سے جلا وطن نہیں کیا تھا، بلکہ خود ان کے طلب کرنے پر اجازت فرمائی تھی، لیکن معاندین نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ آپ نے انہیں مدینہ سے جلا وطن کر دیا، اسی لیے جب غالب قطان نے حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا: کیا عثمان رضی اللہ عنہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ سے نکال دیا تھا؟

---

❶ المدینۃ المنورۃ فجر الاسلام (۲/ ۲۲۳)

❷ البخاری، العلم، باب العلم قبل القول والعمل (۱/ ۲۹) امام بخاری نے اس قول کو ترجمۃ الباب میں تعلیقاً بغیر سند کے ذکر فرمایا ہے، لیکن دارمی نے موصولاً بیان کیا ہے۔ دیکھیے: فتح الباری (۱/ ۱۹۴) (مترجم)

❸ المدینۃ المنورۃ فجر الاسلام (۲/ ۲۲٤)

❹ تاریخ الطبری (٦/ ۲۸٦) ❺ تاریخ الطبری (٥/ ۲۸۸)

تو حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: معاذ اللہ (اللہ کی پناہ)۔ ❶

وہ تمام روایات جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ سے ربذہ کی طرف جلا وطن کر دیا تھا، ضعیف ہیں، علت قادحہ سے خالی نہیں، اور ساتھ ہی ساتھ ان کے متن میں بھی نکارت ہے، صحیح اور حسن روایات کے مخالف ہیں، جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے خود ربذہ میں اقامت پذیر ہونے کے لیے اجازت طلب کی تھی، اور ان کی اس طلب پر عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت دے دی تھی ❷ بلکہ عثمان رضی اللہ عنہ نے خود ان کو شام سے بلایا تھا تا کہ وہ مدینہ میں آپ کے ساتھ رہیں، چنانچہ جب وہ شام سے مدینہ پہنچے تو عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: ہم نے آپ کو شام سے اس لیے بلایا ہے کہ آپ مدینہ میں ہمارے ساتھ رہیں۔ ❸ نیز ان سے فرمایا: آپ ہمارے پاس رہیں آپ کو روزینہ ملتا رہے گا۔ ❹

غور کریں کہ کیا جلا وطن کرنے والا یہ بات کہے گا؟ اور پھر جلا وطنی پر صراحت صرف ایک روایت میں وارد ہے جسے ابن سعد نے روایت کی ہے، لیکن اس کی سند میں بریدہ بن سفیان اسلمی ہے جس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ ضعیف ہے، اور اس کے اندر رفض کی بدعت پائی جاتی ہے، تو کیا رافضی کی وہ روایت جو صحیح و حسن روایات کے مخالف ہو، قبول کی جائے گی؟ ❺ رافضیوں نے اس واقعہ کا استغلال بری طرح کیا، اور یہ پروپیگنڈہ کیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو ربذہ کی طرف جلا وطن کر دیا، اور آپ کے خلاف خروج کرنے والوں نے اس کی وجہ سے آپ پر تنقید کی، اور آپ کے عیوب ہی کو شمار کیا، اور آپ کے خلاف خروج کے لیے اس کو وجہ جواز قرار دیا۔ ❻

ابن مطہر حلی رافضی (م ۷۲۶ھ) نے اس واقعہ کو عثمان رضی اللہ عنہ کے عیوب میں شمار کیا اور اس پر مزید یہ اتہام لگایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کی بری طرح پٹائی کی۔ ❼ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کی پرزور تردید کی ہے۔ ❽ اس امت کے سلف صالحین کو اس حقیقت کا اچھی طرح پتہ تھا اسی لیے جب حسن بصری رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ کیا عثمان رضی اللہ عنہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ سے جلا وطن کر دیا تھا تو فرمایا: معاذ اللہ (اللہ کی پناہ)۔ ❾ اور ابن

❶ تاریخ المدینة/ ابن شبة (۱۰۳۷) اسنادہ صحیح
❷ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۱۱۰)
❸ تاریخ المدینة ، ص (۱۰۳۶۔۱۰۳۷) اسنادہ صحیح
❹ الطبقات/ ابن سعد (۴/ ۲۲۶۔۲۲۷)
❺ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۱۱۱)
❻ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۱۱۱)
❼ منهاج السنة/ ابن تیمیة (۶/ ۱۸۳)
❽ منهاج السنة / ابن تیمیة (۶/ ۲۷۱۔۳۵۵)
❾ تاریخ المدینة (۱۰۳۷) اسنادہ صحیح

سیرین رحمہ اللہ سے جب کہا جاتا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے تو ابوذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ سے نکال دیا تھا تو یہ سن کر آپ کی حالت خراب ہو جاتی، اور فرماتے: آپ خود نکل گئے تھے، عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کو نہیں نکالا تھا۔ ❶ اور جیسا کہ صحیح روایت گزر چکی ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے جب کثرت سے لوگوں کو اپنے پاس جمع ہوتے ہوئے دیکھا تو آپ کو فتنہ کا خطرہ محسوس ہوا، اور آپ نے اس کا ذکر عثمان رضی اللہ عنہ سے مدینہ سے باہر سکونت اختیار کرنے کی اجازت طلب کرتے ہوئے کیا، تو عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر چاہیں تو مدینہ سے قریب ہی میں کہیں سکونت اختیار کر لیں۔ ❷

ابوذر رضی اللہ عنہ کا ابن سبا سے متاثر ہونے کی تردید:

سعید افغانی نے اپنی کتاب ''عائشہ اور سیاست'' میں عثمان رضی اللہ عنہ کے خلافت فتنہ کے سلسلہ میں ابن سبا کے کردار کو بڑی شکل دی ہے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باہمی جنگوں، سازشوں اور فتنوں کو اس کی طرف منسوب کیا ہے، اور ان کا خیال ہے کہ اس ٹھوس سازش کے پیچھے ماہر شیاطین نے شب و روز ایک کیے اور منظم منصوبہ بندی کی، یہاں تک کہ اس کے آثار تمام اطراف و جوانب میں ظاہر ہوئے، اسی لیے یہ عنوان قائم کیا: "ابــن سبــا البـطـل الـخـفي المخيف ." ❸ (ابن سبا خوفناک پوشیدہ ہیرو) پھر سعید افغانی نے ابن سبا کی شخصیت کو خوب بڑھا کر پیش کیا چنانچہ اس کو انتہائی درجہ کا ذہین و فطین، بعد نظر اور وسیع حیلہ کا مالک اور لوگوں کی نفسیات پر اثر انداز ہونے والا قرار دیتے ہیں۔ ❹ انہوں نے اس کو خفیہ تلمودی تنظیم کا سرگرم رکن قرار دیا ہے، جس کا مقصد اسلامی سلطنت کو تباہ کرنا تھا۔ ❺ اور یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ابن سبا رومی سلطنت کے لیے کام رہا تھا جس سے مسلمانوں نے قریبی زمانے میں مصر و شام جیسے اہم علاقے اور بحر متوسط کے دیگر دوسرے علاقوں کو چھین لیا تھا، وہ مختلف دینی، سیاسی اور جنگی میدانوں میں ابن سبا کی سرگرمی تعجب خیز قرار دیتے ہیں۔ ❻

سعید افغانی کی رائے یہ ہے کہ ابن سبا، ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملاقات میں کامیاب رہا، چوں کہ وہ لوگوں کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھا اس لیے اپنی منظم سراغ رسانی کے ذرائع کی بدولت ابوذر رضی اللہ عنہ پر اثر انداز ہوا۔ ❼

لیکن ان کا یہ زعم باطل ہے اور مختلف وجوہ کی بنا پر اس کا صحت سے کوئی تعلق نہیں:

---

❶ تاريخ المدينة (١٠٣٧) اسناده صحيح
❷ البخاري، الزكاة (١٤٠٦)
❸ عائشة والسياسة / سعيد افغاني ص (٦٠)
❹ ايضاً
❺ ايضاً
❻ ايضاً
❼ ايضاً

۱ جس وقت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ سے ابوذر رضی اللہ عنہ کی شکایت کی اس وقت ابن سبا سے ان کے متاثر ہونے کی طرف کوئی اشارہ نہ کیا، بلکہ صرف اتنی بات پر اکتفا کیا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے مجھے عاجز کر دیا ہے اور ان کا معاملہ ایسا ایسا ہے۔ ❶

۲۔ علامہ ابن کثیر نے معاویہ اور ابوذر رضی اللہ عنہما کے مابین اختلاف کو اپنی تاریخ میں مختلف مقام پر ذکر کیا ہے، لیکن کہیں بھی ابن سبا کا ذکر اس ضمن میں نہیں کیا ہے۔ ❷

۳۔ صحیح بخاری میں وہ حدیث وارد ہے جس میں معاویہ اور ابوذر رضی اللہ عنہ کے درمیان واقع شدہ اختلاف کی طرف اشارہ ہے، لیکن اس میں دور ونزدیک کہیں سے بھی ابن سبا کی طرف اشارہ نہیں ہے۔ ❸

۴۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی سیرت سے متعلق مشہور کتابوں میں معاویہ اور ابوذر رضی اللہ عنہما کی گفتگو اور پھر ربذہ میں ان کا اقامت پذیر ہونا ضرور مذکور ہے، لیکن ابوذر رضی اللہ عنہ پر ابن سبا کی تاثیر کا کوئی ذکر نہیں۔ ❹

۵۔ بلکہ تاریخ طبری میں یہ خبر مذکور ہوئی ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے مدافعین نے ابن سبا کے شام جانے اور ابوذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ ❺

لیکن یہ خبر جسے طبری نے بیان کیا ہے جھوٹ ہے، کیوں کہ تاریخی واقعات اس کی تکذیب وتردید کرتے ہیں:

❀ مورخین کا بیان ہے کہ ابن سبا نے عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلام قبول کیا، وہ یمن کا یہودی تھا، اس نے اپنی تخریبی سرگرمی حجاز میں شروع کی لیکن انہوں نے کسی سے ملاقات کا ذکر نہیں کیا کہ وہ کسی سے ملا ہو یا اہل حجاز میں سے کوئی اس سے ملا ہو۔

❀ اس کا اول ظہور عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے گورنر بننے کے تین سال بعد بصرہ میں ہوا۔ اور عبداللہ بن عامر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے بعد ۲۹ھ میں بصرہ کے گورنر مقرر ہوئے تھے، تو اس حساب سے بصرہ میں اس کا ظہور ۳۲ھ میں قرار پاتا ہے، اور ابن عامر رضی اللہ عنہ نے اس کو بصرہ سے عرفہ کے دن جلا وطن کر دیا تھا۔

❀ مورخین نے لکھا ہے کہ ابن سبا اس کے بعد بصرہ سے کوفہ روانہ ہوا اور وہاں انڈے بچے دیے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف لوگوں کو اکسایا۔ اب ضروری ہے کہ ایک مدت وہ شام میں ٹھہرا ہوگا، تا کہ لوگوں کے حالات اور افکار ونظریات سے واقفیت حاصل کرے، اور اپنی دعوت کو پھیلانے کے لیے منصوبہ تیار کرے۔ اور بالفرض اگر ہم مان لیتے ہیں کہ ۳۳ھ کے اواخر میں اس کی دعوت کا ظہور شام میں ہوا تو قارئین خود فیصلہ کریں کہ

---

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۲۸۵)

❷ البدایة والنهایة (۷/ ۱۷۰-۱۸۰)

❸ البخاری: (۱٤٠٦)

❹ عبداللہ بن سبا و اثره فی احداث الفتنة / سلیمان العودة ، ص (۵۱)

❺ تاریخ الطبری (۵/ ۲۸۵)

ابوذر اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین مناظرہ ۳۰ھ میں پیش آیا تھا، اور ابوذر رضی اللہ عنہ مدینہ واپس آگئے تھے اور ربذہ میں ۳۱ھ، ۳۲ھ میں آپ انتقال کر گئے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ابن سبا کے بصرہ ظہور کے وقت ابوذر رضی اللہ عنہ وفات پا چکے تھے، تو کیسے اور کہاں ابن سبا سے ان کی ملاقات ہوئی۔ ❶

ابوذر رضی اللہ عنہ عبداللہ بن سبا یہودی کے افکار و نظریات سے دور و نزدیک کہیں سے بھی متاثر نہیں تھے، اور وفات تک ربذہ میں اقامت پذیر تھے، اور عہد عثمانی میں رونما ہونے والے فتنوں سے بالکل دور رہے۔ ❷ مزید برآں آپ فتنوں سے ممانعت کی احادیث میں سے ایک حدیث کے راوی بھی ہیں۔ ❸

ابوذر رضی اللہ عنہ کی وفات اور آپ کے بچوں کو عثمان رضی اللہ عنہ کا اپنے بچوں میں ضم کر لینا:

غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے عرض کیا: ابوذر رضی اللہ عنہ پیچھے رہ گئے، ان کے اونٹ نے انہیں پیچھے رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوڑو! اگر اس کے اندر خیر ہوگی تو اللہ تعالیٰ تم سے ملا دے گا، اور اگر ایسا نہیں تو اللہ نے تمھیں اس سے بچا لیا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنے اونٹ پر انتظار کیا، لیکن جب دیکھا کہ وہ آگے نہیں بڑھ رہا ہے تو اپنا ساز و سامان اس سے اتارا، اور اپنی پیٹھ پر لاد کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیدل چل دیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اثنائے سفر میں ایک منزل پر قیام فرمایا، مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کسی کو آتے ہوئے دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کرے ابوذر ہوں، جب لوگوں نے غور کیا تو کہا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم وہ تو ابوذر ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تنہا چلیں گے، تنہا ہی مریں گے، اور تنہا ہی اٹھائے جائیں گے۔ ❹

زمانہ گزرا، عثمان رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا، ابوذر رضی اللہ عنہ نے ربذہ میں سکونت اختیار کی، اور جب وفات کا وقت آیا تو اپنی بیوی اور غلام کو وصیت کی کہ جب میں وفات پا جاؤں تو مجھے غسل دینا اور کفن پہنا کر میرا جنازہ اٹھا کر بیچ راستے میں رکھ دینا، اور جو پہلا قافلہ گزرے اس سے کہنا یہ ابوذر کا جنازہ ہے۔ جب آپ کی وفات ہوگئی تو آپ کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا۔ ایک قافلہ کا گزر اس راستہ سے ہوا، قریب تھا کہ قافلہ آپ کو کچل دیتا، اتنے میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قافلے سے آگے بڑھے اور دریافت کیا: یہ کیا ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ یہ ابوذر رضی اللہ عنہ کا جنازہ ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ ابوذر پر رحم فرمائے، یہ تنہا چلیں گے، تنہا وفات پائیں گے اور تنہا اٹھائے جائیں گے۔ ❺ پھر ان لوگوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور

---

❶ المدينة المنورة فجر الاسلام (۲/ ۲۲۵)

❷ احاديث الفتنة الاولى بين الصحابة فى ضوء قواعد الجرح والتعديل / د۔عبدالعزيز دخان ص (۱۷٤)

❸ ایضاً

❹ السيرة النبوة/ ابن هشام (٤/ ۱۷۸)

❺ السيرة النبوية/ ابن هشام (٤/ ٤۷۸) اس کی سند میں بریدہ بن سفیان اسلمی کو امام بخاری اور نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (مترجم)

دفن کیا، اور ان کے بال بچوں کو لے کر مکہ روانہ ہوئے، اور انہیں عثمان رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیا، اور عثمان رضی اللہ عنہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو اپنے بچوں میں شامل کر لیا۔ ❶ اور ایک روایت میں ہے..... "ہم نے ان کی بچی کو اپنے ساتھ لے جانا چاہا، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المومنین قریب میں ہیں، ہم ان سے مشورہ کر لیں۔ ہم مکہ آئے اور امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی، آپ نے فرمایا: اللہ ابوذر پر رحم فرمائے اور ربذہ میں ان کی سکونت کو معاف فرمائے، پھر آپ نے ان کے بچوں کو اپنے بچوں میں شامل کر لیا، پھر آپ مدینہ روانہ ہو گئے اور ہم عراق روانہ ہو گئے۔ ❷

---

❶ التمهيد والبيان في مقتل الشهيد عثمان ص (۸۷۔۸۸)

❷ تاريخ الطبري ص (۵/ ۳۱۴)

چھٹی فصل

فتنہ قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے اسباب

- فتنہ قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعات اور اس کے نتیجہ میں جنگ جمل وصفین وغیرہ کے حالات کی تحقیق کی اہمیت، اور اس کے وقوع پذیر ہونے سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خبر دینے کی حکمتیں
- فتنہ قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے اسباب

(۱)

فتنہ قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعات

اور اس کے نتیجہ میں جنگ جمل وصفین وغیرہ کے حالات کی تحقیق کی اہمیت، اس کے وقوع پذیر ہونے سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خبر دینے کی حکمتیں

فتنہ قتل عثمان رضی اللہ عنہ اور اس کے نتیجہ میں جنگ جمل وصفین کے حالات کی تحقیق کی اہمیت:

اکثر سلف اور علمائے امت سے یہی منقول ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات کی تفاصیل میں بحث و کرید سے توقف کیا جائے، اور اس کو اللہ کے حوالے چھوڑ کر ان کے لیے اللہ کی رضا کی دعا کی جائے اور یہ اعتقاد رکھا جائے کہ یہ سب مجتہد تھے اور ان شاء اللہ اجر کے مستحق ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن و تشنیع اور زبان درازی سے پرہیز کیا جائے کیوں کہ اس سے شریعت پر طعن لازم آتا ہے اس وجہ سے کہ وہی اس شریعت کے حاملین ہیں، اور انہی کے واسطے سے یہ دین ہم تک پہنچا ہے، چنانچہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے اہل صفین سے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اس خون سے اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں کو پاک رکھا ہے تو میں اپنی زبان کو اس سے ملوث کرنا پسند نہیں کرتا۔ [1] اور بعض اسلاف سے اس سلسلہ میں دریافت کیا گیا تو جواب میں یہ آیت کریمہ پیش کر دی:

﴿ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ (البقرۃ: ١٣٤)

''یہ جماعت تو گزر چکی جو انہوں نے کیا وہ ان کے لیے ہے اور جو تم کرو گے وہ تمہارے لیے ہے ان کے اعمال کے بارے میں تم نہیں پوچھے جاؤ گے۔''

اس ممانعت کی ایک وجہ ہے اور وہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن و تشنیع کا خوف، تاکہ اس سے اللہ کا غضب حاصل نہ ہو، اور جب یہ سبب زائل ہو جائے تو پھر بظاہر اس میں کوئی حرج نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان رونما ہونے والے اختلافات سے متعلق ایسی تحقیق جس سے ان پر مطلقاً طعن و تشنیع لازم نہ آئے، تو پھر کوئی حرج نہیں کہ اس کے اسباب و دوافع، تفصیلات و نتائج، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد کے معاشرہ پر اس کے اثرات کے

---

[1] حلیة الاولیاء (٩/ ١١٤)، عون المعبود (١٢/ ٢٧٤)

متعلق بحث وتحقیق کی جائے۔ چنانچہ ابن کثیر اور طبری وغیرہ نے اسلامی تاریخ کے اس نازک دور سے متعلق بہت کچھ تحریر کیا، اور اس فتنہ سے متعلق بہت سے امور وقضایا کی تفصیلات بیان کی ہیں، جب کہ ان میں سے کچھ علماء تو وہ ہیں جنھوں نے طرفین یا طرفین میں سے کسی ایک کو مورد الزام ٹھہرایا اور ان روایات اور نصوص پر اعتماد کیا جس میں صحیح اور غلط سب گڈمڈ ہیں۔ ❶

ایسے اسباب ووجوہ آج پائے جاتے ہیں جو اہل سنت کے علماء وطلبہ کو اس فتنہ کی گہرائیوں میں غوطہ زنی اور اس کی تفصیلات میں بحث وتحقیق کی دعوت دیتے ہیں، من جملہ ان اسباب کے یہ ہیں:

دور حاضر کی وہ تالیفات جو صحابہ وتابعین کے درمیان فتنہ کے واقعات پر مشتمل ہیں وہ تین طرح کی ہیں:

ا:......وہ کتب ومولفات جن کے مصنفین کی تربیت اسلامی تاریخ سے بغض وعناد سے پر ہے اور وہ مغربی افکار کے سائے میں پلے بڑھے اور یا وہ اسلامی تاریخ سے جاہل ہیں، ان لوگوں نے اسلامی تاریخ میں کوئی اچھی چیز نہیں دیکھی، پھر صحابہ وتابعین پر زبان طعن وتشنیع دراز کی اور ان دشمنان اسلام کے اہداف کی خدمت کی جنھوں نے اس فتنہ اور اس کی تفصیلات پر ریسرچ کر کے اس کی ایسی تفسیر پیش کی ہے جو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلام کو اس کے اصول میں مطعون قرار دیتی ہے، اور ان واقعات کو جاہ ومنصب اور کرسی کے حصول کے لیے سیاسی جنگ قرار دیتی ہے، جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ایمان وتقویٰ اور صدق مع اللہ سے عاری اور طالب دنیا اور لیڈری کے شوقین نظر آتے ہیں۔ ریاست وقیادت کی خاطر اس کی پروا نہیں کہ لوگوں کے خون بہیں، ان کی جانیں ضائع ہوں، برسر بازار ان کی عزتیں نیلام ہوں، اور حرمتیں پامال ہوں۔ اس بہتان عظیم کی زمام کار جس نے سنبھالی اس میں سرفہرست طٰہٰ حسین ہے، اس نے اپنی ناپاک کتاب "الفتنة الکبریٰ" ❷ میں یہی کچھ کیا ہے۔ حقیقت میں یہ کتاب مسلم نوجوان کی عقلوں کے لیے اسم بامسمّٰی عظیم فتنہ ہے۔ طٰہٰ حسین نے اس کتاب کے اندر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر زبان طعن وتشنیع دراز کی ہے، ان کی نیتوں سے متعلق شکوک پیدا کیے ہیں، اور اعدائے اسلام کی خدمت کی خاطر ان پر ناپاک اتہامات لگائے ہیں۔ ❸

طٰہٰ حسین کے منہج سے بہت سے لوگ متاثر ہوئے۔ بظاہر ان حضرات نے ان تاریخی روایات پر کلی اعتماد کیا جسے طبری اور ابن عساکر جیسے مورخین نے جمع کر دیا ہے، جس میں جھوٹ وسچ، غلط وصحیح سب گڈمڈ ہے، انہوں نے ان مورخین کے منہج کا خیال کیے بغیر ان سے روایتیں نقل کر لیں جو بہت بڑی غلطی ہے۔ ❹

❶ احداث واحادیث فتنة الهرج/ د۔ عبدالعزیز دخان ص (۷۹)
❷ دیکھئے: الفتنة الکبریٰ (عثمان) علی و بنوه .
❸ احداث و احادیث فتنة الهرج ص (۸۰)
❹ ایضاً

اسی طرح یہ حضرات اپنی تالیفات میں رافضی فکر اور اسلامی تاریخ سے متعلق شیعی تالیفات سے متاثر ہیں۔ [1] روافض نے اپنی تالیفات میں اسلامی تاریخ کا جنازہ نکالا ہے، جیسا کہ کلبی [2] ابومخنف [3] اور نصر بن مزاحم المنقری [4] کی روایات میں ہے۔ واضح رہے کہ یہ بات تاریخ طبری میں بھی پائی جاتی ہے، لیکن طبری نے ان روایات کو سند کے ساتھ ذکر کیا ہے تاکہ اہل علم پر ان روایات کی حقیقت مخفی نہ رہے۔ [5] اسی طرح مسعودی کی مروج الذہب اور یعقوبی کی تاریخ اس طرح کی روایات سے بھری پڑی ہیں۔ علامہ محب الدین خطیب رحمہ اللہ نے العواصم من القواصم کی تعلیق میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ تاریخ کی تدوین کا آغاز خلافت بنوامیہ کے بعد ہوا ہے، اور تشیع کے چادر تلے باطنی اور شعوبی ہاتھوں کا خیر کے نقوش کو مٹنے اور روشن صفحاتِ تاریخ کو سیاہ کرنے میں عظیم کردار رہا ہے۔ [6]

یہ مکر وجعل سازی اس شخص پر منکشف ہو جاتی ہے جو ابن العربی کی کتاب العواصم من القواصم کا مطالعہ، علامہ محب الدین خطیب کی تعلیقات کے ساتھ کرتا ہے۔ رافضی علماء نے بشریت کی تاریخ میں افضل ترین لوگوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سب وشتم سے ہزاروں صفحات سیاہ کر رکھے ہیں، اور مسلمانوں کی تاریخ کو مسخ کرنے کے لیے اپنا پورا وقت اور ساری کوشش صرف کر دی ہے۔ [7]

یہ رافضی مواد جس سے کتب تواریخ بھری پڑی ہیں آپ کو شیعی کتب حدیث مثلاً الکافی، البحار، اور علماء شیعہ کی لکھی ہوئی قدیم کتب مثلاً ''احقاق حق'' اور جدید کتب مثلاً "کتاب الغدیر" میں ملیں گی۔ اور اعدائے اسلام مستشرقین وغیرہ نے اسلام کے خلاف جو کچھ لکھا ہے یہی شیعی روایات وکتب ان کا مرجع رہی ہیں، روحانی حیثیت سے شکست خوردہ نسل جب آئی تو اس نے اپنے لیے یورپ کو اپنا قدوہ واسوہ بنایا اور جو کچھ استشراقی قلموں نے

---

[1] احداث واحادیث فتنة الهرج ص (۸۰)

[2] یہ محمد بن سائب کلبی ہے ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ ان سبائیوں میں سے تھا جو اس بات کے قائل ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے وفات نہیں پائی ہے، اور وہ دوبارہ دنیا میں لوٹ کر آئیں گے۔ اس کی وفات ۱۴۶ھ میں ہوئی۔ دیکھیے: میزان الاعتدال للذهبی (۳/ ۵۵۸) الجرح و التعدیل لابن ابی حاتم (۷/ ۲۷۰۔۲۷۱)

[3] یہ لوط بن یحییٰ بن سعید بن مخنف الازدی ہے۔ کوفیوں میں سے تھا۔ ابن عدی کہتے ہیں: یہ کٹر شیعی تھا، مورخ تھا، ۱۵۷ھ میں وفات ہوئی، اس کی بہت سی تصنیفات ہیں مثلاً: الردة، الجمل، صفین وغیرہ۔

[4] یہ نصر بن مزاحم بن سیار المنقری الکوفی ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں: یہ کٹر رافضی تھا، محدثین نے اس کو متروک قرار دیا ہے، اس کی وفات ۲۱۲ھ میں ہوئی اس کی تصنیفات میں وقعۃ صفین مطبوع ہے، اور الجمل، مقتل الحسین بھی اس کی تالیفات میں سے ہیں۔ دیکھیے: میزان الاعتدال (٤/ ۲۵۳)

[5] اصول مذهب الشيعة الامامية/ ناصر الغفاری (۳/ ۱٤۵۷)

[6] ایضاً

[7] اصول مذهب الشيعة الامامية/ ناصر الغفاری (۳/ ۱٤۵۹)

تحریر کیا تھا ان مغربیت زدہ حضرات نے اسے ہضم کیا اور اسی کو اپنی اصل واساس قرار دے کر ان کے افکار و شبہات کو اسلامی ممالک میں پھیلانے میں لگ گئے۔ مسلمانوں کے افکار و ثقافت پر اس کا بہت برا اثر پڑا۔ ان تمام برائیوں کی اصل رفض و تشیع رہی، مستشرقین کے آراء و افکار اور تشیع کے ساتھ ان کے تعلق کا تحقیقی مطالعہ اہم ترین موضوع ہے، اور وہ تحقیق و بحث کا مستحق ہے۔ علامہ ابن حزم (ت ۴۵۶ھ) کے دور سے ہی روافض کے شبہات و اکاذیب اور اسلام و مسلمانوں کے خلاف ان کی افترا پردازیوں سے دشمن کافر نے استفادہ شروع کر دیا تھا۔ ❶

ب:...... بعض معاصر علمائے امت کی تصنیفات جو بالجملہ مفید ہیں ❷ لیکن واقعات کو پیش کرنے کا طریقہ اور بعض صحابہ و تابعین کے مواقف کی تفسیر میں بہت زیادہ نا انصافی ہے مثلاً ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ کی کتاب ''خلافت وملوکیت'' ❸ اور محمد ابوزہرہ رحمہ اللہ کی کتاب "تاریخ الامم الاسلامیة" اور "الامام زید بن علی"۔ یہ کتابیں بعض صحابہ پر حملوں اور بنوامیہ پر طعن و تشنیع سے بھری ہیں، انہیں خصائل حمیدہ اور عمل صالح سے عاری قرار دیا گیا ہے۔ ❹ ظاہر ہوتا ہے کہ ان علماء نے تاریخی روایات کی تحقیق سے کام نہیں لیا، اور رافضی و شیعی روایات کو اختیار کر لیا، انہی پر اپنی تحقیق و تجزیہ کی بنیاد رکھی۔ اللہ انہیں اور ہمیں معاف فرمائے۔

ج:...... وہ تالیفات جس کے مولفین نے تاریخی روایات کے نقد کے سلسلہ میں علمائے جرح و تعدیل کا منہج اختیار کیا ہے، اور صحیح و ضعیف میں تمیز کی خاطر سند و متن کے سلسلہ میں انہیں محدثین کے اصولوں پر جانچا ہے، یہ تالیفات قابل قدر اور بہترین کوشش ہیں۔ اس طرح ان کتابوں سے اس باطل کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے اور ان تاریخی واقعات کی صحیح تفسیر سامنے آسکتی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضل و ایمان اور جہاد سے متعارض نہیں۔ ❺

ان بہترین تالیفات میں ڈاکٹر یوسف العش کی "تاریخ الدولة الامویة" ابوبکر ابن العربی کی کتاب "العواصم من القواصم" پر محب الدین خطیب کی تعلیقات، صادق عرجون کی "عثمان بن عفان"، ڈاکٹر سلیمان بن حمد العودہ کی "عبداللہ بن سبا و اثرہ فی احداث الفتنة فی صدر الاسلام" محمد مخزون کی ''تحقیق مواقف الصحابة فی الفتنة"، ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری کی "الخلافة الراشدہ"، ❻ عثمان الخمیس کی "حقبة من التاریخ"، ڈاکٹر محمد حسن شراب کی "المدینة النبویة فجر الاسلام و

---

❶ اصول مذهب الشیعه الامامیة الاثنی عشریة (۳/ ۱۴۵۹)

❷ یہ کسی حیثیت سے بھی مفید نہیں ہیں بلکہ شیعی کتب سے بھی زیادہ مضر ہیں اور اعدائے اسلام اور روافض کے لیے بہترین ہتھیار کا کام دیتی ہیں جو اہل سنت کے خلاف استعمال کرتے ہیں کیوں کہ ان کے مصنفین اپنے آپ کو اہل سنت کہتے ہیں۔ (مترجم)

❸ اس کتاب کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے حافظ صلاح الدین یوسف کی کتاب ''خلافت وملوکیت کی تاریخی وشرعی حیثیت'' کا مطالعہ ضروری ہے۔ (مترجم)

❹ احداث و احادیث فتنة الهرج ص (۸۱) ❺ ایضاً

❻ احداث و احادیث فتنة الهرج ص (۸۲)

العصر الراشدی" اور "العواصم من القواصم" اور "المنتقی" وغیرہ پر محب الدین خطیب کی تعلیقات وغیرہ کتب ورسائل ہیں جو اس منہج پر تیار کیے گئے ہیں۔

اس بیان سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ایسی کتب وتصنیفات کا پایا جانا ضروری ہے جو ان باطل خیالات اور غلطیوں کی تردید کریں۔ اسلامی تاریخ اور مقام صحابہ کو مسخ کرنے والوں کی تردید اسی وقت ممکن ہے جب ان تاریخی واقعات اور اخبار وروایات کی جرح وتعدیل اور تصحیح وتضعیف کی میزان پر چھانٹ پھٹک کی جائے اور ان کا تفصیلی جائزہ لیا جائے۔ ❶

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب بدعتی سر اٹھائیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم پر باطل اتہام باندھیں، تو ایسی صورت میں دفاع اور علم وعدل کے ساتھ ان کے دلائل کا ابطال ضروری ہے۔ ❷

امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں یہ موقف اختیار کیا ہے کہ جن کتابوں کے اندر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کذب بیانی اور افترا پردازی کی گئی ہے ان کو نظر آتش کر دیا جائے۔ فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین رونما ہونے والے اختلافات اور قتال کے سلسلہ میں یہ ثابت ہے کہ لب کشائی کرنے سے اجتناب لازم ہے۔ اور کتب اور دواوین کے اندر برابر اس طرح کی روایات آتی ہیں جن میں سے اکثر منقطع وضعیف اور بعض کذب محض ہیں، اور یہ کتب ہمارے اور ہمارے علماء کے ہاتھوں میں ہیں، لہٰذا ان کو سمیٹ دینا اور چھپا دینا چاہیے بلکہ ان کو دریا برد کر دیا جائے تاکہ دل صاف ہو جائیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت اور ان کے لیے "رضی اللہ عنہ" کی دعا کا سلسلہ باقی رہے۔ ❸

لیکن امام ذہبی رحمہ اللہ کی ان کتابوں کو نذر آتش کرنے کی تجویز ممکن نہیں رہی، کیوں کہ یہ کتابیں پھیل چکی ہیں اور بہت سے نشریاتی ادارے اور گندے عزائم کے لوگ ان کتابوں کو شائع کر رہے ہیں، لہٰذا اب اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ رہا کہ ان کتابوں پر بحث وتحقیق کی جائے، ان کی غلطیوں اور کذب بیانی کو واضح کیا جائے تاکہ مسلمانوں کی نسلیں عقیدہ وعمل میں انحراف سے محفوظ رہیں۔ ❹

فتنہ قتل عثمان رضی اللہ عنہ اور اس پر مرتب ہونے والے واقعات کے مطالعہ وتحقیق کی اہمیت:

اس فتنہ کے حقیقی اسباب کی معرفت حاصل کرنے کے لیے اس پر مرتب ہونے والے واقعات کی تحقیق اور اس کے مطالعہ کی اہمیت واضح ہے خواہ یہ اسباب داخلی ہوں یا خارجی، اور پھر ان اسباب میں سے ہر ایک کا اس فتنہ میں کس قدر حصہ ہے اور کیا اس کے علاوہ اور اسباب ہیں جنھیں اس ضمن میں داخل کیا جا سکتا ہے۔ اس کے

❶ احداث و احادیث فتنة الهرج ص (۸۳)
❷ منهاج السنة (۳/ ۱۹۲)
❸ سیر اعلام النبلاء (۱۰/ ۹۲)
❹ احداث و احادیث فتنة الهرج ص (۸٤)

مطالعہ کی ضرورت وافادیت بھی معلوم ہے۔

اس موضوع پر جو کچھ تحریر کیا گیا ہے اس کا جو بھی مطالعہ کرے گا اس پر یہ حقیقت آشکارا ہو جائے گی کہ یہ ایک بہت بڑی منصوبہ بند سازش ہے جس کی تنفیذ میں یہود و نصاریٰ اور مجوس و منافقین نے ایک دوسرے سے بھرپور تعاون کیا ہے اور اسلامی تاریخ کے ہر مرحلے میں اعدائے اسلام کی سازش اس امت کے ساتھ رہی ہے۔ ❶

لیکن یہ سازش اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی تھی جب تک کہ کمزوری کے داخلی عوامل و اسباب نہ ہوتے۔ ایسی صورت میں کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کا مطالعہ وتحقیق واجبات میں سے قرار نہیں پاتا ہے؟ تاکہ امت اسلامیہ کی کمزوری کے اسباب کی معرفت حاصل ہو، اور جس راہ سے یہ بیماری امت میں گھسی ہے اس کی تعیین ہو سکے، اور امت کی موجودہ صورت حال کی اصلاح میں استفادہ کیا جائے، اور مستقبل میں ان لغزشوں سے اجتناب کیا جا سکے۔ یا اس کا مقدر یہی ہے کہ اندر کے اپنے امراض اور باہر سے دشمنوں کی سازشوں کے تلے دبی رہے؟ ❷

فتنہ قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں جو عظیم واقعات رونما ہوئے اس کے گہرے اور سنجیدہ مطالعہ کی ضرورت ہے، تاکہ اس سے دروس وعبر کو حاصل کیا جائے اور حاضر و مستقبل میں روشنی مل سکے، اور منہاج نبوی پر خلافت راشدہ کی دعوت کی رہنمائی مل سکے، تاکہ انسانیت اللہ کے دین وشریعت سے سعادت مند ہو، اور شقاوت و بدبختی سے اس کو نجات ملے، جو شریعت الٰہی سے دوری کی وجہ سے امت کو لاحق ہوئی ہے۔

وقوع فتنہ سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خبر دینے کی حکمتیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث میں خبر دی ہے کہ اس امت میں اختلاف اور قتال رونما ہوگا۔ متعدد احادیث میں اجمالاً یا تفصیلاً اس کی طرف اشارہ موجود ہے۔ ان فتنوں کے اسباب ونتائج مختلف، اور بعض واقعات اور اس کو بھڑکانے والوں سے متعلق خبر دینے کے اسالیب متنوع ہیں۔ یہ بیان وتوضیح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان سوالات کے جواب میں تھی جو صحابہ کرام آپ سے کیا کرتے تھے۔ اس عظیم نعمت کا صحابہ مشاہدہ کر رہے تھے اور اس سے لطف اندوز ہو رہے تھے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر کی تھی، درحقیقت یہ اخوت، وحدت، وحدت صف اور اتفاق کی نعمت تھی۔ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے کہ آیا یہ نعمت قائم و دائم رہے گی یا زائل ہو جائے گی۔ اور چوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی الٰہی کی روشنی میں جانتے تھے کہ یہ نعمت دائمی نہیں ہے، لہٰذا آپ نے چاہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایسی تربیت فرمائیں کہ وہ ان مشکلات وفتن کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہیں، اور جب اللہ ان فتنوں کے وقوع کو مقدر فرمائے تو ان کے سلسلہ میں صحیح موقف اختیار کر سکیں، اور فوراً اس کے علاج کی کوشش کریں۔ ان فتنوں سے متعلق واردشدہ احادیث میں غور وفکر سے درج ذیل حکمتیں اور فوائد سامنے آتے ہیں ❸ :

❶ احداث و احادیث فتنة الهرج ص (۸۳) ❷ احداث و احادیث فتنة الهرج ص (۸۵)

❸ احداث و احادیث الفتنة الاولیٰ ، ص (٦٨).

- نبی کریم ﷺ ان فتنوں اور حوادث کو ذکر کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تربیت دینا چاہتے ہیں کہ وہ اس سلسلہ میں صحیح موقف سے کام لیں اور فوری اس کا علاج کر سکیں۔
- ان احادیث میں ان حضرات کی طرف اشارہ ہے جو اس کو بھڑکائیں گے، بسا اوقات یہ ایسے لوگ ہوں گے جو بظاہر ایمان و دین داری سے متصف ہوں گے اور اس کے اندر شدت پائی جائے گی، لیکن ان کی عقلیں منحرف اور الٹی ہوں گی، وہ ادراک و فہم سے عاری ہوں گے۔ [1]
- یہ فتنے منافقین کو ننگا اور اہل ایمان کے دل کو صیقل کر دیں گے، ان کے ایمان میں اضافہ و ترقی ہوگی، اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں گے۔ یہ ابتلاء کی ایک شکل ہے جس سے نفوس صیقل ہوتے ہیں، مجاہدے کی عادت پڑتی ہے خیر و شر کی معرفت حاصل ہوتی ہے، اور پھر خیر کی دعوت اور شر سے ممانعت عام ہوتی ہے۔ [2]
- ان فتنوں کی خبر دینا حقیقت میں ان میں واقع ہونے، اور ان کے ارتکاب سے سختی کے ساتھ روکنا ہے۔ اس امت کے مومن اور خاص کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب یہ سنیں گے کہ نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ ان میں سے بعض سے قتل صادر ہوگا، اور بعض دنیا سے لگ جائیں گے، اور بعض جہاد چھوڑ دیں گے، بعض اور بعض...... تو ان کے اندر ان فتنوں سے مقابلہ کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا، اور ہر ایک اس سے بچنا چاہے گا اور برابر خوف زدہ رہے گا کہ کہیں اس ہلاکت میں واقع نہ ہو جائے، پس اس سلسلہ میں خبردار رہنا نجات کا عظیم ذریعے سے ہے۔ [3]

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس اختلاف اور اس امت میں رونما ہونے والے دیگر اختلافات کے سلسلہ میں مختلف مرفوع احادیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: مختلف سندوں سے یہ مفہوم رسول اللہ ﷺ سے محفوظ ہے، اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ افتراق و اختلاف اس امت میں ضرور رونما ہوگا، اس طرح آپ اپنی امت کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ جس کے لیے اللہ تعالیٰ سلامتی چاہے وہ اس سے نجات حاصل کر لے۔ [4]

- ان فتنوں سے متعلق رسول اللہ ﷺ نے جو خبر دی ہے اس میں انتہائی باریکی کے ساتھ اس سے نجات کے طریقوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ انسان کو اگر آپ کتنے ہی اچھے انداز میں اور کتنے ہی زوردار طریقے سے فتنوں سے ڈرائیں لیکن فتنوں کی نشاندہی نہ کریں اور نہ اس میں پڑ جانے کی کیفیت بیان کریں تو وہ

---

[1] الوحدة الاسلامية / محمد ابو زهرة، ص (۱۳۷)
[2] الوحدة الاسلامية / محمد ابو زهرة، ص (۱۳۶-۱۳۷)
[3] احداث و احاديث فتنة الهرج ص (٦٩)
[4] احداث و احاديث فتنة الهرج ص (۷۰)، اقتضاء الصراط المستقيم (۱/ ۱۲۷)

شخص اس کا صحیح تصور نہیں قائم کر سکتا ہے، اور ان مشکلات کی حقیقت اس پر واضح نہیں ہو سکتی ہے جس سے وہ دوچار ہونے والا ہے، لاشعوری طور سے وہ اس میں داخل ہو جائے گا، اور اس کو یہ پتہ بھی نہ چل سکے گا کہ اس کو اس سے روکا گیا ہے۔ ❶

❀ ان فتنوں کے سلسلہ میں جن احادیث میں خبردار کیا گیا ہے ان میں سے بعض میں ان کے اسباب بھی بیان کیے گئے ہیں، یا اس کے نتائج اور اس کے متعلق مسلمانوں کے موقف کو واضح کیا گیا ہے۔ یہ مسلمان بلکہ پوری امت کے لیے انتہائی نفع بخش اور مفید ہے۔ اس طرح وہ ان اسباب سے دور رہ سکتا ہے، نتائج میں غور و فکر کر کے معین واقعات پر حکم لگا سکتا ہے، اور شروع ہی سے مناسب موقف اختیار کر سکتا ہے۔

❀ اس کے اندر سیدنا محمد ﷺ کی نبوت و رسالت کی صداقت کی واضح دلیل ہے، جن صحابہ نے ان احادیث کو سنا اور پھر ایک مدت کے بعد ان کی تعبیر کا مشاہدہ کیا اس سے ان کے ایمان میں اضافہ ہوا، اسی طرح ہر دور میں ہر مومن کے ایمان میں اضافہ ہوتا رہے گا جو ان اختلافات کا نبی کریم ﷺ کے بیان کے مطابق مشاہدہ کرے گا۔ ❷

ڈاکٹر عبدالعزیز صغیر دخان نے احادیث فتنہ کو جمع کیا ہے، اور پھر اس کا دراسہ کر کے اپنی کتاب "احداث واحادیث فتنۃ الھرج" میں صحیح وضعیف کو بیان کیا ہے، اور پھر احادیث صحیحہ سے ان معانی کا استخراج کیا ہے جن پر یہ احادیث دلالت کرتی ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ اقوام و امم کے درمیان فتنوں کا رونما ہونا سنن الٰہیہ اور فطرت کونیہ میں سے ہے، اور تا قیامت اس امت میں بھی یہ سنت الٰہی جاری رہے گی، بلکہ اندھیری رات کی طرح اندھے، بہرے اور گونگے فتنے رونما ہوں گے، جو اس میں گھسا دنیا و آخرت میں تباہ ہوا اور جس نے اپنے آپ کو دور رکھا کامیاب رہا۔ ان میں اپنے موقف کی صحیح تعیین وہی کر سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم سے زندگی بخشی ہو، تقویٰ کا بھرپور جوہر عطا کیا ہو، اور ہدایت حق بخشی ہو۔ ❸

۲۔ ان احادیث سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے مابین فتنۂ قتال ضرور رونما ہوگا، اس کا انکار ممکن نہیں، صحابہ و تابعین کے دور سے لے کر آج تک تمام اسلامی ادوار میں یہ چیز رہی ہے، لیکن ضروری یہ ہے کہ اس قتال کے اسباب کی معرفت حاصل کی جائے تاکہ اس سے بچا جا سکے، اور جب بھی اسلامی ممالک میں یہ فتنہ سر اٹھائے تو اس کو بجھانے کی سعی و کوشش کی جائے، اور یہ بالکل مناسب نہیں کہ ہم

❶ احداث و احادیث فتنة الهرج ص (۷۰)
❷ احداث و احادیث فتنة الهرج ص (۷۰)
❸ احداث و احادیث فتنة الهرج ص (۳٤٥)

تماش بین بنے رہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی اس امت پر بڑی رحمت ہے وہ دنیا ہی میں اس کے گناہوں کو مٹانا چاہتا ہے۔ یہ قتال وفتن اور زلزلے جو رونما ہوتے ہیں اس سے اس امت کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

۴۔ ان احادیث میں سے بعض کے اندر پوری صراحت کے ساتھ واضح طور پر اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اکثر فتنے مشرق سے رونما ہوں گے اور حقیقت میں بھی ایسا ہی رہا ہے چنانچہ پہلا فتنہ کوفہ و بصرہ سے شروع ہوا، اور فتنہ جمل بھی یہیں رونما ہوا۔

۵۔ فتنہ میں لوگ تھوڑی دنیا کے عوض اپنے دین کو سودا کر لیں گے، شہوتوں اور شبہات کا دور دورہ ہوگا، صحیح اسلام کے حاملین اپنے برتاؤ و تصرف میں اجنبی ہو کر رہ جائیں گے، اور دین کو تھامنے والا اس شخص کی مانند ہوگا جو ہاتھ میں انگارے یا کانٹے لیے ہوئے ہو، اور جو کچھ تکلیف و اذیت دین کی راہ میں لاحق ہو اس پر صابر ہو اور ثواب کی امید لگائے ہو۔

۶۔ فتنہ میں اللہ تعالیٰ ایک گروہ کو محفوظ رکھے گا، فتنہ انہیں لاحق نہیں ہوگا، اور ان کے ہاتھ مسلمانوں کے خون سے آلودہ نہیں ہوں گے، اور وہ مسلمانوں کے درمیان اصلاح کی کوشش کریں گے، اور اسلام کے صحیح مبادی واصول رحمت و اخوت کی طرف دعوت دیں گے، اور ان کا یہ موقف یقیناً انوکھا ہوگا، جب کہ چہار سو فتنہ برپا ہوگا، خواہشات نفس کا دور دورہ ہوگا۔ [1]

۷۔ فتنہ میں زبان کا کردار تلوار سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے، بلکہ زبان ہی سے اکثر فتنے اور مصیبتیں جنم لیتی ہیں، بعض دفعہ زہر آلود کلمہ زبان سے نکلتا ہے اور دلوں میں آگ لگا دیتا ہے، نفس میں پوشیدہ چیزوں کو بھڑکا دیتا ہے، جذبات کو برانگیختہ کر دیتا ہے، اور خوں خوار فتنہ کا سبب بن جاتا ہے۔ [2]

۸۔ فتنہ میں علم کم ہو جاتا ہے، علماء کی وفات کی وجہ سے یا پھر علماء سلامتی کو ترجیح دیتے ہوئے سکوت و اعتزال اختیار کر لیتے ہیں، یا لوگ ہی کسی سبب سے ان سے اعراض کر لیتے ہیں، جہالت کا دور دورہ ہوتا ہے، لوگ جاہلوں کو اپنا قائد و امیر بنا لیتے ہیں بغیر علم کے وہ فتوے دیتے ہیں، خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں، بے کار اور کم درجے کے لوگوں کا دور دورہ ہوتا ہے، اور بیوقوفوں کا غلبہ ہوتا ہے۔ [3]

۹۔ ان احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ضمانت دی ہے کہ اس امت کو فاقہ وقحط سے ہلاک نہ کرے گا، دشمن کو اس پر اس طرح مسلط نہیں کرے گا کہ وہ ہمیشہ اس پر غالب رہے، خواہ اس دشمن کی کتنی بھی قوت و طاقت کیوں نہ ہو، البتہ اللہ تعالیٰ نے اس امت میں اختلاف نہ ہونے کی ضمانت نہیں دی ہے،

---

[1] احداث و احادیث فتنة الهرج ص (٣٤٦ـ٣٤٨)

[2] احداث و احادیث فتنة الهرج ص (٣٤٨)   [3] ایضاً

لہٰذا اسی دروازے سے خارجی دشمن داخل ہوگا، امت جب آپس میں اختلاف مچائے گی، اور بعض بعض کو قتل کریں گے تو اس سے اسباب قوت کمزور پڑ جائیں گے، اور دشمن کو غلبہ حاصل ہوگا، اور پھر وہ اس کے خیرات و امکانیات سے کھیلے گا، اور یہ اس وقت تک ختم نہیں ہو سکتا جب تک امت وحدت و اتفاق اور نفاذ شریعت کے ذریعے سے قوت نہ حاصل کر لے۔ ❶

۱۰۔ ان احادیث میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ فتنہ کا وقوع اور اس کا استمرار اسلام کی ہدایت سے منحرف فرقوں کے ظہور اور اہل باطل کے غلبہ کا سبب ہے۔

۱۱۔ فتنہ میں لوگوں کے اخلاق بدل جائیں گے، کیوں کہ اس وقت لوگ عمل صالح اور خیر کے کاموں سے دور ہو جاتے ہیں، اور ان کے درمیان عداوت و دشمنی، کینہ و بغض برپا ہوتا ہے، اور معاملات لوگوں کے لیے گڈمڈ ہو جاتے ہیں۔

۱۲۔ ان احادیث میں بیان ہوا ہے کہ ان فتنوں سے قبل امن و استقرار بحال ہوگا، لوگوں کے مادی اور امنی حالات درست ہوں گے، مسافر عراق اور مکہ کے درمیان سفر کرے گا اس کو راستہ بھولنے کے سوا اور کسی چیز کا خوف نہ ہوگا، اور یہ عہد عثمانی میں بالکل عیاں ہے جب کہ آپ کا دور امن و استقرار کا دور تھا، چاروں طرف سے مال و متاع کے سوتے پھوٹ رہے تھے، پھر فتنہ کا آغاز ہوا اور ان سب کو مٹا دیا اور حالت امن سے خوف میں بدل گئی۔

۱۳۔ فتنہ میں اچھے لوگ اور عقل والے فہم و بصیرت کے مالک قتل ہو جاتے ہیں، اور بیکار لوگ باقی رہتے ہیں۔ معروف و منکر گڈمڈ ہو جاتا ہے نہ معروف کا حکم دیا جاتا ہے اور نہ منکر سے روکا جاتا ہے۔ ❷

احادیث فتن کے یہ بعض دروس و معانی ہیں جنھیں یہاں بیان کیا گیا۔

---

❶ احداث و احادیث فتنۃ الھرج ص (۳۴۸)

❷ احداث و احادیث فتنۃ الھرج ص (۳۴۹۔۳۵۰)

(۲)

فتنہ قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے اسباب

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عثمان رضی اللہ عنہ بارہ سال تک امیر المومنین رہے، شروع کے چھ سال آپ پر کسی کو کوئی اعتراض نہ تھا، آپ قریش کے نزدیک عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب تھے کیوں کہ عمر رضی اللہ عنہ ان پر سخت تھے اور عثمان رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ نرم تھے اور صلہ رحمی کرتے تھے۔ پھر اس کے بعد فتنہ شروع ہوا۔ مسلم مورخین نے عہد عثمانی کے نصف ثانی (۳۰ ـــ ۳۵ھ) میں رونما ہونے والے واقعات کو فتنہ سے تعبیر کیا ہے جس کے نتیجہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پیش آئی۔ [1] مسلمانوں کے درمیان ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں اور عثمان رضی اللہ عنہ کے شروع میں کوئی اختلاف نہ تھا، پھر آپ کے آخری دور میں کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ اختلاف رونما ہوا، فتنہ پرور اٹھے اور عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا، اور اس کے بعد مسلمانوں میں اختلاف برپا ہو گیا۔ [2]

خلافت صدیقی، خلافت فاروقی اور خلافت عثمانی کے نصف اول تک اسلامی معاشرہ درج ذیل اوصاف سے متصف تھا:

❀ اسلامی معاشرہ اسلام کے کامل معانی پر مشتمل تھا، اللہ اور یوم آخرت پر گہرا ایمان تھا، اسلامی تعلیمات واضح سنجیدگی اور ظاہر التزام کے ساتھ نافذ تھیں، پوری تاریخ میں اس معاشرہ میں معصیت و گناہ کی مقدار سب سے کم تھی، دین اس معاشرہ کی زندگی تھی، یہ ثانوی حیثیت کی چیز نہ تھی کہ کبھی کبھار اس کو اختیار کر لیا جائے، دین ہی اس معاشرہ کی روح و زندگی تھی۔ صرف مراسم عبودیت ہی تک نہیں کہ جسے صحیح طریقے سے ادا کرنے کی کوشش کریں بلکہ ان کے اخلاقیات، تصورات، اہتمامات، اعلیٰ اقدار، اجتماعی روابط، خاندانی تعلقات، پڑوس کے روابط، بیع و شراء، تجارت، سفر، کسب معاش، امانت، تعامل، ناداروں کی کفالت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، حکام اور والیان کے کاموں کی نگرانی، سبھی امور میں دین ہی کا دور دورہ تھا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس معاشرہ کا ہر فرد ضرور ہی اس وصف پر قائم تھا۔ یہ تو دنیا کی زندگی میں اور کسی انسانی معاشرہ میں ممکن نہیں۔ نبوی معاشرہ میں بھی جیسا کہ قرآن میں ہے منافقین موجود تھے جو اسلام ظاہر کرتے تھے، لیکن حقیقت میں اعدائے اسلام کے لیے کام کر رہے تھے۔ کمزور ایمان، تھکے ہارے، سست

---

[1] طبقات ابن سعد (۱/ ۳۹ـ۴۷)، البدایة والنهایة (۷/ ۱٤٤ـ۱٤۹)، الخلفاء الراشدون، الخالدی، ص (۱۱۲)

[2] مجموع الفتاوی (۱۳/ ۲۰)

اور خائن لوگ بھی تھے، لیکن معاشرہ میں ان لوگوں کا کوئی وزن نہ تھا، اور حالات کو بدلنے کی ان میں طاقت نہ تھی کیوں کہ موج مارنے والی لہران سچے مومنین اور مجاہدین کی تھی جو اسلام پر مکمل طریقے سے کار بند تھے۔ ❶

❀ یہ معاشرہ وہ معاشرہ تھا جس میں امت کے حقیقی معنی اپنے اعلیٰ معیار کو پہنچ چکے تھے، امت صرف زبان، زمین اور مصالح کی بنیاد پر جمع ہونے والوں کا مجموعہ نہ تھی کیوں کہ یہ تو جاہلی روابط ہیں جو انسان کو مربوط کرتے ہیں، اگر اس کی بنیاد پر کوئی امت تیار ہوتی ہے تو وہ جاہلی امت ہے، بلکہ ربانی امت وہ امت ہے جس کے اندر عقیدہ کا رابطہ پایا جائے، وہ زبان و زمین اور رنگ و جنس اور زمینی صالح سے بالاتر ہو کر عقیدہ کی بنیاد پر مربوط ہو، عقیدہ ہی ایک چیز ہے جو عربی و حبشی، رومی و فارسی اور مفتوحین و فاتحین کے درمیان صرف مکمل دینی اخوت کی اساس پر رابطہ استوار کرتا ہے۔ امت کے صحیح معنی امت اسلامیہ کے اندر اگر چہ ایک طویل عرصہ تک موجود رہے لیکن اسلام کا جو ابتدائی دور تھا وہ انتہائی روشن دور رہا ہے، اس میں اسلام کے پورے معانی متحقق تھے۔ اسی طرح امت کے معنی بھی ایسے رہے جس کی کوئی سابق مثال نہیں ملتی۔ ❷

❀ یہ اخلاقی معاشرہ تھا، دین کے اوامر و توجیہات سے مستفاد واضح اخلاقی اصول پر قائم تھا، یہ اصول صرف میاں بیوی کے تعلقات پر مشتمل نہ تھا، اگر چہ یہ اس معاشرہ کے واضح ترین خصائص میں سے تھا، یہ معاشرہ عریانیت، اختلاط، حیا سوز قول و فعل اور اشارہ نیز فواحش سے خالی تھا الا یہ کہ شاذ و نادر واقعات رہے ہیں جس سے کوئی بھی معاشرہ خالی نہیں ہوتا، اخلاقی اصول میاں بیوی کے تعلقات سے زیادہ وسیع تر ہوتا ہے، یہ سیاست و اقتصاد، اجتماع، فکر و تعبیر سب کو شامل ہوتا ہے، حکومت اسلامی اخلاقیات پر قائم ہوتی ہے، اور معاشرہ میں لوگوں کے تعلقات صداقت و امانت، اخلاص و تعاون اور محبت پر قائم ہوتے ہیں، عیب جوئی، غیبت، طعنہ بازی، چغل خوری اور اتہام و بہتان طرازی نہیں ہوتی۔ ❸

❀ یہ سنجیدہ معاشرہ تھا اہم ترین امور و مسائل میں مشغول تھا، سنجیدگی میں ضروری نہیں کہ ترش روئی اور سختی نہ ہو، بلکہ وہ روح ہے جو لوگوں کے اندر ہمت بیدار کرتی ہے اور نشاط و عمل پر ابھارتی ہے، اس کے اہتمامات احساسات سے بالاتر ہوتے ہیں، اس میں کھوکھلے اور ڈھیلے معاشرہ کے صفات نہیں ہوتے جو وقت گزاری کے لیے گھروں اور گلیوں میں چکر لگائے، اور وقت گزاری کے وسائل تلاش کرے۔ ❹

❀ یہ معاشرہ عمل کے لیے ہمیشہ تیار تھا، اس میں ہر جانب واضح طور سے جندیت کی روح کارفرما تھی، یہ چیز صرف قتال فی سبیل اللہ کے میدان میں نہیں تھی اگر چہ قتال فی سبیل اللہ نے اس معاشرہ کی زندگی کا ایک

---

❶ کیف نکتب التاریخ الاسلامی / محمد قطب ص (۱۰) ❷ کیف نکتب التاریخ الاسلامی ص (۱۰۱)
❸ کیف نکتب التاریخ الاسلامی ص (۱۰۱) ❹ کیف نکتب التاریخ الاسلامی ص (۱۰۲)

بڑا حصہ لے رکھا تھا، لیکن تمام میدانوں اور شعبوں میں یہ روح کارفرما تھی، ہر فرد اس عمل کے لیے تیار بیٹھا تھا، جس وقت بھی اس سے مطالبہ کیا جائے وہاں عسکری اور مدنی بھرتیوں کی ضرورت نہ تھی، بلکہ عقیدہ کی اساس پر وہ ہمہ وقت خود بخود تیار تھے، عقیدہ نے ان کے اندر ہر جانب نشاط برپا کر رکھا تھا۔ ❶

❀ یہ عبادت گزار معاشرہ تھا عبادت کی روح ان کے تمام تصرفات میں واضح طور پر کارفرما تھی۔ اللہ کی رضا کے لیے یہ روح صرف فرائض ونوافل کی ادائیگی ہی میں نہیں بلکہ تمام اعمال کی ادائیگی میں موجود تھی، رعایا کی نگہداشت، قرآن ودین کی تعلیم، بیع وشراء، تجارت، بال بچوں کی تربیت، زن وشوہر کے تعلقات غرض کہ زندگی کے ہر میدان میں روح عبادت کارفرما تھی وہ اس کو عبادت تصور کر کے انجام دیتے تھے۔ ❷

یہ خلفائے راشدین کے دور کے اہم ترین صفات ہیں لیکن جس قدر عہد نبوی سے قریب ہوں یہ صفات قوی تر ہوں گے، اور جس قدر عہد نبوی سے دوری ہوگی اس میں ضعف ہوگا۔ ان اوصاف نے مسلم معاشرہ کو آفاق کی بلندیوں پر قائم کر دیا تھا، اور اسلامی تاریخ میں اس دور کو ایک مثالی دور بنا دیا تھا اور اسی وجہ سے اسلام عجیب تیز رفتاری کے ساتھ پھیلا۔ اسلامی فتوحات کی تحریک فتوحات کی تاریخ میں سریع ترین تحریک رہی ہے، چنانچہ پچاس سال سے کم عرصہ میں اسلام مغرب میں بحر اوقیانوس سے لے کر مشرق میں ہندوستان تک پھیل گیا۔ یہ صورتحال ضبط تحریر میں لانے اور نمایاں کیے جانے کی مستحق ہے، اور اسی طرح مفتوحہ علاقوں میں بلا ظلم وجور کے لوگوں کا اسلام میں داخل ہونا بھی۔

یہ اوصاف وخصائص جس سے اسلامی معاشرہ متصف تھا اس صورت حال کا حقیقی سرمایہ تھا، لوگوں نے جب اسلام کو اس عجیب اور خوبصورت وروشن شکل میں معمول بہ پایا تو اس کو پسند کیا، اور ان کی خواہش ہوئی کہ وہ اس دین کو اپنے سینوں سے لگا کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ ❸

اس دور کی تاریخ کا مطالعہ انسان کے اندر نہ مٹنے والے تاثرات چھوڑتا ہے، اسلام کی حقانیت پرستی اپنے تمام شواہد کے ساتھ حقیقت کی دنیا میں قابل تنفیذ ہے۔ یہ فضا میں لٹکی ہوئی مثالیات نہیں ہے جو صرف تخیلات اور آرزو وتمنا سے متعلق ہوں بلکہ یہ عالم وجود میں واقع ہونے والی مثالیات ہیں، اگر انسان لازم سنجیدگی کے ساتھ کما حقہ کوشش کرے تو پھر ان کی تطبیق انسان کی دسترس میں ہے، اور پھر یہ تاثر کہ جو چیز ایک مرتبہ واقع ہو چکی ہے وہ دوبارہ بھی واقع ہو سکتی ہے کیوں کہ آج کا انسان وہی انسان ہے اور انسان نے ہمیشہ یہ کوشش کی ہے کہ وہ دوبارہ بلندیوں کو طے کرے، اگر عزم صادق ہے تو ضرور طے کرے گا اور غلبہ ونصرت اسے حاصل ہوگی۔

❶ کیف نکتب التاریخ الاسلامی ص (۱۰۲)
❷ کیف نکتب التاریخ الاسلامی ص (۱۰۲)
❸ کیف نکتب التاریخ الاسلامی ص (۱۰۳)

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۵۵ ﴾ (النور: ٥٥)

"تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کیے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے، اور یقیناً ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا جسے ان کے لیے وہ پسند فرما چکا ہے، اور ان کے اس خوف وخطر کو وہ امن سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں گے وہ یقیناً فاسق ہیں۔"

جو امور مسلمانوں کے خلافت راشدہ کی طرف پلٹنے کے سلسلہ میں معاون ہو سکتے ہیں ان میں سے ان عوامل واسباب کی معرفت ہے جو زوال کا سبب بنے ہیں، تاکہ ہم ان سے اجتناب کریں، اور ان اسباب کو اختیار کریں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس امت کی تکریم کا سبب بنایا ہے، اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ فتنہ قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے اسباب کو اس کی اہمیت کے پیش نظر تفصیل سے بیان کریں۔ چنانچہ اہم ترین اسباب یہ تھے:

ا۔ خوش حالی اور معاشرہ پر اس کا اثر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تنگ دستی اور فقر و فاقہ دیکھتے تو انہیں صبر دلاتے اور بتلاتے کہ یہ صورت حال طول نہیں پکڑے گی، دنیا کے خزانے ان پر کھلیں گے ساتھ ہی ساتھ عمل صالح اور جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ کر اس دنیا میں مشغول ہو جانے سے منع فرماتے، تاکہ یہ انہیں دنیا اور اس کے متاع زائل کی خاطر قتال و خونریزی تک نہ پہنچائے۔ ❶

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس نبوی انتباہ کو صحیح طور سے سمجھا تھا، اسی لیے آپ کی سیاست تھی کہ مسلمانوں کو مال وزخارف دنیا کے فتنہ سے محفوظ رکھا جائے اس لیے آپ نے مسلمانوں کو بلاد عجم میں توسع سے منع فرمایا، اگر اس توسع میں دیگر مصالح راجحہ ظاہر نہ ہوتے تو یہ ممانعت قائم رہتی، لیکن پھر بھی آپ نے اکابرین صحابہ، مہاجرین و انصار جو مدینہ میں تھے انہیں اجازت نہ دی بلکہ ان کے حق میں ممانعت باقی رہی۔ ❷ اور بلاشبہ عمر رضی اللہ عنہ نے جو

❶ احداث و احادیث فتنة الهرج ص (٥٥٩)

❷ احداث و احادیث فتنة الهرج ص (٥٦٥)

کچھ کیا وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کو اس بات کا شدید احساس اور خوف تھا کہ مسلمان اگر بلادِ عجم میں پھیلے، جو مال و متاع سے پر ہے تو ان کے دلوں پر دنیا کا قبضہ ہو جائے گا اور یہ ان کی آخرت کو برباد کر دے گی۔ ❶

پھر جب عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا، تو مشرق و مغرب میں فتوحات کا اضافہ ہوا، مال غنیمت وغیرہ کی بیت المال پر بارش ہونے لگی، اور لوگوں کے ہاتھ مال و دولت سے بھر گئے۔ ❷

یہاں اشارہ کی چنداں ضرورت نہیں کہ اس مال و دولت اور فتوحات کی آمدنی کا معاشرہ پر کیا اثر مرتب ہو گا، خوشحالی ہو گی لوگ دنیا میں مشغول ہوں گے اس کا فتنہ انہیں اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ خاص کر دیہات کے اجڈ بدو، فتوحات میں اسلام لانے والے، خوشحال قوموں کی اولاد جنھوں نے دنیا کی رنگینیوں میں ایک طویل عرصہ گزارا تھا اور اس کو مقصد حیات تصور کرتے تھے، ایمان نے ابھی ان کے نفوس کو صیقل نہیں کیا تھا، اور تقویٰ صحیح معنی میں ان کے دلوں میں جاگزیں نہیں ہوا تھا، اور ابھی ان کی مکمل تربیت نہ ہو سکی تھی۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس صورت حال کا اندازہ لگا لیا تھا، اسی لیے رعایا کے نام اپنے پیغام میں تغیر و تبدل کے ان خطرات سے آپ نے لوگوں کو آگاہ کیا تھا:

''جب تین چیزیں تمہارے اندر جمع ہو جائیں تو پھر امت بدعت کی طرف بڑھے گی:

(۱) نعمتوں کی فراوانی

(۲) جنگی لونڈیوں کی بلوغت

(۳) دیہاتیوں اور عجم کا قرآن پڑھنا۔'' ❸

نعمتوں کی فراوانی سے متعلق حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ معاشرہ کی حالت، مال و دولت کی فراوانی اور لوگوں کے کبر و غرور اور عدم شکر کے عینی شاہد ہیں: میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کا دور پایا، کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا کہ جس میں ان میں مال تقسیم نہ ہو، اعلان کیا جاتا مسلمانو! آؤ اپنے عطیے لے جاؤ، پھر اعلان ہوتا آؤ گھی اور شہد لے جاؤ، عطیے جاری تھے، روزینہ فراوانی سے ملتا تھا، دشمنی و عداوت نہ تھی آپس میں تعلقات استوار تھے، خیر کثیر تھی...... اور دوسری بات یہ کہ تلواریں مسلمانوں کے سلسلہ میں میان بند تھیں، پھر لوگوں نے اپنوں کے خلاف تلواریں کھینچ لیں جو آج تک کھنچی ہوئی ہیں، اور اللہ کی قسم میرا خیال ہے قیامت تک اب کھنچی رہیں گی۔ ❹

---

❶ احداث و احادیث فتنة الهرج ص (٥٦٥)
❷ احداث و احادیث فتنة الهرج ص (٥٦٦)
❸ تاريخ الطبری (٥/ ٢٤٥)
❹ البداية والنهاية (٧/ ٢٢٤)

اور رہی بات جنگی لونڈیوں سے مسلمانوں کی اولاد کی بلوغت کی، تو اس کا اندازہ اس صورت حال سے ہوتا ہے جوان کی فراخی وخوش حالی کو پہنچ چکی تھی۔ مدینہ میں جب دنیا کے مال ومتاع کی بہتات ہوئی تو سب سے پہلی برائی جو ظاہر ہوئی وہ کبوتر بازی اور غلیل بازی تھی۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے آٹھویں سال بنولیث کے ایک شخص کو اس برائی کو مٹانے کے لیے عامل مقرر فرمایا، جو لوگوں کو اس سے روکتا، اور ان کی غلیلیں توڑ دیتا تھا۔ ❶ اور نبیذ نوشی سے نشہ پھیلنا شروع ہوا، عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو مقرر فرمایا جو عصا لے کر گھومتا تھا، اور لوگوں کو اس سے روکتا تھا، اور جب یہ زیادہ ہوا تو عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے سامنے یہ قضیہ رکھا، پھر انہوں نے بالا جماع یہ طے کیا کہ جو نبیذ پیے اس کو کوڑے لگائے جائیں۔ لہٰذا جو پکڑے جاتے ان کو کوڑے لگائے جاتے پھر عثمان رضی اللہ عنہ جو بھی برائی میں پکڑا جائے یا ہتھیار نکالے اس کو مدینہ سے جلاوطن کر دینے لگے، اس کی وجہ سے ان کے والدین چیخ اٹھے۔ ❷ عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا: لوگوں کی کوتاہیوں اور غلطیوں کی رپورٹ مجھ کو پہنچتی ہے، میں فتنے کا دروازہ کھولنے والا نہیں ہوں میں نے اپنے نفس کو نکیل دے رکھی ہے اور اس کو لگام سے کس دیا ہے، میں اس کو اسی نکیل کے ساتھ چلاتا ہوں اور اسی لگام سے روکتا ہوں میری طرف سے تمہارے لیے رسی کا ایک سرا ہے لہٰذا جو میرے پیچھے چلے گا اس کو میں معروف پر چلاؤں گا اور جو میرے پیچھے نہ چلے وہ اس معروف سے ہٹ جائے گا اور خود اپنا ذمہ دار ہوگا۔ خبردار! ہر نفس کے لیے قیامت کے دن ایک ہنکانے والا اور ایک گواہ ہوگا، ہنکانے والا اس کو اللہ کے حکم پر لے کر چلے گا اور شاہد اس کے اوپر اس کے عمل کی گواہی دے گا، تو جو اللہ کا طلبگار ہے وہ خوش ہو جائے اور جو دنیا کا طلبگار ہے وہ ناکام ونامراد ہے۔ ❸

اس طرح خلیفہ راشد اور تقویٰ وطہارت کے پیکر عثمان رضی اللہ عنہ نے جب اپنی ذمہ داری اور فرائض کو ادا کیا، اور آپ کی یہ کارروائیاں اغنیاء کی اولادوں کے خلاف تعزیری ٹھہریں جو اخلاقی بگاڑ وفساد کا شکار ہو رہے تھے تو یہ منحرفین ان شور وغل کرنے والے گھٹیا لوگوں کے ساتھ معترضین میں شامل ہو گئے۔

رہا دیہاتیوں اور عجم کے قرآن پڑھنے کا معاملہ، تو نمایاں شکل میں اسلامی معاشرہ میں لوگوں کا ایک طبقہ وجود میں آیا، جنھوں نے ثواب کی رغبت سے قرآن کو نہیں سیکھا تھا بلکہ خلیفہ کی طرف سے جو مال ترغیب وتشجیع کے طور پر قرآن پڑھنے والوں پر خرچ ہوتا تھا اس کو سمیٹنے کے لیے قرآن پڑھا۔ ❹

ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ تغیر اور تبدیلی خلافت اسلامی کے دیگر اطراف میں بھی شروع ہوئی اور پھر آہستہ آہستہ دار الخلافہ مدینہ طیبہ میں پہنچنے لگی، جس کی وجہ سے عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اس سے متنبہ کرنے کے لیے

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٤١٥) ❷ تاریخ الطبری (٥/ ٤١٦)

❸ تحقیق مواقف الصحابة فی الفتنة (١/ ٣٦١)

❹ الوثائق السیاسیة فی العهد النبوی و الخلافة الراشدة ص (٣٩٢)

خطاب کیا۔ آپ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے تمھیں دنیا اس لیے دی ہے کہ تم اس سے آخرت طلب کرو، اس لیے نہیں عطا کی ہے کہ تم اسی کے ہو کر رہ جاؤ، یقیناً دنیا فنا ہو جائے گی اور آخرت باقی رہے گی۔ یہ فانی دنیا تمھیں کبر و غرور میں مبتلا نہ کرے، اور تمھیں باقی رہنے والی آخرت سے غافل نہ کرے...... اللہ کی نعمت سے ڈرو اور اپنی جماعت کو لازم پکڑو اور گروہ بندی کا شکار ہو کر مختلف ٹولیوں میں بٹنے سے بچو۔'' ❶

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

﴿ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا ۖ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٠٣﴾ ﴾

(آل عمران : ۱۰۳)

''اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو، اور پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمھیں بچالیا، اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لیے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔''

ان حالات میں جب کہ مال و دولت کی ریل پیل ہوئی، دنیا مسلمانوں کے قدموں میں آگئی، لوگ فتوحات سے فارغ ہوئے اور اطمینان کی سانس لینے لگے، تو اپنے خلیفہ کو ناپسند کرنے لگے، اور اسی پر ہی اعتراضات شروع کر دیے۔ ❷

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فتنہ کی تحریک میں خوش حالی کا کس قدر اثر رہا، اور اس سے عثمان رضی اللہ عنہ کی اس بات کو سمجھا جا سکتا ہے جو انہوں نے عبدالرحمن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے کہی تھی جب وہ باب ❸ میں تھے:

''یقیناً رعایا میں بہت سے لوگوں کو شکم سیری نے ناشکرا بنا دیا ہے، لہٰذا انہیں روکے رکھو، مسلمانوں کو لے کر آگے نہ بڑھو، مجھے ڈر ہے وہ آزمائش سے دوچار نہ ہو جائیں۔'' ❹

دنیا کی فراوانی کے بعد مسلمانوں کو وعظ کرتے ہوئے عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری خطاب میں فرمایا تھا: تمھیں

❶ احداث واحادیث فتنة الهرج ص (٥٦٧)

❷ تحقیق مواقف الصحابة فی الفتنة (١/ ٣٦٢)

❸ ''باب'' آذربیجان کی سمت میں ایک علاقہ کا نام ہے جس کو دربند کہا جاتا ہے۔ معجم البلدان (١/ ٣٠٣)

❹ تحقیق مواقف الصحابة فی الفتنة (١/ ٣٦١)

فنا ہونے والی دنیا کبر وغرور میں مبتلا نہ کر دے اور تمھیں باقی رہنے والی آخرت سے غافل نہ کر دے...... زمانے کے بدلے ہوئے حالات سے ہوشیار رہو، جماعت کو لازم پکڑو، مختلف ٹولیوں اور فرقوں میں تقسیم نہ ہو۔ ❶

۲۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اجتماعی تبدیلی کا طرز

آپ کے دور میں گہرا اجتماعی تغیر رونما ہوا، اور پوری قوت اور خاموشی کے ساتھ اپنا کام کرتا رہا، اکثر لوگ اس کو محسوس نہ کر سکے یہاں تک کہ وہ دھماکہ خیز اور تشدد آمیز شکل میں عہد عثمانی کے نصف ثانی میں ظاہر ہوا اور تمرد وعصیاں میں اپنے شباب کو پہنچا جس کے نتیجہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پیش آئی۔ ❷

اسلامی فتوحات کی تحریک کے نتیجے میں جب اسلامی سلطنت میں وسعت پیدا ہوئی تو معاشرہ کی ترکیب و تشکیل میں تغیر رونما ہوا، اس کی بناوٹ میں دراڑ وفساد پیدا ہوا۔ یہ سلطنت اپنے مکانی اور بشری توسع کے ساتھ اس وسیع سرزمین پر مختلف اقوام، رنگ و زبان، ثقافت و عادات، افکار وعقائد، ادبی و عمرانی فنون اور مظاہر کی وارث ہوئی، اور اس کی سطح پر مضطرب رنگ اور غیر منظم خلاف ورزیاں اور غیر مربوط علاقے رونما ہوئے جس نے معاشرہ کو غیر متوازن بنا دیا خاص کر بڑے شہروں بصرہ، کوفہ، شام، مصر، مدینہ، مکہ میں۔ یہ شہر مجاہدین اور اسلامی لشکر کا مرکز تھے، یہاں سے اسلامی لشکر فتوحات کے لیے نکلتا اور پھر یہیں واپس ہوتا، واپسی کے وقت اموات وشہادت کے پیش نظر ان کی تعداد کم ہوتی، اور ان کے ساتھ مفتوحہ علاقوں کے لوگ فارسی، ترکی، رومی، قبطی، کردی اور بربر کی بڑی تعداد ان علاقوں میں پہنچتی ان میں اکثریت فارسی ہوتے، یا عرب نصرانی یا یہودی وغیرہ ہوتے۔ ❸ ان شہروں کے اکثر باشندے وہ تھے جنھوں نے اسلامی فتوحات میں حصہ لیا تھا، اور پھر ان شہروں میں آکر آباد ہو گئے تھے، اور ان میں سے اکثر کا تعلق شمال وجنوب اور مشرق کے عرب قبائل سے تھا، یہ لوگ صحابہ میں سے نہ تھے بلکہ دقیق معنی میں یہ ان لوگوں میں سے نہ تھے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک یا صحابہ کے ہاتھوں پر اسلامی تربیت پائی تھی۔ اس کی وجہ یا تو فتوحات میں مشغولیت تھی یا پھر صحابہ کی قلت۔ ایسے انسانی معاشرہ میں تغیرات رونما ہوئے جو پہلے لوگوں اور مفتوحہ ممالک کے باشندوں اور بدوؤں، ماضی میں ارتداد کا شکار ہونے والے اور یہود و نصاریٰ پر مشتمل تھا، اور معاشرہ کی ثقافتی تشکیل، معاشی خوش حالی، نئے رنگ کے انحرافات اور افواہوں کی قبولیت میں تغیر برپا ہوا۔ ❹

❶ تحقیق مواقف الصحابة فی الفتنة (۱/ ۳۶۲)

❷ الدولة الامویة المفتری علیها (۱/ ۱۶۶)

❸ دراسات فی عهد النبوة والخلافة الراشدة ص (۳۷۹)

❹ دراسات فی عهد النبوة والخلافة الراشدة ص (۳۸۰)

انسانی معاشرہ کی تشکیل میں تغیرات:

یہ تشکیل مختلف اکائیوں پر مشتمل تھی:

صحابہ کرام اوران کے ھاتھوں تربیت پانے والے افراد:

یہ حضرات برابر نقص اور کمی کا شکار رہے، یا تو اموات کے ذریعے سے یا پھر میدان قتال میں شہادت کے ذریعے سے یا پھر مختلف شہروں خاص کر نو آباد جیسے کوفہ و بصرہ، شام ومصر وغیرہ میں منتشر ہو کر۔ ان میں بعض جزیرۂ عرب میں رہے، یہاں سے جہاد وغیرہ کے لیے نکلتے اور پھر یہیں واپس ہو جاتے۔ ❶

مفتوحہ علاقوں کے باشندے:

یہ وہاں پہنچنے والے لوگوں کے مقابلہ میں اکثریت میں تھے، وہاں فتوحات کی تحریک کے ساتھ پہنچنے والے اقلیت میں رہے، اگرچہ یہ لوگ عملی طور پر ملکی انتظام وانصرام یا عملی، اخلاقی، فکری اور لغوی تاثیر میں شریک رہے، لیکن اس کے باوجود اقلیت میں رہے۔ ان مفتوحہ علاقوں کے باشندے اپنے اپنے مقام پر برقرار رہے، اگرچہ بعض دوسرے علاقوں میں اور بڑے شہروں اور مرکز خلافت میں منتقل ہوئے خواہ جنگی لونڈیوں و غلاموں کی شکل میں، یا تجارتی، علمی اور اداری طور پر، کیوں کہ اس سے کوئی قانون مانع نہ تھا۔ ❷

جو عجمی لوگ مفتوحہ علاقوں سے آئے وہ فتنہ کو قبول کرنے میں سبقت کرنے والے تھے کیوں کہ ان کی اکثریت مقہور ومظلوم اور ستائی ہوئی اقوام سے تعلق رکھتی تھی، اس کے مختلف اسباب تھے:

❀ جہالت، اور ابھی یہ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، کفر نیز سلطنت وعز وشرف سے ابھی ان کا عہد قریب تھا، جو انہیں پہلے حاصل تھا اور اب ان سے چھن چکا تھا۔

❀ عجمیت وغیرہ کی وجہ سے دین کا علم بہت کم تھا۔

❀ عصبیت اور عربوں سے ناپسندیدگی۔

❀ ان میں کچھ تلوار اور جزیہ کے ڈر سے بظاہر اسلام میں داخل ہوئے تھے اور اپنے اندر مسلمانوں اور اسلام کے خلاف شر اور مکر چھپا رکھا تھا، لہٰذا وہ ہر فتنہ کی طرف سبقت کرتے تھے۔

❀ باطل افکار ونظریات کے حاملین مذکورہ اسباب کی وجہ سے اپنے مقاصد کے لیے انہیں مفید سمجھتے تھے اور پھر انہیں بھڑکاتے رہتے تھے۔ ❸

ب۔ یہ اعراب دیہات کے رہنے والے تھے، یہ بھی باقی دیگر لوگوں کی طرح تھے، ان میں متقی مسلمان بھی تھے

---

❶ دراسات فی عهد النبوة والخلافة الراشدة ص (۳۸۰)

❷ دراسات فی عهد النبوة والخلافة الراشدة ص (۳۸۰)

❸ دراسات فی الاهواء والفرق و البدع/ ناصر العقل ص (۱٦۱)

اور کافر و منافق بھی تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے سلسلہ میں جو اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے وہ اسی کے مصداق تھے:

﴿ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٩٧﴾ ﴾ (التوبة: ٩٧)

''دیہاتی لوگ کفر اور نفاق میں بہت ہی سخت ہیں اور ان کو ایسا ہونا ہی چاہیے کہ ان کو ان احکام کا علم نہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں اور اللہ بڑا علم والا بڑی حکمت والا ہے۔''

اور اس وجہ سے کہ ان کے دل انتہائی سخت، ان کی طبیعت انتہائی کٹھور، اور ان کی باتیں انتہائی بھونڈی ہوتی ہیں، یہ اپنی ان صفات کی وجہ سے اس قابل رہے کہ یہ اللہ کے نازل کردہ احکام و شریعت اور جہاد کے حدود کو نہ جان سکیں۔ ❶ لہٰذا یہ فتنوں میں سب سے زیادہ سبقت کرنے والے رہے جس کے مختلف اسباب رہے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

- دینی علم و فہم کی کمی۔
- تھوڑا بہت قرآن سیکھ کر علم کا غرور آ جانا اور یہ سمجھ بیٹھنا کہ عالم ہو گئے۔
- علماء کا عدم احترام، ان سے کسب علم اور ان کی اقتداء سے اعراض۔
- قبائلی عصبیت کا دلوں میں جاگزیں ہو جانا۔
- سازشی لوگوں کا انہیں دھوکا دینا اور ان کی سادگی و جہالت کا بے جا استعمال کرنا۔
- ان کی طبیعتوں کی سختی، مدنیت اور لوگوں کے ساتھ اختلاط سے نفرت، اور دوسروں کے ساتھ بدظنی۔ ہر زمان و مکان میں دیہاتیوں کی یہی فطرت رہی ہے۔
- دین میں بے جا تشدد اور غلو کہ اسی لیے اکثر خوارج اسی صفت سے تعلق رکھتے تھے۔ ❷

ان دیہاتیوں میں سے ایسے لوگ نکلے جو قراء کے نام سے معروف ہوئے حالاں کہ قراء کا مفہوم اس کے منطوق سے مختلف تھا، منطوق کے اعتبار سے اس کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جنھیں قراءت قرآن میں تخصص حاصل ہو، لیکن اس کا مفہوم بدل گیا، ان میں سے کچھ خوارج کے طریقے پر مخصوص انداز میں قرآن کو سمجھتے تھے، اور کچھ عابد و زاہد تھے اور جو پڑھتے تھے اس کو صحیح طریقے سے سمجھتے نہیں تھے، لہٰذا معاشرہ کی صورت حال کے ساتھ وہ مربوط نہ ہو سکے، ❸ اور یہی جاہل قاری و حافظ فتنے میں سبقت کرتے رہے۔ اور اس کے بھی کچھ اسباب تھے:

❶ دراسات فی عهد النبوة و الخلافة الراشدة ص (۳۸۰) نقلا عن فتح القدير / الشوكانی (۲/ ۳۹۵-۳۹۷)
❷ دراسات فی الاهواء والفرق والبدع ص (۱٦۱)
❸ دراسات فی عهد النبوة و الخلافة الراشدة، ص (۳۸۱)

❀ دین میں قلت فقہ وبصیرت کے ساتھ جذبہ تدین میں غلو، کہ جس کی وجہ سے بلا علم وبصیرت دینی غیرت پیدا ہوتی ہے، اور پھر اسی دینی غیرت کے نام سے نتائج وانجام کار اور شرعی قواعد ومفاسد اور جلب مصالح کا خیال کیے بغیر جذباتیت اور غلط افکار ونظریات کا انسان شکار ہو جاتا ہے۔

❀ بغیر فقہ وبصیرت کے چند آیات واحادیث سیکھ کر اس غرور میں مبتلا ہو جانا، اور یہ سمجھ بیٹھنا کہ اب وہ عالم ہو گیا اور مصالح امت مسلمہ کے سلسلہ میں اہل حل وعقد کا درجہ اس کو حاصل ہو گیا ہے۔

❀ علماء وائمہ پر تعلّی اور ان کا اس وہم وگمان میں مبتلا ہو جانا کہ اب وہ علماء سے بے نیازی کے درجہ کو پہنچ گئے ہیں، ان کے علم وفقہ کی ان کو ضرورت باقی نہیں رہی۔

❀ علماء وائمہ کو نظر انداز کر کے جاہلوں کو امیر وصدر بنا لینا۔

❀ باطل افکار ونظریات کے قائدین اور بدعات وفتن کے لیڈران بڑے چال باز ومکار ہوتے ہیں، لوگوں کے علم وبصیرت سے خالی دینی جذبات اور غیرت سے استفادہ کرتے ہوئے انہیں اپنے ساتھ گھسیٹ لے جاتے ہیں۔

❀ فتنوں کے احکام اور استدلال کے اصول ومبادی سے جہالت۔ [1]

ج:..... اسلامی معاشرہ کی تشکیل میں ایسی اکائی کا موجود ہونا جو ارتداد کا شکار ہو چکی تھی، اور ان کی اسلامی زندگی مختصر رہی اور کسی ضرورت کے تحت اسلام کی طرف منسوب ہو گئے۔ اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان میں سے ایسے حضرات بھی تھے جنھوں نے صالحیت وطہارت کو اختیار کیا اور ان کا شمار فضلاء میں ہوا لیکن کچھ افراد ایسے بھی تھے جو اسلام کی حلاوت نہ محسوس کر سکے اور اسلام کی طرف انتساب کے باوجود اپنی سابقہ عقلیت اور اسلام سے قبل کی قبائلی نفسیات کے ساتھ زندگی گزارتے رہے، اور عصبیتیں ان کو ہوا دیتی رہیں، گویا اسلام ان میں داخل ہی نہیں ہوا، یا انہوں نے یہ سمجھا کہ اسلام اور قبائلی عصبیت کی اساس پر جو ان کا موجودہ برتاؤ وعمل ہے اس میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ [2]

فتنہ کا ماحول تیار کرنے میں مرتدین کی جماعتیں ایک خاص عنصر کی حیثیت رکھتی تھیں۔ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے دور میں بھی مرتدین تھے، لیکن جو نئی چیز رونما ہوئی وہ یہ کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی مرتدین سے متعلق سیاست اپنے پیش رو دونوں خلفاء سے مختلف رہی۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں اور قائدین کو لکھتے تھے کہ اعدائے اسلام سے جہاد میں کسی مرتد سے مدد نہ لیں، اور خالد بن ولید اور عیاض بن غنم رضی اللہ عنہما کو تاکید فرماتے کہ ان کے ساتھ کوئی ایسا شخص شریک جہاد نہ ہو جو ارتداد کا شکار ہو چکا ہے تاوقتیکہ وہ ان سے متعلق کوئی رائے نہ دیں۔ آپ کے دور خلافت میں

[1] دراسات فی الاهواء و الفرق و البدع ص (١٦٣)

[2] دراسات فی عهد النبوة والخلافة الراشدة ص (٣٨١)

کوئی بھی مرتد جہاد میں شرکت نہ کر سکا۔ ❶

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں کسی مرتد سے جنگوں میں تعاون نہیں لیا یہاں تک کہ وفات پا گئے۔ ❷ اسی لیے بعض وہ حضرات جو ارتداد کا شکار ہوئے اور پھر دوبارہ اسلام میں داخل ہوئے اور اچھے مسلمان بنے لیکن پھر بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے آنے سے شرماتے تھے، چنانچہ طلیحہ بن خویلد مکہ عمرہ کرنے جاتے لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرنے کی جرأت نہ کرتے یہاں تک کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ وفات پا گئے۔ ❸ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس سیاست میں تھوڑی ڈھیل دی گئی چنانچہ شام و عراق کو زیر کرنے کے لیے انہیں استعمال کیا جانے لگا۔ ❹ چنانچہ قادسیہ کی جنگ میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لشکر میں قیس بن مکشوح مرادی اور عمرو بن معدیکرب شریک تھے، وہ لوگوں کو ہمت دلاتے اور ان کے جذبات کو برانگیختہ کرتے تھے۔ اور یہ عمر رضی اللہ عنہ کی اجازت کے بعد ہوا تھا۔ ❺

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سیاست میں یہ تجاوز ڈر اور احتیاط کے ساتھ تھا، اس کے لیے متعین ضوابط و شروط تھے، چنانچہ ایسے حضرات سو سپاہیوں کے ذمہ دار نہیں بنائے جا سکتے تھے، اس لیے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قیس بن مکشوح مرادی کو صرف ستر سپاہی سونپے تھے، جو ہریر کی رات عجم پر حملہ آور ہوئے۔ ❻

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں ان شرائط و قیود کو ختم کر دیا جو آپ کے پیشرو دونوں خلفاء نے مرتدین کے سلسلہ میں عائد کی تھیں۔ اور آپ نے یہ سمجھا کہ ارتداد پر ایک عرصہ گزر جانے کے بعد حالات نے ان پرانے تصورات کو ختم کر دیا ہوگا اور ان کے نفوس کی تطہیر ہو چکی ہوگی اس لیے آپ نے اجتہاد کر کے ان حضرات کو استعمال کیا تاکہ اس طرح ان کی اصلاح ہو جائے، لیکن ان کی اصلاح نہ ہو سکی اور فساد ہی میں اضافہ ہوا۔

بقول شاعر:

وكنت وعمرا كالمسمن كلبه
فتخدشه انيابه واظافره ❼

''زندگی کی قسم تو اس شخص کی طرح ہے جو اپنے کتے کو کھلا کھلا کر موٹا کرتا ہے اور پھر وہی کتا اس کو اپنے دانتوں اور ناخنوں سے نوچ کھاتا ہے۔''

❶ عبدالله بن سبا و اثره فی احداث الفتنة / سليمان العودة ، ص (١٥٥)
❷ البداية والنهاية (٦/ ٣٤٧) ❸ التاريخ الاسلامی (٩/ ٥٩)
❹ عبدالله بن سبا و اثره فی احداث الفتنة ص (١٥٦)
❺ ايضاً
❻ تاريخ الطبری (٤/ ٣٨٢)
❼ عبدالله بن سبا و اثره فی احداث الفتنة ص (١٥٧)

ارتداد کا شکار ہونے والوں کو کام میں لانے کا نتیجہ کوفہ میں یہ رونما ہوا کہ وہاں کے لوگ بدل گئے، اور ان کے سپہ سالار عبدالرحمٰن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ ترکوں کے ساتھ جنگ میں شہید ہوئے، یہی وہ جرنیل تھے کہ جب یہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں ان سے قتال کرتے تو لوگ خوف زدہ رہتے، اور کہتے تھے کہ ان کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں جو موت سے انہیں بچاتے ہیں، اسی لیے ہمارے خلاف یہ اتنی جرأت اور جواں مردی سے لڑتے ہیں۔ ❶

اس کے آثار واضح طور سے اس فتنہ میں نمایاں ہیں جس کے نتیجے میں عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پیش آئی، چنانچہ ہم عثمان رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں متہم افراد کی فہرست میں ان حضرات کا نام پاتے ہیں جن کا تعلق ان قبائل سے تھا جو ارتداد کا شکار ہوئے جیسے سودان بن حمران سکونی، قتیرہ بن فلان سکونی، حکیم بن جبلہ عبدی۔ ❷

د:...... **یہود و نصاریٰ:** ان میں سے اکثر جزیرہ عرب سے نکال دیے گئے تھے یا خود نکل گئے تھے اور ان لوگوں نے جا کر بڑے بڑے شہروں میں سکونت اختیار کر لی تھی انہی شہروں میں کوفہ اور بصرہ تھے۔ یہودی خاص طور سے اپنی فطرت کے مطابق ان شہروں میں جو اسلامی فتوحات سے بالکل قریب تھے اپنی مشہور دوہری پالیسی ادا کر رہے تھے یعنی مختلف وسائل کے ذریعے سے مالی غلبہ و برتری اور اسلامی فتوحات کو پہنچنے والی امداد و کمک کو روکنے کی سازش۔ ❸

ان شاء اللہ یہود کے کردار کا تذکرہ آگے بیان ہوگا۔

معاشرہ کی ثقافتی تشکیل:

بشری اختلاط کے ساتھ ساتھ ثقافتی اختلاط بھی شروع ہوا جو بشری اختیاط سے کم ضرر رساں نہ تھا، بہت سی ثقافتیں، افکار ونظریات اور عقائد انسانوں کی اس بڑی تعداد کے ساتھ ٹوٹ پڑے جو اسلامی معاشرہ میں گھل مل گیا، اور پھر اسلامی معاشرہ پر یہ بہت بڑا بوجھ ثابت ہوا، جس سے مصیبت میں مزید اضافہ ہوا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ ابتدائی دور میں ان مفتوحہ علاقوں کے باشندوں میں مسلمانوں کی تاثیر کم رہی، اگرچہ مسلمان ان علاقوں کی تشکیل میں شامل ہوئے، ان کے درمیان زندگیاں گزاریں، ان میں شادیاں کیں، ان کی زبانیں سیکھیں، ان کے لباس استعمال کیے اور ان کے عادات و مراسم کو اختیار کیا۔ ❹ ان علاقوں کے باشندوں کو اسلامی تربیت کی وافر مقدار نہ مل سکی، اور مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح اسلامی روح سے یہ آسودہ نہ ہو سکے۔ اسی طرح وہ عربی قبائل جو ان مفتوحہ علاقوں کے باشندوں کے ساتھ ضم ہو گئے، اگرچہ اسلام نے ان مختلف قبائل کو ایک متعین

❶ تاریخ الطبری (٥/ ١٤٦)

❷ عبدالله بن سبأ و اثره فی احداث الفتنة ص (١٥٧)

❸ دراسات فی عهد النبوة والخلافة الراشدة ص (٣٨١)

❹ ایضاً

مدت کے لیے ایک کٹھالی میں ڈھال دیا تھا، مگر یہ یاد رہے کہ مہاجرین وانصار جن کی تعلیم وتربیت محکم ضابطوں پر قائم تھی اس کثیر تعداد کا استیعاب کرنے سے قاصر تھے، موالی اپنے جاہلی افکار ونظریات اور عادات سے ابھی چھٹکارا حاصل نہ کر سکے تھے۔ اس کا سبب اسلامی فتوحات کی وسعت اور کتاب وسنت کی تعلیم وتربیت میں عدم توازن تھا۔ جہاد کی تحریک کے ساتھ ساتھ یہ ضروری ہے کہ علماء ومعلّمین اور داعیان حق ساتھ ساتھ ہوں تاکہ لوگوں کو دین کی تعلیم دیں، اور ان کی صحیح تربیت کرتے رہیں تاکہ تربیت میں توازن رہے اور اسلامی صفت میں خلل واقع نہ ہو، اور پھر فاتحین اور مفتوحہ علاقوں کے باشندوں کے درمیان دوری پیدا نہ ہو کہ جس کے نتیجہ میں ایسے آثار رونما ہوں جس سے اسلامی صف کا اتحاد اور اس کی سیاسی وفکری وحدت پارہ پارہ ہو۔ ❶

لیکن اسلامی تعلیم وتربیت کے میدان میں انتھک جدوجہد کے باوجود ایسے منفی آثار ظاہر ہو کر ہی رہے، کیوں کہ اسلامی فتوحات کا سلسلہ بڑی تیزی سے سیلاب کی طرح جاری تھا، عراق اور اس کے بعد کے علاقے اور شام چند ہی سالوں میں فتح کر لیے گئے، تعلیم وتربیت کے میدان میں بشری طاقت سے یہ بات باہر تھی کہ ان علاقوں کے کثیر تعداد باشندوں کی تعلیم وتربیت کما حقہ کر سکے۔ ❷ اس کا بنیادی سبب یہ تھا کہ وہ صحابہ جو اس امانت کو ادا کر سکتے تھے ان کی اکثریت مختلف معرکوں میں جام شہادت نوش کر چکی تھی بہت تھوڑے لوگ باقی تھے جن کے گرد وہ مسلمان جمع رہتے تھے جو تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے، پھر تابعین کا طبقہ ظاہر ہوا لیکن چوں کہ یہ لوگ بھی مخلص تھے لہٰذا یہ بھی میدان جہاد میں پیش پیش رہے، ان میں بھی بہت لوگوں نے جام شہادت نوش کیا۔ ❸ اور اسی طرح ان افراد کی تعلیم وتربیت کے لیے وقت ناکافی تھا اور اس کے علاوہ دیگر دوسرے اسباب وعوامل تھے جو حکومت کے عدم استقرار میں اثر انداز ہوئے اور یہ ساری چیزیں عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری سالوں میں واضح طور پر ظاہر ہوئیں۔ ❹

نئی نسل کا ظہور:

معاشرہ میں بڑا تغیر رونما ہوا، نئی نسل کا ظہور ہوا اور یہ نسل معاشرہ میں مقام حاصل کرنے لگی، یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نسل نہ تھی، ان کا دور، صحابہ کے دور سے مختلف تھا، ان کے اوصاف صحابہ کے اوصاف سے مختلف تھے، یہ نسل مجموعی طور سے ان صحابہ سے کم تر تھی ❺ جنھوں نے اسلامی سلطنت کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر سنبھالی تھی۔ مسلمانوں کی پہلی نسل قوت ایمان، اسلامی عقائد کا فہم سلیم اور کتاب وسنت پر مشتمل اسلامی نظام کی اتباع

❶ تحقیق مواقف الصحابة في الفتنة (۱/ ۳۵۸)
❷ تحقیق مواقف الصحابة في الفتنة (۱/ ۳۵۸)
❸ اليمن في صدر الاسلام/ الشجاع ص (۳۳٤)
❹ تحقیق مواقف الصحابة في الفتنة (۱/ ۳۵۹)
❺ الدولة الاموية/ يوسف العش ص (۱۳۲)

کی صفات سے مکمل طور پر متصف تھی۔ یہ خصوصیات اسی نئی نسل میں بہت کم تھیں جو اسلامی فتوحات کے نتیجہ میں ظاہر ہوئی تھی، اس کے اندر ذاتی اغراض ظاہر ہوئیں، ان کے اندر قومی اور نسلی عصبیتیں ابھریں، دور جاہلیت کے بہت سے اثرات ان کے اندر باقی رہ گئے، اوران میں سے بعض کی تعلیم وتربیت اس طرح نہ ہوسکی جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ہوئی تھی، اس کی وجہ یہ رہی کہ ایک طرف یہ کثیر تعداد میں تھے اور دوسری طرف فاتحین صحابہ جنگوں اور فتوحات میں مشغول تھے۔ ❶ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعد کے لوگوں سے زیادہ اختلاف سے محفوظ تھے، جس طرح زمانہ دور نبوت سے دور ہوتا رہا اختلاف وافتراق بڑھتا رہا۔ ❷

یہ نئی نسل اس صورت حال سے راضی نہ تھی جو سابقہ لوگوں نے اختیار کر رکھا تھا، یہ اس کے برعکس کے عادی تھے، جس سے نئی عقلیت نے جنم لیا، اور زندگی کا نیا مفہوم سامنے آیا، اور یہ مفہوم اس عقلیت سے دور تھا جو عقلیت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے دور میں پائی جاتی تھی۔ اس عقلیت کو سمجھنے اور اختیار کرنے کے لیے اور اس کے حکم کو ماننے کے لیے یہ نئی نسل تیار نہ تھی۔ ❸ اس لیے نئی نسل کے منحرف لوگ داعیان فتنہ کے ساتھ شامل ہو گئے۔

افواہوں کو قبول کرنے کی استعداد:

معاشرہ کی تشکیل میں غیر متوازن اختلاط کے نتیجہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ معاشرہ اضطراب وفساد کو قبول کرنے اور افواہوں، غلط باتوں اور پروپیگنڈوں کو تسلیم کرنے کے لیے مستعد ہوگیا۔ ❹ اس حقیقت کو علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے پوری وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے فرماتے ہیں: ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما جن کی اقتداء کا مسلمانوں کو حکم دیا گیا تھا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر و عمر .))

''میرے بعد ان دونوں ابوبکر وعمر کی اقتدا کرتے رہنا۔''

ان کے دور میں لوگ عہد رسالت سے قریب تر تھے، ان کے اندر ایمان اور صلاح وتقویٰ بڑھ کر تھا، ان کے حکمران واجبات کو بدرجہ اتم پورا کر رہے تھے، اطمینان وسکون قائم تھا، فتنہ واقع نہ ہوا تھا، یہ حضرات نفوس مطمئنہ کے حکم میں تھے، لیکن جب عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری ایام اور علی رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو نفوس لوامہ کی کثرت ہوئی جن سے اعمال صالحہ اور اعمال سیئہ دونوں کا ارتکاب ہوا، ان کے اندر ایمان ودین کے ساتھ شہوات اور شبہات رونما ہوئے، اور بعض ذمہ داران اور بعض رعایا سے اس کا صدور ہوا، اور بعد میں اس قسم کے لوگوں میں

---

❶ تحقیق مواقف الصحابة فی الفتنة (۱/ ۳۵٦)
❷ ذوالنورین عثمان بن عفان/ محمد مال الله ص (۹۹)
❸ الدولة الاموية/ يوسف العش ص (۱۳۳)
❹ دراسات فی عهد النبوة و الخلافة الراشدة ص (۳۸۲)

کثرت ہوئی، اور فتنہ رونما ہوا، جس کا سبب طرفین میں تقویٰ و طاعت میں مخلص نہ ہونا، اور خواہشات نفس اور معصیت کی تھوڑی آمیزش ہو جانا تھا۔ طرفین میں سے ہر ایک نے تاویل کی کہ وہ بھلائی کا حکم دے رہا ہے اور برائی سے روک رہا ہے اور وہ حق و عدل کے ساتھ ہے، نیز اس تاویل کے باوجود تھوڑی خواہشات وظن کی آمیزش رہی، اگرچہ طرفین میں سے ایک گروہ دوسرے کے مقابلہ میں حق سے زیادہ قریب تھا۔ ❶

یہ حقیقت اس گفتگو سے زیادہ واضح ہو جاتی ہے جو امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ایک متبع کے درمیان ہوئی۔ اس شخص نے عرض کیا: کیا بات ہے مسلمانوں نے آپ کی مخالفت کی اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی مخالفت نہیں کی؟ علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما مجھ جیسے لوگوں کے حاکم و والی تھے اور آج میں تم جیسے لوگوں کا حاکم و والی ہوں۔ ❷

امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ ان حالات سے بالکل واقف تھے جو معاشرہ میں رونما ہو رہے تھے، چنانچہ آپ نے امرائے مملکت (گورنروں) کے نام اپنے خط میں تحریر فرمایا:

> ''حمد و صلاۃ کے بعد! معلوم ہو کہ رعیت انتشار کا شکار ہے، اور حرص میں لگ چکی ہے، اس کے تین اسباب ہیں: ترجیح دی جانے والی دنیا، تیز رفتار باطل افکار و نظریات، اور لوگوں میں کینہ وحسد۔ اور امید ہے کہ ان چیزوں سے نفرت دلائی جائے تو حالات تبدیل ہو جائیں۔'' ❸

عثمان رضی اللہ عنہ کے دور کا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد ہونا:

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بعد فوراً عثمان رضی اللہ عنہ کا آنا، اور پھر دونوں کی طبیعتوں میں اختلاف کا وجود رعیت کے معاملات میں دونوں کے اسلوب اور طرز تعامل میں تبدیلی کا سبب بنا، جب کہ عمر رضی اللہ عنہ سخت طبیعت اور اپنے نفس اور ماتحتوں کا سختی سے احتساب کرنے والے تھے، عثمان رضی اللہ عنہ انتہائی نرم طبیعت اور معاملات میں نرمی برتنے والے تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ اپنا اور دوسروں کا محاسبہ اس طرح نہیں کر پاتے تھے جس طرح عمر رضی اللہ عنہ کرتے تھے، چنانچہ عثمان رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں: اللہ عمر پر رحم فرمائے، اس کی طاقت کس کو ہے جس کی طاقت عمر رضی اللہ عنہ کو تھی۔ ❹ اگرچہ لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے دور میں آپ کی طرف راغب ہوئے کیوں کہ آپ ان کے ساتھ انتہائی نرم تھے جب کہ عمر رضی اللہ عنہ ان پر سخت تھے، یہاں تک کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی لوگوں سے محبت ضرب المثل بن گئی۔

لیکن آخری دور میں آپ کے خلاف اعتراضات شروع ہوئے، اور اس کا سبب آپ کی نرم خوئی اور طبیعت کی لطافت تھی، جس کا اثر آپ کے دور اور عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں واقع ہونے والے واقعات کے درمیان فرق کے مظاہر میں رہا، عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کا پتہ تھا، چنانچہ آپ نے ان مجرمین سے کہا تھا جن کو قید کیا تھا: کیا تمھیں معلوم

❶ مجموع فتاویٰ/ ابن تیمیة (۲۸/ ۱۴۸۔ ۱۴۹)
❷ مقدمة ابن خلدون ص (۱۸۹)
❸ التمهيد و البيان ص (٦٤)
❹ تاريخ الطبری (٥/ ٤١٨)

ہے کہ یہ جرأت میرے خلاف تمہارے اندر کہاں سے آئی ہے یہ جرأت تمہارے اندر میری بردباری سے پیدا ہوئی ہے۔ ❶

جب آپ کے خلاف بغاوت کرنے والوں کی حقیقت لوگوں کے سامنے آئی اور ان کے راز نمایاں ہوئے اور عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے تمام اعتراضات کے شافی وکافی جوابات صحابہ کرام اور دیگر لوگوں کے سامنے دیے تو مسلمانوں ان بات پر بضد ہوئے کہ ان لوگوں کو قتل کر دیا جائے، لیکن عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے حلم و بردباری کی وجہ سے یہ کہتے ہوئے چھوڑ دیا کہ ہم ان کو معاف کر دیں گے، اور قبول کریں گے، اور اپنی کوشش بھر ان کو سمجھائیں گے، اور ہم کسی پر حد جاری نہیں کریں گے جب تک کسی واجب حد عمل کا ارتکاب نہ کرے اور کفر ظاہر نہ کرے۔ ❷

مدینہ سے اکابرین کا منتقل ہو جانا:

عمر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین میں سے قریشی اکابرین پر پابندی لگا رکھی تھی کہ مدینہ سے منتقل نہیں ہو سکتے، بغیر اجازت اور متعین مدت کے وہ مدینہ سے باہر نہیں جا سکتے۔ اس پابندی کی وجہ سے لوگ آپ سے نالاں ہوئے، اور یہ باتیں عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچیں تو آپ نے خطاب فرمایا:

> ''خبردار میں نے اسلام میں اونٹ کا طریقہ جاری کیا ہے جو چھوٹا بچہ ہوتا ہے پھر دانتہ ہوتا ہے پھر چار دانت والا ہوتا ہے پھر چھ دانت والا ہوتا ہے پھر ناب (کچلی) آتی ہے اور نو سالہ جوان ہو جاتا ہے۔ خبردار! جوانی کے بعد کمی ہی رونما ہوتی ہے۔ خبردار ہو جاؤ اسلام جوان ہو چکا ہے۔ خبردار قریش کے لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے دوسرے بندوں کے علاوہ وہی اللہ کے مال کو جمع کریں۔ خبردار جب تک ابن خطاب زندہ ہے یہ نہیں ہو سکتا، میں حرہ کی گھاٹیوں کے درے کھڑا ہوں اور قریش کے گلے اور کمر کو پکڑ کر جہنم کی آگ میں گرنے سے بچا رہا ہوں۔'' ❸

عمر رضی اللہ عنہ ان صحابہ کے سلسلہ میں یہ خطرہ محسوس کرتے تھے کہ مبادا وہ مفتوحہ شہروں میں پھیلیں اور مال و جائداد میں توسع کے شکار ہوں، چنانچہ جب ان مہاجرین میں سے کوئی آپ سے باہر جانے کے لیے اجازت طلب کرنے آتا تو آپ اس سے کہتے: جو غزوات تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیے ہیں وہ تمہارے لیے آج کے غزوات سے بہتر ہیں، خبردار نہ تم دنیا کو دیکھو اور نہ تمہیں دنیا ہی دیکھے۔ ❹ لیکن عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں مدینہ سے نکلنے کی اجازت دے دی، اور ان کے ساتھ نرمی برتی۔ امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب عثمان رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت سنبھالی تو مہاجرین کو چھوڑ دیا، وہ شہروں میں پھیل گئے اور لوگ ان کے گرد جمع ہوئے، لہٰذا آپ ان کے

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٢٥٠)

❷ تحقیق مواقف الصحابة فی الفتنة (١/ ٣٦٤)

❸ تاریخ الطبری (٥/ ٤١٣) ❹ تاریخ الطبری (٥/ ٤١٤)

نزدیک عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب قرار پائے۔ ❶ اس توسع کا نتیجہ یہ ہوا کہ قریش کے لوگوں نے مختلف شہروں میں جائدادیں بنالیں، اور لوگ ان کے گرویدہ ہوئے۔ ❷ اور ایک روایت میں ہے کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کے ساتھ وہ سختی نہیں کی جو سختی عمر رضی اللہ عنہ کرتے تھے، لہٰذا یہ شہروں میں پھیلے، جب انہوں نے ان شہروں اور دنیا کا مشاہدہ کیا اور لوگوں نے انہیں دیکھا تو ان کے گرد ایسے لوگ جمع ہوئے جنھیں اسلام میں کوئی خصوصیت حاصل نہ تھی، اس کی وجہ سے لوگوں میں ان کو مقام ملا، پھر یہ مختلف جماعتوں میں بٹ گئے اور آگے بڑھے، اور کہا: جب یہ زمام حکومت سنبھالیں گے تو ہم انہیں پہچانتے ہوں گے کیوں کہ پہلے سے ہم ان کے قریب رہ چکے ہیں چنانچہ یہ پہلی کمزوری تھی جو اسلام میں داخل ہوئی عوام میں سب سے پہلا فتنہ یہی رونما ہوا۔ ❸

جاہلی عصبیت:

ابن خلدون کا بیان ہے: جب فتوحات تکمیل کو پہنچیں، ملت اسلامیہ کے لیے سلطنت مکمل ہوگئی، عرب سرحدی شہروں بصرہ، کوفہ، شام و مصر میں سکونت پذیر ہوگئے، اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور آپ کے اخلاق و عادات کی اقتداء سے سرفراز ہونے والے مہاجرین، انصار، قریش اور اہل حجاز رہے جب کہ باقی عرب بنو بکر، عبدالقیس، ربیعہ، ازد، کندہ، تمیم، قضاعہ وغیرہ میں سے قلیل افراد کے علاوہ کو صحبت کا یہ مقام نہ مل سکا، لیکن اسلامی فتوحات میں ان لوگوں نے کارہائے نمایاں انجام دیے تھے اور اس کو اپنی خصوصیات شمار کرتے تھے، نیز اپنے فضلاء بزرگ یعنی سابقون اولون کی فضیلت کے معترف تھے اور ان کے حق کو سمجھتے تھے، نبوت و وحی اور فرشتوں کے نزول کے سلسلہ میں ایک طرح کی حیرت و تعجب کا شکار تھے، لہٰذا جب یہ سیلاب رواں رکا اور تھوڑی غفلت طاری ہوئی، دشمن ذلیل ہوا سلطنت پھیل گئی اور جاہلی رگیں پھڑک رہی تھیں اور دیکھا کہ مہاجرین و انصار اور قریش و دیگر لوگ ان پر قیادت کر رہے ہیں تو ان نفوس نے اسے قبول کرنے سے انکار کیا، اور یہ سب کچھ عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیش آیا آپ کے گورنروں پر طعن و تشنیع شروع ہوا، بات بات پر ان پر تنقیدیں ہونے لگیں، ان کی اطاعت سے گریز کرنے لگے، ان کی معزولی و تبدیلی کا مطالبہ ہونے لگا اور عثمان رضی اللہ عنہ پر نکیر کرنے لگے۔ ان کے متبعین میں یہ بات پھیل گئی پھر وہ اپنے اپنے مقام پر ظلم کی باتیں کرنے لگے اور اس کی خبریں مدینہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پہنچیں شکوک و شبہات کو عام ہونے کا موقع ملا اور عثمان رضی اللہ عنہ کی معزولی کی باتیں عام ہوگئیں۔ اس صورت حال میں عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض امراء کو معزول کر دیا، اور صورت حال کا صحیح جائزہ لینے کے لیے لوگوں کو صوبوں میں روانہ کیا تاکہ صحیح رپورٹ پیش کریں...... یہ لوگ جائزہ لے کر واپس

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٤١٤)

❷ تاریخ الطبری (٥/ ٤١٣)

❸ تاریخ الطبری (٥/ ٤١٤)

ہوئے اور یہ رپورٹ پیش کی کہ صورت حال بالکل صحیح ہے، افواہیں غلط ہیں، کوئی قابل اعتراض چیز نہیں دیکھی گئی، اور عوام وخواص کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ❶

اسلامی فتوحات کا رک جانا:

عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری دور میں طبعی اور بشری رکاوٹوں کے سامنے اسلامی فتوحات کا سلسلہ رک گیا اور آگے نہ بڑھا خواہ فارس کی سمت میں ہو یا شام کی سمت میں یا افریقہ (تونس) کی جہت میں، جس کے نتیجہ میں مال غنیمت کی آمدنی بند ہوگئی۔ دیہاتی یہ سوال کرنے لگے کہ مال غنیمت کیا ہوا اور مفتوحہ زمینیں کدھر گئیں؟ انہیں یہ لوگ اپنا حق سمجھتے تھے۔ ❷ اور یہ باطل افواہیں لوگوں میں پھیلیں اور عثمان رضی اللہ عنہ کو متہم قرار دیا گیا کہ وہ ان مفتوحہ زمینوں میں اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق تصرف کر رہے ہیں، اور جس کو چاہتے ہیں جاگیر عطا کر دیتے ہیں، اس پروپیگنڈہ کا دیہاتیوں پر زبردست اثر ہوا کیوں کہ ان کے پاس کوئی کام نہ تھا، اپنے اوقات کا ایک حصہ کھانے پینے اور سونے میں خرچ کرتے تھے اور ایک حصہ ملکی سیاست پر تبصرہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے تصرفات سے متعلق سبائیوں کی پھیلائی ہوئی افواہوں میں صرف کرتے۔ اس صورت کا احساس و ادراک عثمان رضی اللہ عنہ کے گورنر عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو ہوا، چنانچہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں اپنے گورنروں سے مشورہ طلب کیا۔ آپ اپنے گورنروں سے برابر مشورہ کرتے رہتے تھے، اور انہیں حکم دیتے کہ وہ اس سلسلہ میں پوری کوشش کریں، اور اپنے مشوروں سے مطلع کرتے رہیں۔ تو عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مشورہ دیا کہ لوگوں کو جہاد کا حکم دیں اور انہیں جہاد میں اس قدر مشغول کر دیں کہ انہیں سر کھجانے کا موقع نہ رہے۔ ❸

فکر ونظر کے اس ماحول میں وہ افراد جو غزوات کے عادی تھے اور دین کو کچھ زیادہ نہیں سمجھا تھا اور اس کی فہم وبصیرت سے عاری رہے، ان سے ہر برائی کی توقع کی جا سکتی ہے ان دیہاتیوں کو کوئی بھی بھڑکا سکتا ہے، اور پھر فتنہ وفساد برپا کرنے کے لیے وہ بھڑک سکتے ہیں، اور بالفعل ایسا ہی ہوا، چنانچہ فتوحات کے رک جانے کی وجہ سے ان دیہاتیوں نے فتنہ برپا کرنے میں حصہ لیا، اور اس کے پھوٹ پڑنے کا سبب بنے۔ ❹

پرہیز گاری وورع کا غلط مفہوم:

شریعت اسلامیہ میں ورع اور پرہیز گاری اچھی چیز ہے، ورع کہتے ہیں کہ انسان غیر مباح کام میں واقع ہونے کے خوف سے مباح کام کو چھوڑ دے۔ چنانچہ ورع درحقیقت اللہ کی محبت میں اور اللہ کی خاطر مباحات سے رک جانے کا نام ہے۔ ورع ایک انفرادی چیز ہے، اس کے لیے یہ تو درست ہے کہ اپنے نفس سے اس کا مطالبہ

❶ تاریخ ابن خلدون (۲/ ٤٧٧) ❷ تحقیق مواقف الصحابة فی الفتنة (۱/ ۳٤٤)
❸ تاریخ الطبری (۲/ ۳٤٠) ❹ تحقیق مواقف الصحابة فی الفتنة ص (۳۵۳)

کرے لیکن اس کے لیے یہ مناسب نہیں کہ دوسروں سے اس کا مطالبہ کرنے اور انہیں ایسا کرنے پر مجبور کرے، سب سے خطرناک ورع جاہلی ورع ہے جس میں مباح کو حرام یا فرض قرار دے دیا جائے، اس بیماری میں عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف فتنہ برپا کرنے والے گرفتار ہوئے۔ ❶ اعدائے اسلام نے ان کے ان احساسات کا استغلال کیا اور ان کے اندر اس کی پھونک ماردی، چنانچہ عثمان رضی اللہ عنہ نے جو مباحات اور مصالح اختیار کیے اسے جاہلوں نے اسلام سے بغاوت اور سنت سابقہ میں تغیر وتبدیلی تصور کیا، اور ان کی نگاہوں میں یہ مسائل سنگین نظر آئے، پھر انہوں نے خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کو حلال کر لیا، یا اس طرح کے لوگوں کا بھرپور ساتھ دیا اور ہمیشہ کے لیے مسلمانوں پر فتنہ کا دروازہ وا کر دیا، اس جاہلی ورع و پرہیز گاری کا مشاہدہ آج ہم بعض مسلمانوں کے تصرفات میں کر رہے ہیں جو اسلامی احکام کو اپنے خواہشات وتصورات یا عادات وتقالید کے موافق ڈھالنا چاہتے ہیں۔ ❷

جاہ طلبی:

صحابہ کی اولاد میں کچھ لوگ ایسے تھے جو اپنے آپ کو حکومت وسلطنت کا زیادہ مستحق سمجھتے تھے لیکن ان کے سامنے اس کے راستے بند تھے، عام طور سے ایسے لوگ جب اپنی امنگوں کی تکمیل کے لیے کوئی راستہ نہیں پاتے ہیں تو ہر انقلابی کارروائی میں اپنے آپ کو داخل کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں، پس ایسے افراد کا علاج انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ ❸

کینہ وروں کی سازش:

اسلام میں وہ منافقین داخل ہوئے جو اپنے مقاصد میں ناکام رہے تھے ان کے اندر بغض وکینہ، چالاکی و مکاری بھری تھی، انہوں نے نقطۂ ضعف کو معلوم کر لیا جس سے وہ فتنہ برپا کرنے میں کامیاب ہو سکتے تھے، اور پھر انہیں کچھ ان کی بات سننے والے مل گئے جس کے نتیجہ میں جو کچھ ہونا تھا ہوا۔ ❹

اس سے قبل ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ یہود ونصاریٰ اور فارسی یہ سب اسلام اور اسلامی سلطنت سے خار کھائے ہوئے بغض وحسد میں ڈوبے تھے، یہاں اس فہرست میں ان لوگوں کا اضافہ کر لیجیے جنھیں کسی جرم کے ارتکاب میں سزا دی گئی تھی یا ان پر حد جاری کی گئی تھی اور خلیفہ یا اس کے گورنروں نے ان کی گرفت کی تھی، خاص کر بصرہ وکوفہ اور مصر و مدینہ میں بہرحال اس صورت حال میں اس سے حاقدین یہود ونصاریٰ اور فارسیوں اور جرائم پیشہ لوگوں نے فائدہ اٹھایا، اور لوگوں کو بھڑکایا جن میں اکثریت ان بدوؤں کی تھی جنھیں دین کا صحیح فہم و بصیرت حاصل نہ تھی۔ ان لوگوں کی ایک ایسی جماعت تیار ہوگئی جن سے جو لوگ بھی ملے اور گفتگو کی انہوں نے انہیں شر پسند ہی قرار دیا، اور ان کے یہ اوصاف بیان کیے: صوبوں کے فسادی لوگ، قبائل کے جھگڑالو لوگ،

❶ الاساس فی السنۃ (٤/ ١٦٧٦)
❷ احداث و احادیث فتنۃ الھرج ص (٥١٧)
❸ الاساس فی السنۃ (٤/ ١٦٧٦)
❹ الاساس فی السنۃ (٤/ ١٦٧٦)

چشموں پر رہنے والے اور مدینہ کے غلام، ❶ عرب کے بے وقوف، ❷ ادنیٰ درجہ کے گئے گزرے لوگ، شرارت پر متفق ❸ بے وقوف، فقہ و بصیرت سے عاری ❹ کمینے، قبائل کے اوباش، ❺ سنگ دل وحشی، قبائل کے فسادی اور رذیل لوگ، نیچے درجے کے کمینے ❻ شیطان کے آلہ کار۔ ❼

تاریخی مراجع اور مصادر میں عبداللہ بن سبا یہودی کا نام ان شرپسند حاقدین کے ساتھ مذکور ہے کہ یہ یہودی تھا پھر اسلام ظاہر کیا، کسی نے اس کے عزائم و مقاصد کو نہیں ٹٹولا، اور پھر یہ شخص اسلامی شہروں میں مسلمانوں کی طرح چکر لگاتا رہا۔ ❽ ان شاء اللہ عنقریب اس سے متعلق مستقل طور پر تفصیل بیان ہوگی۔

عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف اعتراضات و بغاوت کی آگ بھڑکانے کی محکم تدبیر:

مختلف ملے جلے اسباب وعوامل کے نتیجہ میں معاشرہ افواہوں اور الٹی سیدھی باتوں کو قبول کرنے کے لیے تیار تھا، اور زمین اس کے لیے سازگار تھی اور معاشرہ خلاف ورزیاں اخذ کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا، فتنہ برپا کرنے والے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بہانے امراء اور گورنروں پر تنقید وطعن پر متفق ہو چکے تھے، اور لوگوں کو اپنا ہم نوا بنا لیا تھا اور خود عثمان رضی اللہ عنہ پر خلیفہ ہونے کی حیثیت سے طعن و تشنیع شروع ہو چکا تھا، اگر ہم ان اتہامات اور دعووں کو جمع کریں جو خلیفہ کے خلاف پھیلائے گئے تھے تو انہیں پانچ خانوں میں جمع کر سکتے ہیں:

۱۔ خلافت سے قبل کے ذاتی مواقف: بعض غزوات اور مواقع سے غائب رہنا۔

۲۔ مالی سیاست: عطیے اور چراگاہیں۔

۳۔ انتظامی و اداری سیاست: اقرباء کی تولیت، طریقہ تولیت۔

۴۔ ذاتی یا مصالح امت کے پیش نظر اجتہادات: منیٰ میں اتمام صلاۃ، جمع قرآن، مسجد نبوی میں توسیع۔

۵۔ بعض صحابہ کے ساتھ آپ کا معاملہ: عمار، ابوذر، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم۔ ❾

ان تمام اتہامات کے سلسلہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے موقف کی وضاحت ہم اپنے مقام پر کر چکے ہیں، اب صرف عمار رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں وضاحت باقی ہے ان شاء اللہ اس سلسلہ میں گفتگو آرہی ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف تنقید و مطاعن کو بیان کرنے میں مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا، خواہ آپ کے دور میں ہو جب کہ آپ نے ان کا مسکت جواب دیا تھا اور خواہ بعد کے ادوار میں راویان اور مصنفین کے یہاں ہو، لیکن یہ صحیح نہیں ہیں اور یہ اس حد کو نہیں

---

❶ دراسات فی عهد النبوة و الخلافة الراشدة ص (۳۹۲)
❷ ایضاً
❸ الطبقات (۳/ ۷۱)
❹ دراسات فی عهد النبوة و الخلافة الراشدة ص (۳۹۲)
❺ شذرات الذهب (۱/ ٤٠)
❻ شرح صحيح مسلم (۱۵/ ۱٤۸، ۱٤۹)
❼ تاریخ الطبری (۵/ ۳۲۷)
❽ دراسات فی عهد النبوة و الخلافة الراشدة ص (۳۹۳)
❾ دراسات فی عهد النبوة و الخلافة الراشدة (۳۹٤)

پہنچتی ہیں کہ خلیفہ کے قتل کا سبب ثابت ہوں۔ ❶

تاریخ طبری وغیرہ کتب تاریخ میں مکتوب اور مجہول اور ضعیف اخباریوں اور رافضیوں کی سند طریق سے مروی مذکورہ اعتراضات خلفاء وائمہ کی سیرتوں سے متعلق حقائق کے خلاف عظیم مصیبت ثابت ہوئے ہیں۔ خاص طور سے اضطرابات وفتن کے ادوار میں، اور افسوس کی بات ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی سیرت کو اس سلسلہ میں حظ وافر ملا ہے۔ آپ کی روشن سیرت کو داغدار کر کے اور اس کو مسخ کر کے لوگوں کو آپ کے خلاف برانگیختہ کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کو بذات خود اس کا علم ہو گیا تھا، اس لیے آپ نے اپنے امراء اور گورنروں کے نام تحریر فرمایا: حمد وصلاۃ کے بعد معلوم ہو رعیت انتشار کا شکار ہے، حرص میں لگ چکی ہے اور اس کے تین اسباب ہیں: ترجیح دی جانے والی دنیا، تیز رفتار باطل افکار ونظریات اور سینوں میں چھپا ہوا کینہ وحسد۔ ❷

امام ابن العربی رحمہ اللہ ان تمام اعتراضات سے متعلق فرماتے ہیں: ظالموں نے کذابوں کی روایتوں کے سہارے یہ کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں مظالم ومنکرات کا ارتکاب کیا حالاں کہ یہ سب کا سب سند ومتن دونوں اعتبار سے باطل ہے۔ ❸

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ معصوم نہ تھے، فرماتے ہیں: قاعدہ کلیہ ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو معصوم نہیں مانتے، بلکہ خلفاء اور دیگر لوگوں سے غلطیاں اور گناہ صادر ہو سکتے ہیں، وہ اس سے توبہ کرتے ہیں اور ان کی ڈھیر ساری نیکیاں اور ابتلاء ومصائب ان کے لیے کفارۂ سیئات ثابت ہوتے ہیں، اور ان کے علاوہ امور بھی ان کے لیے کفارہ ہو سکتے ہیں تو جو کچھ عثمان رضی اللہ عنہ سے متعلق منقول ہے وہ غلط ہے یا گناہ، عثمان رضی اللہ عنہ کو اسباب مغفرت مختلف شکلوں میں حاصل ہیں۔ آپ کی طاعت اور نیکیاں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت، بلکہ مصیبت کے ساتھ جنت کی بشارت ❹ اور پھر آپ نے ان تمام اعتراضات سے جو آپ پر اٹھائے گئے توبہ کی اور بہت بڑی آزمائش سے دوچار ہوئے۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی خطاؤں کو معاف کر دیا، اور صبر کا دامن تھامے رکھا یہاں تک کہ آپ مظلوم شہید ہوئے۔ اور یہ سب سے عظیم چیز ہے جس سے اللہ خطائیں معاف کر دیتا ہے۔ ❺

لوگوں کو برانگیختہ کرنے والے وسائل واسلوب اختیار کرنا:

لوگوں کو برانگیختہ کرنے والے وسائل میں سب سے اہم اسلوب سنسنی خیز افواہوں کی اشاعت تھی۔ پھر

❶ دراسات فی عهد النبوة و الخلافة الراشدة ص (٤٠٠)

❷ التمهيد والبيان ص (٦٤)

❸ العواصم من القواصم ص (٦١-٦٣)

❹ مسلم ، فضائل الصحابة (٤/ ١٨٦٧-١٨٦٩)

❺ ذوالنورين عثمان بن عفان/ محمد مال الله ص (٦٣)

لوگوں کو آپ کے خلاف بھڑکانا، اور براہ راست لوگوں کے سامنے خلیفہ سے مناظرہ ومجادلہ پر اتر آنا اور گورنروں کے خلاف طعن وتشنیع اور اعتراضات کی بھرمار تھی۔ اسی طرح اکابرین صحابہ ام المومنین عائشہ، علی، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم کے نام منسوب جعلی اور من گھڑت خطوط پھیلانا اور پھر یہ اشاعت کرنا کہ علی رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ حق دار ہیں، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے وصی ہیں، بصرہ کوفہ اور مصر میں خلیفہ مخالف تنظیم قائم کرنا، اور ہر شہر میں چار چار جماعتیں تشکیل دینا جو اس بات کی دلیل ہے کہ پہلے سے اس کی منصوبہ بند تدبیر کی گئی تھی، اور مدینہ والوں کو باور کرایا کہ یہ لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دعوت پر مدینہ آئے ہیں۔ اور پھر حالات کو اس قدر کشیدہ کیا کہ قتل کی شکل میں نتیجہ ظاہر ہوا۔ ان وسائل کے ساتھ ساتھ انہوں نے مختلف نعرے استعمال کیے مثلاً تکبیر، اور یہ کہ ان کا یہ جہاد ظلم کے خلاف ہے، وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کر رہے ہیں، گورنروں کی تبدیلی اور معزولیت کا مطالبہ، اس مطالبہ نے ترقی کرتے ہوئے خلیفہ کی برطرفی کی شکل اختیار کر لی، پھر ان کی جرأت اس قدر بڑھی کہ خلیفہ کو قتل کرنے میں تیزی دکھائی، خاص کر جب انہیں یہ خبر ملی کہ خلیفہ کی نصرت کے لیے صوبوں سے کمک پہنچ رہی ہے، خلیفہ پر گرفت کے جذبات بھڑکے، اور کسی بھی طرح خلیفہ کو قتل کرنے کا شوق بڑھا۔ ❶

فتنے برپا کرنے میں سبائیوں کا اثر

سبائی تحریک، حقیقت یا خیال:

متقدمین کا بلا استثناء عبداللہ بن سبا کے وجود پر اجماع ہے، معاصرین میں سے تھوڑے سے لوگوں نے اس سے اختلاف کیا ہے جن میں اکثر شیعہ ہیں، انکار کرنے والوں کا کہنا ہے کہ یہ سیف بن عمر تمیمی کا من گھڑت تصور ہے کیوں کہ علمائے جرح وتعدیل نے روایت حدیث میں اس شخص پر تنقید کی ہے، لیکن علماء نے تاریخی روایات کے سلسلہ میں اس کو حجت مانا ہے اور بہت سی روایتیں تاریخ ابن عساکر میں وارد ہیں جن میں عبداللہ بن سبا کا ذکر ہے، لیکن ان روایتوں کے راویوں میں سیف بن عمر تمیمی نہیں ہے، اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے بعض روایتوں کو باعتبار سند صحیح قرار دیا ہے۔ یہ ان بہت سی روایات کے علاوہ ہیں جو شیعی کتب میں عبداللہ بن سبا سے متعلق وارد ہیں ہیں خواہ وہ ان کی فرق کی کتابیں ہوں، یا رجال کی، یا حدیث کی، اور پھر ان روایات میں سیف بن عمر کا قریب وبعید کہیں سے بھی ذکر نہیں ہے۔

بعض محققین نے عبداللہ بن سبا❷ کی شخصیت کو مشکوک قرار دینے کی کوشش کی ہے، اس کو وہمی شخصیت قرار

❶ دراسات فی عہد النبوۃ و الخلافۃ الراشدۃ ص (۴۰۲)

❷ عبداللہ بن سبا جس کا لقب ابن السوداء تھا صنعاء کا ایک یہودی تھا، عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلام ظاہر کیا، شام، عراق اور مصر میں اس کی تحریک پروان چڑھی، مسلمانوں کو دین سے پھیرنے اور خلیفہ کی اطاعت سے برگشتہ کرنے کے لیے منصوبہ بند تحریک چلائی اور تخریبی افکار پھیلائے اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف وانشقاق پیدا کیا۔ دیکھیے: تحقیق مواقف الصحابۃ فی الفتنۃ (۱/ ۲۸۴)

دیتے ہوئے بلا حجت و برہان اس کے وجود ہی سے انکار کیا ہے، لیکن جن حضرات نے ابن سبا کے وجود کا انکار کیا ہے وہ مستشرقین کا ایک گروہ، عرب ریسرچ اسکالروں کی ایک ٹولی اور اکثر شیعہ معاصرین ہیں۔

تعجب ہے یہ مستشرقین اور ان کے دم چھلے روافض اور مغرب نواز، عبداللہ بن سبا کی شخصیت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک وہمی شخصیت ہے، اس کا کوئی وجود نہ تھا۔ جہالت و بے حیائی کی اس حد تک یہ لوگ پہنچ چکے ہیں۔ تاریخ و فرق کی کتابیں اس کے ذکر سے بھری پڑی ہیں، اس کے کرتوت و افعال کو راویوں نے نقل کیا ہے اور اس کی خبروں سے آفاق پر ہیں۔ مورخین، محدثین، فرق و ملل و نحل کے مصنفین، طبقات، ادب اور انساب کے مولفین جنھوں نے سبائیوں کا ذکر کیا ہے، سب عبداللہ بن سبا کے وجود پر متفق ہیں جس کا ذکر اہل سنت کی کتابوں میں بھی آیا ہے اور شیعوں کی کتابوں میں بھی آیا ہے۔ عبداللہ بن سبا کی شخصیت تاریخی اور حقیقی شخصیت ہے۔ فتنہ کی روایات اور اس میں عبداللہ بن سبا کے کروار کا ذکر صرف تاریخ طبری اور سیف بن عمر تمیمی کی روایات پر منحصر نہیں بلکہ یہ روایات متقدمین کی روایات اور اسلامی تاریخ کے واقعات، اور فرقوں کے آراء و افکار پر نگاہ رکھنے والی کتابوں میں بھری پڑی ہیں، تاریخ طبری کی خصوصیت صرف یہ ہے کہ اس میں سب سے زیادہ مواد اور تفصیل مذکور ہے۔ بلا سند اور بلا دلیل ان واقعات میں تشکیک پیدا کرنا، ان تمام روایات و اخبار کو سرے سے ملیا میٹ کرنا اور ان تمام مورخین و علماء کو نادان و بے وقوف قرار دینا درحقیقت تاریخی حقائق کو جعلی قرار دینا ہے۔ نصوص اور روایات کے انبار کے مقابلہ میں محض عقلی استنتاج کو کبھی صحیح منہج نہیں قرار دیا جا سکتا ہے اور نہ کبھی ایسا رہا ہے۔ کیا منہجیت یہی ہے کہ ان تمام قدیم و جدید ڈھیر سارے مصادر و مراجع سے اعرض کرلیا جائے جو عبداللہ بن سبا کے وجود کو ثابت کرتے ہیں؟ ❷

عبداللہ بن سبا کا ذکر اہل سنت کی کتابوں میں بہت آیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

❀ سبائیوں کا ذکر اعشی ہمدان ❸ (متوفی ۸۳ھ) نے اپنے شعر میں کیا، چنانچہ اس نے مختار بن ابی عبید ثقفی اور اس کے کوفہ کے معاونین کی ہجو کرتے ہوئے اس وقت یہ شعر کہا جب کوفہ کے شرفاء کے ساتھ بھاگ کر بصرہ پہنچا:

---

❶ تحقیقی مواقف الصحابة فی الفتنة (۱/ ۷۰) کتاب دعاوی الانقاذ للتاریخ الاسلامی الانقاذ للدکتور سلیمان بن حمد العودة۔ یہ کتاب مصنف نے علی حسن فرحات مالکی کے ردّ میں لکھی ہے اور اس میں ان سندوں کو بالتفصیل ذکر کیا ہے جو امام البانی پر پیش کی گئیں اور آپ نے ان پر حکم لگایا۔

❷ اس کا نام عبدالرحمٰن بن حارث ہمدانی ہے، اعشی ہمدان کے نام سے معروف ہے، فارسی شاعر ہے فقہاء و قراء میں سے ہے لیکن شاعر کی حیثیت سے معروف ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں: مشہور بے دھڑک شاعر ہے، عبادت گزار اور فاضل تھا، ۸۳ھ میں قتل ہوا۔

شهـــدت عـــليـــكـــم انـــكـــم سبـــئية
وإنـــي بـــكـــم يـــا شـــرطة الـــكـــفـــر عـــارف ❶

''تمہارے سلسلہ میں میری یہ شہادت ہے کہ تم سب سبائی ہو، اور اے کفر کے سپاہیو! میں تم سب کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔''

❀ امام شعبی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۳ھ) سے مروی ہے کہ سب سے پہلے جھوٹ بولنے والا عبداللہ بن سبا ہے۔ ❷

❀ ابن حبیب ❸ (متوفی ۲۴۵ھ) نے عبداللہ بن سبا کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ایک حبشی عورت کا بیٹا تھا۔ ❹

❀ ابو عاصم خشیش بن اصرم ❺ (متوفی ۲۵۳ھ) نے اپنی کتاب ''الاستقامہ'' میں علی رضی اللہ عنہ کا عبداللہ بن سبا کے ساتھیوں کو جلا دینے کی خبر روایت کی ہے۔

❀ جاحظ ❻ (متوفی ۲۵۵ھ) ان اوائل لوگوں میں سے ہے جنھوں نے عبداللہ بن سبا کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ❼ لیکن اس کی روایت عبداللہ بن سبا سے متعلق قدیم ترین نہیں ہے جیسا کہ ڈاکٹر جواد علی کا خیال ہے۔ ❽

❀ علی رضی اللہ عنہ کا زنادقہ کو جلانے کا واقعہ صحاح وسنن ومسانید کی صحیح روایات سے ثابت ہے۔ ❾ عبداللہ بن سبا اور اس کے گروہ کے لیے زنادقہ کا لفظ کوئی انوکھا نہیں ہے۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رفض وتشیع کا آغاز عبداللہ بن سبا زندیق سے ہوا ہے۔ ❿ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن سبا متعصب زنادقہ میں سے تھا اور ضال ومضل تھا۔ ⓫ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن سبا متعصب زنادقہ میں سے تھا، اس کے متبعین ہیں جنھیں سبئیہ (سبائی) کہا جاتا ہے، جو علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا عقیدہ رکھتے ہیں، علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں انہیں آگ میں جلا دیا تھا۔ ⓬

---

❶ دیوان اعشی همدان ص (١٤٨)
❷ تاریخ دمشق/ ابن عساکر (٩/ ٣٣١)
❸ یہ محمد بن حبیب بن امیہ ہاشمی ہے جو انساب، تاریخ، لغت اور شعر کا عالم گزرا ہے۔ ۲۴۵ھ میں اس کی وفات ہوئی۔ تاریخ بغداد (٢/ ٢٧٧)
❹ المحبر/ ابن حبیب ص (٣٠٨) عبدالله بن سبا/ العودة ص (٥٣)
❺ یہ خشیش بن اصرم بن اسود النسائی ہے امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ (٢/ ٥٥١) میں اس کا تذکرہ کیا ہے، شذرات الذهب (٢/ ١٢٩)
❻ یہ عمرو بن بحر بن محبوب الکنانی ہے، ادب وعلم کا امام گزرا ہے، اس کی وفات ۲۵۵ھ میں ہوئی۔ وفیات الاعیان (٣/ ٤٧٠)
❼ البيان والتبيين (٣/ ٨١)
❽ تحقيق مواقف الصحابة (١/ ٢٩٠)، عبدالله بن سبا/ العودة ص (٥٣)
❾ تحقيق مواقف الصحابة (١/ ٢٩٠)
❿ مجموع الفتاوى (٢٨/ ٤٨٣)
⓫ ميزان الاعتدال/ الذهبي (٢/ ٤٢٦)
⓬ لسان الميزان / احمد بن حجر (٣/ ٣٦٠)

❀ ابن سبا کا تذکرہ جرح وتعدیل کی کتابوں میں موجود ہے۔ ابن حبان رحمہ اللہ (متوفی ۳۵۴ھ) فرماتے ہیں: محمد بن سائب کلبی عبداللہ بن سبا کے ساتھیوں میں سے ایک سبائی تھا، جن کا عقیدہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی وفات نہیں ہوئی ہے، وہ دنیا میں قیامت سے قبل آئیں گے، یہ جب بدلی دیکھتے تو کہتے اس میں امیر المومنین ہیں۔ ❶

❀ اسی طرح علم الانساب کی کتابوں نے سبائیوں کی نسبت عبداللہ بن سبا کی طرف کی ہے، بطور مثال سمعانی ❷ (متوفی ۵۶۲ھ) کی کتاب الانساب ملاحظہ کریں۔ ❸

❀ ابن عساکر (متوفی ۵۷۱ھ) عبداللہ بن سبا کا تعارف کراتے ہوئے فرماتے ہیں: عبداللہ بن سبا جس کی طرف سبائی منسوب ہیں، غالی رافضی ہیں، اس کا تعلق یمن سے تھا، یہ یہودی تھا اور اس نے اوپر سے اسلام ظاہر کیا۔ ❹ عبداللہ بن سبا سے متعلق روایات کا بیان کرنے والا صرف سیف بن عمر نہیں ہے، بلکہ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں بہت سی روایات بیان کی ہیں جن کا راوی سیف بن عمر نہیں ہے۔ ان روایات سے عبداللہ بن سبا کے وجود کا ثبوت ملتا ہے اور اس سے متعلق اخبار واقعات کی تاکید ہوتی ہے۔ ❺

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں: رفض وتشیع کی اصل منافقین زنادقہ ہیں، عبداللہ بن سبا زندیق نے یہ بدعت ایجاد کی، علی رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں غلو کا مظاہرہ کیا، عقیدۂ امامت کی دعوت دی اور اس پر نص کا دعویٰ کیا اور علی رضی اللہ عنہ کی عصمت کا دعویٰ کیا۔ ❻

❀ امام شاطبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۹۰ھ) نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ سبائیوں کی بدعت اعتقادی بدعت ہے، جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے الٰہ کے وجود سے متعلق ہے یہ بدعت دیگر بدعات سے مختلف ہے۔ ❼

❀ علامہ مقریزی (متوفی ۸۴۵ھ) فرماتے ہیں: عبداللہ بن سبا علی رضی اللہ عنہ کے دور میں وصیت، رجعت اور تناسخ کی بدعت لے کر کھڑا ہوا۔ ❽

شیعی مراجع ومصادر نے بھی عبداللہ بن سبا کا تذکرہ کیا ہے:

❀ الکشی نے محمد بن قولویہ سے روایت کی ہے کہ مجھ سے سعید بن عبداللہ نے بیان کیا، اس نے کہا مجھ سے

---

❶ المجروحین من المحدثین / ابو حاتم التمیمی (۲/ ۲۵۳)

❷ ان کا نام عبدالکریم بن محمد سمعانی ہے، وفات ۵۶۲ھ میں ہوئی ہے۔ تذکرۃ الحفاظ/ الذہبی (۴/ ۱۳۱۶)

❸ الانساب / ابو سعید التمیمی (۷/ ۲۴)

❹ تاریخ دمشق / ابن عساکر (۹/ ۳۲۸۔۳۲۹)

❺ تحقیق مواقف الصحابۃ (۱/ ۲۹۸)، عبداللہ بن سبا / العودۃ، ص (۵۴)

❻ مجموع الفتاوی (۴/ ۴۳۵)

❼ الاعتصام / ابو اسحاق اللخمی (۲/ ۱۹۷)

❽ المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار / المقریزی (۲/ ۲۵۶۔۲۵۷)

یعقوب بن یزید اور محمد بن عیسیٰ نے علی بن مہزیار سے روایت کی اور اس نے فضالہ بن ایوب ازدی سے، اس نے ابان بن عثمان سے، اس نے کہا میں نے ابوعبداللہ (جعفر صادق) کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ کی لعنت ہو عبداللہ بن سبا پر، اس نے امیر المومنین (علی رضی اللہ عنہ) کے سلسلہ میں ربوبیت کا دعویٰ کیا۔ اللہ کی قسم امیر المومنین اطاعت گزار بندہ تھے، تباہی و بربادی ہو اس شخص کے لیے جو ہم پر جھوٹ باندھے، یقیناً کچھ لوگ ہمارے متعلق وہ باتیں کہتے ہیں جو ہم اپنے بارے میں نہیں کہتے، ہم اللہ کے حضور ان لوگوں سے اپنی براءت کا اظہار کرتے ہیں۔ ❶ یہ روایت سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔ ❷

❀ کتاب الخصال میں قمی نے اس روایت کو نقل کیا ہے، لیکن دوسری سند سے موصولاً بیان کیا ہے۔ اور "روضات الجنات" کے مصنف نے ابن سبا کا تذکرہ اپنی کتاب میں الصادق المصدوق سے کیا ہے، جنھوں نے ابن سبا پر لعنت بھیجی ہے اور اسے کذب وتزویر، افشائے راز اور تاویل سے متہم ٹھہرایا ہے۔ ❸

ڈاکٹر سلیمان بن العودہ نے اپنی کتاب میں ان نصوص کو ذکر کیا ہے جن سے شیعی کتب اور عبداللہ بن سبا کے ذکر سے ان کی مرویات بھری پڑی ہیں، یہ رجسٹرڈ دستاویزات ہیں جو ان متاخرین شیعہ کی تردید کرتے ہیں جو عبداللہ بن سبا سے متعلق روایات کی قلت یا ضعف کے بہانے اس کا انکار یا اس کے وجود میں تشکیک کرتے ہیں۔ ❹

یقیناً عبداللہ بن سبا کی شخصیت ایک تاریخی حقیقت ہے، سنی وشیعی جدید وقدیم تمام مراجع اس پر متفق ہیں، اس میں کوئی شبہ نہیں، اسی طرح اکثر مستشرقین کے یہاں بھی یہ مسلم ہے جیسے جولیس ولہاوزن، ❺ فان فولٹن، ❻ لیفی دیلا فیدا، ❼ گولڈ زیہر، ❽ رینولڈ نکلس، ❾ ڈوایٹ رونلڈسن، ❿ صرف تھوڑے سے مستشرقین نے ابن سبا کی شخصیت کو محل شک اور خرافہ قرار دیا ہے، جیسے کیتانی، برنارڈ لولیس، ⓫ فریڈ لنڈر۔ ⓬

یہ واضح ہونا چاہیے کہ ہم اپنے تاریخی واقعات سے متعلق ان کا اعتبار نہیں کرتے۔ جو بھی سنی اور شیعی مراجع کا استقراء کرے گا خواہ وہ جدید ہوں یا قدیم، اس کے سامنے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ عبداللہ بن سبا کا وجود حقیقت ہے، تاریخی روایات اس کو ثابت کرتی ہیں، عقائد کی کتابیں اس سے بھری پڑی ہیں اور حدیث، رجال،

---

❶ رجال الکشی (۱/ ۳۲٤)
❷ عبدالله بن سبا الحقيقة المجهولة / محمد على العلم ص (۳۰)
❸ عبدالله بن سبا/ سليمان العودة ص (٦٢)
❹ عبدالله بن سبا/ العوده ص (٦٢)
❺ الخوارج والشيعة/ يوليوس فلهاوزن ص (۱۷۰)
❻ السيادة العربية والشيعة والاسرائيليات / فان فولتن ص (۸۰)
❼ تحقيق مواقف الصحابة (۱/ ۳۱۲)
❽ العقيدة والشريعة الاسلامية/ جولد تسهير ص(۲۲۹)
❾ تاريخ الادب الادبى فى الجاهلية و صدر الاسلام ص (۲۳۵)
❿ عقائد الشيعة ص (۵۸)
⓫ اصول الاسماعيلية ص (۸٦)
⓬ تحقيق مواقف الصحابة (۱/ ۳۱۲)

انساب، ادب اور لغت کی کتابوں میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ بہت سے جدید محققین اور ریسرچ اسکالرز نے اس کو تسلیم کیا ہے۔ سب سے پہلے ابن سبا کی شخصیت کو مشکوک قرار دینے والے بعض مستشرقین ہیں، پھر اس نظریہ کی تائید اکثر جدید شیعوں نے کی اور بعض نے تو اس کے وجود ہی کا انکار کر دیا، اسی طرح اس کا شکار بعض وہ عرب معاصرین ہوئے جو مستشرقین کے افکار و خیالات کے دلدادہ ہیں، اور جدید شیعی تحریروں سے متاثر ہیں، لیکن ان سب کے پاس کوئی دلیل نہیں، صرف شک، مجرد وہم وگمان اور مفروضوں پر اپنی عمارت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ❶ جو حضرات ان سنی، شیعی اور استشراقی مراجع کی معرفت حاصل کرنا چاہتے ہیں جن میں ابن سبا کا تذکرہ ہے تو وہ ڈاکٹر محمد امحزون کی کتاب "تحقیق مواقف الصحابة فی الفتنة" اور ڈاکٹر سلیمان بن حمد العودة کی کتاب "عبداللّٰہ بن سبا و اثره فی احداث الفتنة فی صدر الاسلام" کا مطالعہ کریں۔

❶ تحقیق مواقف الصحابة (۱/ ۳۱۲)

فتنہ کی تحریک میں عبداللہ بن سبا کا کردار:

عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری سالوں میں مذکورہ تبدیلی کے اسباب وعوامل کے نتیجہ میں اسلامی معاشرہ کے افق پر اضطراب کے آثار رونما ہونا شروع ہوئے۔ بعض یہود اس موقع کے انتظار میں تھے اور انہوں نے فتنہ کے اسباب وعوامل کو اختیار کیا، اور اسلام کا لبادہ اور تقیہ کی چادر اوڑھ کر میدان میں اتر آئے، انھی میں سے عبداللہ بن سبا تھا جس کا لقب ابن السوداء تھا، جس طرح ابن سبا کے کردار کے سلسلہ میں مبالغہ آرائی صحیح نہیں ہے، جیسا کہ بعض لوگوں نے کیا ہے، ❶ اسی طرح اس کے کردار سے متعلق تشکیک بھی جائز نہیں۔ فتنہ برپا کرنے میں اس نے جو کردار ادا کیا ہے اس کو معمولی قرار نہیں دیا جا سکتا، فتنہ کے اسباب واعوامل میں اس کا کردار اہم ترین اور انتہائی خطرناک رہا ہے، اگرچہ وہ فضا فتنہ کے لیے سازگار تھی اور دیگر اسباب وعوامل نے اس کا ساتھ دیا تھا۔ ابن سبا ایسے افکار وعقائد لے کر آیا جس کو اس نے خود سے گھڑا، اور بدباطن یہودیت سے اخذ کیا، اور پھر اسلامی معاشرہ میں اپنے مقاصد کی برآری کے لیے اس کی ترویج واشاعت کرنے لگا۔ اس کا مقصد اسلامی معاشرہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنا، فتنہ کی آگ بھڑکانا اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف وانتشار کا بیج بونا تھا، یہ ان جملہ عوامل واسباب میں سے تھے جس کے نتیجہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ہوا، اور امت مختلف فرقوں اور پارٹیوں میں بٹ گئی۔ ❷

اس کے کرتوتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اس نے سچائی کی ترجمانی دعوں کو اساس بنایا اور اس پر اپنے فاسد مبادی کی بنیاد قائم کی، جو سادہ لوح، غالی اور باطل افکار وخواہشات کے حاملین کے درمیان خوب پھیلے، اس نے پر پیچ راستہ اختیار کیا، اور اپنے مریدوں کو دھوکہ دیا، اور وہ اس کے افکار ونظریات سے متفق ہو گئے، اس شخص نے قرآن کا سہارا لیا اور اپنے زعم فاسد کے مطابق اس کی تاویل شروع کی، چنانچہ اس نے کہا: لوگوں پر تعجب ہے کہ

❶ دیکھیے: سعید افغانی کی کتاب: عائشة والسياسة ❷ تحقیق مواقف الصحابة (۱/ ۳۲۷)

وہ یہ تو جانتے ہیں کہ عیسیٰ (علیہ السلام) قرب قیامت میں دنیا میں لوٹ کر آئیں گے، لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رجعت کی تکذیب کرتے ہیں، حالاں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ﴾ (القصص: ۸۵)

''جس اللہ نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے وہ آپ کو دوبارہ پہلی جگہ لانے والا ہے۔''

لہٰذا محمد صلی اللہ علیہ وسلم عیسیٰ علیہ السلام کی بہ نسبت رجعت کے زیادہ حقدار ہیں۔ ❶

اسی طرح اس نے دوسرے قیاس فاسد کا سہارا لیا اور علی رضی اللہ عنہ کے لیے وصیت کے اثبات کا دعویٰ کرتے ہوئے کہا: ''ہزار انبیاء گزرے ہیں اور ہر نبی نے اپنا ایک وصی چھوڑا ہے، اور علی رضی اللہ عنہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی ہیں۔''

نیز کہا: ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں، اور علی رضی اللہ عنہ خاتم الاوصیاء ہیں۔'' ❷

جب اس کے متبعین کے اندر یہ چیزیں جاگزیں ہوگئیں تو وہ اپنے منصوبہ ومقصد کی طرف آگے بڑھا اور وہ مقصد عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کا تھا اور یہ بعض لوگوں کی خواہشات کے عین موافق ثابت ہوا۔ اس نے لوگوں سے کہنا شروع کیا کہ بھلا بتاؤ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو نافذ نہ ہونے دے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی کی کرسی پر کود کر بیٹھ جائے، اور خلافت کو اپنے ہاتھ میں لے لے؟ پھر یہ کہنا شروع کیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے بغیر حق کے خلافت لی ہے، ان کا یہ حق نہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی موجود ہیں، لہٰذا تم اس سلسلہ میں اٹھو اور ان کو حرکت دلاؤ، اپنے امراء وافسران پر طعن وتنقید شروع کرو، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ظاہر کرو، لوگوں کو اپنی طرف مائل کرو اور انہیں اس کی دعوت دو۔ ❸

عبداللہ بن سبا نے اپنے داعیان کو پوری خلافت میں پھیلا دیا، اور صوبوں کے ان حضرات سے خط وکتابت شروع کی جن کے دل ودماغ کو اپنے زہر سے مسموم کر چکا تھا، پھر ان سب نے خاموش دعوت شروع کی، اور

---

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۳۴۷) اس آیت کریمہ کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے مولد مکہ جہاں سے نکلنے پر آپ مجبور کر دیے گئے تھے، وہاں واپس فاتحانہ طور پر پہنچائے گا، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی یہی تفسیر بیان فرمائی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ دیکھیے: صحیح بخاری حدیث نمبر (۴۷۷۳) اور بعض مفسرین نے اس سے مراد قیامت لی ہے۔ دیکھیے: فتح الباری (۸/ ۳۶۹) رجعت شیعوں کے بنیادی عقائد میں سے ہے، وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قرب قیامت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علی، حسن و حسین رضی اللہ عنہم دوبارہ دنیا میں واپس آئیں گے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے بدلہ دلائیں گے۔ (العیاذ باللہ) اس گمراہ کن باطل عقیدہ کا بانی عبداللہ بن سبا ہے جیسا کہ شیعی کتب نے اعتراف کیا ہے۔ (مترجم)

❷ تاریخ الطبری (۵/ ۳۴۷) وصایت کا عقیدہ شیعوں کے باطل عقائد میں سے ہے یعنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی وصیت کی تھی، حالاں کہ ایسی کسی وصیت کا کوئی ثبوت نہیں اگر ایسی کوئی وصیت ہوتی تو علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت اس کو مسلمانوں کے سامنے پیش کرتے اور مسلسل تین خلفاء کے ہاتھوں پر بیعت کر کے کتمان حق نہ کرتے۔ درحقیقت یہ بھی عبداللہ بن سبا کا من گھڑت عقیدہ ہے۔ (مترجم)

❸ تاریخ الطبری (۵/ ۳۴۸)

بظاہر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ادائیگی کا نام لیا۔ دوسرے شہروں اور صوبوں کو خطوط بھیجتے اور اس میں اپنے صوبوں اور شہروں کے امراء وافسران کے من گھڑت عیوب و نقائص تحریر کرتے، ہر صوبے و شہر میں موجود سبائی دوسرے صوبے اور شہروں کو اس طرح کے خطوط ارسال کرتے، اور پھر ان خطوط کو پڑھ کر لوگوں کو سناتے، یہاں تک کہ مدینہ کو بھی انہوں نے اپنی لپیٹ میں لے لیا، اور پوری خلافت میں اس کو پھیلا دیا۔ ان کے ظاہر و باطن میں فرق تھا۔ ہر صوبے و شہر کے لوگ جب ان خطوط کو سنتے تو یہی کہتے کہ بھائی ہم تو عافیت میں ہیں، ان مصائب سے ہم بچے ہوئے ہیں جن میں یہ لوگ مبتلا ہیں، البتہ مدینہ کی کیفیت اس سے مختلف تھی کیوں کہ وہاں تمام صوبوں سے اس طرح کے خطوط پہنچ رہے تھے، اس لیے وہ کہتے کہ ہم ان مصیبتوں سے عافیت میں ہیں جس میں دیگر تمام لوگ مبتلا ہیں۔ ❶

اس تاریخی نص سے اس اسلوب کا پتہ چلتا ہے جو ابن سبا نے اختیار کیا تھا۔ اس نے لوگوں کی نگاہوں میں دو صحابہ کرام کے درمیان اختلاف بٹھانا چاہا، جس میں سے ایک کو مظلوم اور حق کا مارا قرار دیا وہ علی رضی اللہ عنہ تھے، اور دوسرے کو ظالم و غاصب قرار دیا وہ عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ اور پھر لوگوں کو گورنروں اور افسران کے خلاف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نام سے بھڑکانے کی کوشش کی، خاص کر کوفہ میں۔ یہ لوگ معمولی معمولی باتوں پر اپنے گورنروں اور افسران کے خلاف بھڑک اٹھتے۔ ابن سبا نے اپنی کامل ہوشیاری سے اپنی اس تحریک میں دیہاتیوں پر توجہ مرکوز رکھی، کیوں کہ اپنے عزائم کی تکمیل کے لیے ان کے اندر خام مادہ پایا، اور پھر قراء کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نام سے گمراہ کیا، اور ان میں سے جو لالچی اور اقتدار کے بھوکے تھے انہیں عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف من گھڑت اور غلط پروپیگنڈہ اور افواہوں کے ذریعے سے گمراہ کیا مثلاً اقرباء پروری، بیت المال کے مال کو قرابت داروں پر بے دریغ خرچ کرنا، اپنے لیے چراگاہوں کو خاص کر لینا وغیرہ اتہامات جس کے ذریعے سے عوام کو عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بھڑکایا۔ پھر اس نے اور پیروکاروں کو اس بات پر ابھارا کہ وہ اپنے اپنے شہروں اور صوبوں کے سلسلہ میں دوسرے صوبے اور شہروں کو بری اور پریشان کن خبریں تحریر کر کے ارسال کریں تاکہ اس طرح لوگ یہ خیال کر لیں کہ دوسرے لوگ بہت برے حالات میں ہیں، اس سے بری حالت نہیں ہو سکتی ہے۔ پھر اس کا فائدہ سبائی تحریک کے حاملین کو ہوگا کیوں کہ لوگوں کی طرف سے اس کی تصدیق سے ان کو یہ موقع ملے گا کہ وہ اسلامی معاشرہ کے اندر فتنہ کی آگ بھڑکا سکیں۔ ❷

عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سازش کو محسوس کر لیا کہ صوبوں میں سازش رچی جا رہی ہے، چنانچہ فرمایا: ''فتنہ

---

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۳۴۸)

❷ الدولة الاموية/ يوسف العش ص (۱٦۸)، تحقيق مواقف الصحابة (۱/ ۳۳۰)

کی چکی چلنے والی ہے، عثمان کے لیے خوشخبری ہے اگر وہ مرجائے اور اس چکی کو حرکت نہ دے۔'' ❶

ابن سبا نے اپنا مرکز مصر کو بنایا، اور وہاں سے عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف اپنی تحریک کو منظم کرنا شروع کیا، اور فتنہ کو بھڑکانے کے لیے لوگوں کو مدینہ کی طرف خروج کرنے پر ابھارنا شروع کیا، اس دعویٰ کے ساتھ کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے خلافت ناحق لی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی علی رضی اللہ عنہ کی کرسی پر غاصبانہ قبضہ کرلیا ہے۔ ❷

پھر انہیں جعلی خطوط سے دھوکا دیا کہ یہ اکابرین صحابہ کی طرف سے خطوط آئے ہیں یہاں تک کہ جب یہ دیہاتی مدینہ پہنچے اور صحابہ سے ملے تو ان کی طرف سے کوئی حوصلہ افزائی نہیں ہوئی، بلکہ انہوں نے ان خطوط سے انکار کیا جو عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بھڑکانے کے لیے پیش کیے گئے تھے۔ ❸ ان لوگوں نے دیکھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کے حقوق ادا کرتے ہیں اور سب کے قدرداں ہیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے، جو باتیں آپ کی طرف منسوب کی گئی تھیں، اس سے متعلق ان سے مناظرہ کیا، اور ان کی افتراء پردازیوں کا پردہ چاک کیا، اور اپنی کارروائیوں کی صداقت واضح کی، یہاں تک کہ ان آئے ہوئے دیہاتیوں میں ایک شخص مالک اشتر نخعی نے کہا: شاید ان کے اور تمہارے ساتھ جعل سازی کی گئی ہے۔ ❹

امام ذہبی رحمہ اللہ نے عبداللہ بن سبا کو مصر میں فتنہ کو برانگیختہ کرنے والا، گورنروں اور افسران پھر عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف غم وغصہ اور اختلاف و بغاوت کا بیج بونے والا قرار دیا ہے۔ ❺

اس تحریک میں ابن سبا تنہا نہ تھا بلکہ وہاں سازشوں اور فسادیوں کا ایک نیٹ ورک کام کر رہا تھا اور مکر و فریب، جعل سازی، دھوکہ دہی کے اسالیب اور بدوؤں اور قراء کی بھرتی کا ایک جال بچھایا گیا تھا۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بلوائیوں کے ٹوٹ پڑنے کے اسباب میں سے عبداللہ بن سبا کا ظہور، اس کا مصر جانا اور لوگوں کے درمیان اپنی من گھڑت باتوں کو پھیلانا تھا، جس کی وجہ سے بہت سے مصری فتنہ میں پڑ گئے۔ ❻

سلف و خلف کے مشہور علماء و مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ ابن سبا نے مسلمانوں کے درمیان ایسے عقائد و افکار اور سبائی منصوبے ظاہر کیے تاکہ مسلمانوں کو ان کے دین اور امام وقت کی اطاعت سے پھیر دے، اور ان کے درمیان اختلاف و افتراق پیدا کردے، اس کی اس تحریک سے فسادی لوگ اس کے ساتھ جمع ہوگئے اور معروف سبائی فرقہ وجود پذیر ہوا جو اس فتنہ کا بنیادی سبب بنا جس کے نتیجہ میں امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قتل ہوئے۔

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٣٥٠)

❷ تحقیق مواقف الصحابۃ (١/ ٣٣٠)، تاریخ الطبری (٥/ ٣٤٨)

❸ تحقیق مواقف الصحابۃ (١/ ٣٣٠)، تاریخ الطبری (٥/ ٣٦٥)

❹ تحقیق مواقف الصحابۃ (١/ ٣٣١) ❺ تحقیق مواقف الصحابۃ (١/ ٣٣٨)

❻ البدایۃ والنہایۃ (٧/ ١٦٧-١٦٨)

سبائیوں کی یہ تحریک انتہائی منظم تھی، ان کے منصوبے اس بات کی شہادت دیتے ہیں، یہ اپنے افکار و نظریات کی نشر و اشاعت میں انتہائی مہارت رکھتے تھے، فسادیوں اورعوام الناس کے درمیان پروپیگنڈہ اور اثر انداز ہونے کے مالک تھے، اور مختلف علاقوں میں اپنی تحریک کے فرعی مراکز قائم کرنے میں بڑے تیز تھے، خواہ بصرہ ہو یا کوفہ یا مصر ہر جگہ ان کے مراکز تھے۔ قبائلی عصبیتوں کو ابھارتے اور بدوؤں، غلاموں اور موالی کے درمیان غم وغصہ ابھارنے پر پوری قدرت رکھتے تھے، اوران کے ارادوں اوران کی زندگیوں کے حساس مواضع کا انہیں پورا پتہ تھا۔ [1]

---

[1] تحقیق مواقف الصحابة فی الفتنة (۱/ ۳۳۹)

ساتویں فصل

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا قتل

- فتنہ کا اشتعال
- فتنہ کے ساتھ تعامل میں عثمانی سیاست
- مدینہ پر فسادیوں کا قبضہ
- قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں صحابہ کا موقف

(۱)

فتنہ کا اشتعال

جھوٹے حاقد وفسادی، ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی ولایت سے برطرف کرانے میں کامیاب ہو گئے، اور عثمان رضی اللہ عنہ نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا نیا گورنر مقرر فرما دیا۔ سعید رضی اللہ عنہ کوفہ پہنچ کر منبر پر تشریف لائے اور خطاب فرمایا: حمد وصلاۃ کے بعد، اللہ کی قسم میں تمہارے پاس گورنر بنا کر بھیجا گیا ہوں حالاں کہ یہ مجھے ناپسند ہے، لیکن جب امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا تو میرے پاس تسلیم وتنفیذ کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا۔ خبردار! فتنہ وفساد تمہارے درمیان سر اٹھا چکا ہے، اللہ کی قسم میں اس کو ختم کر کے رہوں گا، الا یہ کہ وہ غالب آ جائے، آج میں اپنے نفس کا رہنما ہوں۔ ❶

سعید رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے حالات کا جائزہ لیا، تفصیلات حاصل کیں، اور لوگوں کی توجہات کو پہچانا، کوفہ کے اندر فتنہ وفساد کے گھر کرنے، مکر وفریب اور جعل سازی میں خوارج، حاقدین، فسادی اور اعدائے اسلام کی قوت اور پھر رائے عامہ پر فسادیوں، رذیلوں اور بدوؤں کے غلبہ کا اندازہ لگایا۔ ❷

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر کوفہ کے ناگفتہ بہ حالات سے باخبر کیا، اس خط میں آپ نے تحریر کیا: ''کوفیوں کا معاملہ مضطرب ہے، فضل وسبقت اور شرف والے مغلوب ہیں، اور اس شہر پر رذیلوں اور بدوؤں کا غلبہ ہے۔ شرف وسبقت والوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے، ان کی کوئی حیثیت نہیں......''

اس خط کا عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب تحریر کیا، اور ان سے مطالبہ کیا کہ لوگوں کی پوزیشن کو نئی ترتیب دیں اور سبقت و جہاد کی بنیاد پر ان کی درجہ بندی کریں، علم وصدق اور جہاد والوں کو دوسروں پر مقدم رکھیں۔ اور اس خط کے اندر آپ نے لکھا: سبقت و جہاد کے حاملین کو فضیلت وفوقیت دو، جن ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ نے اس ملک پر فتح عطا کی ہے اور فتح کے بعد جو بدو وہاں آ کر آباد ہوئے ہیں، انہیں مجاہدین سابقین کے بعد رکھو، الا یہ کہ سابقین الی الاسلام جہاد وحق سے تھک چکے ہوں اور اسے چھوڑ کر بیٹھ گئے ہوں اور بعد والوں نے اس کو سنبھال لیا ہو۔ ہر انسان کے مقام ومرتبہ کی حفاظت کرو، اور ہر ایک کو ان کا حق دو، لوگوں کی معرفت ہی سے ان کے درمیان حق قائم ہوگا۔ ❸

---

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۲۸۰) ❷ الخلفاء الراشدون/ الخالدی ص (۱۲۲)

❸ تاریخ الطبری (۵/ ۲۸۰)

سعید رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کی ان توجیہات وتعلیمات کی تنفیذ کی، اور اپنی کارکردگی سے خلیفہ کو باخبر کیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں اہل حل وعقد کو جمع کیا اور انہیں کوفہ کی صورت حال اور وہاں فتنہ وفساد کے جڑ پکڑنے اور اس کے مقابلہ کے لیے سعید رضی اللہ عنہ کی کارروائی کی اطلاع دی۔ لوگوں نے آپ کی تائید کرتے ہوئے کہا: آپ نے جو کچھ کیا اچھا کیا، آپ فسادیوں کی کوئی امداد نہ کریں، لوگوں پر انہیں مقدم نہ کریں، اور جس منصب کے وہ اہل نہیں وہ منصب انہیں نہ دیں، کیوں کہ جو شخص جس منصب کا اہل نہیں اگر وہ منصب اسے مل گیا تو وہ اسے قائم نہیں کرسکتا، اسے برباد کردے گا۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اے مدینہ والو! لوگ فتنہ وفساد برپا کرنے کے لیے حرکت میں آچکے ہیں، اس کے مقابلہ کے لیے تیار ہو جاؤ اور حق کو مضبوطی سے تھام لو، میں اس کی خبریں اول بہ اول آپ لوگوں کو دیتا رہوں گا۔ [1]

اصلاحی کارروائیوں سے باطل پرستوں کا اذیت محسوس کرنا:

فسادی اور اجڈ بدو، اہل سبقت و جہاد اور علم وتقویٰ کے حاملین کو مجلس و ریاست اور مشورہ میں مقدم رکھنے میں اذیت محسوس کرنے لگے، اور گورنران وافسران پر اس کی وجہ سے عیب لگانا شروع کیا، اور اس کارروائی کی تمیز وترجیح اور اپنے حق میں بے توجہی اور حق تلفی سمجھا، فسادی حاقدین نے یہ چیز ان کے دلوں میں بٹھائی اور ان کے اندر خلیفہ اور حکومت کی ناپسندیدگی اور والی کوفہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی اصلاح کارروائیوں کے عدم قبول کا بیج بویا۔

کوفہ کے عوام نے ان حاقدین فسادیوں کی بات نہ مانی جس کی وجہ سے ان لوگوں نے سکوت اختیار کیا، اور اپنے شبہات کو چھپانے لگے، اس کو ظاہر کرنے سے رک گئے، کیوں کہ مسلمانوں کی اکثریت اس کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھی، لیکن خفیہ طور پر اسے اپنے ہم نوابدوؤں، فسادیوں اور مغرور وسزا یافتہ لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ [2]

اعدائے اسلام یہود ونصاریٰ اور مجوسی، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہے، خلیفہ اور گورنران وافسران کے خلاف جھوٹی افواہیں پھیلاتے رہے، اور بعض افسران سے جو بعض غلطیاں صادر ہوتیں انہیں لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکانے کے لیے استعمال کرتے، اور مزید افتراء اور جعل سازی کا اضافہ کرتے، اس کے ذریعے سے وہ مسلمانوں کے درمیان فساد اور لاقانونیت کو پھیلانا چاہتے، اور ان کے درمیان افتراق و اختلاف کو ہوا دیتے تاکہ اس طرح اسلام کے خلاف ان کے غم وغصہ کو غذا ملے جس نے ان کے ادیان باطلہ کو ختم کیا۔ وہ چاہتے تھے کہ اسلامی نظام حکومت کا انہدام ہو جس نے ان کی سلطنت کا خاتمہ کیا اور ان کے لشکر کو تباہ کیا۔

ان اعداء نے اپنے مقاصد وعزائم کی تکمیل کے لیے فسادیوں، سادہ لوح اور ابلہ قسم کے لوگوں کو استعمال کیا،

[1] تاریخ الطبری (۵/ ۲۸۱)

[2] الخلفاء الراشدون/ الخالدی ص (١٤)

اور ایسے لوگوں کے گرد وہ حاقدین جمع ہو گئے جن کو خلیفہ یا کسی افسر نے ان کے جرائم کی پاداش میں ان کو سزائیں دی تھیں، اور پھر ان دشمنوں نے خباثت سے بھرپور ایک خفیہ تنظیم قائم کی، جنھوں نے ان کی بات مانی انہیں اس کا ممبر بنایا، اور بڑے بڑے شہروں اور مختلف صوبوں میں اپنے کارندوں کو پھیلا دیا، اور ان کے درمیان اتصال و رابطے کا ایک خفیہ جال بچھا دیا۔ ❶ ان کی اس خبیث تنظیم کی اہم شاخیں کوفہ، بصرہ اور مصر میں تھیں اور ان کے بعض عناصر مدینہ اور شام میں بھی تھے۔ ❷

عبداللہ بن سبا یہودی پارٹی کا سرغنہ:

عبداللہ بن سبا نے عالم اسلام میں پھیلی ہوئی اپنی خبیث خفیہ پارٹی کے مجرم ساتھیوں کو وصیت کرتے ہوئے کہا:

> ''اس کام کے لیے اٹھ کھڑے ہو، اور اس کو حرکت دو، اور اپنے افسران اور گورنران جنھیں خلیفہ نے متعین کیا ہے ان کی عیب چینی کرو، اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ظاہر کرو تاکہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کر سکو، اور پھر لوگوں کو بھی اس کی دعوت دو۔'' ❸

عبداللہ بن سبا نے اپنے کارکنوں کو صوبوں میں پھیلا دیا اور اپنے متبعین سے خط و کتابت شروع کی، جن کی ذہن سازی پہلے کر چکا تھا۔ اور انہیں اپنے ساتھ شامل کیا اور انہوں نے بھی اس کے ساتھ خط و کتابت شروع کی۔ اس طرح اس کے پیروکار مختلف شہروں میں ان کی دعوت سے حرکت میں آگئے اور خفیہ طور پر انہوں نے اپنے مویدین و ہم فکر لوگوں کو گورنروں اور خلیفہ کے خلاف خروج اور عثمان رضی اللہ عنہ کو خلافت سے معزول کرنے کی دعوت دی۔ یہ لوگ بظاہر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مدعی تھے تاکہ لوگوں پر اثر انداز ہو سکیں، اور انہیں اپنی طرف مائل کر سکیں اور انہیں اپنے جال میں پھنسا سکیں۔ چنانچہ ابن سبا کے یہ ساتھی امراء اور گورنروں کے عیوب و نقائص سے متعلق جھوٹ گھڑنے لگے اور افترا پردازی کرنے لگے، اور پھر خطوط کے ذریعے سے اس کو دوسرے شہروں میں ایک دوسرے کو ارسال کرتے، اور اسی طرح ان اکاذیب پر مشتمل خطوط ایک شہر والے دوسرے شہر والوں کو ارسال کرتے اور پھر ان آئے ہوئے جعلی خطوط کو اپنے اپنے شہر والوں کو پڑھ کر سناتے، لوگ امراء و افسران کے ان عیوب و نقائص کو سنتے اور کہتے: الحمدللہ ہم تو ان مصیبتوں سے عافیت میں ہیں جن میں یہ بے چارے مبتلا ہیں، اور جو کچھ سنتے اس کو سچ تصور کرتے۔ اس طرح سبائیوں نے پورے ملک میں فساد برپا کر دیا، مسلمانوں کو برباد کیا، ان کے اندر اختلاف کا بیج بو دیا، ان کی اخوت و وحدت کو پارہ پارہ کر دیا، اور عوام کو امراء و گورنروں کے خلاف برانگیختہ کیا، اور خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف افترا پردازی کی، اور ان جرائم کے ذریعے سے جن کو انہوں نے بڑی مہارت کے ساتھ منظم کیا تھا اور ان کی اسٹڈی کی تھی اس سے ان کا مقصود ظاہر کے برعکس تھا اور ان کے

❶ الخلفاء الراشدون/ الخالدی ص (١٤)　❷ الخلفاء الراشدون/ الخالدی ص (١٢٤)

❸ تاریخ الطبری (٥/ ٣٤٨)

خفیہ مقاصد تھے اس طرح وہ عثمان رضی اللہ عنہ کو معزول اور اسلامی سلطنت کا صفایا کرنا چاہتے تھے۔ ❶

ابن سبا نے شام کا رخ کیا تا کہ وہاں لوگوں کو اپنا ہم نوا بنا سکے اور ان میں فساد کا بیج بو سکے، لیکن اپنے اس شیطانی مقصد میں کامیاب نہ ہوا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ اس کی تاڑ میں تھے ❷ جس کی وجہ سے وہاں اس کی دال نہ گل سکی۔ بصرہ پہنچا تا کہ وہاں کے حاقدین اور بے وقوفوں میں سے اپنے متبعین تیار کرے، بصرہ کے گورنر عبداللہ بن کریز رضی اللہ عنہ تھے، جو بڑے ہوشیار اور انتہائی عادل و صالح تھے، جب ابن سبا بصرہ پہنچا تو وہاں کے ایک خبیث چور و قاتل حکیم بن جبلہ کے گھر اترا۔ ❸

عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ ایک اجنبی شخص حکیم بن جبلہ کے پاس آیا ہے۔ حکیم بن جبلہ چور تھا، جب مجاہدین جہاد سے بصرہ واپس ہوتے تو یہ پیچھے رہ جاتا تا کہ فارس کی سرزمین میں فساد مچائے، اور پھر ذمیوں کی زمین پر شب خون مارتا اور مسلمانوں کی زمینوں میں گھستا اور جو چاہتا لے لیتا۔ ذمیوں اور مسلمانوں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے اس شخص کی شکایت کی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا کہ تم حکیم بن جبلہ کو بصرہ میں نظر بند کر دو، وہاں سے نکلنے نہ دو جب تک کہ اس کے اندر سدھار نہ محسوس کر لو۔ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اس کو اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے اس کے گھر میں نظر بند کر دیا۔ وہ بصرہ سے باہر نہیں جا سکتا تھا، عبداللہ بن سبا یہودی اس کے پاس براجمان ہوا، اور ابن جبلہ کی بد اخلاقی اور انحراف کو غنیمت سمجھتے ہوئے اس کو اپنے مقصد کے لیے تیار کیا، اس طرح ابن جبلہ بصرہ میں ابن سبا کا کارندہ بن گیا اور پھر وہ اپنی طرح کے منحرف اور فسادی لوگوں کو ابن سبا کی خدمت میں حاضر کرنے لگا، اور ابن سبا نے اپنے زہریلے افکار ان کے ذہن و دماغ میں بٹھانے شروع کیے اور انہیں اپنی خفیہ تنظیم کے لیے تیار کرنے لگا۔

جب ابن عامر رضی اللہ عنہ کو ابن سبا سے متعلق یہ خبر پہنچی تو آپ نے اس کو طلب کیا، اور اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں اہل کتاب میں سے ہوں، میرے اندر اسلام کی رغبت پیدا ہوئی اور مسلمان ہو گیا ہوں، اور آپ کے پڑوس میں رہنا چاہتا ہوں پھر وہ آ کر یہاں مقیم ہو گیا ہوں۔ ابن عامر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: یہ کیسی باتیں ہیں جو تمہارے سلسلہ میں مجھے پہنچ رہی ہیں؟ تم یہاں سے نکل جاؤ۔

پھر عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اس کو بصرہ سے نکال دیا اور وہاں سے وہ چلا گیا لیکن اس دوران میں وہ وہاں اپنے ہم نوا اور پیروکار بنا چکا تھا اور اپنی سبائی پارٹی کی شاخ قائم کر چکا تھا۔

پھر ابن سبا کوفہ پہنچا، وہاں بھی اس کو ایسے منحرف اور فسادی افراد مل گئے اور اس نے انہیں اپنی پارٹی کے لیے تیار کیا، جب سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ملی تو انہوں نے کوفہ سے اس کو نکال باہر کیا۔

❶ الخلفاء الراشدون/ الخالدی ص (۱۲٦) ❷ ایضاً
❸ الخلفاء الراشدون/ الخالدی ص (۱۲۸)

پھر ابن سبا مصر روانہ ہوا اور وہاں اپنے انڈے بچے دیے، سادہ لوح، فسادی، حاقدین اور مجرموں کو اپنا ہم نوا بنا لیا تھا، اور مصر میں رہتے ہوئے مدینہ، بصرہ اور کوفہ میں اپنے لوگوں کے ساتھ خفیہ اتصال کا جال بچھا دیا، اس کے کارندے ملک میں حرکت کرتے رہے۔ ❶

ابن سبا اور اس کے ساتھیوں کی یہ کوششیں مسلسل چھ سال جاری رہیں۔ انہوں نے اپنے شیطانی کاز کا آغاز ۳۰ھ میں کیا اور ۳۵ھ کے اخیر میں خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے، اور پھر ان کی فساد انگیزی علی رضی اللہ عنہ کی پوری خلافت میں جاری رہی۔ ان سبائیوں نے یہ طے کیا کہ فساد کا آغاز کوفہ سے ہو۔ ❷

فسادی سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی مجلس میں فساد مچاتے ہیں:

۳۳ھ میں ایک دن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اپنی عام مجلس میں تشریف فرما تھے، اور آپ کے پاس لوگ موجود تھے، آپس میں گفتگو چل رہی تھی، بعض سبائی خوارج بھی وہاں مجلس میں پہنچ گئے اور وہاں فتنہ کی آگ بھڑکانا چاہی۔ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اور خنیس بن حبش اسدی کے درمیان گفتگو چل رہی تھی، کسی مسئلہ میں اختلاف ہو گیا۔ وہاں فسادی خارجیوں کے ساتھ ان کے ہم نوا افراد موجود تھے، جن میں سے جندب الازدی جس کا چور بیٹا ایک معاملہ میں قتل ہوا تھا، اشتر نخعی، ابن الکواء اور صعصعہ بن صوحان تھے۔ ان کو ان فسادیوں نے غنیمت سمجھا اور خنیس اسدی کی اسی محفل میں پٹائی شروع کر دی، اور جب اس کا باپ اپنے بیٹے کو بچانے کے لیے بڑھا تو اس کی بھی پٹائی کر دی، یہاں تک کہ باپ بیٹے دونوں بیہوش ہو گئے۔ اس خبر کو سن کر بنو اسد کے لوگ اپنے لوگوں کا بدلہ لینے پہنچے، قریب تھا کہ فریقین میں جنگ چھڑ جائے لیکن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ صورت حال کو کنٹرول کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ❸

عثمان رضی اللہ عنہ کو جب اس حادثہ کی اطلاع ملی تو آپ نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس معاملہ کو حکمت سے نمٹانے کی کوشش کریں اور فسادیوں کا ناطقہ حتی الوسع بند کر دیں۔

جب یہ خوارج اپنے گھروں کو لوٹے تو سعید رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، اہل کوفہ اور ان کے شرفاء کے خلاف افتراء اور افواہیں پھیلانی شروع کر دیں۔ کوفہ والے ان سے تنگ آ گئے اور سعید رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ ان کو سزا دی جائے، انہوں نے کہا: عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے اس سے منع کیا ہے اگر آپ حضرات یہ چاہتے ہیں تو عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھیں۔ کوفہ کے شریفوں اور صالحین نے عثمان رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کے بارے میں لکھا، اور ان سے مطالبہ کیا کہ ان فسادیوں کو کوفہ سے نکال باہر کیا جائے کیوں کہ یہ فسادی اور تخریب کار ہیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے اس مطالبہ پر

---

❶ الخلفاء الراشدون/ الخالدی ص (۱۲۹)

❷ الخلفاء الراشدون/ الخالدی ص (۱۳۰)

❸ تاریخ الطبری (۵/ ۳۲۳)

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ انہیں کوفہ سے جلا وطن کر دو۔ یہ کل تیرہ (۱۳) افراد تھے۔ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے انہیں عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق شام کی طرف معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا، اور عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط تحریر کیا کہ کوفہ والوں نے کچھ لوگوں کو تمہارے پاس بھیجا ہے جنھوں نے وہاں فتنہ برپا کیا تھا، لہٰذا تم انہیں خوف دلاؤ، ڈراؤ اور ان کی تادیب کرو، اور اگر ان سے خیر محسوس کرو تو اسے ان سے قبول کرو۔ ❶

واضح رہے کہ جن حضرات کو شام کی طرف جلا وطن کیا گیا تھا ان میں یہ لوگ تھے:

اشتر نخعی، جندب ازدی، صعصعہ بن صوحان، کمیل بن زیاد، عمیر بن ضابی، ابن الکواء۔ ❷

فسادی معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جلا وطنی گزارتے ہیں:

یہ لوگ جب معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے انہیں ایک کنیسہ میں رکھا، جس کا نام کنیسہ مریم تھا۔ جو کچھ عراق میں ان کو ملتا تھا، یہاں بھی وہ انہیں ملتا رہا، معاویہ رضی اللہ عنہ صبح و شام کا کھانا ان کے ساتھ کھاتے رہے، ایک دن آپ نے ان سے کہا: تم عرب ہو اور تمہارے پاس دانت اور زبان ہے۔ اسلام کے ذریعے سے تمھیں شرف و منزلت ملی ہے۔ دوسری قوموں پر غلبہ حاصل ہوا، اور ان کا مرتبہ اور میراث تمھیں ملی ہے۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم قریش کو ناپسند کرتے ہو، اگر قریش نہ ہوتے تو تم اسی طرح ذلیل ہوتے جیسے تم پہلے ذلیل تھے۔ ❸

عثمان رضی اللہ عنہ اچھی طرح جانتے تھے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نہ حل ہونے والے مشکل امور کو سلجھانے والے ہیں۔ آپ فصیح و بلیغ تھے، آپ انتہائی حلم و بردباری اور صبر کے مالک تھے، ذکاوت، ہوشیاری اور چالاکی اور سیاسی بصیرت آپ کو حاصل تھی، جس سے فتنوں کا مقابلہ کر سکتے تھے، اور یہی وجہ تھی کہ جب کوئی مشکل قضیہ پیش آتا تو اسے اپنے باپ ابن ابی سفیان کے حوالہ کر دیتے تاکہ وہ اس کو حل کریں، چنانچہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کو مطمئن کرنے کی پوری کوشش کی۔ اولاً ان کی تکریم کی، ان کے ساتھ مل بیٹھے، اور ان پر حکم لگانے سے قبل ان کے سرائر کو پہنچے اور جب اجنبیت دور ہوگئی اور تکلف ختم ہوگیا تو آپ نے یہ محسوس کیا کہ قبائلی عصبیت ان کو حرکت دے رہی ہے اور حکومت و سلطنت کی شہوت ان کو بھڑکاتی ہے لہٰذا ضروری ہے کہ انہیں دو طرح سے لگام دی جائے:

- عرب کے عز و شرف میں اسلام کا اثر۔
- اسلام کی نشر و اشاعت میں قریش کا کردار۔

اگر ان کی ذہنی ساخت میں اسلام کا اثر رہا ہے تو پھر انہیں اس گفتگو کا خیال رکھنا چاہیے۔ اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے عرب کی صورت حال رکھی کہ کس طرح وہ اسلام کی بدولت ایک امت قرار پائے، جو ایک امام کے تابع ہیں اور کس طرح وہ لوگ لاقانونیت، خونریزی اور بدبودار قبائلی عصبیت کو ترک کر

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٣٢٤)
❷ الخلفاء الراشدون ص (١٣١)
❸ تاریخ الطبری (٥/ ٣٢٤)

چکے ہیں۔ ❶

معاویہ رضی اللہ عنہ نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

''تمہارے ائمہ آج تک تمہارے لیے ڈھال ہیں لہٰذا تم اپنی ڈھال سے انحراف اختیار نہ کرو، تمہارے ائمہ آج تمہارے لیے ظلم پر صبر کرتے ہیں اور تم سے مشقت برداشت کرتے ہیں، اللہ کی قسم یا تو تم اپنی حرکت سے باز آؤ گے یا پھر اللہ تعالیٰ تم پر ایسے لوگوں کو مسلط کرے گا جو تمھیں عذاب میں مبتلا کریں گے، پھر تم صبر نہ کرسکو گے پھر اپنی زندگی اور اپنی موت کے بعد تمہاری وجہ سے رعیت پر آنے والی مصیبت کے جرم میں تم شریک رہو گے۔''

ان میں سے ایک شخص نے کہا:

''آپ نے جو قریش سے متعلق بات کی تو اس کے تعلق سے عرض ہے کہ نہ تو عربوں میں ان کی اکثریت ہے، اور نہ جاہلیت میں وہ زیادہ طاقت ور رہے ہیں کہ آپ ہمیں ان کا خوف دلا رہے ہیں، اور جو آپ نے ڈھال کے متعلق ذکر کیا ہے تو ڈھال جب ٹوٹ جائے گی تو پھر ہمارے لیے خاص ہو جائے گی۔''

یہ سن کر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اب میں تمھیں پہچان گیا، اور میں جان گیا کہ کسی کم عقل نے تمھیں اس پر ابھارا ہے۔ تم اپنی جماعت کے خطیب ہو لیکن تمھیں عقل نہیں، میں تمہارے سامنے اسلام کی عظمت کو پیش کرتا ہوں اور اسے یاد دلاتا ہوں اور تم جاہلیت کا مجھ سے ذکر کرتے ہو؟ میں نے تم کو نصیحت کی اور تم یہ زعم رکھتے ہو کہ وہ ڈھال جو تمہاری حفاظت کرتی ہے وہ ٹوٹ جائے گی اور جو ٹوٹ جائے وہ ڈھال نہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں رسوا کرے جنھوں نے تمہارے معاملے کو بڑا تصور کیا، تمہاری خلیفہ تک بات پہنچائی۔'' ❷

اس گفتگو سے معاویہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو گیا کہ معمولی اشارے سے یہ لوگ مطمئن نہیں ہو سکتے لہٰذا ضروری ہے کہ ان کے سامنے قریش کی حقیقت تفصیل سے بیان کی جائے۔ فرمایا:

''سمجھ لو اور مجھے امید نہیں کہ تم سمجھتے ہو، قریش کو جاہلیت اور اسلام میں صرف اللہ رب العزت نے عزت بخشی، دوسرے عربوں کے مقابلہ میں نہ تو ان کی تعداد زیادہ تھی اور نہ ان کے مقابلہ میں وہ زیادہ طاقت ور تھے، لیکن حسب میں سب سے مکرم اور نسب میں سب سے خالص، شان وشوکت میں سب سے عظیم ترین اور مروت میں کامل ترین تھے۔ جاہلیت میں جب کہ لوگ ایک دوسرے کو

---

❶ معاوية بن ابی سفيان/ منير الغضبان ص (۱۰۱)

❷ تاريخ الطبری (۵/ ۳۲٤)

کھائے جا رہے تھے، صرف اللہ نے ان کی حفاظت فرمائی، جس کو وہ عزت عطا کرے اسے ذلیل نہیں کیا جا سکتا اور جس کو وہ بلند کرے اسے کوئی نیچا نہیں کر سکتا، کیا تم کسی ایسے عرب یا عجم کو یا کالے یا گورے کو جانتے ہو جس پر اس کے ملک میں مصیبت نہ ٹوٹی ہو، اور اسے اس کے ملک سے بے دخل نہ کر دیا گیا ہو؟ لیکن صرف قریش کو یہ مقام حاصل رہا ہے، کہ جس نے بھی ان کے ساتھ چال کرنی چاہی اللہ نے اس کو ذلیل کیا، یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا کی ذلت اور آخرت کے برے انجام سے بچانا چاہا تو ان کے لیے خیر خلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چن لیا، اور ان کے لیے صحابہ کو چنا، ان میں بہتر قریش رہے، پھر اس سلطنت کو ان پر قائم کیا، اور اس خلافت کو ان میں رکھی، اور یہ انہی کے ذریعے سے قائم رہ سکتی ہے اور اللہ ان کی حفاظت اس وقت تک کرتا رہے گا جب تک وہ اس کے دین پر قائم رہیں گے۔ اور اللہ نے ان کی حفاظت جاہلیت میں ان بادشاہوں سے کی جو تمھیں ذلیل کرتے تھے۔ تم پر اور تمہارے ساتھیوں پر آفت ہے۔ کاش تمہارے سوا کسی اور نے بات کی ہوتی، لیکن تم نے شروع کر دی۔ اے صعصعہ! تمہاری بستی بدترین عربی بستی ہے، اس کے پودے انتہائی بدبودار، اس کی وادیاں انتہائی گہری، اور سب سے زیادہ شرپسند، اس کے پڑوسی سب سے زیادہ کمینے۔ اس میں کبھی کوئی شریف یا رذیل آباد نہ ہوا مگر اسے برا بھلا کہا گیا، اس پر عیب لگے، عرب میں سب سے بدترین لقب والے، سب سے کمینہ رشتہ والے اور قوموں کے اجنبی قرار پائے، تم فارسیوں کے نوکر چاکر تھے، یہاں تک کہ تمھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پہنچی، لیکن افسوس تو اس دعوت سے محروم رہا، تو عمان میں اجنبیت کی زندگی گزارتا رہا، بحرین میں سکونت اختیار نہ کر سکا کہ تجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا شرف حاصل ہو جائے، تو اپنی قوم کا بدترین شخص ہے، یہاں تک کہ جب اسلام نے تجھے نمایاں کیا اور لوگوں کے ساتھ تجھے ملایا اور ان قوموں پر تجھے غلبہ دیا جو تم پر غالب تھیں تو اب تو اللہ کے دین میں کجی پیدا کرنا چاہتا ہے اور ذلت و ملامت کی طرف جا رہا ہے، تمہاری اس حرکت سے قریش کا کچھ بگڑنے والا نہیں، اس سے انہیں کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا، یہ انہیں ان کی ذمہ داریوں کی ادائیگی سے روک نہیں سکتا۔ شیطان تم سے غافل نہیں، اس نے شر کے ساتھ تمہاری قوم کے درمیان تمھیں پہچان لیا ہے، تمہارے ذریعے سے لوگوں کو دھوکا دیا، وہ تمھیں پچھاڑ کے رہے گا، وہ خوب جانتا ہے کہ وہ تمہارے ذریعے سے اللہ کی قضا و قدر کو پھیر نہیں سکتا، اور اللہ کو اس کے ارادے سے باز نہیں رکھ سکتا اور تم شر کے ذریعے سے کسی امر کو حاصل نہیں کرو گے مگر اللہ اس سے زیادہ شر اور رسوائی تمہارے اوپر مسلط کر دے گا۔''

پھر آپ کھڑے ہوئے اور انہیں چھوڑ کر چلے گئے وہ آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور ان

کے دل چھوٹے ہو گئے۔ ❶ اس طرح معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی پوری فکری، سیاسی اور ثقافتی صلاحیت ان کو مطمئن کرنے کے لیے صرف کر دی۔

- جاہلیت اور اسلام میں قریش کی صورت حال کو بیان کیا۔
- ان لوگوں کے قبائل کو موضوع بحث بنایا، اور جاہلیت میں ان قبائل کی صورت کو بیان کیا۔ محل وقوع پسندیدہ نہ تھا، آب وہوا اچھی نہ تھی، بدبو سے بھرا ہوا علاقہ تھا، قدرتی طور سے یہ صورت حال تھی اور پھر سیاسی طور پر فارس کی اتباع اور ذلت تھی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعے سے انہیں شرف بخشا، اور ذلت کے بعد عزت عطا فرمائی اور پستی کے بعد ترقی ملی۔
- پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے صعصعہ بن صوحان کو لیا، جو پارٹی کا خطیب تھا، اور بتلایا کہ کس طرح وہ دعوت رسالت قبول کرنے سے گریز کرتا رہا، اور کس طرح اس کی قوم اسلام میں داخل ہوئی۔ پھر یہ لوٹا اور اسلام میں داخل ہوا اور اسلام نے اسے پستی کے بعد رفعت عطا کی۔
- معاویہ رضی اللہ عنہ نے صعصعہ اور اس کے ساتھیوں کے عزائم اور منصوبوں کا پردہ فاش کیا، اور بتلایا کہ کس طرح وہ فتنہ وفساد برپا کرنا چاہتے ہیں اور اللہ کے دین میں کجی لانا چاہتے ہیں۔
- یقیناً شیطان اس فتنہ کا گھونسلا ہے اور وہی اس برائی کا محرک ہے۔ اس طرح معاویہ رضی اللہ عنہ نے امت کی تاریخ کو اولاً اللہ سے پھر اسلام اور عقیدہ سے جوڑا، اور پھر ان لوگوں کی جعل سازی کا پردہ چاک کیا۔ انہیں بے نقاب کیا، اور ان کے عزائم اور منصوبوں کو ظاہر کیا، اور جاہلیت سے ان کے تعلق کو واشگاف کیا۔ ❷

دوسری بیٹھک:

دوسرے دن معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لائے اور طویل گفتگو کی۔ فرمایا: لوگو! مجھے اچھا جواب دو ورنہ خاموش رہو، غور وفکر کرو اور سوچو اس سلسلہ میں جو تمھیں اور تمہارے اہل، تمہارے خاندان اور قبیلہ اور مسلمانوں کی جماعت کے لیے نفع بخش ہو پھر اسے طلب کرو، تم زندہ رہو اور تمہارے ساتھ ہم بھی زندہ رہیں۔

صعصعہ نے کہا: تم اس کے اہل نہیں، تمہارے لیے کوئی تعظیم نہیں کہ تمہاری اطاعت اللہ کی معصیت میں کی جائے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں نے تمہارے ساتھ گفتگو کے آغاز میں تمھیں اللہ کے تقویٰ، اس کی اطاعت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اس بات کا حکم نہیں دیا کہ اللہ کی رسی مل کر مضبوطی سے تھام لو اور اختلاف نہ کرو۔

انہوں نے کہا: تم نے تو اختلاف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی مخالفت کا حکم دیا ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم کو اب حکم دیتا ہوں کہ اگر میں نے ایسا کہا ہے جیسا کہ تم کہہ رہے ہو تو میں اللہ

---

❶ تاريخ الطبري (٥/ ٣٢٦) ❷ معاوية بن ابى سفيان/ الغضبان ص (١١١)

سے توبہ کرتا ہوں، اور تمھیں اللہ کے تقویٰ کو اختیار کرنے، اس کی اطاعت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور جماعت کو لازم پکڑنے اور اختلاف وافتراق کو ناپسند کرنے کا حکم دیتا ہوں، اور اس بات کا حکم دیتا ہوں کہ تم اپنے حکمرانوں کی توقیر کرو، ہر چیز پر اپنی طاقت بھر ان کی رہنمائی کرو، اور اگر ان سے کوئی چیز صادر ہو تو نرمی ولطف کے ساتھ ان کو نصیحت کرو۔

صعصعہ نے کہا: ہم تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم اپنے اس منصب کو چھوڑ دو کیوں کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ ہیں جو اس منصب کے تم سے زیادہ مستحق ہیں۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ کون ہے؟

ان لوگوں نے کہا: وہ جس کا باپ تمہارے باپ سے پہلے مسلمان ہوا اور وہ خود تم سے پہلے اسلام لایا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں قدیم الاسلام ہوں، اور میرے علاوہ، مجھ سے پہلے اسلام لانے والے ہیں، لیکن میرے دور میں اس کام کے لیے مجھے جو قوت حاصل ہے کسی اور کو نہیں۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس کو محسوس کیا، اگر مجھ سے کوئی قوی تر ہوتا تو دوسرے کو چھوڑ کر میری طرف عمر رضی اللہ عنہ کا میلان نہ ہوتا۔ اور میں نے کوئی بدعت نہیں کی ہے کہ میں اپنے اس منصب سے معزول ہو جاؤں۔ اور اگر امیر المومنین اور مسلمانوں کی جماعت اس کو مناسب سمجھے گی نیز امیر المومنین مجھے لکھیں گے تو میں اپنے منصب سے الگ ہو جاؤں گا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر دیا ہوا کہ وہ ایسا کریں تو مجھے امید ہے کہ امیر المومنین جو قدم اٹھائیں گے وہ بہتر ہوگا۔ ٹھہرو اس میں اور اس طرح کے معاملہ میں، یہ وہ چیز ہے جس کی شیطان تمنا کرتا ہے اور حکم دیتا ہے۔ اللہ کی قسم اگر تمہاری رائے اور خواہش کے مطابق معاملات کے فیصلے ہوتے تو مسلمانوں کا معاملہ ایک شب و روز بھی نہ چل سکتا، لیکن فیصلے اللہ کرتا ہے اور وہی اس کی تدبیر کرتا ہے، اور اللہ اپنے امر کو پہنچنے والا ہے، خیر کے عادی بنو اور خیر ہی کہو۔

انہوں نے کہا: تم اس کے اہل نہیں ہو۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ پکڑتا ہے اور سزائیں دیتا ہے۔ مجھے تم پر خطرہ ہے کہ تم شیطان کی اتباع میں لگ جاؤ یہاں تک کہ شیطان کی اتباع اور رحمٰن کی معصیت تم کو اللہ کے عذاب میں ڈال دے اور آخرت میں دائمی ذلت و ناکامی حاصل ہو۔

اس پر وہ لوگ آپ کے اوپر کود پڑے اور آپ کی داڑھی اور سر کو پکڑ لیا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ٹھہرو! یہ کوفہ کی سرزمین نہیں ہے اگر شامیوں نے تمہاری اس حرکت کو دیکھ لیا تو میں، ان کے سامنے ہوتے ہوئے بھی تمھیں قتل کرنے سے انہیں روک نہیں سکتا۔ اللہ کی قسم تمہاری حرکت ایک دوسرے سے مشابہ ہے۔

پھر آپ وہاں سے اٹھے اور یہ فرماتے ہوئے چلے گئے: اب کبھی میں تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔ ❶

یہ آخری کوشش تھی، جس میں امیر شام معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی پوری طاقت لگا دی، اور اپنے حلم و بردباری، ثقافت و اعصاب کو، انہیں فتنہ سے روکنے کے لیے استعمال کیا۔ آپ انہیں اللہ کے تقویٰ و اطاعت، جماعت کو لازم پکڑنے اور اختلاف وافتراق سے دور رہنے کی دعوت دیتے ہیں، اور وہ اپنی آواز بلند کرتے ہوئے کہتے ہیں: تمہارا یہ حق نہیں کہ اللہ کی معصیت میں تمہاری اطاعت کی جائے۔ ❷

تاہم آپ عظیم حلم اور وسیع صدر کے ساتھ دوبارہ ان کو نصیحت کرتے ہیں، وہ انہیں اللہ کی اطاعت ہی کا حکم دیتے ہیں، اور اگر ان کے زعم کے مطابق وہ معصیت ہے تو اللہ تعالیٰ معصیت سے توبہ کو قبول کرتا ہے۔

پھر آپ ان کو اطاعت و جماعت اور امت میں اختلاف ڈالنے سے دور رہنے کی دعوت دیتے ہیں، اگر ان کے ساتھ وعظ ونصیحت مفید ہوتی تو آپ کے اس طرز تعامل اور لطف وحلم سے ان کے دل ضرور متاثر ہوتے، لیکن انہوں نے اس کو آپ کی کمزوری اور ضعف تصور کیا۔ اور خاص کر جب آپ نے انہیں یہ نصیحت کی کہ وہ وعظ و نصیحت میں نرم اور پرسکون اسلوب اختیار کریں تو اس پر انہوں نے میدان کشادہ محسوس کیا کہ اپنے پوشیدہ عزائم کو ظاہر کریں، پس کہا: ہم تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ تم اپنے اس منصب سے معزول ہو جاؤ، مسلمانوں میں وہ لوگ ہیں جو اس منصب کے تم سے زیادہ حق دار ہیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ اچانک ان کے پوشیدہ عزائم کی طرف متوجہ ہوئے، اور اس پوشیدہ پہلو کو جاننا چاہا کہ شاید اس معرفت سے اس بات کا سراغ لگ جائے کہ انہیں کون حرکت دے رہا ہے اور ان کے ذہنوں میں تباہ کن خودغرضانہ افکار و اکاذیب کون بھر رہا ہے۔ لیکن انہوں نے اپنے عزائم کو چھپائے رکھا اور اشارہ پر اکتفا کیا کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ معاویہ اپنا منصب اس کے لیے چھوڑ دیں جو ان سے افضل ہے، اور اس کے لیے جس کا باپ ان کے باپ سے افضل ہے۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بہت کچھ برداشت کیا اس سنگین اسلوب کے باوجود جو انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اختیار کیا۔ وہ آپ سے اپنا منصب چھوڑنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ حکومت و امارت اور قیادت سے متعلق اپنے موقف کے سلسلہ میں تفصیلی جواب دیتے ہیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ جواب چھ اساسی اور اہم نکات پر مشتمل رہا:

۱۔ اسلام میں انہیں قدامت وسبقت حاصل ہے، اور وہ شامی حدود کے محافظ اپنے بھائی یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے بعد سے رہے ہیں۔

۲۔ مسلمانوں میں ایسے لوگ ہیں جو آپ سے افضل ہیں، شرف ومنزلت میں آگے ہیں اور سبقت و قدامت اور اسلامی خدمات پیش کرنے میں اچھا ریکارڈ رکھتے ہیں، لیکن معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو شام کی عظیم اسلامی

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۳۳۰۔۳۳۱)

❷ تاریخ الطبری (۵/ ۳۳۰)

حدود کی حفاظت کے لیے زیادہ قوی اور موزوں سمجھتے ہیں، چنانچہ جب سے وہ اس عہدے پر فائز ہوئے اس کے انتظام و انصرام کو پوری قوت کے ساتھ بڑی اچھی طرح سنبھالا اور لوگوں کی نفسیات کو سمجھا یہاں تک کہ لوگوں نے آپ کو اپنا محبوب بنا لیا۔

۳۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے گورنروں اور افسران سے متعلق انتہائی حساس میزان اور کافی دقیق معیار قائم کر رکھا تھا، آپ کو اللہ کے حق کے لیے کسی ملامت گر کی ملامت کی پروا نہ ہوتی تھی۔ اگر آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کے اندر کوئی انحراف یا کوتاہی و کمزوری پاتے تو معزول کر دیتے، ایک دن بھی اس منصب پر باقی نہ رکھتے۔ لیکن معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے پورے دور خلافت میں کام کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بعض اعمال پر آپ کو مقرر کیا، اور اپنا کاتب رکھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو ولایت سونپی اور آپ کی صلاحیت و قابلیت پر کسی نے انگلی نہیں اٹھائی۔

۴۔ عمل سے معزولی کے لیے ایسے اسباب کا پایا جانا ضروری ہے جو معزولی کا موجب ہوں، ان داعیان فتنہ و فساد کے پاس کیا حجت و دلیل تھی جس کی بنیاد پر معزولی اختیار کی جاتی؟

۵۔ امارت کے اندر معزول کرنے اور کسی کو باقی رکھنے کا اختیار ان مدعیان کو نہیں بلکہ یہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کا حق ہے، پس کسی کی تقرری اور معزولی آپ کا حق ہے۔

۶۔ جس دن امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کا فیصلہ کریں گے معاویہ کو پورا یقین ہے کہ ان کا حکم خیر ہی ہوگا اس پر کوئی کلام نہیں کیوں کہ یہ مامور امیر ہیں اور وہ خلیفۃ المسلمین ہیں۔ ❶

اب بیٹھک کا اختتام انتہائی افسوس کن اور المناک رہا، آپ نے انہیں اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور شیطانی گڑھوں اور پھسلنے کے مقامات سے آگاہ کیا، اور امیر کی نافرمانی اور اختلاف سے روکا، اور خواہشات نفس کی پیروی اور غرور سے منع کیا۔ اس نصیحت و خیر خواہی کے جواب میں انہوں نے کیا کردار ادا کیا؟ ان پر ٹوٹ پڑے اور داڑھی و سر پکڑ لیا۔ اس وقت آپ نے ان کو ڈانٹا اور ان سے تہدید آمیز سخت بات کی۔ آپ سمجھ گئے کہ ان لوگوں کا حق کو قبول کرنا محال ہے، لہٰذا ان کے سلسلہ میں امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کو مطلع کرنا اور ان کی حقیقت اور خطرات کو واضح کرنا ضروری ہے تاکہ امیر المومنین ان سے متعلق دوسری رائے قائم کریں۔ ❷

کوفہ کے فسادیوں سے متعلق معاویہ رضی اللہ عنہ کا خط امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے نام:

معاویہ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کو خط تحریر کرتے ہوئے فرمایا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

❶ معاوية بن ابی سفیان صحابی کبیر و ملك مجاهد ص (۱۱۴-۱۱۷)

❷ معاوية بن ابی سفیان/ الغضبان ص (۱۱۷-۱۱۸)

اللہ کے بندے عثمان امیر المومنین کے نام معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے۔ حمد وصلاۃ کے بعد: امیر المومنین آپ نے میرے پاس ایسے لوگوں کو بھیجا ہے جو شیطانوں کی زبان اور ان کی املا سے بات کرتے ہیں، یہ لوگوں پر اپنے زعم کے مطابق قرآن کے راستہ سے داخل ہوتے ہیں، اور لوگوں کو شکوک وشبہات میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ اور سب لوگ ان کے عزائم سے واقف نہیں۔ یہ امت میں افتراق ڈالنا چاہتے ہیں اور فتنہ کو قریب کر رہے ہیں۔ اسلام ان پر گراں گزر رہا ہے، شیطان کا جادو ان کے دلوں میں گھر کر چکا ہے، اور کوفہ کے جو لوگ ان کے ساتھ رہتے تھے ان میں بہت سے لوگوں کو برباد کر چکے ہیں، مجھے خطرہ ہے کہ یہ لوگ شام والوں کے درمیان سکونت پذیر رہے تو انہیں اپنے جادو اور فسق وفجور سے برباد کر دیں گے، لہٰذا آپ انہیں ان کے شہر کو لوٹا دیں، ان کا گھر ان کے شہر میں ہی رہے جہاں ان کا نفاق طلوع ہوا ہے۔'' [1]

فسادیوں کی کوفہ واپسی اور پھر الجزیرہ کی طرف جلا وطنی:

کوفہ میں سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ نے لکھا اور ان لوگوں کو آپ نے اپنے پاس بلا لیا۔ جب یہ لوگ کوفہ واپس پہنچے تو ان کی زبانیں بے لگام ہو گئیں۔ سعید رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کی شکایت کرتے ہوئے تحریر بھیجی۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے جواب میں لکھا کہ ان لوگوں کو حمص میں عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کے پاس بھیج دو جو حمص کے امیر تھے۔ [2] یہ حضرات جب عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہما کے پاس پہنچے تو آپ نے انہیں پاس طلب کیا، ان سے سخت لہجہ میں گفتگو کی اور گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: اے شیطان کے آلہ کارو! تمھیں کوئی خوش آمدید نہیں۔ شیطان ناکام محور کی طرف لوٹ گیا ہے، اور تم اب تک باطل میں پھرتے ہو، اللہ عبدالرحمٰن کو ناکام کرے اگر وہ تمھیں ادب نہ سکھا سکے اور تمھیں ذلیل نہ کر سکے۔ لوگو میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو، عرب ہو یا عجم؟ تم مجھ سے ویسی باتیں نہ کرنا جیسی تم سعید ومعاویہ سے کرتے تھے۔ میں خالد بن ولید کا بیٹا ہوں، میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کو مسائل ومشکلات نے عادی بنا دیا تھا، میں ارتداد کی تحریک کو مٹانے والے کا بیٹا ہوں، اللہ کی قسم میں تمھیں ذلیل کر کے رہوں گا۔

عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہما نے ان کو ایک مہینے اپنے پاس رکھا، اور ان کے ساتھ انتہائی شدت اور سختی کا معاملہ کیا، اور سعید ومعاویہ رضی اللہ عنہما کی طرح ان کے ساتھ نرم نہ پڑے، جب آپ پیدل چلتے یہ بھی پیدل چلتے اور جب آپ سوار ہوتے تو ان کو بھی سوار کرتے، اور جب کسی جنگ میں شرکت کرتے تو یہ بھی شریک ہوتے۔ ان کو ذلیل کرنے کا کوئی موقع نہ چھوڑتے۔ اور جب ان کے لیڈر صعصعہ بن صوحان سے ملتے تو فرماتے اے گناہوں کی اولاد! کیا تجھے معلوم ہے کہ جس کو خیر نہ سدھار سکے اس کو شر سدھار دیتا ہے، اور جس کو نرمی نہ سدھار سکے اس کو سختی

[1] تاریخ الطبری (٥/ ٣٣١)
[2] تاریخ الطبری (٥/ ٣٢٧)

سدھار دیتی ہے، اور ان سے فرماتے: تم مجھے ویسا جواب کیوں نہیں دیتے جیسا جواب تم کوفہ میں سعید کو اور شام میں معاویہ کو دیتے تھے؟ تم اس طرح مجھ سے مخاطب کیوں نہیں ہوتے جس طرح تم ان دونوں سے مخاطب ہوتے تھے؟

عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہما کا اسلوب ان کے لیے مفید ثابت ہوا، آپ کی شدت و قساوت نے ان کو گونگا کر دیا، انہوں نے ان کے سامنے توبہ و ندامت ظاہر کی اور اقرار کیا کہ ہم اللہ سے توبہ و استغفار کرتے ہیں، آپ ہم سے درگزر کیجیے، اللہ آپ سے درگزر کرے۔ آپ ہمیں معاف کیجیے، اللہ آپ کو معاف کرے۔ یہ لوگ الجزیرہ میں عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہما کے پاس رہے، عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ان کے ایک لیڈر اشتر نخعی کو امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا تاکہ ان کی توبہ و اصلاح اور فتنہ سے رجوع کرنے کی خبر آپ کو دے دیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اشتر سے کہا: تم اور تمہارے ساتھی اب جہاں چاہو رہ سکتے ہو، میں نے تم کو معاف کر دیا۔ اشتر نے کہا: ہم عبدالرحمٰن بن خالد کے پاس ہی رہنا چاہتے ہیں اور آپ کے سامنے عبدالرحمٰن کے فضائل بیان کیے، یہ لوگ ایک مدت تک الجزیرہ میں عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہما کے پاس رہے اور توبہ و استقامت اور صلاح ظاہر کی۔ ❶

۳۴ھ میں کوفہ میں فسادی ایک وقت کے لیے خاموش ہو گئے اور یہ اس وقت ہوا تھا جب اس فتنہ کے سرغنہ حضرات کو معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کر دیا گیا تھا، چنانچہ فسادیوں نے اسی میں مصلحت و عافیت سمجھی کہ ایک وقت تک کے لیے خاموشی اختیار کی جائے۔ ❷

بصرہ میں فسادی لوگ اُشج عبدالقیس رضی اللہ عنہ پر افتراء باندھتے ہیں:

بصرہ میں فسادی حکیم بن جبلہ کی قیادت میں، اہل فضل و شرف کی مخالفت کرتے، ان کے خلاف سازشیں کرتے اور جھوٹ باندھتے۔ بصرہ کے اندر اشج عبدالقیس رضی اللہ عنہ جن کا نام عامر بن عبدالقیس تھا۔ یہ انتہائی شریف اور متقی تھے، آپ اپنی قوم کے سردار تھے، یہ اپنی قوم کا وفد لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور آپ سے دین کی تعلیم حاصل کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا تھا:

((ان فيك خصلتين يحبهما الله و رسوله الحلم والاناة.)) ❸

''تمہارے اندر دو خصلتیں ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب ہیں: عقل مندی و بردباری اور جستجو (عدم عجلت)۔''

اشج عبدالقیس رضی اللہ عنہ قادسیہ وغیرہ معرکوں میں قائدین جہاد میں سے تھے، بصرہ میں مقیم تھے، بہت ہی زیادہ صلاح و تقویٰ کے مالک تھے، خارجیوں نے آپ پر اتہام باندھا اور جھوٹ گھڑا۔ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو

---

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۳۲۷) ❷ الخلفاء الراشدون ص (۱۳٤)

❸ صحیح مسلم/ الایمان (۲۵) امام نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ''حلم'' سے مراد عقل مندی اور ''اناة'' سے مراد عدم عجلت ہے۔

شام میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے گفتگو کی تو ان کی براءت اور سچائی اور خوارج کا جھوٹ اور افتراء دونوں واضح ہو گیا۔ جس نے آپ پر جھوٹ باندھا تھا وہ حمران بن ابان تھا، یہ عصیان میں ڈوبا ہوا بے دین آدمی تھا۔ ایک عورت سے عدت کے دوران ہی میں شادی کر لی تھی، عثمان رضی اللہ عنہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ نے دونوں کے درمیان جدائی کرا دی، اس پر کوڑے لگائے اور اس کی معصیت کی وجہ سے اسے سخت سزا دی، اور بصرہ کی طرف جلا وطن کر دیا، وہاں پہنچ کر اس کی ملاقات سبائی لیڈر حکیم بن جبلہ چور سے ہو گئی۔ ❶

ابن سبا تحریک کے لیے ۳۴ھ کو مقرر کرتا ہے:

امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے گیارھویں سال ۳۴ھ میں عبداللہ بن سبا یہودی نے اپنا منصوبہ مکمل کر لیا، اور سازش کا خاکہ تیار کر لیا اور خلیفہ اور گورنروں کے خلاف خروج کو اپنی سبائی جماعت کے ساتھ مرتب کر لیا۔

ابن سبا نے سازشی مرکز مصر سے بصرہ و کوفہ اور مدینہ میں اپنی پارٹی کے شیطانوں سے اتصال کیا، اور ان کے ساتھ خروج کی تفصیلات سے متفق ہوا، ان لوگوں کی آپس میں خط و کتابت ہوئی۔ اس خط و کتابت میں کوفہ کے سبائی بھی شریک رہے یہ کل تیرہ افراد تھے، انہی میں سے وہ حضرات تھے جو شام کی طرف اور پھر الجزیرہ میں عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہما کی طرف جلا وطن کیے گئے تھے۔ کوفہ میں سبائیوں کا لیڈر یزید بن قیس تھا۔ ❷

۳۴ھ میں کوفہ معززین قوم اور اشراف سے خالی ہو گیا تھا کیوں کہ یہ لوگ جہاد میں نکل چکے تھے۔ صرف وہی رذیل اور فسادی لوگ بچے تھے جن پر سبائی اپنا اثر ڈال چکے تھے اور اپنے گندے افکار ان کے اندر بھر چکے تھے، اور عثمان رضی اللہ عنہ اور کوفہ کے گورنر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے خلاف بھڑکا رکھا تھا۔ ❸

فسادیوں کے متحرک ہونے کے وقت کوفہ والوں کی صورت حال:

۳۴ھ میں کوفہ والوں کی صورت حال سے متعلق طبری فرماتے ہیں:

''امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے گیارھویں سال سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مدینہ روانہ ہوئے، اور روانہ ہونے سے قبل اشعث بن قیس کو آذربیجان، سعید بن قیس کو رے، نسیر عجلی کو ہمدان، سائب بن اقرع کو اصفہان، مالک بن حبیب کو ماہ، حکیم بن سلامہ کو موصل، جریر بن عبداللہ کو قرقیسیا، سلمان بن ربیعہ کو الباب، عتیبہ بن نہاس کو حلوان کی طرف روانہ کیا، اور جنگ کا امیر قعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور کوفہ پر اپنا نائب عمرو بن حریث کو بنایا۔ اس طرح کوفہ معززین قوم اور با اثر شرفاء سے خالی ہو گیا، اس میں صرف رذیل اور فتنہ میں مبتلا

---

❶ تاریخ الطبری ص (۵/ ۳۳۳۔۳۳٤)
❷ الخلفاء الراشدون/ الخالدی ص (۱۳۵)
❸ الخلفاء الراشدون/ الخالدی ص (۱۳۵)

حضرات ہی باقی رہے۔'' ❶

اس صورت حال میں سبائیوں کے لیڈر یزید بن قیس نے مصر میں اپنے شیطان اکبر عبداللہ بن سبا کے ساتھ اتفاق کے بعد کوفہ خروج کیا، اور اس کے ساتھ اس کی خفیہ سبائی تنظیم کے ممبران اور ان سے متاثر فسادی اس کے ساتھ خروج میں شریک ہوئے۔ ❷

قعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ پہلے خروج کا صفایا کرتے ہیں:

کوفہ میں یزید بن قیس نے خروج کیا جس کا مقصد امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کو خلافت سے برطرف کرنا تھا۔ وہ مسجد میں داخل ہوا اور بیٹھا، اس کے گرد وہ سبائی جمع ہو گئے جن کے ساتھ عبداللہ بن سبا کی مصر سے خط و کتابت جاری تھی، جب یہ لوگ مسجد میں جمع ہو گئے تو قعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی جو امیر جنگ تھے۔ ان حضرات کو آپ نے فوراً گرفتار کر لیا اور ان کے لیڈر یزید بن قیس کو اپنے ساتھ لے گئے۔ یزید نے جب قعقاع رضی اللہ عنہ کی سختی اور بصیرت و بیداری دیکھی تو اس نے امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے خلافت بغاوت اور آپ کی برطرفی کے مقصد کو چھپایا، اور ان سے یہ ظاہر کیا کہ وہ اور ان کی پارٹی صرف کوفہ کے گورنر کی تقرری چاہتے ہیں۔ اس کی یہ باتیں سن کر قعقاع رضی اللہ عنہ نے اسے اور اس کی پارٹی کو چھوڑ دیا، اور یزید سے کہا: تم اس مقصد کے لیے مسجد میں نہ بیٹھنا اور نہ تمہارے پاس کوئی جمع ہو۔ تم اپنے گھر میں رہو اور تمہارا جو مطالبہ ہے وہ خلیفہ سے کرو، وہ تمہارے مطالبہ کو پورا کریں گے۔ ❸

یزید بن قیس ان فسادیوں سے خط و کتابت کرتا ہے جو عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہما کے پاس تھے:

یزید بن قیس اپنے گھر میں بیٹھا اور خروج سے متعلق اپنے منصوبہ میں تبدیلی کرنے پر مجبور ہوا۔ ایک شخص کو اجرت پر رکھا، اس کو دراہم اور خچر دیا اور حکم دیا کہ پوری رازداری کے ساتھ تیزی سے ان کوفی سبائیوں کے پاس جاؤ جنھیں عثمان رضی اللہ عنہ نے پہلے شام اور پھر الجزیرہ کی طرف جلا وطن کر دیا تھا، اور وہ عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہ کے پاس مقیم تھے اور توبہ و ندامت کا ان کے سامنے اظہار کیا تھا۔ اپنے اس خط میں اس نے اپنے شیطان ساتھیوں کو لکھا کہ میرا یہ خط جب تم کو پہنچ جائے تو اس کو رکھنے سے پہلے تم میرے پاس پہنچ جاؤ۔ میں نے مصر میں ساتھیوں کو خط لکھا ہے اور ان کے ساتھ خروج پر ہمارا اتفاق ہو چکا ہے۔ جب اشتر نے یہ خط پڑھا تو فوراً کوفہ کے لیے روانہ ہو گیا اور آ کر ان لوگوں کے ساتھ مل گیا۔ عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہ نے ان کو تلاش کیا لیکن نہ پا سکے۔ کچھ لوگوں کو ان کی تلاش میں بھیجا لیکن تب تک یہ لوگ نکل چکے تھے، ہاتھ نہ آئے۔

یزید بن قیس نے اپنی پارٹی کا دوبارہ اتصال کیا، اور اس کی پارٹی نے کوفہ کے رذیلوں اور فسادیوں سے

---

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۳۳۷) ❷ الخلفاء الراشدون/ الخالدی ص (۱۳۶)
❸ تاریخ الطبری (۵/ ۳۳۷)

اتصال کیا اور سب کے سب مسجد میں جمع ہو گئے۔ اشتر نخعی مسجد میں آیا، لوگوں کو بھڑکایا، اور انقلاب اور خروج پر ان کو برانگیختہ کیا اور ان سے کہا: میں خلیفہ عثمان کے پاس سے آ رہا ہوں، وہاں ان کے پاس سعید بن العاص تھے، ان دونوں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ تمہارے عطیہ میں کمی کر دی جائے، اب دو سو درہم کے بجائے سو درہم ملیں گے۔ یہ صریح جھوٹ اشتر نے اپنی طرف سے گھڑا، حالاں کہ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ دراصل یہ عوام الناس کو بھڑکانے کے لیے افتراء و اکاذیب کو پھیلانے کی سبائی چال تھی۔ بہر حال اپنی باتوں سے اشتر نے مسجد میں لوگوں کو بے وقوف بنایا، رذیلوں اور فسادیوں پر اثر انداز ہوا، اور انہیں برانگیختہ کیا۔ مسجد میں شور برپا ہوا۔ ابو موسیٰ اشعری، عبداللہ بن مسعود، قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہم جیسے عقلاء، اشراف اور صالحین و اتقیاء اس سلسلہ میں اس سے بات کرنے لگے اور اس کو سمجھانا چاہا لیکن اشتر نے کسی کی بات نہ مانی۔ ❶

یزید بن قیس نے ان فسادیوں کے درمیان مسجد میں اور مسجد سے باہر چیخنا شروع کیا اور کہا: میں مدینہ کے راستہ پر نکلتا ہوں تاکہ سعید بن العاص کو کوفہ میں داخل ہونے سے روک دوں، تو جس کو نکلنا ہو وہ میرے ساتھ سعید کو کوفہ میں داخلے سے روکنے کے لیے نکلے۔ سبائیوں اور فسادیوں نے اس پر لبیک کہا، اور تقریباً ایک ہزار لوگ اس کے ساتھ نکلے۔ ❷

قعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ فساد کے قائدین کو قتل کرنے کی رائے دیتے ہیں:

جب سبائی اور فسادی لوگ فتنہ و فساد، تمرد و عصیان اور شور و ہنگامہ کرتے ہوئے مسجد سے نکل گئے اور مسجد میں بردبار و شریف اور شرف و منزلت کے حاملین رہ گئے تو نائب والی عمرو بن حریث منبر پر تشریف لائے، اور خطاب کیا، اور مسلمانوں سے اخوت و وحدت کی اپیل کی، اور اختلاف و تفرق اور فتنہ و خروج سے منع کیا اور سرکشوں، فسادیوں اور خروج کرنے والوں کی بات نہ ماننے کی دعوت دی۔ ❸

اس موقع پر قعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ سیلاب کے چڑھاؤ کو روکنا چاہتے ہیں، اگر یہ ارادہ ہے تو فرات کو اس کے رخ سے موڑ دو، ایسا ہو نہیں سکتا۔ اللہ کی قسم! اس ہنگامہ و فساد کو صرف تلوار ٹھنڈا کر سکتی ہے۔ قریب ہے کہ تلواریں میان سے نکالی جائیں، پھر یہ سب بکری کے بچوں کی طرح چلائیں گے اور جس نعمت میں ہیں اس کی تمنا کریں گے لیکن وہ کبھی واپس نہ آئے گی، صبر کیجیے۔

عمرو بن حریث نے کہا: میں صبر کرتا ہوں، اور پھر وہ اپنے گھر چلے گئے۔ ❹

---

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۳۳۸)، الخلفاء الراشدون/ الخالدی ص (۱۳۸)

❷ تاریخ الطبری (۵/ ۳۳۸)

❸ الخلفاء الراشدون/ الخالدی ص (۱۳۹)

❹ تاریخ الطبری (۵/ ۳۳۸)

فسادی سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں داخل ہونے سے روک دیتے ہیں:

یزید بن قیس اور اشتر نخعی ایک ہزار فسادیوں کے ساتھ مدینہ کے راستہ میں جرعہ نامی مقام پر جا پہنچے، یہ لوگ وہاں ڈٹے ہوئے تھے۔ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ مدینہ سے امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے واپس ہوتے ہوئے وہاں پہنچے۔ ان لوگوں نے آپ سے کہا: تم جہاں سے آئے ہو وہاں واپس چلے جاؤ، ہمیں تمہاری ضرورت نہیں اور ہم تمھیں کوفہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے، جاؤ عثمان کو خبر دے دو کہ ہم تمھیں بحیثیت والی نہیں چاہتے، اور ہم عثمان سے یہ چاہتے ہیں کہ وہ تمہاری جگہ ابوموسیٰ اشعری کو والی مقرر کر دیں۔ سعید رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: مجھ سے یہ کہنے کے لیے تم ایک ہزار افراد ساتھ لے کر کیوں نکلے، تمہارے لیے صرف اتنا کافی تھا کہ ہم میں سے کسی ایک شخص کو اپنا یہ مطالبہ دے کر امیر المومنین کے پاس بھیج دیتے، اور کسی ایک شخص کو راستے میں کھڑا کر دیتے تاکہ وہ مجھے اس کی اطلاع دے دیتا، کیا جنھیں عقل ہو وہ ایک شخص کے مقابلہ میں ایک ہزار نکل سکتے ہیں؟ [1]

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حکمت کا تقاضا ہے کہ ان کے منہ نہ لگا جائے، اور فتنہ کی آگ نہ بھڑکائی جائے بلکہ اس کو ٹھنڈا کیا جائے یا کم از کم اس کو مؤخر رکھا جائے۔ اور یہی رائے کوفہ میں ابوموسیٰ اشعری، عمرو بن حریث اور قعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہم کی تھی۔ [2]

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ مدینہ واپس ہو گئے، اور عثمان رضی اللہ عنہ کو صورت حال سے مطلع کیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا کہ آخر ان لوگوں کا کیا مطالبہ ہے؟ کیا انہوں نے اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے؟ کیا خلیفہ کے خلاف خروج کیا ہے؟ اور عدم اطاعت کا اعلان کیا ہے؟ سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، انہوں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ وہ بحیثیت والی مجھے نہیں چاہتے ہیں بلکہ میری جگہ دوسرا والی چاہتے ہیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: وہ کس کو بحیثیت والی چاہتے ہیں؟ سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ ابوموسیٰ اشعری کو چاہتے ہیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ٹھیک ہے ہم نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو والی مقرر کر دیا۔ اللہ کی قسم! ہم ان کے لیے کوئی عذر اور حجت نہیں چھوڑیں گے، اور جیسا ہم سے مطلوب ہے ہم ان پر صبر کریں گے یہاں تک کہ ہم ان کے حقیقی مقاصد کو جان لیں۔ پھر امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو کوفہ پر بحیثیت والی تقرری سے متعلق خط تحریر کیا۔ [3]

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی تقرری سے متعلق عثمان رضی اللہ عنہ کا خط پہنچنے سے قبل کوفہ کی مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ موجود تھے، انہوں نے حالات کو کنٹرول کرنے اور عوام کو پرسکون کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے، اس لیے کہ سبائی عوام پر غالب تھے اور انہیں برانگیختہ کر رکھا تھا، وہ عقل و منطق کی بات سننے کے لیے تیار ہی نہ تھے۔

---

[1] تاریخ الطبری (۵/ ۳۳۸) [2] الخلفاء الراشدون/ الخالدی ص (۱۴۰)

[3] التاریخ الطبری (۵/ ۳۳۹)

کوفہ کی مسجد میں اس تمرد وعصیان اور فتنہ کے وقت اکابرین صحابہ میں سے دو شخصیتیں موجود تھیں: حذیفہ بن یمان اور ابومسعود عقبہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہما۔ ابوموسیٰ مسعود رضی اللہ عنہ اس تمرد وعصیان، جرعہ کی طرف فسادیوں کے خروج، اور سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی برطرفی سے بہت نالاں تھے، کیوں کہ یہ پہلا موقع تھا کہ اس طرح کے حالات رونما ہوئے تھے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ بڑے دور اندیش تھے، حالات کے ساتھ بڑی موضوعیت اور غور وفکر سے کام لیتے تھے۔ ❶

ابومسعود رضی اللہ عنہ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ لوگ جرعہ سے صحیح وسالم واپس نہ ہوں گے، خلیفہ ضرور ان کی تادیب کے لیے لشکر روانہ کریں گے اور پھر بہت خون بہے گا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کے جواب میں فرمایا: اللہ کی قسم! یہ لوگ کوفہ واپس ہوں گے اور کوئی جھڑپ اور جنگ نہ ہوگی، اور نہ خون بہے گا، اس وقت آپ جو یہ فتنے مشاہدہ کر رہے ہیں، یہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپ ﷺ سے جانا ہے، آپ نے اپنی وفات سے قبل اس فتنے کے بارے میں خبر دی ہے جس کا آج ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے کہ انسان صبح اسلام کی حالت میں کرے گا پھر شام کو اس کے ساتھ اسلام کا کوئی حصہ باقی نہ ہوگا، پھر مسلمانوں سے قتال کرے گا اور مرتد ہوگا اور اس کا دل الٹا ہوا ہوگا، پھر دوسرے دن اللہ اسے قتل کر دے گا اور یہ ابھی بعد میں ہوگا۔ ❷

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فتن کے علم میں ماہر تھے، کوفہ میں سبائی فتنوں کے ساتھ آپ کا تعامل اس کے عین مطابق تھا، جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا اور سیکھا تھا۔ آپ نے ان احادیث میں سے جو کچھ یاد کیا تھا اس کا استحضار کیا اور جو کچھ آپ کے گرد واقع ہو رہا تھا اس کی حقیقت کو سمجھا، اسے ناممکن اور مستغرب نہیں جانا بلکہ حتی الامکان اس کی اصلاح کی کوشش کی۔ ❸

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ امن وامان قائم کرتے ہیں اور تمرد وسرکشی کو ختم کرتے ہیں:

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے امن وامان قائم کیا اور لوگوں کو تمرد سے منع کیا اور ان سے کہا: لوگوں اس طرح مخالفت پر نہ اترو، عصیان سے باز آجاؤ، جماعت اور طاعت کو لازم پکڑو، جلد بازی سے بچو، صبر سے کام لو، گویا تم نئے امیر کے ساتھ ہو۔ (یعنی امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے آنے والا ہے۔)

لوگوں نے کہا: آپ نماز پڑھائیے، آپ نے فرمایا: اس وقت تک نہیں جب تک کہ تم عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی سمع وطاعت کا وعدہ نہیں کرتے۔ لوگوں نے کہا: ہم عثمان کی سمع وطاعت کا وعدہ کرتے ہیں۔ ❹

❶ الخلفاء الراشدون (۱٤۱) ❷ تاریخ الطبری (۵/ ۳٤۲)
❸ حذیفۃ بن الیمان / ابراہیم العلی ص (۸٦) ، الخلفاء الراشدون / الخالدی ص (۱٤۱)
❹ تاریخ الطبری (۵/ ۳۳۹)

دراصل یہ لوگ اپنے قول میں سچے نہ تھے، بلکہ اپنے حقیقی مقاصد و اہداف کو دوسروں سے چھپاتے تھے۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے، یہاں تک کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا خط آپ کو پہنچا جس میں آپ کو کوفہ کا والی مقرر کیا گیا تھا، اور جب ۳۴ھ میں کوفہ کے اندر امن و امان ایک حد تک بحال ہو گیا تو حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ''آذربیجان'' اور ''الباب'' کی طرف لشکر جہاد کی قیادت کرتے ہوئے لوٹے، اور گورنر و افسران فارس کے مختلف مناطق میں اپنی اپنی ڈیوٹیوں پر واپس ہو گئے۔ ❶

عثمان رضی اللہ عنہ کا خط کوفہ میں خروج کرنے والوں کے نام:

عثمان رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں خروج کرنے والوں کے نام خط تحریر کیا، اور اس کے اندر آپ نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی معزولی اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی تولیت سے متعلق ان کے مطالبہ کو پورا کرنے کی حکمت کو واضح کیا۔ یہ خط اہم ہدایات پر مشتمل ہے۔ ان فتنوں کے مقابلہ کے سلسلے میں عثمان رضی اللہ عنہ کے طریقہ کو واضح کرتا ہے، اور اشتعال انگیزی کو حتی الوسع مؤخر کرنے کی آپ کی کوشش کو بیان کرتا ہے۔ باوجودیکہ آپ کو اس بات کا یقینی علم تھا کہ یہ فتنے آنے والے ہیں اور آپ کے اندر ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ یہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور سیکھا تھا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس خط میں ان سے کہا: میں نے تم پر اس کو امیر بنایا ہے جس کو تم نے اختیار کیا ہے اور تم کو سعید سے نجات دے دی۔ اللہ کی قسم! میں تمہارے لیے اپنی عزت بچھا دوں گا، اور اپنا صبر بھرپور خرچ کروں گا، اور اپنی طاقت بھر تمہاری بھلائی چاہوں گا، تم جو پسند کرو، مجھ سے طلب کرو بشرطیکہ اللہ کی نافرمانی اس میں نہ ہو میں تمہیں دوں گا اور جس چیز کو تم ناپسند کرو بشرطیکہ اللہ کی نافرمانی نہ ہو میں تمہیں اس سے معاف کر دوں گا، اور جب پسند کرو گے پورا کروں گا تاکہ تمہارے پاس میرے خلاف کوئی حجت نہ ہو۔ اسی طرح کے خطوط آپ نے دیگر صوبوں کو بھی روانہ کیے۔ ❷

اللہ تعالیٰ امیر المومنین عثمان سے راضی ہو جا، آپ کس قدر صالح اور انشراح صدر کے مالک تھے۔ سبائیوں اور حقادین خوارج نے کس قدر آپ پر ظلم ڈھایا، اور آپ پر کذب و افتراء باندھا۔ ❸

---

❶ الخلفاء الراشدون/ الخالدی ، ص (۱٤۲)

❷ تاریخ الطبری (۵/ ۳٤۳)

❸ الخلفاء الراشدون / الخالدی ، ص (۱٤۳)

(۲)

فتنہ کے ساتھ تعامل میں عثمانی سیاست

مختلف مراجع ومصادر میں موجود تاریخی نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے فتنے کا مقابلہ کرنے میں مختلف اسلوب اختیار کیے:

عثمان رضی اللہ عنہ کو بعض صحابہ کا مشورہ کہ تحقیقاتی کمیٹیاں بھیجی جائیں:

عبداللہ بن سبا نے جو فوجیں صوبوں میں عام کر رکھی تھیں، اسے جب محمد بن مسلمہ اور طلحہ بن عبیداللہ وغیرہ رضی اللہ عنہم نے سنیں تو جلدی سے امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، اور عرض کیا: اے امیر المومنین! لوگوں سے متعلق جو خبریں ہمیں پہنچ رہی ہیں، کیا آپ کو بھی پہنچی ہیں؟ فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم! مجھے خیر وسلامتی کی خبریں پہنچی ہیں۔ انہوں نے کہا: ہمیں تو خبریں پہنچی ہیں۔ پھر اسلامی صوبوں میں فتنہ وفساد کے پھیلنے اور ہر جانب گورنروں پر جارحانہ حملوں کے سلسلہ میں جو خبریں پہنچی تھیں، اسے بیان کیا۔ امیر المومنین نے ان سے فرمایا: آپ لوگ میرے شریک کار اور مسلمانوں کے گواہ ہو، لہٰذا ہمیں مشورہ دو۔ انہوں نے کہا: ہمارا مشورہ یہ ہے کہ آپ قابل اعتماد لوگوں کو صورتحال کا صحیح جائزہ لینے کے لیے صوبوں کو روانہ کریں تاکہ وہ آپ کو مفصل رپورٹ پیش کریں۔ ❶

عثمان رضی اللہ عنہ نے انتہائی درست اور عظیم کارروائی شروع کی، صحابہ کرام میں سے کچھ ایسے لوگوں کو منتخب فرمایا جن کے صدق وتقویٰ، زہد وورع اور نصیحت وخیر خواہی پر کسی کو شک نہیں ہوسکتا تھا۔ آپ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو جنھیں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ صوبوں میں گورنروں کی جانچ اور احتساب کے لیے مقرر کرتے تھے اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اور حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے تھے، جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ کے آخری ایام میں رومیوں کے مقابلہ میں سپہ سالار اعظم بنا کر روانہ ہونے کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا: "انفذوا بعث" اسامہ کے لشکر کو روانہ کرو، اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو جو اسلام کی طرف سبقت کرنے والے اور عظیم مجاہد تھے، اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جو انتہائی متقی، زہد وورع کے حامل اور فقیہ تھے، ان سب کو منتخب فرمایا۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بصرہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو مصر اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو شام روانہ کیا، اور ہر ایک کے ساتھ لوگوں کی ایک ایک جماعت روانہ کی۔ ان تمام حضرات کو بڑے بڑے صوبوں میں روانہ کیا، ان میں سب کے سب انتہائی خطرناک ومشکل مقصد کی ادائیگی کے لیے روانہ ہوئے اور پھر سب کے

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۳۴۸)

سب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے علاوہ اپنی ذمہ داری مکمل کر کے مدینہ واپس ہوئے جب کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما مصر میں کچھ دیر رہ گئے پھر واپس ہوئے۔ اور ان حضرات نے جو کچھ صوبوں میں مشاہدہ کیا اور سنا اور لوگوں سے سوال کیا، اس کی مکمل رپورٹ عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دی۔ ❶

تمام صوبوں کے سلسلہ میں جو رپورٹ ان حضرات نے پیش کی وہ ایک ہی تھی۔ انہوں نے اپنی رپورٹ میں کہا: لوگو! ہم نے کوئی ناپسندیدہ اور قابل گرفت چیز نہیں پائی اور نہ مسلمانوں نے کوئی ناپسندیدہ اور قابل گرفت چیز محسوس کی ہے، ہم نے تو یہی پایا کہ امراء اور گورنر لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کو قائم کیے ہوئے ہیں اور اس کا پورا اہتمام کرتے ہیں۔ ❷

اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو جن روایات میں متہم کیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بھڑکانے میں لگ گئے یہ روایتیں سند و متن دونوں اعتبار سے ناقابل اعتماد ہیں ان کی سندیں ضعیف اور متن میں نکارت ہے۔ ❸

صوبوں کا جائزہ لینے والی تحقیقاتی کمیٹی کے ممبران واپس ہوئے، ان کی رپورٹ سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جس کی بنیاد پر امراء اور گورنروں کو معزول کیا جائے، لوگ خیر و عافیت سے ہیں، ہر طرف عدل و انصاف، خیر و برکت، امن و امان اور سکون و اطمینان ہے۔ امیر المومنین ہر قضیہ میں عدل و انصاف کرتے ہیں، لوگوں کے درمیان عطیات بلا امتیاز برابر تقسیم کرتے ہیں، اللہ اور رعیت کے حقوق کی نگہداشت کرتے ہیں اور اس کے برخلاف جو باتیں پھیلائی جا رہی ہیں ان کا تعلق شکوک وشبہات، اتہامات اور اکاذیب سے ہے، حاقدین ان کو خفیہ طور سے پھیلا رہے ہیں تاکہ ان کا سراغ نہ لگ سکے۔ لیکن اس عظیم خلیفہ راشد نے اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ آپ نے صوبوں کے باشندگان کے نام خطوط روانہ کیے۔ ❹

مسلمانوں کے لیے اعلان عام کے طور پر صوبوں کے باشندگان کے نام مفصل خطوط ارسال کیے:

''اما بعد! میں ہر موسم حج میں امراء و عمال کو طلب کرتا ہوں، اور جب سے میں نے زمام خلافت سنبھالی ہے امت کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی مکمل آزادی و اختیار دے رکھا ہے۔ میرے یا میرے کسی عامل کے خلاف کوئی مطالبہ کیا جاتا ہے، اس کو پورا کرتا ہوں، رعیت سے قبل میرے اور میرے اہل و عیال کے لیے کوئی حق نہیں، سب کچھ رعایا کے لیے وقف ہے۔ مجھے اہل مدینہ نے یہ بات پہنچائی ہے کہ کچھ لوگوں کو برا بھلا کہا جاتا ہے اور مارا جاتا ہے، لہٰذا جس کو بھی پردے میں مارا گیا ہو یا برا بھلا کہا گیا ہو اور جس کے پاس بھی اس طرح کا دعویٰ ہو وہ موسم حج میں مجھ سے ملے اور

---

❶ عثمان بن عفان الخليفة الشاكر الصابر ص (۲۱۰)

❷ تاريخ الطبرى (۵/ ۳۴۸)

❸ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۱۱۷)

اپنا حق لے، خواہ اس کا تعلق مجھ سے ہو یا میرے کسی عامل سے ہو یا پھر صدقہ (معاف) کر دے اللہ تعالیٰ صدقہ (معاف) کرنے والوں کو بدلہ عطا کرتا ہے۔"

جب صوبوں میں عوام کو یہ خط سنایا گیا تو لوگ رونے لگے اور عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے دعائیں کرنے لگے اور کہا: امت میں شر ظاہر ہونے لگا ہے۔ ❶ کیا دنیا بیاسی سالہ بوڑھے شخص سے اس سے زیادہ بلند اور اعلیٰ عزم و حوصلہ کی بات سننا چاہتی ہے جب کہ وہ اس عمر میں مظالم کی تحقیق و جائزہ سے متعلق اس قوت و جوش سے باتیں کر رہا ہے؟ یا لوگ اس عدل و انصاف سے اعلیٰ و ارفع عدل و انصاف چاہتے ہیں جب کہ امیر المومنین کا ذاتی حق بھی رعیت لیے وقف ہے، جب تک کہ اللہ کا حق قائم ہے اور اس کے حدود کی رعایت کی جاتی ہے۔ ہاں یہ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ملے گا، انہوں نے صرف اسی پر اکتفا نہ کیا کہ امانت دار تحقیقاتی کمیٹیاں لوگوں کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے ارسال کیں، اور صوبوں کے باشندگان کے نام خطوط ارسال کیے کہ وہ موسم حج میں آئیں اور اگر ان کے پاس کوئی شکایت ہے تو حجاج کے مجمع میں خلیفہ کے سامنے رکھیں۔ نہیں صرف انہی سب باتوں پر اکتفا نہ کیا بلکہ اس سے مزید آپ نے صوبے کے گورنروں اور والیان کے نام فرمان جاری کیا کہ وہ لوگوں کی شکایتوں کو سنیں اور اگر مظالم ہیں تو اس کو رفع کریں۔ اور پھر امیر المومنین لوگوں کی افواہوں سے متعلق گورنروں سے دریافت کرتے ہیں اور پختہ و درست اور صحیح رائے و مشورہ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ❸

عثمان رضی اللہ عنہ کا گورنروں سے مشورہ:

امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ نے صوبوں کے گورنروں کو پیغام جاری کیا اور انہیں جلد از جلد دار الخلافہ مدینہ میں طلب کیا۔ وہ عبداللہ بن عامر، معاویہ بن ابی سفیان اور عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہم تھے، اور ان کے ساتھ مشورہ میں سعید بن العاص اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو بھی شامل کیا جو سابق گورنر تھے، آپ نے ان حضرات کے ساتھ خفیہ میٹنگ کی، اور دار الخلافہ مدینہ میں پہنچنے والی خبروں کی روشنی میں نیا لائحہ عمل تیار کیا گیا۔ ❷

عثمان رضی اللہ عنہ نے ان حضرات سے پوچھا: یہ کیسی شکایتیں مجھے پہنچ رہی ہیں اور یہ کیسی افواہیں پھیل رہی ہیں؟ یقیناً اللہ کی قسم مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ تمہارے خلاف سچ ہو اور پھر اس کا وبال میرے سر ہو۔

ان حضرات نے جواب میں عرض کیا: کیا آپ نے تحقیقاتی کمیشن نہیں بھیجے؟ کیا لوگوں سے متعلق آپ کو خبر نہیں پہنچی؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ یہ لوگ اپنے مشن سے واپس ہوئے اور کسی نے کوئی شکایت نہیں کی؟ اللہ کی قسم یہ شکایتیں پہنچانے والے سچے نہیں، ہمیں اس کی کوئی اصل نہیں معلوم، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس کی وجہ سے آپ کسی کی گرفت نہیں کر سکتے کہ وہ آپ کو کسی چیز کی ضمانت دے سکے، یہ صرف غلط پروپیگنڈہ ہے، اس پر

---

❶ تاریخ الطبری (۱/ ۳۴۹) ❷ ایضاً

❸ عثمان بن عفان الخلیفة الشاکر الصابر ص (۲۱۲) ❹ معاویة بن ابی سفیان ص (۱۲۶)

اعتماد کرنا اور اس کی بنیاد پر کوئی کارروائی کرنا جائز نہیں۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو اب تم لوگ مجھے مشورہ دو کہ اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ من گھڑت باتیں ہیں جو خفیہ طور سے پردے کے پیچھے گھڑی جاتی ہیں، اور پھر نا سمجھوں کے کان میں ڈال دی جاتی ہیں، اور پھر وہ اس بات کو دوسروں تک پہنچا دیتے ہیں اور پھر مجلسوں اور محفلوں میں اس پر گفتگو شروع ہو جاتی ہے۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کا علاج کیا ہے؟

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اس طرح کے لوگوں کو طلب کیا جائے اور پھر جن سے یہ باتیں نکلتی ہیں انہیں قتل کر دیا جائے۔

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے امیر المومنین! جب آپ لوگوں کو ان کے حقوق ادا کرتے ہیں تو ان سے بھی اپنے حقوق وصول کیجیے، یہ ان کو چھوڑ دینے سے بہتر ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے مجھے ولایت سونپی تو میں ایسے لوگوں پر والی ہوں جن کی طرف سے آپ کے پاس خیر ہی کی خبریں پہنچتی ہیں، اور یہ دونوں حضرات (عبداللہ بن سعد وعبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما) اپنے اپنے صوبوں سے متعلق زیادہ جانتے ہیں۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسی صورت میں کیا مشورہ ہے؟

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: حسن ادب۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے عمرو سے فرمایا: اے عمرو تمہاری کیا رائے ہے؟

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: میں دیکھتا ہوں کہ آپ ان لوگوں کے ساتھ نرم پڑ گئے ہیں اور ان سے خوش اور راضی ہیں حالاں کہ جتنا عمر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ کرتے تھے اس سے زیادہ آپ کرتے ہیں۔ تو میری رائے ہے کہ آپ ان کے ساتھ اپنے دونوں ساتھیوں (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کا طریقہ اختیار کیجیے، سختی کی جگہ سختی کیجیے اور نرمی کے موقع پر نرمی کیجیے۔ ان لوگوں کے ساتھ سختی مناسب ہے جو لوگوں کو شر پہنچائیں اور نرمی ان لوگوں کے لیے مناسب ہے جو لوگوں کے خیر خواہ ہوں۔ آپ سب ہی کے ساتھ نرمی برتتے ہیں۔

ان مشوروں کو سننے کے بعد امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: آپ حضرات نے جو مشورہ دیے، میں نے سب کو سنا، ہر امر کا ایک دروازہ ہے جہاں سے آیا جاتا ہے اور یہ امر جس کا اس امت پر خطرہ ہے ہو کر رہے گا۔ یقیناً اس کا وہ دروازہ جسے بند کر دیا جاتا ہے اس کو نرمی، توجہ اور موافقت کھول دے گی، الا یہ کہ اللہ کے حدود میں ہو، جس میں کوئی عیب نہیں لگا سکتا۔ پس اگر کسی شے نے اس کو بند کر دیا تو اللہ کی قسم وہ ضرور کھولا جائے گا، اور کسی کا میرے خلاف کوئی حق نہیں ہے۔ اللہ کو خوب معلوم ہے کہ لوگوں کو خیر

پہنچانے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا ہوں اور نہ میں اپنے نفس کو ترجیح دیتا ہوں۔ اللہ کی قسم! فتنہ کی چکی چلنے والی ہے۔ عثمان کے لیے خوش خبری ہے اگر وہ مر گیا اور اس کو حرکت نہ دی، لوگوں کے ساتھ نرمی کرو، ان کے حقوق انہیں دو اور انہیں معاف کرو، اور جب اللہ کے حقوق پامال ہوں تو مداہنت نہ برتو۔ ❶

عثمان رضی اللہ عنہ نے سختی اختیار کرنے کے سلسلہ میں اپنے بھائی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی رائے کی مخالفت ضرور کی، لیکن صاحبین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے طریقہ کی اتباع کی، مخالفت نہ کی۔ فتنہ کی چکی چلنے والی ہے، اور امیر المومنین کو یہ ہرگز پسند نہیں کہ وہ اس چکی کو چلانے والے بنیں، اس لیے فرمایا: ''عثمان کے لیے خوش خبری ہے اگر وہ مر گیا اور اس کو حرکت نہ دی'' آپ بالکل واضح اور صریح تھے، جس چیز میں کوئی نرمی نہیں وہ اللہ کے حدود ہیں، اس میں کسی طرح کی مداہنت روا نہیں، اور اس کے علاوہ امور میں تورفق و نرمی بہتر اور مغفرت و درگزر افضل ہے، اور تمام حقوق کی ادائیگی ضروری ہے۔ ❷

ضعیف اور مجہول راویوں کی سند سے ایسی روایتیں بیان ہوتی ہیں جو امیر المومنین عثمان اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے تعلقات کو مسخ کرتی ہیں، یہ ناقابل اعتماد روایتیں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی صورت کو مسخ کرتی ہیں۔ یہ روایات عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل کی حیثیت سے پیش کرتی ہیں کہ انہوں نے امیر المومنین کے قتل کا منصوبہ بنایا پھر وہی خون کا مطالبہ کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ ❸ یہ روایت مؤرخین اور محدثین دونوں کے نزدیک ضعیف اور ناقابل قبول ہیں۔ ❹

ضعیف اور مجہول راویوں کی ایک روایت میں ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ لوگوں پر بنوامیہ کی طرح سوار ہو گئے۔ آپ نے کہا اور انہوں نے کہا، آپ بھٹکے اور وہ بھٹکے۔ سیدھے رہیے یا پھر الگ ہو جائیے۔ اگر اس کو نہیں مانتے تو عزم کیجیے اور آگے بڑھیے۔ ❺

اور اسی روایت میں ہے کہ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا: میری رائے ہے کہ آپ ان کو جنگوں میں جھونک دیں یہاں تک کہ لوگوں کو سر کھجانے کا بھی موقع نہ ملے اور اپنے خلاف افواہ پھیلانے سے مشغول کر دیجیے۔ ❻

عثمان رضی اللہ عنہ نے فتنہ و فساد برپا کرنے والوں پر سختی کرنے اور انہیں قید یا قتل کرنے سے منع کر دیا نیز ان کے ساتھ بھلائی اور نرمی کا معاملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ ❼ اور اپنے گورنروں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اعمال پر واپس چلے

---

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۳۵۱)
❷ عمرو بن العاص الامیر المجاهد/ الغضبان ص (۴۴۷)
❸ عمرو بن العاص الامیر المجاهد/ الغضبان ص (۴۴۸)
❹ عمرو بن العاص الامیر المجاهد/ الغضبان ص (۴۴۸)
❺ تاریخ الطبری (۵/ ۳۴۰)
❻ ایضاً
❼ خلافة عثمان/ د۔ السلمی ص (۷۷)

جائیں اور فتنہ وفساد کے مقابلہ کے لیے اس اسلوب کو اختیار کریں جس کا انہوں نے اعلان کیا ہے۔ ہر بینا آدمی اس فتنہ کی آمد کو دیکھ رہا تھا۔ ❶

ا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کی دو تجویزیں عثمان رضی اللہ عنہ مسترد کر دیتے ہیں:

معاویہ رضی اللہ عنہ شام واپس ہونے سے قبل عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا: امیر المومنین! آپ میرے ساتھ شام چلیں قبل ازیں کہ وہ امور وحالات آپ کے خلاف رونما ہوں جن سے مقابلہ کی آپ میں طاقت نہیں۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی کو کسی چیز کے مقابلہ میں بیچ نہیں سکتا، اگرچہ میری گردن کاٹ دی جائے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں شام سے آپ کے لیے ایک لشکر بھیج دیتا ہوں جو مدینہ میں رہے گا تاکہ خطرے کے وقت آپ اور اہل مدینہ کی طرف سے دفاع کر سکے۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسیوں کی روزی تنگ نہیں کروں گا، اور نہ مہاجرین وانصار پر تنگی پیدا کروں گا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المومنین! آپ کو قتل کر دیا جائے گا یا آپ سے جنگ کی جائے گی۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے جواب میں فرمایا: ((حسبی الله و نعم الوکیل .)) ''اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور بہترین کارساز ہے۔'' ❷

گویا معاویہ رضی اللہ عنہ کو پتہ تھا کہ ان فتنوں اور افواہوں کے پیچھے ناپاک ہاتھ کام کر رہے ہیں جو خطرناک عزائم کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں، جو خلافت وخلیفہ کو ختم کرنے سے کم نہیں، لیکن عثمان رضی اللہ عنہ کی دوسری رائے تھی کہ وہ ان فسادیوں کے ساتھ آخری حد تک چلیں گے تاکہ ان کے لیے اللہ اور لوگوں کے پاس کوئی حجت نہ رہے، اور اس طرح دنیا وآخرت میں یہ ذلیل ہوں، یہ اس امام عادل کا عظیم صبر تھا۔ ❸

بلوائیوں کے مدینہ پہنچنے کے بعد، سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ ان کی صفوں کو پھاڑتے ہیں:

عثمان رضی اللہ عنہ انتہائی بیدار مغز تھے، چنانچہ اپنے محکمہ اطلاعات کے ذریعے سے ان بلوائیوں کے بارے میں تحقیقات کرتے ہیں۔ آپ نے ان دو مسلمانوں کو ان کی صفوں میں داخل کر دیا جن کو اس سے قبل خلیفہ کی طرف سے سزا مل چکی تھی تاکہ ان بلوائیوں کو اطمینان رہے، اور ان کے بارے میں شک وشبہ نہ کریں۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے ان دو آدمیوں کو روانہ کیا جس میں ایک مخزومی اور دوسرے زہری تھے۔ آپ نے ان سے کہا: جاؤ دیکھو یہ کیا ارادہ

---

❶ الخلفاء الراشدون/ الخالدی ص (١٥١)
❷ تاریخ الطبری (٥/ ٣٥٣)
❸ عثمان بن عفان الخلیفة الشاکر الصابر ص (٢١٤)

رکھتے ہیں، اور ان کی پوری تفصیلات معلوم کرو، واضح رہے کہ ان دونوں کو عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے تادیبی سزا مل چکی تھی لیکن اب حق کے لیے یہ ڈٹ گئے تھے اور اپنے اندر اس کی وجہ سے کینہ و بغض نہیں رکھا تھا۔

جب بلوائیوں نے ان دونوں کو دیکھا تو ان پر اعتماد کر لیا اور اپنے پورے ارادے کی تفصیل ان دونوں سے بیان کر دی، ان دونوں نے ان سے دریافت کیا کہ مدینہ والوں میں سے کون تمہارے ساتھ ہیں؟ انہوں نے کہا: تین اشخاص۔ ان دونوں نے کہا: کیا ان کے علاوہ اور کوئی؟ انہوں نے کہا: اور کوئی نہیں۔ ان دونوں نے ان سے کہا: تم کیسے کرنا چاہتے ہو؟ ان لوگوں نے ان دونوں سے اپنی سازش اور مجوزہ منصوبہ کی پوری تفصیل بیان کر دی، اور کہا ہم یہ چاہتے ہیں کہ عثمان کے سامنے وہ باتیں پیش کریں جو ہم نے لوگوں کے ذہن و دماغ میں بٹھا رکھی ہیں اور پھر جب ہم واپس ہوں تو لوگوں سے کہیں کہ ہم نے عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے ان باتوں کو پیش کیا تو نہ تو وہ نکلے اور نہ ان باتوں سے تائب ہوئے، پھر ہم حج کے بہانے مدینہ واپس آئیں اور ان کا محاصرہ کر کے ان کو معزول کر دیں اور اگر نہ مانیں تو ان کو قتل کر دیں۔ یہ دونوں آدمی ساری معلومات حاصل کر کے عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس واپس پہنچے اور انہیں مطلع کیا۔ تفصیلات سن کر عثمان رضی اللہ عنہ ہنس پڑے اور فرمایا: اے اللہ! تو انہیں سلامت رکھ! اگر تو نے ان کو سلامت نہ رکھا تو بدبختی کا شکار ہو جائیں گے۔ پھر آپ نے کوفیوں اور بصریوں کو بلوایا اور اعلان کرایا "الصلاۃ جامعۃ" یہ لوگ آپ کے پاس منبر سے قریب تھے، اور صحابہ کرام اعلان سن کر مسجد میں جمع ہو گئے اور ان کو گھیر لیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد مدینہ والوں کو ان کے سلسلہ میں معلوم شدہ تفصیلات بتلائیں کہ یہ کس لیے آئے ہیں، اور ان کے ارادے کیا ہیں، اور بتلایا کہ یہ لوگ آپ کے خلاف خروج کرنے کے لیے اپنے اعتراضات کو مؤکد، اور پھر خلیفہ کی برطرفی یا قتل چاہتے ہیں اور پھر وہ دونوں اشخاص جن سے سبائیوں نے اپنی تفصیلات بیان کی تھیں کھڑے ہوئے اور لوگوں کے سامنے شہادت دی۔ تمام مسلمانوں نے یک زبان ہو کر کہا: امیر المومنین! انہیں قتل کر دیجیے کیوں کہ یہ امیر المومنین کے خلاف خروج کرنا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف ڈالنا چاہتے ہیں۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے اس مطالبہ کو رد کر دیا، کیوں کہ یہ لوگ بظاہر مسلمان، اور ان کی رعیت میں سے تھے، آپ یہ پسند نہیں کر سکتے تھے کہ لوگ یہ کہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مخالف مسلمانوں کو قتل کر دیا، اس لیے عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مطالبہ کو یہ کہتے ہوئے رد کر دیا:

> "ہم انہیں قتل نہیں کریں گے بلکہ ان سے درگزر کریں گے، اور اپنی طاقت بھر ان کی رہنمائی کریں گے کسی بھی مسلمان کو ہم قتل نہیں کریں گے، اِلا یہ کہ وہ ایسی حد کا ارتکاب کرے جو قتل کو واجب کرتی ہو یا کوئی مرتد اور کافر ہو جائے۔" [1]

---

[1] تاریخ الطبری (۵/ ۳۵۴۔۳۵۵)

باغیوں پر حجت قائم کرنا:

پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے سبائیوں کو دعوت دی کہ وہ اپنے اعتراضات اور جو غلطیاں اور زیادتیاں محسوس کرتے ہیں پیش کریں، اور یہ اجلاس صحابہ کرام اور مسلمانوں کے سامنے مسجد میں منعقد ہوا۔ سبائیوں نے اپنی بات رکھی اور اپنے زعم کے مطابق ان غلطیوں کو پیش کیا جس کا ارتکاب عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی وضاحت کی اور اپنے دلائل پیش کیے اور انصاف پسند مسلمان اس صراحت واحتساب اور وضاحت کو سماعت کر رہے تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے ایک ایک اعتراض کو پیش کر کے اس کی حقیقت واضح کی اور اپنے عمل وترجیحات کا دفاع کیا اور مسجد میں بیٹھے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت پیش کی۔ [1]

❀ فرمایا: یہ کہتے ہیں کہ میں نے سفر میں قصر کے بجائے پوری نماز پڑھی جب کہ مجھ سے قبل نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے سفر میں پوری نماز پڑھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مکہ میں میرے اہل وعیال رہتے ہیں پس میں مکہ کے اندر اپنے اہل وعیال میں مقیم ہوتا ہوں، مسافر نہیں رہتا ہوں، کیا بات ایسی نہیں ہے؟ صحابہ نے کہا: ہاں ضرور بات ایسی ہی ہے۔

❀ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ میں نے چراگاہیں خاص کر لی ہیں، اور مسلمانوں پر تنگی پیدا کر دی ہے، اور وسیع زمین کو میں نے اپنے اونٹوں کو چرنے کے لیے خاص کر لیا ہے۔ حالاں کہ مجھ سے قبل بھی زکوٰۃ وجہاد کے اونٹوں کے چرنے کے لیے چراگاہیں خاص کی گئی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے چراگاہیں خاص کی ہیں، اور جب زکوٰۃ وجہاد کے اونٹ زیادہ ہوئے تو میں نے چراگاہوں میں اضافہ کیا ہے، پھر بھی میں نے مسلم فقراء کے جانوروں کو اس میں چرنے پر پابندی نہیں عائد کی ہے اور میں نے اپنے جانوروں کے لیے کوئی چراگاہ مخصوص نہیں کی ہے۔ جب میں نے زمام خلافت سنبھالی اس وقت میرے پاس سب سے زیادہ اونٹ اور بکریاں تھیں، میں نے سب خرچ کر دیا اس وقت میرے پاس نہ کوئی بکری ہے نہ اونٹنی، صرف میرے پاس دو اونٹ ہیں جن کو حج کے لیے چھوڑ رکھا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟ صحابہ نے کہا: ہاں ضرور بات ایسی ہی ہے۔

❀ ان کا کہنا ہے کہ میں نے قرآن کا صرف ایک نسخہ باقی رکھا، باقی کو نذر آتش کر دیا، اور لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیا۔ خبردار قرآن اللہ کا کلام ہے وہ اللہ کے پاس سے نازل ہوا ہے، وہ ایک ہے، میں نے اس کے سوا کچھ نہیں کیا کہ لوگوں کو ایک قرآن پر جمع کر دیا، انہیں اس کے بارے میں اختلاف کرنے سے روک دیا ہے، اور میں نے اپنے اس فعل میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فعل کی اتباع کی ہے جب کہ آپ نے قرآن جمع کرایا تھا، کیا بات ایسی نہیں ہے؟ صحابہ نے کہا، ضرور بات ایسی ہی ہے۔

[1] الخلفاء الراشدون/ الخالدی ص(۱۵۴۔۱۵۵)

❀ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ میں نے حکم بن العاص کو مدینہ واپس بلا لیا ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طائف کی طرف جلا وطن کر دیا تھا۔ لیکن حکم بن العاص مکی ہیں، وہ مدینہ کے رہنے والے نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مکہ سے طائف روانہ کیا تھا اور آپ نے ہی جب ان سے خوش ہو گئے تو مکہ واپس بلا لیا تھا کیا بات ایسی نہیں ہے؟ صحابہ نے کہا: ہاں ضرور بات ایسی ہی ہے۔

❀ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ میں نے نوخیز عمر والوں کو عامل اور کم سن نوجوانوں کو والی مقرر کیا ہے، میں نے صرف فاضل باصلاحیت اور پسندیدہ لوگوں کو ہی والی مقرر کیا ہے، یہ لوگ انہی کی رعایا میں سے ہیں، ان سے ان کے متعلق پوچھ لو، یاد رہے کہ مجھ سے پہلے والوں نے ان سے نوخیز اور کم سن لوگوں کو ولایت سونپی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید کو ولایت بخشی حالاں کہ وہ ان سے کم سن تھے جن کو میں نے والی مقرر کیا ہے۔ لوگوں نے اس سے سخت بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہی تھی جو لوگوں نے مجھ سے کہی ہے، کیا بات ایسی نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں ضرور بات ایسی ہی ہے، یقیناً یہ لوگ لوگوں پر ایسا عیب لگاتے ہیں جس کی تفسیر و توضیح نہیں کرتے۔

❀ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ جب میں نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو مال فے دیا تو اس کو مال غنیمت کے خمس کا خمس دیا جس کی مقدار ایک لاکھ تھی، یہ اس وقت ہوا جب افریقہ (تونس) پر اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی، یہ اس کے جہاد کا بدلہ تھا۔ میں نے اس سے کہہ رکھا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھوں پر افریقہ فتح فرمائے گا تو میں اس سے حاصل ہونے والے مال غنیمت کے خمس کا خمس تجھ کو دوں گا، اور مجھ سے قبل ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ایسا کر چکے ہیں، اس کے باوجود جب مجاہدین کے لشکر نے مجھ سے کہا کہ ہم اس کو ناپسند کرتے ہیں کہ آپ ان کو خمس کا خمس دیں حالاں کہ انہیں اعتراض اور انکار کا کوئی حق نہیں، تو میں نے عبداللہ بن سعد سے اس کو واپس لے لیا اور اسے مجاہدین کے لشکر پر تقسیم کر دیا، اس میں سے ابن سعد نے کچھ بھی نہیں لیا، کیا بات ایسی نہیں ہے؟ صحابہ نے کہا: ہاں ضرور بات ایسی ہی ہے۔

❀ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ میں اپنے گھر والوں کو ترجیح دیتا ہوں اور انہیں عطا کرتا ہوں۔ پس واضح ہو کہ ان کی محبت مجھے اس بات پر آمادہ نہیں کرتی کہ میں دوسروں پر ظلم و زیادتی پر اتر آؤں، بلکہ ان پر حقوق عائد کرتا ہوں، اور ان سے حقوق وصول کرتا ہوں، اور رہا معاملہ ان کو عطا کرنے کا تو میں انہیں اپنے مال خاص سے عطا کرتا ہوں، مسلمانوں کے مال میں سے نہیں دیتا ہوں، میں تو مسلمانوں کا مال اپنی ذات کے لیے بھی حلال نہیں سمجھتا اور نہ کسی دوسرے کے لیے۔ میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں اپنے مال خاص سے بڑے بڑے قیمتی و مرغوب عطیے دیتا رہا ہوں، جب کہ اس وقت مجھے مال کی طمع و لالچ تھی، کیا آج جب کہ میری عمر دراز ہو چکی ہے، اور عمر کی آخری منزل طے کر رہا ہوں اور اپنا سارا مال و متاع

اپنے اہل وعیال اور اقرباء میں تقسیم کر دیا ہے، الحاد پرست لوگ ایسی باتیں کر رہے ہیں؟ میں نے صوبوں میں سے کسی صوبے سے کوئی مال نہیں وصول کیا ہے، بلکہ میں نے ان صوبوں کو مال واپس دیا ہے۔ مدینہ میں لوگ صرف مال غنیمت کا خمس بھیجتے رہے ہیں اور مسلمانوں نے ہی اس خمس کی تقسیم کی ذمہ داری سنبھالی ہے، اور اس کے مستحقین تک پہنچایا ہے۔ اللہ کی قسم! اس خمس میں سے ایک پیسہ بھی میں نے نہیں لیا ہے۔ میں اپنے مال ہی سے کھاتا ہوں اور اپنے مال ہی سے اپنے اہل وعیال اور قرابت داروں کو دیتا ہوں۔

❀ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ میں نے مفتوحہ زمینیں مخصوص لوگوں کو دی ہیں حالاں کہ ان مفتوحہ زمینوں کو فتح کرنے میں مہاجرین وانصار وغیرہم مجاہدین شریک رہے ہیں۔ لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ جب میں نے ان فاتحین کے درمیان مفتوحہ زمینوں کو تقسیم کیا تو ان میں کچھ لوگوں نے وہاں سکونت اختیار کر لی اور کچھ لوگ مدینہ اور اپنے دیگر مقامات کو واپس چلے آئے اور زمینیں باقی رکھیں یا بیچ ڈالیں اور اس کی قیمت لے لی۔

اس طرح عثمان رضی اللہ عنہ نے ان اہم اعتراضات کو پیش کیا جو ان کے خلاف اٹھائے گئے تھے، اور توضیح پیش کی اور صحیح صورت حال کو بیان کیا۔ [1]

آپ اس محکم دفاع میں جس کے ذریعے سے عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنا دفاع کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ گفتگو و مذاکرہ کیا اس میں ایک زہریلی تنقید ملاحظہ فرمائیں گے جو عثمان رضی اللہ عنہ پر کی جا رہی تھی۔ اور جو ناشائستہ باتیں سبائی پھیلا رہے تھے اور جن باطل و بے بنیاد باتوں کی ترویج کر رہے تھے آپ نے اختصار و اجمال کے ساتھ اعتراضات کو بیان کیا، لیکن فسادیوں کو ہدایت اور راست مطلوب نہیں تھی، آپ کا ان کے ساتھ مناقشہ اور مناظرہ، ایک مخلص انسان کا اس شخص کے ساتھ مناظرہ و مناقشہ تھا جو اس کے خلاف مصیبت برپا کرنا چاہتا ہو اور اس کی لغزشوں کو لے کر اپنے مقاصد پورا کرنا چاہتا ہو، اور لوگوں کے دلوں میں اس کے خلاف اعراض برپا کرنا چاہتا ہو، پس جس کی یہ حالت ہو اس کو حجت و برہان مطمئن نہیں کر سکتی اور دلیل سے اس کو ہدایت نہیں مل سکتی، اور اللہ جس کو گمراہی پر لگا دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ [2]

آپ کی گفتگو اور توضیح، فتنہ کے لیڈران نے سنی جو منبر کے بغل میں تھے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مسلمانوں نے سنی۔ مسلمان، عثمان رضی اللہ عنہ کی گفتگو و توضیح سے متاثر ہوئے اور آپ کی باتوں کی تصدیق کی اور ان کے اندر آپ کی محبت میں اضافہ ہوا مگر سبائی جو فتنہ وافتراق کے داعی تھے اس سے متاثر نہ ہوئے، اور اپنے موقف سے باز نہ آئے کیوں کہ وہ حق کے متلاشی اور خیر کے خوگر نہ تھے، ان کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کے لیے سازش

---

[1] العواصم من القواصم ص (۶۱-۱۱۱) تاریخ الطبری (۵/ ۳۵۵-۳۵۶) الخلفاء الراشدون/ الخالدی ص (۱۵۸) الفتنة/ احمد عرموش (۱۰-۱۴)

[2] تاریخ الجدل/ محمد ابوزهره ص (۹۸-۹۹)

اور فتنہ برپا کرنا تھا۔ صحابہ کرام اور مسلمانوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو ان سبائیوں اور قائدین فتنہ کو قتل کرنے کا مشورہ دیا کیوں کہ ان کی کذب بیانی وجعل سازی اور بغض و دشمنی ظاہر ہو چکی تھی۔ بلکہ ان کے قتل پر لوگوں نے اصرار کیا تاکہ ان کے شر سے مسلمانوں کو نجات مل جائے، اور عالم اسلام میں استقرار اور امن و امان قائم ہو اور اس فتنہ کا خاتمہ ہو جائے جسے یہ لوگ اور ان کے پیروکار برپا کر رہے تھے۔ لیکن عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے دوسری تھی، آپ دوسرا حل چاہتے تھے، اسی لیے آپ نے ان کو چھوڑ دیا اور ان کے عدم قتل کو ترجیح دی اور مصر اور کوفہ و بصرہ سے آئے ہوئے سبائیوں کے خلاف آپ نے کوئی کارروائی نہیں کی، حالاں کہ آپ ان کے منصوبوں اور ارادوں سے بخوبی واقف تھے اور انہیں مدینہ سے اپنے اپنے شہروں کو جانے دیا۔ ❶

باغیوں کے بعض مطالبات کو پورا کرنا:

یقیناً بعض والیان کی معزولی اور بعض کی تولیت و تقرری سے متعلق باغیوں کے بعض مطالبات کو پورا کرنا حق و عدل کے قیام اور صورت حال کے علاج کے لیے کافی تھا بشرطیکہ معاملات اپنی طبعی حالت میں ہوتے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان مطالبات اور شکایات سے مقصود جاہلی عصبیت بھڑکانا تھا تاکہ مسلمانوں کے درمیان فتنہ برپا کیا جائے اور ان کی وحدت کو پارہ پارہ کیا جائے، چنانچہ وہی ہوا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے سلسلہ میں خبر دی تھی۔ ❷

فتنوں کے ساتھ نمٹنے کے سلسلہ میں عثمانی ضوابط:

فتنوں کے ساتھ نمٹنے کے سلسلہ میں جو بھی عثمان رضی اللہ عنہ کے طرز عمل پر غور کرے گا وہ ایسے بعض ضوابط کو مستنبط کر سکتا ہے جو فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے مسلمانوں کے لیے مدد و معاون ثابت ہوں، وہ بعض ضوابط درج ذیل ہیں:

تحقیق و جستجو:

آپ نے تحقیقاتی کمیشن بٹھائے، مختلف کمیٹیاں تشکیل دیں اور صوبوں کو روانہ کیا، صوبے کے باشندگان کی باتیں سنیں اور سبائیوں کی صفوں میں اپنے آدمی گھسا کر ان کی حقیقت کا پتہ چلایا اور ان کے خلاف احکام جاری کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لیا۔

عدل و انصاف کو لازم پکڑنا:

اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ آپ نے صوبوں کے باشندگان کے نام خطوط ارسال کیے، اور ان سے مطالبہ کیا کہ اگر کسی کو کسی والی کی طرف سے مارا گیا ہو یا برا بھلا کہا گیا ہو تو وہ موسم حج میں حاضر ہو اور اپنا حق وصول کر لے، خواہ اس کا تعلق خلیفہ سے ہو یا کسی عامل و والی سے۔ ❸

---

❶ الخلفاء الراشدون/ الخالدی ص (۱۵۸۔۱۵۹) ❷ خلافۃ عثمان/ السلمی ص (۷۸)

❸ تاریخ الطبری (۵/ ۳۴۹)

حلم و بردباری:

کوفہ والوں نے جب سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی معزولی اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی تقرری کا مطالبہ پیش کیا تو آپ نے ان کو خط تحریر کرتے ہوئے فرمایا:

''......میں تمہارے لیے اپنی عزت بچھا دوں گا اور اپنا صبر خرچ کروں گا اور اپنی طاقت بھر تمہاری بھلائی چاہوں گا۔ تم جو پسند کرو مجھ سے طلب کرو بشرطیکہ اللہ کی نافرمانی اس میں نہ ہو، میں تمہیں دوں گا اور جس چیز کو تم ناپسند کرو بشرطیکہ اللہ کی نافرمانی نہ ہو میں تمہیں اس سے معاف کروں گا۔'' ❶

مسلمانوں کو متفق کرنے والی چیز کی حرص اور ان کے درمیان تفریق ڈالنے والی سے اعراض:

اسی لیے آپ نے لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کیا جیسا کہ اس کا بیان آچکا ہے، اور جب اشتر نخعی نے تین مطالبات رکھے جس کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آئے گی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا:

''......اگر چہ تم مجھے قتل کر دو، میں نے ایسی کسی چیز کا ارتکاب نہیں کیا ہے جو میرے قتل کا مستوجب ہو، اللہ کی قسم اگر تم لوگوں نے مجھے قتل کر دیا تو میرے بعد کبھی تم محبت نہیں کر سکتے، اور میرے بعد کبھی ایک ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتے اور میرے بعد کبھی دشمن سے ڈٹ کر قتال نہیں کر سکتے۔'' ❷

خاموشی اور کثرت کلام سے اجتناب:

عثمان رضی اللہ عنہ کی سیرت سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کے اندر کم گوئی کی صفت نمایاں تھی الا یہ کہ نفع بخش علم یا نصیحت یا اتہامات باطلہ کی تردید ہو۔ آپ اکثر خاموشی اختیار کرتے اور کم کلامی کرتے۔

ربانی علماء سے مشورہ کرنا:

آپ علماء صحابہ، علی، طلحہ، زبیر، محمد بن مسلمہ، ابن عمر، عبداللہ بن سلام وغیرہم رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرتے، علماء ہی امان کی ڈاٹ، سنگین حالات اور تاریک فتنوں میں جائے پناہ ہیں، کیوں کہ یہی سب سے زیادہ حالات کی بصیرت رکھنے والے اور اس کے انجام کی معرفت رکھنے والے ہوتے ہیں، تو جو ان کی طرف پناہ لے اس کو فہم سلیم، نظر صحیح اور واضح شرعی موقف حاصل ہوگا۔ ❸

فتن سے متعلق احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی حاصل کرنا:

دوران فتنہ میں باغیوں کے ساتھ عثمان رضی اللہ عنہ کا جو منہج رہا وہ حالات کی پیداوار اور دباؤ کی وجہ سے نہ تھا بلکہ یہ منہج مشکوٰۃ نبوت سے آپ نے حاصل کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو صبر و احتساب اور عدم قتال کا حکم دیا تھا، یہاں تک کہ اللہ کا فیصل شدہ امر واقع ہو جائے، ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے وعدے اور

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۳۴۳) ❷ البدایة والنهایة (۷/ ۱۸۴)
❸ احداث و احادیث فتنة الهرج ص (۷۲۸)

عہد و پیمان کو پورا کیا، پوری مدت خلافت میں اس پر قائم رہے یہاں تک کہ اپنے پاکیزہ خون میں لت پت جام شہادت نوش کرلیا۔ ❶

علامہ محبّ الدین خطیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اپنے نفس سے دفاع یا قضا وقدر پر راضی و رضا سے متعلق عثمان رضی اللہ عنہ کے موقف کے تعلق سے جو اخبار مروی ہیں وہ مجموعی طور سے اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ فتنہ وفساد کو ناپسند کرتے تھے، اور مسلمانوں کے خون سے متعلق اللہ سے ڈرتے تھے الا یہ کہ آخری وقت میں آپ کی خواہش تھی کہ کاش ان کے پاس ایسی فوجی قوت ہوتی جس سے باغی خوف زدہ ہوتے اور اپنی بغاوت سے باز آجاتے، اور اس نتیجہ تک پہنچنے کے لیے اسلحہ کے استعمال کی ضرورت نہ پڑتی۔ فتنہ کی انتہا تک پہنچنے سے قبل معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے پیش کش کی تھی کہ وہ شامی فوج کا ایک لشکر ان کے پاس بھیج دیں جو ان کے اشارہ کے انتظار میں رہے، لیکن آپ نے دارالہجرۃ مدینہ کے باشندوں پر فوج کے ذریعے سے تنگی پیدا کرنے سے انکار کیا، آپ کو گمان نہ تھا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کی جرأت اس حد تک پہنچ جائے گی کہ اللہ کی راہ میں مہاجر اول کا خون بہانے کے لیے وہ ٹوٹ پڑے گی۔

جب باغی آپ کے خلاف بھیڑیے بن گئے اور آپ کو یقین ہوگیا کہ دفاع کی صورت میں مسلمانوں کا خون رائیگاں ہوگا تو آپ نے ان تمام لوگوں کو جن پر آپ کی سمع و طاعت لازم تھی، حکم دیا کہ اپنے ہاتھوں اور اسلحوں کو روک لیں۔

اس سلسلہ میں آپ کے دوست و دشمن سب کی کتابیں و مراجع اخبار و روایات سے بھری پڑی ہیں کہ اگر میدان میں کوئی منظم قوت ظاہر ہوتی، اور ان باغیوں کے سامنے ڈٹ جاتی، اور ان کی جاہلیت اور تکبر وغرور کے مقابل کھڑی ہوتی، تو عثمان رضی اللہ عنہ کو اس سے راحت و سرور حاصل ہوتا اس کے باوجود کہ آپ کو مکمل اطمینان و یقین تھا کہ آپ کی موت شہادت کی شکل میں ہی آئے گی۔

---

❶ استشهاد عثمان و وقعة الجمل ص (۱۱٦)

(۳)

مدینہ پر فسادیوں کا قبضہ

صوبوں سے فسادیوں کی آمد:

فسادی آپس میں عثمان رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنے، اور خلافت سے معزول کرنے، بصورت دیگر قتل سے متعلق عملی منصوبہ کو بروئے کار لانے پر متفق ہوئے، اور یہ رائے پاس کی کہ وہ اپنے تینوں مراکز کوفہ، بصرہ اور مصر سے موسم حج میں روانہ ہوں، حجاج کے ساتھ حاجیوں کی شکل میں نکلیں، اور ایک دوسرے سے یہ اعلان و اظہار کریں کہ وہ حج کے لیے جا رہے ہیں، اور جب مدینہ پہنچ جائیں تو حجاج کا ساتھ چھوڑ دیں، وہ مناسک حج کی ادائیگی کے لیے مکہ چلے جائیں، اور مدینہ والوں کے حج میں مشغول ہونے سے مدینہ خالی ہو گا، اس موقع کو غنیمت سمجھیں اور عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیں تاکہ ان کو معزول یا قتل کیا جا سکے۔ ❶

شوال ۳۵ھ میں فسادی مدینہ کے قریب پہنچ گئے۔ ❷ مصر سے باغی لوگ چار فرقوں میں نکلے، ہر فرقہ کا ایک امیر تھا، اور پھر ان چاروں امراء پر ایک امیر تھا اور ان کے ساتھ ان کا شیطان عبداللہ بن سبا تھا۔ چاروں فرقوں کے امراء یہ تھے: عبدالرحمٰن بن عدیس بلوی، کنانہ بن بشر تجیبی، سودان بن حمران سکونی، قتیرہ بن فلان سکونی اور ان کا امیر الامراء غافقی بن حرب عکی تھا، اور ان سب کی تعداد ایک ہزار تھی۔

اسی طرح کوفہ سے باغی ایک ہزار کی تعداد میں نکلے، یہ چار فرقوں پر مشتمل تھے۔ ان فرقوں کے امراء یہ تھے: زید بن صوحان عبدی، اشتر نخعی، زیاد بن نضر حارثی، عبداللہ بن اصم اور ان کوفی باغیوں کا امیر الامراء عمرو بن اصم تھا۔

اور بصرہ سے باغی ایک ہزار کی تعداد میں نکلے، یہ بھی چار فرقوں پر مشتمل تھے اور ان فرقوں کے امراء یہ تھے: حکیم بن جبلہ عبدی، ذریح بن عباد عبدی، بشر بن شریح قیسی، ابن محرش بن عبدالحنفی، اور ان بصری باغیوں کا امیر الامراء حرقوص بن زہیر سعدی تھا۔

عبداللہ بن سبا ان باغیوں کے ساتھ شاداں و فرحاں تھا، اس کو اپنے یہودی و شیطانی منصوبہ کی کامیابی کا مکمل یقین تھا۔ مصر کے باغی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے جب کہ کوفی باغی زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

---

❶ العواصم من القواصم ص (۱۳۸)

❷ الخلفاء الراشدون/ الخالدی ص (۱۵۹)

کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے، اور بصری باغی طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ ❶ اور اس طرح وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف و انتشار برپا کرنا چاہتے تھے۔ امام آجری رحمہ اللہ کی یہی تحقیق ہے، فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے علی بن ابی طالب، طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم کو ان باغیوں سے محفوظ رکھا، ان لوگوں نے انہیں خلیفہ بنانے کی بات اس لیے کی تھی تاکہ لوگوں کو دھوکا دیں، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین افتراق پیدا کر دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو ان کے شر سے محفوظ رکھا۔ ❷

ان باغیوں کے مدینہ پہنچنے سے قبل عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کی آمد کی خبر پہنچ گئی، اس وقت آپ مدینہ سے باہر ایک بستی میں تھے، جب باغیوں کو پتہ چلا کہ آپ وہاں موجود ہیں تو وہ لوگ اس بستی کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ ان سے ملے۔ روایات نے اس بستی کی صراحت نہیں کی ہے کہ وہ کون سی بستی تھی۔ ان کی آمد چہار شنبہ ذوالقعدہ کی چاند رات کو ہوئی۔ ❸ سب سے پہلے مصری پہنچے انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: قرآن منگائیں آپ نے قرآن منگایا۔ ان لوگوں نے کہا: ساتویں یعنی سورۂ یونس کھولیے، وہ لوگ سورہ یونس کو ساتویں کہتے تھے۔ آپ نے سورہ یونس کی تلاوت فرمائی جب اس آیت پر پہنچے:

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ۭ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝۵۹﴾ (یونس: ۵۹)

''آپ کہیے کہ یہ تو بتاؤ کہ اللہ نے تمہارے لیے جو کچھ رزق بھیجا تھا پھر تم نے اس کا کچھ حصہ حرام اور کچھ حلال قرار دے لیا، آپ پوچھیے کہ کیا تم کو اللہ نے حکم دیا تھا یا اللہ پر افتراء ہی کرتے ہو؟''

ان لوگوں نے آپ سے کہا: رک جائیے! بھلا بتلایئے یہ چراگاہیں جو آپ نے مخصوص کر لی ہیں، کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے یا آپ اللہ پر افتراء باندھ رہے ہیں؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آگے چلو یہ آیت فلاں فلاں موقع پر نازل ہوئی ہے۔ رہا چراگاہوں کا مسئلہ تو مجھ سے قبل عمر رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کے اونٹوں کے لیے چراگاہیں مخصوص کی تھیں، اور جب میں خلیفہ ہوا اور زکوٰۃ کے اونٹوں میں اضافہ ہوا تو میں نے چراگاہوں میں اسی اعتبار سے اضافہ کر دیا۔

اس طرح یہ باغی ہر ہر آیت پر آپ سے مواخذہ کرتے رہے، اور آپ انہیں وضاحت سے سمجھاتے رہے کہ یہ آیت فلاں فلاں موضوع کے تحت نازل ہوئی ہے۔ پھر ان لوگوں نے آپ سے عہد لیا، اور اپنی شرطیں رکھیں اور امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ شرط رکھی کہ ان کی شرائط پوری کرنے کی صورت میں وہ مسلمانوں کے اتحاد کو

---

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۳۵۷)

❷ استشهاد عثمان و وقعة الجمل/ خالد الغيث ص (۱۱۸)

❸ فتنة مقتل عثمان/ د. محمد الغبان (۱/ ۱۲۸)

پارہ پارہ نہیں کریں گے اور نہ مسلمانوں کی جماعت سے اختلاف کریں گے۔ پھر یہ سب راضی خوشی واپس ہو گئے۔ ❶

مصر کے باغیوں سے مذاکرات کے لیے عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کرتے ہیں:

یہ باغی شہادت سے تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل ذی مروہ میں اترے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرے شخص کو ان سے مذاکرات کے لیے بھیجا، اس دوسرے شخص کا نام روایات میں مذکور نہیں۔ علی رضی اللہ عنہ ان سے جا کر ملے اور ان سے کہا: اللہ کی کتاب کے مطابق تمہارے مطالبات پورے کیے جائیں گے بشرطیکہ اپنے تمام اعتراضات سے باز آجاؤ، انہوں نے اس سے موافقت کی۔ ❷

اور ایک روایت میں ہے کہ دو یا تین مرتبہ طرفین سے سخت کلامی ہوئی اور پھر ان لوگوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور امیر المومنین کے سفیر، تمہارے اوپر اللہ کی کتاب پیش کر رہے ہیں قبول کرلو چنانچہ انہوں نے قبول کرلیا۔ ❸ پانچ نکتوں پر مصالحت ہوگئی۔ جلا وطن کو واپس کیا جائے گا، محروم کو عطا کیا جائے گا، فے اور مال غنیمت کو تقسیم کیا جائے گا، تقسیم میں عدل و انصاف کیا جائے گا، امانت وقوت سے متصف لوگوں کو عامل و افسر بنایا جائے گا۔

اس کو ایک دستاویز میں تحریر کیا گیا، اور یہ شرط رکھی گئی کہ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو بصرہ پر دوبارہ گورنر مقرر کیا جائے اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو کوفہ پر بحیثیت گورنر باقی رکھا جائے۔ ❹

اس طرح عثمان رضی اللہ عنہ نے ہر وفد سے الگ الگ مصالحت کی، اور پھر یہ سب اپنے اپنے وطن کو واپس ہو گئے۔ ❺

مصری وفد کے قتل سے متعلق جعلی خط:

اس مصالحت اور باغیوں کے راضی وخوشی واپس ہو جانے کے بعد فتنہ کی آگ بھڑکانے والوں کے سامنے واضح ہو گیا کہ اب ان کا منصوبہ فیل ہو گیا اور ان کے مقاصد پورے نہ ہوئے، اس لیے ان لوگوں نے دوسرا منصوبہ تیار کیا تاکہ فتنہ کی آگ بھڑکا سکیں اور اس کو دوبارہ زندہ کر کے اس مصالحت کا صفایا کر دیں جو عثمان رضی اللہ عنہ اور وفود کے درمیان طے پائی ہے۔ اس حقیقت کا انکشاف اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ جب مصری واپس ہو رہے تھے، تو راستہ میں انہوں نے اونٹ پر ایک سوار کو دیکھا، جو کبھی ان کے ساتھ ہو لیتا ہے اور کبھی ان سے الگ ہو جاتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ ان سے بھاگ رہا ہے، گویا زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ مجھے پکڑ لو۔ آخر ان لوگوں نے اسے پکڑ لیا اور اس کی تلاشی لی، اس کے پاس مصر کے گورنر کے نام عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک خط ملا جس

❶ فتنة مقتل عثمان / د. محمد الغبان (۱/ ۱۲۸)

❷ تاریخ دمشق ترجمة عثمان ص (۳۲۸)، تاریخ خلیفة ص (۱۶۹-۱۷۰)

❸ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۱۲۹) ❹ ایضاً ❺ ایضاً

پر ان کی مہر ثبت تھی۔ ان لوگوں نے جب اس خط کو کھولا تو اس میں ان کو قتل کرنے یا سولی پر چڑھانے یا ہاتھ پیر کاٹ دینے کا حکم تھا۔ اس خط کو پڑھ کر یہ لوگ مدینہ واپس پہنچ گئے۔ ❶ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس خط سے انکار کیا اور ان سے کہا: دو صورتیں ہیں یا تو دو مسلمانوں کی گواہی قائم کرو یا میں اس اللہ کی قسم کھاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، نہ میں نے اس خط کو لکھا ہے اور نہ املاء کرایا ہے اور نہ اس سے متعلق مجھے ادنیٰ علم ہے، اور ایسا ہوتا ہے کہ دوسرے کی طرف سے جعلی خط تحریر کیا جاتا ہے اور اس پر مہر کا نقش بھی لگا دیا جاتا ہے، لیکن ان لوگوں نے آپ کی تصدیق نہ کی۔ ❷

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ خط جس کے بارے میں باغیوں کا زعم تھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہے اور اس پر ان کی مہر ثبت ہے اور زکوٰۃ کے اونٹ پر ان کا غلام سوار ہو کر مصر کے گورنر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کے نام لے جا رہا تھا جس کے اندر یہ فرمان تھا کہ ان باغیوں کو قتل کر دیا جائے یہ خط جعلی اور جھوٹ تھا، عثمان رضی اللہ عنہ کے نام سے اس کو گھڑا گیا تھا، مختلف وجوہ سے اس کا جعلی ہونا ثابت ہوتا ہے:

۱۔ اس جعلی خط کو لے جانے والا بار بار اس مصری قافلے کے ساتھ ہوتا اور دور بھاگتا رہا، وہ ایسا اس لیے کر رہا تھا تاکہ یہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں اور اس سے متعلق شک میں مبتلا ہوں، گویا کہ وہ اپنی زبان حال سے کہہ رہا تھا، میرے پاس تمہارے سلسلہ میں کوئی اہم چیز ہے۔ اگر یہ خط عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہوتا تو وہ ان لوگوں سے خوف کھاتا اور ان سے دور رہتا، اور جلدی مصر کے گورنر تک پہنچنے کی کوشش کرتا تاکہ یہ فرمان ان کے سامنے پیش کر دے اور وہ اس کو نافذ کریں۔

۲۔ عراقیوں کو اس کی اطلاع کیسے ملی، وہ تو مصریوں سے الگ ہو کر عراق جا رہے تھے، یہ جعلی خط مصریوں کو ملا تھا، دونوں کے مابین طویل فاصلہ تھا، عراقی مشرق میں جا رہے تھے اور مصری مغرب میں جا رہے تھے اس کے باوجود دونوں بیک وقت واپس ہو گئے، گویا کہ دونوں کے مابین وقت مقرر تھا یہ بات عقل میں نہیں آسکتی الا یہ کہ جن لوگوں نے یہ خط گھڑا تھا اور اس کے لیے اجرت پر ایک سوار کو مقرر کیا تھا کہ وہ یہ کردار مصریوں کے سامنے ادا کرے انہی لوگوں نے ایک اور سوار کو اجرت پر مقرر کیا ہو کہ وہ عراقیوں کے پاس جائے اور انہیں خبر دے کہ مصری قافلے نے ایک خط پکڑا ہے جو عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصری قافلے کے قتل سے متعلق ہے۔ اور یہی حجت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف قائم کی تھی فرمایا: اے کوفہ والو! اے بصرہ والو! مصریوں کے ساتھ جو پیش آیا اس کی اطلاع تمہیں کیسے ملی؟ تم کئی منزلیں طے کر چکے تھے پھر ہماری طرف واپس مڑ گئے۔ ❸

---

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۳۷۹) ❷ فتنه مقتل عثمان (۵/ ۱۳۲)، البداية والنهاية (۷/ ۱۹۱)

❸ تاریخ الطبری (۵/ ۳۵۹)

۳۔ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کو قتل کرنے سے متعلق خط کیسے لکھ سکتے ہیں جب کہ باغیوں کے مصر سے روانہ ہونے کے فوراً بعد خلیفہ کو انہوں نے خط بھیج کر اجازت طلب کی تھی کہ وہ ان کے پاس آنا چاہتے ہیں، اور مصر پر محمد بن ابی حذیفہ نے قبضہ جما لیا تھا، ابن ابی سرح رضی اللہ عنہ وہاں سے نکل چکے تھے، آپ عریش و فلسطین ہوتے ہوئے عقبہ پہنچ چکے تھے، تو ایسی صورت میں عثمان رضی اللہ عنہ ان کو خط کیسے لکھ سکتے ہیں جب کہ آپ کے پاس ان کا خط موجود تھا جس میں انہوں نے مدینہ آنے کی اجازت طلب کی تھی؟

۴۔ باغیوں نے جب آپ کا محاصرہ کیا تو آپ نے انہیں قتل کرنے سے منع فرمایا، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دفاع کرنے سے بھی منع کر دیا، اور اپنے نفس کا دفاع کرنے کے لیے باغیوں سے قتال کا حکم نہیں دیا جیسا کہ ابھی اس کی تفصیل آئے گی، تو بھلا وہ لوگ جب توبہ و انابت ظاہر کرتے ہوئے واپس ہو چکے تھے ان کو قتل کرنے سے متعلق ایسا جعلی خط کیسے لکھ سکتے ہیں؟

۵۔ باغیوں کے مدینہ سے واپس روانہ ہو جانے کے بعد حکیم بن جبلہ اور اشتر نخعی مدینہ میں رہ گئے تھے۔ اس سے واضح اشارہ ملتا ہے کہ انہی دونوں نے یہ خط گھڑا تھا کیوں کہ مدینہ میں ٹھہرنے کی انہیں کوئی ضرورت نہیں تھی، وہ صرف اسی طرح کے مقاصد کے پیش نظر رکے تھے، انہی دونوں کی اس سے مصلحتیں وابستہ تھیں۔ [1] عین ممکن ہے کہ یہ عبداللہ بن سبا کی رہنمائی میں طے پایا ہو کیوں کہ اس خط سے عثمان رضی اللہ عنہ کی کوئی مصلحت وابستہ نہ تھی، اور اسی طرح مروان بن الحکم رضی اللہ عنہ کی بھی کوئی مصلحت اس سے وابستہ نہ تھی جو لوگ اس سلسلہ میں مروان رضی اللہ عنہ کو متہم قرار دیتے ہیں وہ لوگ خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ کو غفلت کے ساتھ متہم کرتے ہیں، گویا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ دیوان خلافت میں ان کے علم کے بغیر معاملات طے پا جاتے تھے، گویا اس طرح یہ لوگ ان باغی مجرموں کو بری قرار دیتے ہیں، اور پھر اگر مروان رضی اللہ عنہ نے یہ جعلی خط تحریر کیا ہوتا تو خط لے جانے والے کو یہ حکم دیتے کہ وہ باغیوں کے قافلے سے بالکل دور رہے تاکہ وہ اس کو پکڑ نہ سکیں، ورنہ یہ ثابت ہوگا کہ وہ بھی باغیوں کے ساتھ شریک تھے اور یہ امر محال ہے۔

۶۔ یہ منحوس خط پہلا خط نہ تھا جس کو ان مجرمین نے گھڑا تھا بلکہ اس سے قبل بہت سے جعلی خطوط امہات المومنین کے ناموں سے گھڑے اور اسی طرح علی، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم کے ناموں سے گھڑے، عائشہ رضی اللہ عنہا پر اتہام لگایا گیا کہ انہوں نے لوگوں کے نام خطوط بھیج کر انہیں عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کرنے پر ابھارا ہے۔ ام المومنین اس کی نفی کرتی ہیں اور فرماتی ہیں: اس رب کی قسم! جس پر مومن ایمان رکھتے ہیں اور کافر کفر کرتے ہیں میں نے ایسی کوئی تحریر اب تک نہیں لکھی ہے۔ [2]

---

[1] عثمان بن عفان الخلیفۃ الشاکر الصابر ص (۲۷۷)

[2] تحقیق مواقف الصحابۃ (۱/ ۳۳۴)

امام اعمش رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحابہ کا خیال تھا کہ یہ خط ان کی طرف سے گھڑا گیا تھا۔ ❶

یہ باغی علی رضی اللہ عنہ کو متہم کرتے ہیں کہ انہوں نے ان کو خط لکھ کر مدینہ پر چڑھائی کرنے کی دعوت دی ہے۔ علی رضی اللہ عنہ اس سے انکار کرتے ہیں اور قسم کھا کر کہتے ہیں: اللہ کی قسم! میں نے تمھیں کوئی خط نہیں تحریر کیا ہے۔ ❷

اسی طرح دیگر صحابہ کی طرف خطوط منسوب کیے جاتے ہیں کہ انہوں نے مختلف صوبے والوں کو خطوط لکھے، اور انہیں مدینہ پر چڑھائی کی دعوت دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین فساد کا شکار ہے اور متروک ہو چکا ہے لہٰذا مدینہ میں جہاد کرنا دور کے حدود پر رباط سے بہتر ہے۔ ❸

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس خبر پر تعلیق چڑھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"یہ صحابہ پر کذب بیانی ہے۔ یہ جعلی خطوط ان کے نام سے گھڑے گئے تھے، علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کی طرف سے قاتلین عثمان کے نام جعلی تیار کیے گئے تھے۔ اسی طرح یہ خط بھی عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے جعلی تیار کیا گیا آپ نے نہ تو اس کا حکم دیا تھا اور نہ آپ کو اس کا علم تھا۔" ❹

امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے اس بیان کی تصدیق طبری اور خلیفہ بن خیاط کی ان صحیح روایات سے ہوتی ہے جس میں اکابرین صحابہ علی، عائشہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کی جانب سے ان خطوط کی لاعلمی اور تردید مذکور ہے۔ ❺

وہ مجرم ہاتھ جس نے یہ جعلی اور جھوٹے خطوط ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام سے تیار کیے وہ وہی ہاتھ ہیں جنھوں نے اول سے آخر تک فتنہ و بغاوت کی آگ بھڑکائی ہے، اور اس وسیع فساد کو مزین کر کے پیش کیا ہے اور انہی ہاتھوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ان اباطیل کو رواج دیا کہ انہوں نے ایسا اور ایسا کیا ہے، لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالی اور رذیل لوگوں نے اس کو قبول کر لیا اور پھر عثمان رضی اللہ عنہ کے نام سے یہ خط بھی گھڑ دیا تاکہ عثمان رضی اللہ عنہ شہادت کی سعادت سے سرفراز ہوں۔ اس یہودی ابن سبا کی سبائی سازش میں صرف عثمان شہید رضی اللہ عنہ ہی مظلوم نہ تھے، بلکہ ان سے قبل اسلام مظلوم قرار پایا۔ پھر یہ تحریف شدہ تاریخ اور مسلمان نسلیں جنھوں نے اپنی تاریخ کو تحریف شدہ پایا یہ سب مظلوم ہیں۔ اس خبیث یہودی اور اس کے حواری خواہشات اور شہوتوں میں ڈوبے ہوئے کینہ پرور پیروکاروں نے ان سب پر ظلم ڈھایا ہے۔ کیا اسلامی نسلوں کے لیے ابھی وقت نہیں آیا کہ وہ اپنی صحیح تاریخ اور اپنے عظماء کی میرت کو پہچانیں؟ بلکہ کیا اس دور میں لکھنے والے مولفین و مصنفین اور مقالہ نگاروں کے لیے وقت نہیں آیا کہ اللہ سے ڈریں اور بغیر تحقیق و تدقیق کے نیک و پرہیزگار لوگوں کو متہم کرنے کی جرأت نہ کریں؟ تاکہ وہ بھی اس غلطی کے مرتکب نہ ہوں جس کے دوسرے مرتکب ہوئے ہیں۔ ❻

---

❶ تاريخ خليفة بن خياط ص (١٦٩)
❷ تحقيق مواقف الصحابة (١/ ٣٣٥)
❸ تحقيق مواقف الصحابة (١/ ٣٣٥)
❹ البداية والنهاية (٥/ ١٧٥)
❺ تحقيق مواقف الصحابة (١/ ٣٣٥)
❻ عثمان بن عفان الخليفة الشاكر الصابر ص (٢٢٨-٢٢٩)

محاصرہ کا آغاز اور لیڈران فتنہ کے پیچھے نماز سے متعلق عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے:

صحیح روایات کے اندر، محاصرہ کے آغاز کی کیفیت اور اس کے وقوع کی تفصیل مذکور نہیں ہے۔ شاید محاصرہ سے قبل کے واقعات سے محاصرہ کے آغاز پر روشنی پڑتی ہو جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دن عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں سے خطاب کر رہے تھے، دوران خطبہ میں اعین ❶ نامی ایک شخص نے آپ کی بات کاٹتے ہوئے کہا: اے نعثل ❷ تم نے تو دین کو بدل ڈالا ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ اعین ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بلکہ تو نے اے غلام!'' لوگ اس کو پکڑنے کے لیے آگے بڑھے لیکن بنولیث کے ایک شخص نے اس کو ان لوگوں سے بچا کر گھر میں داخل کر دیا۔ ❸

پھر باغیوں کی دوبارہ واپسی ہوئی، محاصرہ کے شدت اختیار کرنے سے قبل عثمان رضی اللہ عنہ نماز کے لیے نکل سکتے تھے، اور کوئی بھی ان کے پاس آ سکتا تھا، لیکن پھر آپ کو فرض نماز کے لیے بھی نکلنے سے روک دیا گیا، ❹ اور باغی لیڈران کا ایک شخص لوگوں کو نماز پڑھانے لگا، عبیداللہ بن عدی بن خیار نے اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں حرج محسوس کیا، انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں مشورہ کیا تو آپ نے اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا مشورہ دیا، اور فرمایا: نماز سب سے بہترین چیز ہے جسے لوگ کرتے ہیں جب لوگ اچھائی کریں تو تم بھی ان کے ساتھ اچھائی کرو اور جب لوگ برائی کریں تو تم ان کی برائی سے بچو۔ ❺

بعض ضعیف روایات میں آیا ہے کہ اس وقت لوگوں کو باغیوں کا امیر غافقی نماز پڑھاتا تھا۔ ❻ اور واقدی نے جو یہ بیان کیا ہے کہ علی نے ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا اور وہ محاصرہ کے ابتدائی دنوں میں نماز پڑھاتے تھے اور پھر علی رضی اللہ عنہ نے عید کی اور اس کے بعد کی نمازیں پڑھائیں یہ سب صحیح نہیں ہے۔ ❼

اس روایت کی سند میں شدت ضعف کے ساتھ ساتھ اگر نماز علی بن ابی طالب اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہما پڑھاتے ہوئے تو عبیداللہ بن عدی بن خیار ان دونوں کے پیچھے نماز پڑھانے میں حرج محسوس نہ کرتے۔ ❽

---

❶ اس کا پورا نام أعین بن ضبعیة بن ناجیة بن غفال التمیمی الحنظلی الذرمی ہے۔

❷ عثمان رضی اللہ عنہ کی تنقیص کے لیے سبائی باغیوں نے آپ کو یہ لقب دے رکھا تھا۔ نعثل کے معنی ''بے وقوف بڈھا'' کے ہیں۔

❸ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۱۴۳)، تاریخ دمشق ترجمة عثمان ص (۲۴۷) اسناده حسن

❹ تاریخ دمشق ترجمة عثمان ص (۲۴۱-۳۴۲) اسناده حسن

❺ البخاری، کتاب الصلاة ص (۱۹۲)

❻ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۱۴۵)

❼ تاریخ الطبری (۵/ ۴۴۴)

❽ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۱۴۵)

امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ اور محاصرین کے درمیان مذاکرات:

جب مکمل محاصرہ ہو گیا اور باغیوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کو گھیر لیا تو آپ سے مطالبہ کیا کہ خلافت سے معزول ہو جائیں ورنہ وہ انہیں قتل کر دیں گے۔ ❶ عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے اس مطالبہ کو رد کرتے ہوئے معزولی سے انکار کر دیا، اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو لباس مجھے پہنایا ہے اس کو اتار نہیں سکتا۔ ❷ اس سے آپ کا اشارہ اس وصیت کی طرف تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کی تھی۔ صورت حال کے پیش نظر مختصر سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے اس کے برعکس تھی جب کہ بعض نے آپ کو معزولی کا مشورہ دیا، انہی میں سے مغیرہ بن اخنس رضی اللہ عنہ تھے لیکن عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو رد کر دیا۔ ❸

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، عثمان رضی اللہ عنہ کو منصب خلافت سے عدم تنازل پر ابھارتے ہیں:

محاصرہ کے دوران میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: دیکھ رہے ہو یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ لوگ کہہ رہے ہیں خلافت سے دست بردار ہو جاؤ اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ سے کہا: اگر آپ خلافت سے دست بردار ہو جائیں تو کیا آپ ہمیشہ دنیا میں زندہ رہیں گے؟ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر آپ خلافت سے دست بردار نہ ہوں تو کیا یہ لوگ آپ کو قتل سے زیادہ کچھ کر سکتے ہیں؟ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا یہ لوگ آپ کے لیے جنت یا جہنم کے مالک ہیں؟ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تو آپ اس قمیص کو نہ اتاریں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہنایا ہے، ورنہ یہ سنت قرار پا جائے گی کہ جب بھی لوگ اپنے خلیفہ یا امام کو ناپسند کریں گے اس کو قتل کر دیں گے۔ ❹

اللہ تعالیٰ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راضی ہو آپ کس قدر دور اندیش تھے۔ آپ نہیں چاہتے تھے کہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ، خلفاء کے لیے سنت سیئہ جاری کریں۔ عثمان رضی اللہ عنہ ایسا کبھی نہیں کر سکتے تھے۔ اگر امیر المومنین ان سبائی باغیوں کے مطالبہ پر خلافت سے تنازل اختیار کر لیتے تو خلفاء اقتدار پسندوں اور خود غرضوں کے ہاتھ میں کھلونا بن جاتے، اور ایسی صورت میں خلیفہ کا وقار مجروح ہو جاتا، اور لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت ختم ہو جاتی۔ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے اپنے بعد آنے والے خلفاء کے لیے سنت حسنہ جاری کر دی۔ صبر و احتساب سے کام لیا، نہ تو خلافت سے دست بردار ہوئے اور نہ مسلمانوں کا خون بہایا۔ ❺

---

❶ الطبقات/ ابن سعد (۳/ ٦٦)، تاریخ خلیفة بن الخیاط ص (۱۷۱)

❷ التمهید ص (٤٦-٤٧) ❸ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۱٤۷)

❹ فضائل الصحابة (۱/ ٤۷۳) اسناده صحیح

❺ الخلفاء الراشدون/ الخالدی ص (۱۷۹)

وہ باغی جوامت کے مٹھی بھر افراد تھے، اور نہ ان کا تعلق اصحاب حل وعقد سے تھا، نہ وہ علمائے امت اور فقہائے شریعت سے تعلق رکھتے تھے، ان کے مطالبات کو تسلیم کر لینا انتہائی خطرناک ثابت ہوتا، اس کے خطرناک نتائج قومی تحریک، ہیبت خلافت اور راعی و رعیت کے تعلق پر پڑتا، ان برے آثار و نتائج کی قیمت یہ تھی کہ خلیفہ اپنی زندگی قربان کر دے۔ آپ اپنے انجام کو جانتے تھے اور اسے قبول کرنے کے لیے تیار تھے، اگرچہ یہ عمل نفس پر انتہائی گراں تھا لیکن آپ نے اپنے شخصی مصالح پر امت کے مصالح کو ترجیح دی جس سے آپ کی قوت و عزیمت اور شجاعت و پختہ ارادہ وعزم ظاہر ہوتا ہے، اور ان اتہامات کی آپ نے تردید فرما دی جو ان صفات عالیہ میں ضعف و کمزوری کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ آپ فتنہ کو کچلنے کی پوری طاقت رکھتے تھے لیکن آپ نے مفاسد و مصالح کا اندازہ لگایا تو فتنہ کو کچلنے کے مفاسد سے اعراض فرمایا۔ اس سے ''عقاد'' کی غلطی نمایاں ہوتی ہے جس کا کہنا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل، بازاری لوگوں کی غنڈہ گردی کا نتیجہ تھا، جس کو کوئی کچلنے والا نہیں ملا۔ [1] اس سے عثمان رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور شجاعت پر حرف آتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بازاری لوگوں کی غنڈہ گردی تھی لیکن اس کو نہ کچلنا عثمان رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے، کیوں کہ اس میں اللہ کی راہ میں قربانی کا جذبہ نمایاں ہوتا ہے نیز آپ کے پیش نظر امت کے لیے مصالح کا حصول اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر عمل تھا۔ [2]

باغیوں کا آپ کو قتل کی دھمکی:

عثمان رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں تھے اور باغی آپ کے گھر کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ ایک روز آپ اپنے گھر کے دروازے کے پاس آئے تو آپ نے باغیوں کی طرف سے قتل کی دھمکی سنی، آپ دروازے کے پاس سے ہٹ کر اندر گھر میں ان لوگوں کے پاس گئے جو آپ کے ساتھ گھر میں تھے۔ اس وقت آپ کا رنگ بدلا ہوا تھا فرمایا: یہ لوگ ابھی مجھے قتل کی دھمکی دے رہے ہیں، لوگوں نے عرض کیا: امیر المومنین اللہ آپ کے لیے کافی ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ لوگ مجھے کس بنیاد پر قتل کریں گے؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((لا یحل دم امرئ مسلم الا فی احدی ثلاث: رجل کفر بعد ایمانہ، او زنی بعد إحصانہ، اوقتل نفسا بغیر نفس.))

''کسی مسلمان کا خون حلال نہیں الا یہ کہ تین باتوں میں سے کوئی ایک بات پائی جائے۔ ایمان کے بعد کافر ہو جائے یا شادی کے بعد زنا کرلے یا کسی جان کو بغیر بدلہ کے قتل کیا ہو۔''

اللہ کی قسم میں کبھی زنا کے قریب نہیں گیا، نہ جاہلیت میں اور نہ حالت اسلام میں، اور جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی ہے کبھی یہ تمنا نہیں کی کہ میرے لیے میرے دین کا بدل ہو، اور نہ کسی کو میں نے قتل کیا ہے، تو

---

[1] ذوالنورین عثمان بن عفان ص (۱۲۲)
[2] فتنة مقتل عثمان (۱/ ۱٤۹)

آخر یہ لوگ کیوں مجھے قتل کریں گے؟ ❶

پھر آپ محاصرہ کرنے والے باغیوں کی طرف متوجہ ہوئے، اور ان کے جوش بغاوت کو ٹھنڈا کرنا چاہا اور امام وقت کے خلاف بغاوت سے ان کا رخ موڑنا چاہا، اس سلسلہ میں آپ نے ان کے اعتراضات کی تردید اور حقائق کا اظہار کرنا چاہا، شاید دھوکا کھائے ہوئے لوگوں کو ہوش آجائے اور رشد و ہدایت کی طرف پلٹ آئیں۔ آپ نے ان سے کہا کہ ایک شخص کو میرے پاس بھیجو میں اس سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں، ان باغیوں نے ایک نوجوان کو اپنے میں سے بھیج دیا جس کا نام صعصعہ بن صوحان تھا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ وہ ان کے خلاف جو ان کے اعتراضات ہیں وہ پیش کرے۔ ❷

صعصعہ کے استدلال کی تردید پر عثمان رضی اللہ عنہ کا حجت قائم کرنا:

صعصعہ نے کہا: ہمیں ہمارے گھروں سے ناحق نکالا گیا، ہمارا قصور صرف یہ تھا کہ ہم نے کہا تھا ہمارا رب اللہ ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: آیات کی تلاوت کرو، اس نے قرآن سے استدلال کرتے ہوئے یہ آیت پڑھی:

﴿اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ﴿۳۹﴾﴾

(الحج: ۳۹)

''(جن مسلمانوں) سے (کافر) جنگ کرتے ہیں انہیں بھی مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے، کیوں کہ وہ مظلوم ہیں بے شک ان کی مدد پر اللہ قادر ہے۔''

عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے حق میں نہیں ہے بلکہ یہ میرے اور میرے ساتھیوں کے حق میں ہے، پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تلاوت کی جو صعصعہ نے پڑھی تھی، اور اس کے بعد کی آیات کی بھی تلاوت فرمائی جو اس کی تفسیر کرتی ہیں اور صعصعہ کے استدلال کے بطلان کو ظاہر کرتی ہیں:

﴿اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ﴿۳۹﴾ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾﴾ (الحج: ۳۹-۴۱)

❶ المسند (۱/ ۶۳) احمد شاکر نے کہا: اس کی سند صحیح ہے۔ ص (۴۵۲)

❷ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۱۵۰)

''(جن مسلمانوں) سے (کافر جنگ کرتے ہیں) انہیں بھی مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے کیوں کہ وہ مظلوم ہیں۔ بے شک ان کی مدد پر اللہ قادر ہے، یہ وہ ہیں جنہیں ناحق اپنے گھروں سے نکالا گیا صرف ان کے اس قول پر کہ ہمارا پروردگار فقط اللہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو عبادت خانے اور گرجے اور مسجدیں اور یہودیوں کے معبد اور وہ مسجدیں بھی ڈھا دی جاتیں جہاں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے، جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ بھی ضرور اس کی مدد کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑی قوتوں والا، بڑے غلبے والا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جما دیں تو یہ پوری پابندی سے نمازیں قائم کریں، اور زکوٰتیں دیں اور اچھے کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے منع کریں، تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔''

عثمان رضی اللہ عنہ نے ان آیات کے شان نزول اور یہ جن کے بارے میں نازل ہوئی تھیں اور جس پر دلالت کرتی ہیں، ان سب کو بیان کرتے ہوئے لوگوں کو ان آیات کا صحیح مفہوم و مراد سمجھا دیا تاکہ بغیر معنی و مراد سمجھے ہوئے قرآن پڑھ کر لوگوں کو التباس میں کوئی مبتلا نہ کر سکے اور اس کے معنی و مراد کے خلاف استدلال نہ کرے۔ ❶

اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ نے جس چیز کی نفی کی وہ درحقیقت اس آیت جو صعصعہ نے پڑھی تھی کے بعد والی آیت پر عمل ہے۔ کیوں کہ یہ آیت کریمہ اس شخص کو حکم دیتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں اقتدار عطا کیا ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے۔ عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے، آپ کی یہ ذمہ داری تھی اور جب ان لوگوں نے بعض مسلمانوں پر ظلم کیا اور فتنہ برپا کرنے کی کوشش کی، تو آپ نے ان کی نفی کر کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کیا لہٰذا یہ بات ان کو اچھی نہ لگی اور عداوت پر اتر آئے۔ ❷

عثمان رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو اپنے فضائل یاد دلانا:

ان لوگوں کی تردید کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اپنے مقام و مرتبہ اور بعض فضائل یاد دلائے۔ پس جو لوگ ان فضائل کو جانتے تھے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا، ان سے اپیل کی کہ وہ دیگر لوگوں سے اس کو بیان کریں، چنانچہ آپ نے فرمایا: میں ان حضرات کو اللہ کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں جو حرا کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے، اور جب پہاڑ ہلنے لگا تھا تو کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم سے اس کو مارتے ہوئے نہیں فرمایا تھا: اے حرا تو ٹھہر جا! تیرے اوپر یا تو نبی ہے یا صدیق یا شہید، اور میں اس وقت آپ کے ساتھ تھا؟ تو لوگوں نے اس کی شہادت دی۔

پھر فرمایا: میں ان حضرات کو اللہ کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں جو بیعت رضوان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے مشرکین کے پاس بھیج دیا، اور صحابہ سے بیعت لی تو آپ نے اپنے

❶ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۱۵۱) ❷ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۱۵۲)

ایک ہاتھ کو میرا ہاتھ قرار نہیں دیا کہ یہ میرا ہاتھ ہے اور یہ عثمان کا ہاتھ ہے، اور پھر میری طرف سے بیعت کی؟ تو لوگوں نے اس کی بھی شہادت دی۔

پھر فرمایا: میں ان حضرات کو اللہ کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا: جو اس گھر کو مسجد میں شامل کر کے اس کو وسیع کر دے اللہ اس کے عوض اس کو جنت میں گھر دے گا تو میں نے اس گھر کو اپنے مال سے خرید کر مسجد کی توسیع کر دی۔ لوگوں نے اس کی بھی شہادت دی۔

پھر فرمایا: میں ان حضرات کو اللہ کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، کیا بئر رومہ ایک یہودی کی ملکیت نہ تھا، جو اس کا پانی بیچتا تھا؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون ہے جو اس کنویں کو خرید کر اس کا پانی ہر راہ چلنے والے کے لیے عام کر دے؟ تو میں نے اپنے مال سے اس کو خرید کر اس کو عام کر دیا؟ لوگوں نے اس کی بھی شہادت دی۔ ❶

ابو ثور فہمی سے روایت ہے کہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، اور ان کے پاس رہا، پھر وہاں سے نکلا تو دیکھا مصری لوٹ رہے ہیں، پھر میں عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس واپس گیا اور ان کو اس کی خبر دی۔ آپ نے دریافت کیا: تم نے ان لوگوں کو کس حالت میں دیکھا؟ میں نے عرض کیا: میں نے ان کے چہروں میں برائی اور بدنیتی محسوس کیا، اور ابن عدیس بلوائیوں کا سرغنہ ہے، پھر ابن عدیس منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھا، اور خطبہ دیا اور لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھائی، اور خطبہ کے دوران عثمان رضی اللہ عنہ کی تنقیص و گستاخی کی، پھر میں عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس واپس گیا، اور جو کچھ اس نے خطبہ میں کہا تھا اس سے مطلع کیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم ابن عدیس نے جھوٹ کہا اگر اس نے ایسی باتیں نہ کی ہوتیں تو میں بیان نہ کرتا۔ میں اسلام قبول کرنے والوں میں چوتھا فرد ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی میری زوجیت میں دی، پھر جب اس کا انتقال ہو گیا تو دوسری بیٹی میری زوجیت میں دے دی۔ میں نے نہ تو جاہلیت میں اور نہ اسلام میں کبھی زنا اور چوری کا ارتکاب کیا، اور جب سے اسلام قبول کیا ہے نہ کبھی گانا گایا، نہ اس کی تمنا و خواہش کی، اور جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے اپنے ہاتھ سے کبھی اپنی شرمگاہ کو نہیں چھوا۔ اور جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتا رہا ہوں الا یہ کہ کسی جمعہ کو غلام نہ ملے، تو دوسرے جمعہ کو اس کے عوض دو غلام آزاد کرتا ہوں۔ ❷

جب عثمان رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ باغی آپ کے قتل پر مصر ہیں تو آپ نے انہیں اس سے روکا، اور اس فعل بد کے انجام سے خبردار کیا، اور روشن دان سے ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: لوگو! مجھے قتل نہ کرو، مجھے رضا مند کر لو، اللہ کی قسم اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو کبھی ایک ساتھ مل کر قتال نہ کر سکو گے، اور نہ کبھی دشمن سے جہاد کر سکو گے

❶ المسند (۱/ ۵۹) علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ نے کہا اس کی سند صحیح ہے، ص (۴۲۰)

❷ المعرفة و التاريخ (۲/ ۴۸۸)، خلافة عثمان بن عفان/ السلمی ص (۹۱)

اور تم آپس میں اختلاف کر کے اس طرح گتھم گتھا ہو گے، پھر آپ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈال کر بتایا۔ ❶

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: لوگو! مجھے قتل نہ کرو میں تمہارا والی اور مسلمان بھائی ہوں۔ اللہ کی قسم میں اپنی طاقت بھر اصلاح و بھلائی ہی چاہتا ہوں، خواہ صحیح کیا ہوں یا مجھ سے غلطی ہوئی ہو، اگر تم لوگوں نے مجھے قتل کر دیا تو کبھی ایک ساتھ مل کر نماز نہ پڑھ سکو گے، اور نہ مل کر دشمن سے جنگ کر سکو گے، اور مال غنیمت تمہارے درمیان تقسیم نہ ہو گا۔ ❷

نیز فرمایا: اللہ کی قسم! اگر ان لوگوں نے مجھے قتل کر دیا تو میرے بعد آپس میں کبھی پیار و محبت سے نہ رہ سکیں گے اور میرے بعد کبھی دشمن سے قتال نہ کر سکیں گے۔ ❸

اور وہی ہوا جس سے آپ نے خبردار کیا تھا، آپ کے قتل کے بعد وہ سب کچھ ہوا جو آپ نے فرمایا تھا، اس سلسلہ میں حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم اگر لوگ ایک ساتھ نماز پڑھتے ہیں تو ان کے دل مختلف ہوتے ہیں۔ ❹

عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا دفاع کرنا اور آپ کا انکار

عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے پاس بلایا اور ان سے محاصرہ کرنے والے باغیوں اور ان کی طرف سے قتل کی دھمکی کے سلسلہ میں مشورہ کیا۔ اس موقع پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا موقف یہ تھا:

۱۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب علی نے عثمان رضی اللہ عنہما کو پیغام بھیجا کہ ''میرے ساتھ پانچ سو زرہ پوش موجود ہیں، آپ مجھے اجازت دیں میں ان لوگوں کو آپ سے مار بھگاؤں گا، آپ نے کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے جس سے آپ کا خون حلال ہو۔''

عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، میں یہ نہیں چاہتا کہ میری خاطر خون بہایا جائے۔ ❺

۲۔ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ:

ابو حبیبہ ❻ سے روایت ہے کہ زبیر رضی اللہ عنہ نے مجھے عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا جب کہ آپ محصور تھے، میں آپ

---

❶ الطبقات (۳/ ۷۱) تاریخ ابن خیاط ص (۱۷۱) اسنادہ صحیح

❷ الطبقات (۳/ ۶۷۔۶۸) فتنۃ مقتل عثمان (۱/ ۱۵۶)

❸ تاریخ ابن خیاط ص (۱۷۱) فتنۃ مقتل عثمان (۱/ ۱۵۷) اسنادہ حسن۔

❹ فتنۃ مقتل عثمان (۱/ ۱۵۷) ❺ تاریخ دمشق ص (۴۰۳)

❻ ابو حبیبہ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں، زبیر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے احادیث روایت کی ہے، اور عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کے وقت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی ہے۔

کے پاس گرم دن میں آیا، آپ اس وقت کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاس حسن بن علی، ابوہریرہ، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ میں نے آپ کے سامنے عرض کیا: مجھے زبیر بن العوام نے آپ کے پاس بھیجا ہے وہ آپ کو سلام کہہ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں: ''میں آپ کی اطاعت میں ہوں، اور میں نے اپنی بیعت کو نہ بدلا ہے اور نہ توڑا ہے، اگر آپ چاہیں تو میں بھی آپ کے پاس گھر میں آجاؤں اور آپ کے پاس موجود افراد میں شامل ہو جاؤں، اور اگر چاہیں تو میں اپنے گھر میں رہوں، مجھ سے بنو عمرو بن عوف نے وعدہ کیا ہے کہ وہ صبح میرے دروازے پر ہوں گے اور پھر میں جو حکم انہیں دوں گا کر گزریں گے۔''

جب عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ پیغام سنا تو فرمایا: اللہ اکبر! اللہ کا شکر ہے اس نے میرے بھائی کو محفوظ رکھا۔ ان کو سلام پہنچا دو، پھر ان سے کہو کہ تم مجھے زیادہ محبوب ہو اور اللہ سے مجھے امید ہے کہ وہ تمہارے ذریعے سے اس فتنہ کو دور کر دے۔

جب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ پیغام پڑھا تو کھڑے ہوئے اور فرمایا: کیا میں تمھیں اس بات کی خبر نہ دے دوں جسے میرے ان دونوں کانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ لوگوں نے کہا: ضرور بیان کریں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد فتنے اور ناگفتہ بہ امور رونما ہوں گے۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ اس سے نجات کی جگہ کہاں ہوگی؟ فرمایا: امین اور اس کی جماعت کے ساتھ۔ پھر آپ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ یہ سن کر لوگ کھڑے ہوئے اور عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: اب ہمیں بصیرت حاصل ہوگئی، ہمیں آپ ان باغیوں سے جہاد کی اجازت دیں؟ آپ نے فرمایا: میں اس کو تاکید کرتا ہوں جس پر میری اطاعت فرض ہے کہ وہ قتال نہ کرے۔ [1]

۳۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ:

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ محاصرہ کے دوران عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کیا: آپ امام عام ہیں، اور اس وقت آپ کی جو صورت حال ہے وہ سبھی دیکھ رہے ہیں اس لیے میں آپ کے سامنے تین پیش کش رکھتا ہوں، آپ ان میں سے کوئی ایک قبول فرما لیں: آپ نکلیں اور ان سے قتال کریں، آپ کے ساتھ افراد وقوت موجود ہے، آپ حق پر ہیں اور یہ لوگ باطل پر ہیں، یا پھر اس دروازے کے علاوہ جس پر باغی کھڑے ہیں، دوسرا دروازہ کھول کر سواری پر سوار ہو کر مکہ چلے جائیں وہاں یہ لوگ آپ کا خون حلال نہ کر سکیں گے، یا پھر شام چلے جائیں وہاں شامی ہیں وہاں معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہ پیش کش سن کر فرمایا: تمہاری پہلی پیش کش کہ میں نکل کر ان سے قتال کروں، تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں سب سے پہلا خون بہانے والا نہیں ہو سکتا۔ رہی دوسری پیش کش کہ میں مکہ چلا جاؤں اور

[1] فضائل الصحابة (۱/ ۵۱۱۔۵۱۲) اسناده صحيح۔

اس طرح وہ میرا خون حلال نہ کر سکیں گے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا کہ قریش کا ایک شخص مکہ میں الحاد کرے گا اس پر دنیا کا آدھا عذاب ہوگا، میں وہ شخص ہونا نہیں چاہتا۔ اور رہی تمہاری تیسری پیش کش کہ میں شام چلا جاؤں وہاں شامی ہیں اور وہاں معاویہ ہیں تو میں دار ہجرت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس کو چھوڑ نہیں سکتا۔ ❶

۴۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دفاع کا عزم مصمم کر لیا، اور بعض حضرات گھر میں داخل ہو گئے، لیکن عثمان رضی اللہ عنہ نے سختی کے ساتھ انہیں دفاعی شکل میں بھی قتال کرنے سے منع کر دیا جس کی وجہ سے دفاع کے سلسلہ میں ان کی رغبت وخواہش پوری نہ ہو سکی۔ انہی میں سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ آپ نے عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: اے امیر المومنین! ان سے قتال کیجیے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے ان سے قتال کو حلال کر دیا ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں ان سے کبھی قتال نہیں کر سکتا ہوں۔ ❷

اور ایک روایت میں ہے: اے امیر المومنین! ہم آپ کے ساتھ گھر میں سمجھ بوجھ رکھنے والوں کی ایک جماعت ہیں اللہ تعالیٰ اس سے کم تعداد میں بھی نصرت و فتح عطا کرتا ہے آپ ہمیں اجازت دیں، عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اللہ کی قسم دلاتا ہوں کہ میری خاطر کسی شخص کا خون نہ بہایا جائے۔ ❸

پھر سیّدنا عثمان نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو گھر میں موجود افراد پر امیر منتخب کیا اور فرمایا میری اطاعت جس پر لازم ہے وہ عبداللہ بن زبیر کی اطاعت کرے۔ ❹

۵۔ کعب بن مالک انصاری اور زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہما:

کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے انصار کو عثمان رضی اللہ عنہ کی نصرت پر ابھارا اور ان سے کہا: اے انصار! اللہ کے انصار بن جاؤ، اے انصار! اللہ کے انصار بن جاؤ، انصار عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان کے دروازے پر ٹھہر گئے۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اور عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: یہ انصار دروازے پر کھڑے ہیں اگر آپ چاہیں تو ہم اللہ کے انصار بن جائیں، اگر آپ چاہیں تو ہم اللہ کے انصار بن جائیں۔ ❺ لیکن عثمان رضی اللہ عنہ نے قتال کی اجازت دینے سے انکار کیا اور فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ❻

---

❶ البداية والنهاية (٧/ ٢١١)

❷ الطبقات/ ابن سعد (٣/ ٧٠) اسناده صحيح

❸ الطبقات/ ابن سعد (٣/ ٧٠)، تاريخ ابن خياط ص (١٧٣)

❹ الطبقات / ابن سعد (٣/ ٧٠) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما تک اس کی سند صحیح ہے۔

❺ الطبقات / ابن سعد (٣/ ٧٠) فتنة مقتل عثمان (١/ ١٦٢)

❻ فتنة مقتل عثمانؓ (١/ ١٦٢)

۶۔ حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما:

حسن بن علی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا: کیا میں اپنی تلوار سونت لوں؟ فرمایا: نہیں، اگر تم نے ایسا کیا تو میں اللہ کے حضور تمہارے خون سے اپنی براءت کا اظہار کرتا ہوں۔ تم اپنی تلوار میان میں ڈالو اور اپنے والد کے پاس چلے جاؤ۔ ❶

۷۔ عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما:

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا کہ سنگین صورت حال پیدا ہوگئی ہے اور بغاوت کا سیلاب حد سے تجاوز کر چکا ہے تو بعض صحابہ نے عثمان رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیے بغیر دفاع کا عزم کر لیا اور بعض حضرات قتال کے لیے مکمل تیاری کے ساتھ گھر میں داخل ہوئے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی انہی میں سے تھے۔ آپ تلوار لٹکائے، زرہ پہنے ہوئے عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ گھر میں تھے تاکہ آپ کے دفاع میں قتال کریں لیکن عثمان رضی اللہ عنہ نے اس خوف سے گھر سے نکل جانے کا حکم دیا کہ کہیں باغیوں کے ساتھ قتال نہ کر بیٹھیں اور پھر قتل کر دیے جائیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دوبارہ پھر تلوار لٹکائے اور زرہ پہنے حاضر ہوئے۔ ❷

۸۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

جناب ابو ہریرہ، عثمان رضی اللہ عنہما کے پاس یہ کہتے ہوئے حاضر ہوئے اے امیر المومنین! قتال اچھا ہے۔ ان سے عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! کیا تمھیں یہ پسند ہے کہ تم تمام لوگوں کو اور مجھے بھی قتل کر دو؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر تم نے ایک شخص کو بھی قتل کیا تو گویا تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔ یہ سن کر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ واپس ہو گئے اور قتال نہ کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تلوار لٹکائے ہوئے رہے یہاں تک کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں منع کر دیا۔ ❸

۹۔ سلیط بن سلیط رضی اللہ عنہ:

فرماتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ہمیں باغیوں سے قتال کرنے سے منع کر دیا ورنہ ہم انہیں مار کر نکال باہر کرتے۔ ❹

ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ سات سو افراد گھر میں تھے اگر آپ انہیں قتال کی اجازت دیتے تو ان شاء اللہ وہ باغیوں کو مار بھگاتے۔ ان افراد میں عبداللہ بن عمر، حسن بن علی، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ نیز ابن سیرین رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جس دن عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا گیا، آپ کا گھر صحابہ سے

---

❶ فتنة مقتل عثمان (١/ ١٦٢) المصنف/ ابن ابی شیبة (١٥/ ٢٢٤)

❷ فتنة مقتل عثمان (١/ ١٦٣) ❸ تاریخ خلیفة بن خیاط ص (١٦٤)

❹ فتنة مقتل عثمان (١/ ١٦٥)

بھرا تھا، ان میں ابن عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی اپنی تلوار گردن میں لٹکائے ہوئے موجود تھے، لیکن عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سب کو قتال سے سختی سے منع کر رکھا تھا۔ ❶

اس سے اس اتہام کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے جو مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر لگائی گئی ہے کہ ان حضرات نے عثمان رضی اللہ عنہ کی نصرت و امداد نہ کی اور پیچھے ہٹ گئے، اس طرح کی روایات سند و متن دونوں لحاظ سے علت قادحہ سے خالی نہیں ہیں۔ ❷

۱۰۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ پہنچانے کی پیش کش:

جب بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے دیکھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ باغیوں کے ساتھ عدم قتال کے موقف پر مصر ہیں اور باغی آپ کو قتل کرنے پر مصر ہیں تو ان کے سامنے آپ کی حمایت کے لیے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا کہ انہوں نے آپ سے اس بات کی پیش کش کی کہ وہ مکہ روانہ ہو جائیں اور یہ لوگ اس سلسلہ میں آپ سے پورا تعاون کریں گے، چنانچہ عبداللہ بن زبیر، مغیرہ بن شعبہ، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کے سلسلہ میں مروی ہے کہ ان حضرات نے الگ الگ یہ پیش کش آپ کے سامنے رکھی، لیکن عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سب کی پیش کش کو رد کر دیا۔ ❸

عثمان رضی اللہ عنہ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قتال سے روکنے کے اسباب:

فتنہ بغاوت کی روایات کی روشنی میں محققین کے سامنے پانچ اسباب نمایاں ہوتے ہیں:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت پر عمل جو آپ کو چپکے سے کی تھی۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو محاصرہ کے وقت بیان کیا تھا کہ ان کے ساتھ ایک معاہدہ ہے، وہ اس پر صبر کریں گے۔ ❹

۲۔ آپ نے فرمایا تھا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں سب سے پہلا خون بہانے والا نہیں ہو سکتا۔ یعنی آپ کو یہ بات ناپسند تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں سب سے پہلے مسلمانوں کا خون بہانے والے بنیں۔ ❺

۳۔ آپ کو یہ علم تھا کہ باغی صرف آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں اس کے علاوہ انہیں اور کچھ نہیں چاہیے، اس لیے آپ کو یہ بات ناپسند تھی کہ مومنوں کے ذریعے سے اپنا بچاؤ کریں اور یہ بات آپ کو محبوب تھی کہ اپنی جان دے کر مومنوں کو بچا لیں۔ ❻

---

❶ تاریخ دمشق/ ابن عساکر، ترجمة عثمان ص (۳۹۵)

❷ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۱٦٦) ❸ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۱٦٦)

❹ فضائل الصحابة (۱/ ٦۰۵) اسنادہ صحیح

❺ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۱٦۷) المسند (۱/ ۳۹٦) احمد شاکر

❻ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۱٦۷) اس سلسلہ کی روایت میں ضعف ہے۔

۴۔ آپ کو یہ علم تھا کہ اس فتنہ میں قتل ہوں گے کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کی بشارت دیتے ہوئے اس کی خبر دی تھی کہ ان کو مصیبت و آزمائش لاحق ہوگی اور یہ کہ وہ حق پر ڈٹے ہوئے فتنہ میں قتل ہوں گے۔ اور اس وقت حالات اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ وہ وقت قریب آگیا ہے اور اس خواب سے اس کی مزید تاکید ہوگئی جو قتل کی رات آپ نے دیکھا تھا۔ آپ نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ ان سے فرمارہے ہیں کل ہمارے پاس افطار کرنا، اس سے آپ سمجھ گئے کہ اب شہادت کا وقت قریب آچکا ہے۔

۵۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر عمل۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے آپ کو مشورہ دیتے ہوئے کہا: قتال سے رو کے رہیں، یہ اتمام حجت و دلیل سے زیادہ آپ کے لیے مفید ہے۔ ❶

۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی کہ عثمان عنقریب قتل کیے جائیں گے۔ چنانچہ عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ ❷ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تین چیزوں سے نجات پا گیا، وہ نجات پا گیا۔ تین بار آپ نے یہ بات دہرائی۔ میری موت، دجال، حق پر ثابت قدم خلیفہ کا قتل۔ ❸

گزشتہ تفصیلات سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی فکر میں متانت و سنجیدگی تھی۔ مصیبت کی شدت صحیح فکر کے درمیان حائل نہ ہوئی اور باغیوں سے قتال سے متعلق اس مصالحانہ موقف کی تحدید کے لیے اسباب بکثرت موجود تھے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے جو موقف اختیار کیا اس میں حق بجانب تھے کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ سند صحیح ثابت ہے کہ آپ نے اس فتنہ کے وقوع کی طرف اشارہ فرمایا تھا اور عثمان رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کے سلسلہ میں شہادت دی تھی کہ یہ اس میں حق پر ہوں گے۔ ❹

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تواتر سے یہ حقیقت معلوم ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ قتل و خونریزی سے بچنے والے اور اپنی عزت و ناموس اور اپنی جان و خون کے سلسلہ میں سب سے زیادہ صبر کرنے والے تھے۔ باغیوں نے آپ کا محاصرہ کیا، آپ کو قتل کرنے کے لیے کوشاں رہے اور قتل کے سلسلہ میں ان کے ارادوں سے آپ واقف ہوئے۔ مسلمان آپ کی نصرت و امداد کے لیے حاضر ہوئے، باغیوں کے ساتھ قتال کا مشورہ دیا، لیکن آپ لوگوں کو قتال سے روکتے ہی رہے اور اطاعت شعاروں کو یہی حکم دیتے رہے کہ وہ قتال نہ کریں...... آپ کو پیش کش کی گئی کہ آپ مکہ چلے جائیں تو آپ نے جواب دیا کہ میں حرم میں الحاد کرنے والا نہیں

❶ الطبقات (۳/ ۷۱) اسنادہ حسن

❷ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۱۶۸) اسنادہ حسن او صحیح

❸ المسند (۴/ ۱۰۹ـ۵/ ۳۳ ۲) تحقیق احمد شاکر

❹ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۱۶۸) نیز ان احادیث صحیحہ کو ملاحظہ فرمائیں جو اس کتاب میں عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل اور شہادت سے متعلق بیان کی ہیں۔

ہوسکتا۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ شام چلے جائیں، فرمایا: میں دار ہجرت کو چھوڑ نہیں سکتا۔ آپ سے کہا گیا: تو اب ان سے قتال کیجیے۔ فرمایا: میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں آپ کے بعد سب سے پہلا تلوار اٹھانے والا نہیں ہو سکتا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل تک صبر کرتے رہنا مسلمانوں کے نزدیک آپ کے عظیم ترین فضائل میں سے ہے۔ ❶

امہات المومنین اور بعض صحابیات کا موقف

ا۔ ام المومنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا:

ان واقعات کے اندر ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا موقف، پرخطر مواقف میں سے تھا، اس قدر پرخطر تھا کہ قریب تھا کہ آپ کو قتل کر دیا جاتا چنانچہ جب عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا گیا اور آپ پر پانی بند کر دیا گیا تو عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے پڑوسی عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ ان لوگوں نے ہم پر پانی بند کر دیا ہے اگر آپ لوگ پانی بھیج سکتے ہیں تو بھیجیں اور اسی طرح آپ نے طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما اور ام المومنین عائشہ اور دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو یہ پیغام بھیجا۔ سب سے پہلے علی اور ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اس پر لبیک کہا۔ ❷

ابن عساکر کا بیان ہے کہ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، عثمان رضی اللہ عنہ کا بے حد خیال رکھتی تھیں اور یہ ایک طبعی و فطری چیز تھی کہ دونوں کا تعلق اموی سلسلہ نسب سے تھا۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا خچر پر سوار ہو کر پہنچیں۔ باغیوں نے ان کے خچر کے چہرے پر مارا۔ ام المومنین نے فرمایا: ان (عثمان رضی اللہ عنہ) کے پاس بنو امیہ کی وصیتیں ہیں لہٰذا میں نے مناسب سمجھا کہ ان سے مل کر اس سلسلہ میں تفصیلات معلوم کرلوں تاکہ یتیموں اور بیواؤں کا مال ضائع نہ ہو۔ باغیوں نے کہا: تو جھوٹی ہے اور ان کی طرف بڑھے اور خچر کی رسی تلوار سے کاٹ دی۔ خچر بدک کر بھاگا، قریب تھا کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اس سے گر کر مر جاتیں لیکن لوگ دوڑے اور آپ کو گرنے سے بچا لیا اور آپ کو آپ کے گھر پہنچا دیا۔ ❸ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے غلام ابن الجراح کو عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں محاصرہ کے وقت مقرر کر دیا تھا اور وہ شہادت کے وقت وہاں موجود تھے۔ ❹

۲۔ ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا:

ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا نے بھی وہی کیا جو ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کیا چنانچہ کنانہ بن عدی العبشمی سے روایت ہے کہ میں ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کو لے کر جا رہا تھا تاکہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے دفاع کریں، راستے میں اشتر نخعی ملا، اس نے آپ کے خچر کے چہرے پر ضرب لگائی اور وہ بدک پڑا اور ام المومنین گرنے لگیں۔

---

❶ منهاج السنة (۳/ ۲۰۲_۲۰۳)

❷ دور المرأة السياسي/ أسماء محمد ص (۳٤۰)

❸ تاريخ الطبري (٥/ ٤۰۱) بحواله المرأة السياسي ص (۳٤۰)

❹ تاريخ المدينة (۲/ ۲۹۸)

ام المومنین نے فرمایا: مجھے چھوڑو یہ مجھے رسوا نہیں کرسکتا۔ پھر آپ نے اپنے گھر سے عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر پر ایک لکڑی رکھ دی اور اس کے ذریعے سے کھانا اور پانی پہنچاتی رہیں۔ ❶

۳۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا:

ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو حادثہ پیش آیا اس کا لوگوں پر بڑا گہرا اثر ہوا چنانچہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا باغیوں پر غیظ وغضب میں بھری ہوئی مدینہ سے نکل پڑیں، اس موقع پر مروان بن الحکم رضی اللہ عنہ پہنچے اور عرض کیا ام المومنین! اگر آپ مدینہ میں رہتیں تو لوگ ان (عثمان رضی اللہ عنہ) کا خیال رکھتے۔ فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ میرے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جائے جو ام حبیبہ کے ساتھ کیا گیا ہے پھر مجھے ان سے بچانے والا کوئی نہ ہو؟ نہیں اللہ کی قسم! میں یہ عار برداشت نہیں کرسکتی۔ ❷ میں نہیں جانتی کہ ان لوگوں کا معاملہ کہاں تک پہنچتا ہے۔ ❸ اور آپ نے یہ سمجھا کہ ان کے مدینہ سے چلے جانے سے باغیوں کا یہ مجمع چھٹ جائے گا جیسا کہ آگے آنے والی روایت سے واضح ہوتا ہے۔

امہات المومنین رضی اللہ عنہن نے مدینہ سے بھاگنے کے لیے حج کی تیاری کی لیکن امہات المومنین کا مدینہ سے نکلنا صرف فتنہ کے ملابسات سے بچنا اور محض بھاگنا نہ تھا بلکہ عثمان رضی اللہ عنہ کو ان بلوائیوں کے ہاتھوں سے بچانے کی ایک کوشش تھی، انہی بلوائیوں میں سے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد بن ابی بکر بھی تھے، ام المومنین نے بڑی کوشش کی کہ وہ اس کو بھی اپنے ساتھ حج پر لے جائیں، لیکن ہر چند کوشش کے باوجود اس نے انکار کیا۔ ام المومنین کی یہ کوشش اور محمد بن ابی بکر کا انکار ملفت للنظر تھا کہ حنظلہ بن ربیع الکاتب رضی اللہ عنہ ❹ کو ام المومنین کے ساتھ جانے سے محمد کے انکار سے حیرانی ہوئی اور آپ نے اس انکار اور باغیوں کی متابعت کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے فرمایا: اے محمد! تجھ کو ام المومنین بلا رہی ہیں اور تو ان کی بات نہیں مانتا اور یہ عرب کے فاسد لوگ تجھے حرام کام کی طرف بلاتے ہیں اور ان کی بات مان رہا ہے۔ پھر بھی محمد نے انکار کیا۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ کی قسم اگر میری استطاعت ہوتی کہ میں وہ کام کروں جس سے اللہ تعالیٰ ان کی نقل و حرکت سے انہیں محروم کردے تو میں ضرور کرتی۔ ❺

ام المومنین رضی اللہ عنہا کا بھائی کے ساتھ پوری کوشش کے بعد یہ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے اس

---

❶ سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۳۷)، الطبقات/ ابن سعد (۸/ ۱۲۸)

❷ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس تعبیر سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ باغیوں نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو گستاخی کی تھی وہ انتہائی المناک تھی۔

❸ تاریخ الطبری (۵/ ۴۰۱)

❹ یہ حنظلہ بن ربیع تمیمی رضی اللہ عنہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے وحی لکھا کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کا نام الکاتب پڑ گیا۔

❺ تاریخ الطبری (۵/ ۴۰۱)

طرح مدینہ سے نکل کر اس بات کی کوشش کی تھی کہ باغی عثمان رضی اللہ عنہ سے ہٹ جائیں اور رائے عامہ ان باغیوں کے خلاف ہو جائے۔ جس وقت سے آپ نے مکہ جانے کا سوچا تھا اس وقت سے آپ کے پیش نظر یہی تھا۔ امام ابن العربی نے اسی کو ثابت کیا ہے، فرماتے ہیں: مروی ہے کہ امہات المومنین اور صحابہ کا مدینہ سے نکل جانا اس شور و ہنگامہ کو ختم کرنے کے لیے تھا کہ اس طرح لوگ اپنی ماؤں امہات المومنین کی طرف رجوع ہوں گے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کا خیال رکھیں گے [1] اور ان امہات المومنین کی باتوں کو کان لگا کر سنیں گے جب کہ اکثر لوگ ہر چہار جانب سے ان کی باتوں کو سننے کے لیے آیا کرتے تھے۔ [2]

یعنی ان کا مدینہ سے خروج، بلوائیوں کے اس مجمع کو منتشر کرنے کی ایک کوشش تھی کیوں کہ یہ بات معروف تھی کہ لوگ ان کی رائے وفتویٰ کی تلاش میں ہوتے ہیں اور امہات المومنین کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ یہ لوگ اس حد کو پہنچ جائیں گے کہ خلیفہ کو قتل کر ڈالیں گے۔ [3]

۴۔ صحابیات کا موقف:

اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا: ......اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے بھی وہی کوشش کی جو کوشش ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کی تھی، آپ نے اپنے دونوں بیٹوں محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کو بلایا اور فرمایا: چراغ خود کو کھاتا ہے اور لوگوں کو روشنی دیتا ہے لہٰذا تم دونوں اس امر میں گناہ کے مرتکب نہ ہو، تم لوگ ایسے شخص کو تکلیف پہنچا رہے ہو جس نے تم دونوں کے بارے میں کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔ آج جس امر کی تم کوشش کر رہے ہو، یہ کل دوسروں کے لیے ہے۔ لہٰذا تم اس سے بچو کہ تمہارا عمل تمہارے لیے کل کے دن حسرت کا سبب بنے، لیکن وہ دونوں مصر رہے اور غصہ ہو کر یہ کہتے ہوئے نکل گئے کہ عثمان نے جو ہمارے ساتھ کیا ہے ہم اس کو نہیں بھول سکتے اور وہ یہ کہتی رہیں: انہوں نے تمہارے ساتھ کیا کیا ہے کیا انہوں نے تمھیں اللہ کا پابند نہیں بنایا ہے۔ [4] اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ گفتگو لیلیٰ بنت اسماء اور ان کے دونوں بھائیوں کے درمیان ہوئی تھی۔ [5]

یہاں اسماء رضی اللہ عنہا اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہیں کہ جب باغی مدینہ پہنچے اور عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے اعتراضات کے جوابات دیے اور ان پر حجت قائم کر دی تو ان لوگوں نے یہ ظاہر کیا کہ وہ اپنے شہروں کو واپس جا رہے ہیں، لیکن پھر راستے میں سے واپس آ گئے اور یہ دعویٰ کیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے کچھ لوگوں کو قتل کرنے کے لیے پیغامبر روانہ کیے ہیں اور ان کے دعویٰ کے مطابق انہی لوگوں میں سے محمد بن ابی بکر بھی تھے۔ [6]

شاید اسی بہتان کی طرف محمد بن ابی بکر نے اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے:

---

[1] العواصم من القواصم ص (۱۵۶)
[2] دورالمرأة السياسی ص (۳۴۲)
[3] دورالمرأة السياسی ص (۳۴۳)
[4] تاريخ الطبری (۵/ ۲۰۲)
[5] تاريخ الطبری (۵/ ۲۰۲)
[6] دورالمرأة السياسی ص (۳۴۳)

''عثمان نے جو ہمارے ساتھ کیا ہے ہم اس کو نہیں بھول سکتے۔''

عثمان رضی اللہ عنہ نے اس خط سے انکار کیا اور فرمایا کہ یا تو تم اس پر دو گواہ پیش کرو ورنہ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں نے نہ اس کو تحریر کیا ہے اور نہ تحریر کرنے کا حکم دیا ہے۔ انسان کی طرف سے جعلی خط لکھے جا سکتے ہیں اس کی تحریر اور مہر کی نقالی بھی کی جا سکتی ہے۔ ❶

اس وقت مسلمانوں کے حالات کو بگاڑنے اور عثمان رضی اللہ عنہ کو مسند خلافت سے ہٹانے کی جو خفیہ تدبیر چل رہی تھی اسماء رضی اللہ عنہا اس سے بخوبی واقف تھیں۔ اپنے دونوں بچوں کے سلسلہ میں آپ کا موقف اور معاملہ کے اس طرح واضح ہونے کی وجہ سے آپ ماں کی ممتا سے متاثر نہیں ہوئیں اور حق کے ساتھ ڈٹی رہیں، اسی کا ساتھ دیا، بلاشبہ اس موقف کو معمولی نہیں سمجھا جا سکتا ہے یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت کی واضح تصویر ہے۔ ❷

صعبة بنت حضرمی رضی اللہ عنہا: ...... جب محاصرہ شدت اختیار کر گیا تو صعبہ بنت حضرمی رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ سے گفتگو کریں اور انہیں اپنے آپ کو بغیر مدافعت کیے ہوئے باغیوں کے حوالہ کرنے سے روکیں، چنانچہ وہ نکلیں اور اپنے بیٹے طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا: عثمان رضی اللہ عنہ پر محاصرہ سخت ہو گیا ہے اگر تم ان سے بات کرتے انہیں اس سے روک لیتے تو اچھا ہوتا۔ ❸

اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ صعبہ رضی اللہ عنہا عثمان رضی اللہ عنہ پر کس قدر مشفق تھیں اور کس قدر خطرہ محسوس کر رہی تھیں اور ام عبداللہ بنت رافع کو اس واقعہ کا کس قدر اہتمام تھا۔ ❹ انہی نے صعبہ بنت حضرمی سے روایت کی ہے۔ ❺

مسلم خواتین کا یہ عام موقف تھا، یہ موقف انتہائی اعتدال پر قائم تھا اور مسئلے میں بہت سارے ابہام وغموض کے باوجود اس سے متعلق صحیح رائے قائم کرنے پر قادر تھا بہرحال تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی موقف تھا۔ ❻

اس سال امیر حج کون تھا؟
اور کیا عثمان رضی اللہ عنہ نے والیان ریاست سے مدد طلب کی؟

ا۔ اس سال (۳۵ھ میں) کون امیر حج تھا؟

عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بلایا اور انہیں اس بات کا مکلف کیا کہ اس سال حج کی امارت وہ سنبھالیں اور لوگوں کو حج کرائیں۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا امیر المومنین! آپ مجھے معاف فرمائیں، میں آپ کے ساتھ ان باغیوں کے مقابلہ میں رہنا چاہتا ہوں، اللہ کی قسم! ان خوارج سے جہاد کرنا مجھے حج سے

❶ العواصم من القواصم ص (۱۲۰)
❷ دور المرأة السياسی ص (۳٤٤)
❸ دور المرأة السياسی ص (۳٤٥)
❹ ایضاً
❺ ایضاً
❻ دور المرأة السياسی ص (۳٤٥-۳٤٦)

زیادہ محبوب ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے تم پر لازم کر دیا ہے کہ تم اس سال لوگوں کو حج کراؤ۔ اب ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ تھا کہ امیر المومنین کی اطاعت کریں۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ لوگوں کے نام ایک خط بھیجا تا کہ وہ حج میں مسلمانوں کو پڑھ کر سنا دیں، اس خط میں آپ نے باغیوں کے ساتھ اپنا قصہ بیان کیا اور ان سے متعلق اپنے موقف کی وضاحت فرمائی اور ان کے مطالبات کو ذکر کیا۔ [1]

حج ۳۵ھ میں آپ کے خط کا مضمون یہ ہے:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے بندے عثمان امیر المومنین کی طرف سے مومنوں اور مسلمانوں کے نام سلام علیکم!

میں اللہ کی حمد وثنا بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔

اما بعد! میں تمھیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں جس نے تم پر انعام کیا اور تمھیں اسلام سکھایا اور ضلالت سے نکال کر ہدایت بخشی اور کفر سے نجات عطا کی، تمھیں واضح دلائل دکھائے اور تمھارے اوپر رزق کو کشادہ کیا، دشمن پر تمھیں فتح دی، تمھیں اپنی نعمتوں سے ڈھانپ لیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور اس کا قول برحق ہے:

﴿ وَ اٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ ﴾ (ابراهيم: ٣٤)

''اور اسی نے تمھیں تمھاری منہ مانگی کل چیزوں میں سے دے رکھا ہے اگر تم اللہ کے احسان گننا چاہو تو انہیں پورے گن بھی نہیں سکتے یقیناً انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَ اخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾ ﴾ (آل عمران: ١٠٢ـ١٠٥)

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہیے اور دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی

[1] الخلفاء الراشدون/ الخالدي ص (١٦٧ـ١٦٨)

رہنا۔ اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمھیں بچا لیا، اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لیے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف لائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے اور یہی لوگ فلاح و نجات پانے والے ہیں۔ تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنھوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آ جانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا اور اختلاف کیا انہی لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے۔''

اور ارشاد الٰہی ہے اور اس کا قول حق ہے:

﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝﴾ (المائدۃ: ۷)

''تم پر اللہ کی جو نعمتیں نازل ہوئی ہیں انہیں یاد رکھو اور اس کے اس عہد کو بھی جس کا تم سے معاہدہ ہوا ہے جب کہ تم نے کہا ہم نے سنا اور مانا، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو یقیناً اللہ تعالیٰ دلوں کی باتوں کا جاننے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور اس کا فرمان برحق ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝﴾ (الحجرات: ٦-٨)

''اے ایمان والو! اگر تمھیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو پھر اپنے کیے پر پشیمانی اٹھاؤ اور جان رکھو کہ تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں اگر وہ تمہارا کہا پورا کرتے رہیں بہت سے امور میں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے لیے محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں زینت دے رکھی ہے اور کفر کو اور گناہ کو اور نافرمانی کو تمہاری نگاہوں میں ناپسندیدہ بنا دیا ہے یہی لوگ راہ یافتہ ہیں اللہ کے احسان و انعام سے اور اللہ دانا اور باحکمت ہے۔''

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٧﴾ ﴾ (آل عمران: ۷۷)

''بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اللہ تعالیٰ نہ تو ان سے بات چیت کرے گا نہ ان کی طرف قیامت کے دن دیکھے گا نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اور اس کا ارشاد برحق ہے:

﴿ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنْفِقُوا خَيْرًا لِأَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٦﴾ ﴾ (التغابن: ١٦)

''پس جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور سنتے اور مانتے چلے جاؤ اور اللہ کی راہ میں خیرات کرتے رہو جو تمہارے لیے بہتر ہے اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے محفوظ رکھا جائے وہی کامیاب ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اس کا فرمانا برحق ہے:

﴿ وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۚ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿٩١﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا ۚ تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَنْ تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ ۚ إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللَّهُ بِهِ ۚ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٩٢﴾ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَلَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٩٣﴾ وَلَا تَتَّخِذُوا أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوتِهَا وَتَذُوقُوا السُّوءَ بِمَا صَدَدْتُمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٩٤﴾ وَلَا تَشْتَرُوا بِعَهْدِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ إِنَّمَا عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٩٥﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ ۗ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٩٦﴾ ﴾ (النحل: ۹۱۔۹۶)

''اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جب کہ تم آپس میں قول و قرار کرو اور قسموں کو ان کی پختگی کے بعد مت توڑو حالاں کہ تم اللہ تعالیٰ کو اپنا ضامن ٹھہرا چکے ہو تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کو بخوبی جان رہا ہے۔

اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا سوت مضبوط کاتنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ ڈالا کہ تم اپنی قسموں کو آپس کے مکر کا باعث ٹھہراؤ اس لیے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے بڑھا چڑھا ہو جائے۔ بات صرف یہی ہے کہ اس عہد سے اللہ تمھیں آزما رہا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے لیے قیامت کے دن ہر اس چیز کو کھول کر بیان کر دے گا جس میں تم اختلاف کر رہے تھے اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی گروہ بنا دیتا، لیکن وہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے ہدایت دیتا ہے یقیناً تم جو کچھ کر رہے ہو اس کے بارے میں باز پرس کی جانے والی ہے اور تم اپنی قسموں کو آپس کی دغابازی کا بہانہ نہ بناؤ پھر تو تمہارے قدم اپنی مضبوطی کے بعد ڈگمگا جائیں گے اور تمھیں سخت سزا برداشت کرنی پڑے گی کیوں کہ تم نے اللہ کی راہ سے روک دیا اور تمھیں بڑا سخت عذاب ہوگا تم اللہ کے عہد کو تھوڑے مول کے بدلے نہ بیچ دیا کرو یاد رکھو اللہ کے پاس کی چیز ہی تمہارے لیے بہتر ہے بشرطیکہ تم میں علم ہو۔ تمہارے پاس جو کچھ ہے سب فانی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے باقی ہے اور صبر کرنے والوں کو ہم بھلے اعمال کا بہترین بدلہ ضرور عطا فرمائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اس کا قول برحق ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝۵۹ ﴾ (النساء: ٥٩)

''اے ایمان والو! فرماں برداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرماں برداری کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور تم میں سے اختیار والوں کی پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف اگر تمھیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔''

اللہ کا ارشاد ہے اور اس کا ارشاد برحق ہے:

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۵۵ ﴾ (النور: ٥٥)

''تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان

کے لیے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا جسے ان کے لیے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے لیے اس خوف وخطر کو وہ امن وامان سے بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور اس کا فرمان برحق ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٠﴾﴾

(الفتح : ١٠)

''جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ یقیناً اللہ سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے تو جو شخص عہد شکنی کرے وہ اپنے نفس پر ہی عہد شکنی کرتا ہے اور جو شخص اس اقرار کو پورا کرے جو اس نے اللہ کے ساتھ کیا ہے تو اسے عنقریب اللہ بہت بڑا اجر دے گا۔''

اما بعد!

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے سمع و طاعت اور جماعت کو پسند کیا ہے اور معصیت، افتراق اور اختلاف سے تمھیں منع کیا ہے اور تم سے ان لوگوں کے افعال کی خبر بیان کی ہے جو تم سے پہلے تھے تاکہ اگر تم ان کی نافرمانی کرو تو تمہارے خلاف حجت رہے لہٰذا اللہ کی نصیحت کو قبول کرو اور اس کے عذاب سے بچو۔ تم کسی امت کو نہیں پاؤ گے کہ وہ ہلاک ہوئی ہو الا یہ کہ اس نے اختلاف کیا ہوگا، جب کوئی قوم اختلاف کا شکار ہوتی ہے اور اس کو متحد رکھنے والا کوئی امیر نہ ہو تو اللہ اس کو ہلاک کر دیتا ہے اور جب تم بھی ایسا کرو گے تو نماز کو اکٹھا قائم نہیں کر سکو گے اللہ تم پر دشمن کو مسلط کر دے گا اور تم میں سے بعض بعض کی حرمت کو پامال کریں گے اور جب یہ کیا جائے گا تو اللہ کا دین قائم نہیں رہے گا اور تم فرقوں میں منقسم ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿١٥٩﴾﴾ (الانعام : ١٥٩)

میں تم کو اس بات کی وصیت کرتا ہوں جس کی وصیت اللہ نے تمھیں کی ہے اور اس کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔ شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا:

﴿وَيَا قَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِي أَن يُصِيبَكُم مِّثْلُ مَا أَصَابَ قَوْمَ نُوحٍ أَوْ قَوْمَ هُودٍ أَوْ قَوْمَ صَالِحٍ ۚ وَمَا قَوْمُ لُوطٍ مِّنكُم بِبَعِيدٍ ﴿٨٩﴾ وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا

اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۝۹۰﴾ (ھود: ۸۹۔۹۰)

''اے میری قوم (کے لوگو) کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کو میری مخالفت ان عذابوں کی مستحق بنا دے جو قوم نوح اور قوم ھود اور قوم صالح کو پہنچے ہیں اور قوم لوط تو تم سے کچھ دور نہیں۔ تم اپنے رب سے استغفار کرو اور اس کی طرف توبہ کرو یقین مانو کہ میرا رب بڑی مہربانی والا اور بہت محبت کرنے والا ہے۔''

اما بعد!

کچھ لوگ جو اس سلسلہ میں گفتگو کر رہے تھے، انہوں نے لوگوں سے یہ ظاہر کیا کہ وہ اللہ کی کتاب اور حق کی طرف دعوت دے رہے ہیں، ان کے پیش نظر دنیا نہیں ہے اور نہ دنیا کے بارے میں کسی سے جھگڑنا چاہتے ہیں، لیکن جب ان کے سامنے حق پیش کیا گیا تو لوگوں نے اس سلسلہ میں اختلاف کیا، ان میں کچھ حق کو قبول کرنے والے، اور کچھ ایسے ہیں کہ جب اسے انہیں دیا جاتا ہے تو اس سے اعراض کرنے والے ہیں اور کچھ حق کو ترک کرنے والے اور اس کو چھوڑ دینے والے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اس کو زبردستی بغیر حق کے لے لیں۔ ان کے ساتھ میرا طویل تجربہ ہے، ان کی خواہش امارت و قیادت ہے، انہوں نے تقدیر سے سبقت کرنے کی کوشش کی، ان حضرات نے آپ لوگوں کو یہ لکھا کہ وہ لوگ اس عہد کے باعث پلٹ گئے ہیں جو میں نے ان کو دیا ہے اور مجھے نہیں معلوم کہ میں نے جس کا ان سے عہد کیا تھا اس میں سے کوئی چیز چھوڑی ہے، ان کا زعم یہ تھا کہ وہ حدود کو طلب کرنے آئے ہیں۔ میں نے کہا کہ جس کے بارے میں تمھیں معلوم ہو کہ اس نے کسی کے بارے میں حد کی پامالی کی اس پر حد قائم کرو اور جس نے بھی تم پر ظلم کیا ہے قریب سے یا دور سے، اس پر حد قائم کرو۔ انہوں نے کہا: اللہ کی کتاب تلاوت کی جائے، میں نے کہا: کاش جو اس کی تلاوت کرے اس میں غلو نہ کرے کہ جو اللہ نے کتاب میں نازل نہیں کیا اس میں شامل کرے۔ انہوں نے کہا: محروم کو روزی دی جائے، مال برابر تقسیم کیا جائے تا کہ سنت حسنہ جاری ہو، خمس میں سے حد سے تجاوز نہ کیا جائے اور نہ زکوٰۃ میں، اور قوت و امانت سے متصف افراد کو امارت دی جائے اور لوگوں کے حقوق انہیں لوٹائے جائیں۔ ان مطالبات پر میں راضی ہوا اور اس پر ڈٹ گیا، میں نے آپ حضرات کو اور اپنے ساتھیوں کو جو مناصب پر تھے فرمان جاری کر دیے لیکن اس کے باوجود ان حضرات نے تقدیر سے سبقت کرنے کی کوشش کی اور مجھ سے نماز روک دی میرے اور مسجد کے درمیان حائل ہو گئے اور مدینہ میں جس چیز پر قادر ہوئے زبردستی قبضہ کر لیا۔ میں آپ حضرات کو یہ خط تحریر کر رہا ہوں اور حال یہ ہے کہ مجھے ان لوگوں نے تین امور میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ یا تو ہر شخص جس کو مجھ سے تکلیف پہنچی ہے خواہ صحیح ہو یا غلطی سے اس کا وہ ہم سے قصاص لیں گے اس میں سے

کچھ بھی چھوڑیں گے نہیں۔ یا میں خلافت سے دست بردار ہو جاؤں اور وہ کسی دوسرے کو خلیفہ مقرر کر لیں۔ یا وہ لشکر اور مدینہ والوں میں سے اپنے متبعین کو جمع کریں گے اور وہ سب اس سے اپنی براءت کا اظہار کریں گے جس کی سمع و طاعت اللہ نے ان پر فرض کر رکھی ہے۔ ان کے اس مطالبہ کے جواب میں میں نے ان سے کہا: رہا مسئلہ ہر ایک کا قصاص دینے کا تو مجھ سے قبل خلفاء گزرے ہیں ان سے بھی خطاء وصواب کا صدور ہوا ہے، لیکن ان میں سے کسی سے قصاص نہیں لیا گیا اور میں جانتا ہوں کہ وہ میری جان لینا چاہتے ہیں، رہا یہ کہ خلافت و امارت سے دست بردار ہو جاؤں تو اگر یہ لوگ آنکس سے مجھ پر حملہ کریں تو یہ میرے لیے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اللہ کے عمل اور اس کی خلافت سے دست بروار ہو جاؤں۔ رہا تمہارا یہ کہنا: لشکر اور مدینہ والوں کو بلایا جائے گا اور وہ میری اطاعت سے براءت کا اظہار کریں گے تو یاد رہے میں تم پر داروغہ نہیں ہوں اور نہ میں نے کسی کو اس سے قبل سمع و طاعت پر مجبور کیا ہے۔ لوگوں نے خود برضا ورغبت اطاعت قبول کی ہے، وہ اللہ کی رضا کے طالب ہیں آپس میں اصلاح چاہتے ہیں۔ تم میں سے جو شخص دنیا کا طالب ہے وہ اس میں سے اتنا ہی پا سکتا ہے جو اللہ نے اس کی تقدیر میں لکھ دیا ہے۔ اور جو شخص اللہ کی رضا، دار آخرت اور امت کی بھلائی اور اللہ کی خوشنودی اور سنت حسنہ چاہتا ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد دونوں خلفاء قائم رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ تمھیں اس کا بدلہ دے گا میرے ہاتھ میں تمہارا بدلہ نہیں۔ اگر میں تمھیں پوری دنیا دے دوں تو یہ تمہارے دین کی قیمت نہیں ہو سکتی اور تمھیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ لہٰذا اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اس کے پاس جو ہے اس کی امید رکھو اور جو تم میں بیعت کو توڑنا پسند کرتا ہے تو میں اس کے لیے اس کو نہیں پسند کرتا اور نہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ تم اس کے عہد کو توڑ دو۔ اور جس چیز کا یہ لوگ مجھے اختیار دے رہے ہیں یہ سب کے سب جھگڑے اور سازش کی باتیں ہیں۔ میں نے اپنے نفس اور اپنے ساتھیوں پر کنٹرول کر رکھا ہے میں نے اللہ کے حکم کا پاس رکھا اور تغییر نعمت اللہ کی طرف سے ہے اور برے طریقے، اختلاف امت اور خونریزی کو میں نے ناپسند کیا۔ یقیناً میں تمھیں اللہ اور اسلام کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھ سے حق لو اور ظلم سے بچو اور عدل کو قائم کرو جیسا اللہ نے تمھیں حکم دیا ہے۔ میں تمھیں اللہ کی قسم دلاتا ہوں جس نے عہد وتعاون کو تم پر لازم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۚ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ ۖ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ﴿٣٤﴾ ﴾ (الاسراء: ۳٤)

''اور یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ بجز اس طریقہ کے جو بہت ہی بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی

بلوغت کو پہنچ جائے اور وعدے پورے کرو کیوں کہ قول وقرار کی باز پرس ہونے والی ہے۔''

یہ اللہ کے حضور معذرت ہے اور شاید کہ تم عبرت حاصل کرو۔

اما بعد!

میں نے اپنے نفس کو بے قصور نہیں قرار دیا:

﴿ وَمَآ أُبَرِّئُ نَفْسِيٓ ۚ إِنَّ ٱلنَّفْسَ لَأَمَّارَةٌۢ بِٱلسُّوٓءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيٓ ۚ إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٥٣﴾ ﴾ (یوسف: ۵۳)

''میں اپنے نفس کی پاکیزگی بیان نہیں کرتا بے شک نفس تو برائی پر ابھارنے والا ہی ہے مگر یہ کہ میرا پروردگار ہی اپنا رحم کرے یقیناً میرا رب بڑی بخشش کرنے والا اور بہت مہربانی فرمانے والا ہے۔''

اگر میں نے کچھ لوگوں کو سزائیں دی ہیں تو اس سے میرا مقصود خیر ہی رہا ہے۔ اور میں نے جو عمل کیا ہے اس سے اللہ سے توبہ کرتا ہوں اور اس سے مغفرت چاہتا ہوں، اس کے سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔ میرے رب کی رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔ اللہ کی رحمت سے گمراہ لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں، وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور سیئات کو معاف کرتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اسے جانتا ہے۔

میں اللہ سے سوالی ہوں کہ مجھے اور تمھیں بخش دے اور اس امت کے دلوں کو خیر پر ملا دے اور فسق کو ناپسند بنا دے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے یہ خط یوم ترویہ سے ایک دن قبل لوگوں کو پڑھ کر سنایا۔ ❶

۲۔ کیا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں سے مدد طلب کی؟

طبری کی روایت کے مطابق سیف بن عمر کا خیال ہے کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا گیا تو آپ نے اپنے گورنروں کو خط لکھ کر ان سے مدد طلب کی، چنانچہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا، اسی طرح عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے مصر میں کیا، اور کوفہ سے قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنی فوج لے کر نکلے۔ ❷

لیکن یہ خیال فتنہ سے نمٹنے میں عثمان رضی اللہ عنہ کے منہج سے میل نہیں کھاتا۔ آپ عافیت اور قتال سے اعراض کو ترجیح دیتے تھے۔ آپ کو یہ یقین تھا کہ میں قتل ہوں گا اور اسی طرح آپ نے دفاع کرنے والے اکابر صحابہ اور ان کی اولاد کو واپس کر دیا، بلکہ اپنے غلام وموالی کو سختی کے ساتھ قتال سے منع کر دیا بلکہ جو اپنا ہاتھ روک لے اس کی آزادی کا اعلان کر دیا۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ نے گورنروں سے مدد طلب نہیں کی اور سیف بن عمر

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۴۲۵۔۴۳۱)
❷ تاریخ الطبری (۵/ ۳۷۹۔۳۸۰)

کا یہ زعم صحیح نہیں۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ جس طرح صحابہ کی ایک جماعت بغیر طلب کیے دفاع کے لیے آگے بڑھی باوجودیکہ آپ ان کو بار بار روکتے رہے، اسی طرح اسلامی لشکر کی بہت بڑی تعداد صوبوں سے خلیفہ مظلوم کے دفاع میں خود سے اور اپنے امراء کے حکم سے آگے بڑھی ہو۔ یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے لوگ جو عثمان رضی اللہ عنہ کے قریبی تھے، ان حالات میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے۔ یہ بھی تسلیم کر لینا ممکن نہیں کہ مصر میں آپ کے ہم نوا معاویہ بن خدیج اور مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہما جیسے سورما آپ کے قتل کا تماشہ بیٹھے دیکھیں گے لہٰذا یہ عین ممکن اور یقینی ہے کہ صوبوں سے اسلامی لشکر خلیفہ کے مطالبہ کے بغیر حرکت میں آیا ہو اور مدینہ کی طرف روانہ ہوا ہو۔ ❶

۳۔ عثمان رضی اللہ عنہ کا آخری خطاب:

عثمان رضی اللہ عنہ کا مسلمانوں کے ساتھ آخری عام اجتماع محاصرہ کے چند ہفتے بعد ہوا، آپ نے لوگوں کو بلایا، سب جمع ہو گئے، سبائی اور مدینہ کے لوگ سب ہی جمع ہوئے۔ لوگوں میں آگے آگے علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم تھے، جب سب آپ کے سامنے بیٹھ گئے تو آپ نے انہیں خطاب فرمایا:

> ''اللہ تعالیٰ نے تمھیں دنیا عطا کی ہے تاکہ اس کے ذریعے سے آخرت طلب کرو، اس نے اس لیے دنیا تمھیں نہیں دی ہے کہ تم اسی کے ہو کے رہ جاؤ، یقیناً دنیا فنا ہو جائے گی اور آخرت باقی رہے گی، یہ فانی دنیا تمھیں دھوکے میں نہ ڈالے اور باقی رہنے والی آخرت سے غافل نہ کر دے۔ باقی رہنے والی چیز کو فانی پر ترجیح دو۔ یقیناً دنیا ختم ہونے والی ہے۔ سب کو اللہ کے پاس جانا ہے، اللہ کا تقویٰ اختیار کرو یقیناً تقویٰ اللہ کی پکڑ اور اس کے انتقام سے بچاؤ اور ڈھال ہے۔ جماعت کو لازم پکڑو، ٹولیوں میں مت بٹو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
>
> ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ (۱۰۳)
>
> (آل عمران: ۱۰۳)
>
> ''اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد

❶ الدولۃ الاسلامیۃ فی عصر الخلفاء الراشدین ص (۲۷۸۔۲۷۹)

کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمھیں بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لیے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔"

پھر آپ نے مسلمانوں سے فرمایا: مدینہ والو! میں تمھیں الوداع کہتے ہوئے اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ میرے بعد تم پر اچھی خلافت لائے۔ اللہ کی قسم! آج کے بعد میں کسی کے پاس نہیں جاؤں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں اپنا فیصلہ پورا کر دے۔ میں ان خوارج (باغیوں) کو اپنے دروازے کے پیچھے چھوڑ دوں گا، ان کا کوئی مطالبہ پورا نہیں کروں گا کہ وہ لوگ اسے تمہارے خلاف دین یا دنیا میں حجت بنالیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی اس سلسلہ میں جو پسند کرے گا کرے گا۔"

پھر آپ نے مدینہ والوں کو اپنے گھروں کو واپس ہو جانے کا حکم دے دیا اور قسم دلائی، لوگ لوٹ گئے، حسن، محمد اور ابن زبیر اور ان جیسے نوجوان رہ گئے اور اپنے آباء کے حکم سے عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھ کر پہرہ دینے لگے اور بہت سے لوگ ان کے ساتھ مل گئے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے گھر کو لازم پکڑ لیا یہاں تک کہ موت کا وقت آگیا۔ ❶

۴۔ استشہاد عثمان رضی اللہ عنہ:

۱. محاصرہ کا آخری دن اور خواب: ...... محاصرہ کے آخری دن جس دن آپ کا قتل ہوا آپ اس رات سوئے اور صبح لوگوں سے بیان کرنے لگے کہ یہ لوگ آج مجھے قتل کر دیں گے۔ ❷ پھر آپ نے فرمایا: میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ کے ساتھ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! ہمارے ساتھ افطاری کرنا۔ آپ نے صبح روزہ رکھا اور پھر اسی دن آپ قتل کر دیے گئے۔ ❸

۲. قتل کی تفصیلات: ...... باغیوں نے گھر پر دھاوا بول دیا، ان کے مقابلہ میں حسن بن علی، عبداللہ بن زبیر، محمد بن طلحہ، مروان بن حکم، سعید بن العاص رضی اللہ عنہم اور ان کے ساتھ جو ابنائے صحابہ تھے ڈٹ گئے اور قتال شروع ہو گیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے آواز لگائی: اللہ! اللہ! تم لوگ میری نصرت سے آزاد ہو۔ لیکن ان نوجوانوں نے بات نہ مانی، عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام نصرت کے لیے پہنچے، آپ نے انہیں روک دیا، بلکہ یہ اعلان کر دیا کہ جو اپنا ہاتھ روک لے، وہ آزاد ہے۔ ❹

---

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۳۹۹-۴۰۰)

❷ الطبقات/ ابن سعد (۳/ ۷۵)، فتنة مقتل عثمان (۱/ ۱۷۲)

❸ الطبقات (۳/ ۷۵) یہ حسن لغیرہ ہے۔ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۱۷۵)

❹ الدولة الاسلامیة فی عصر الخلفاء الراشدین ص (۲۸۲)، البدایة والنهایة (۷/ ۱۹۰)

عثمان رضی اللہ عنہ نے پوری وضاحت اور اصرار اور سختی سے کہا اور آپ خلیفہ تھے آپ کی اطاعت واجب تھی: میں ہرا
شخص پر لازم قرار دیتا ہوں جو یہ سمجھتا ہے کہ میری سمع و طاعت اس پر واجب ہے کہ وہ اپنا ہاتھ اور اسلحہ روک لے۔ ❶
آپ نے ایسا اس لیے کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے شہادت کی خبر پر آپ کو مکمل یقین تھا کہ وہ شہ
کیے جائیں گے، اس لیے آپ نے چاہا کہ ان کے سبب خون نہ بہایا جائے اور مسلمانوں کے درمیان فتنہ کا سبب
نہ بنیں۔ ❷

مغیرہ بن اخنس بن شریق حج میں تھے۔ حج کے بعد حجاج کی ایک جماعت کے ساتھ جلدی مدینہ روانہ ہو
اور عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس قتل سے پہلے پہنچ گئے اور گھر میں پہنچ کر دفاع میں ڈٹ گئے اور عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض ک
امیر المومنین! اگر ہم نے آپ کو چھوڑ دیا تو کل کے دن اللہ کے حضور کیا عذر پیش کریں گے حالاں کہ ہم اس
طاقت رکھتے ہیں کہ مرتے دم تک ان کو آپ تک پہنچنے نہ دیں؟

باغی آگے بڑھے اور دروازہ اور سائبان کو آگ لگا دی، گھر میں جو لوگ تھے بھڑک اٹھے اس وقت عثمان رضی
نماز میں تھے آپ نے انہیں روکا، لیکن مغیرہ بن اخنس، حسن بن علی، محمد بن طلحہ، سعید بن العاص، مروان بن الحکم ا
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے ڈٹ کر قتال کیا، عثمان رضی اللہ عنہ بار بار انہیں قتال سے رک جانے کا حکم دیتے اور پھر نماز میں لگ
جاتے آپ نے سورۂ طٰہٰ شروع کی:

﴿طٰهٰ ① مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ② اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ③﴾
(طٰه: ۱۔۳)

''طٰہٰ، ہم نے یہ قرآن تجھ پر اس لیے نہیں اتارا کہ تو مشقت میں پڑ جائے بلکہ اس کی نصیحت کے لیے
جو اللہ سے ڈرتا ہے۔''

آپ سریع القراءت تھے، اس ہنگامہ سے آپ پریشانی میں مبتلا نہیں ہوئے، اپنی قراءت میں لگے رہے،
غلطی کی نہ اٹکے یہاں تک کہ باغیوں کے پہنچنے سے قبل سورت کے آخر تک تلاوت مکمل کی پھر بیٹھے اور یہ آیۃ
تلاوت کی:

﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الْمُكَذِّبِيْنَ ⑬⑦﴾ (آل عمران: ۱۳۷)

''تم سے پہلے بھی ایسے واقعات گزر چکے ہیں سو زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ (آسمانی تعلیم کے)
جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔''

---

❶ العواصم من القواصم ص (۱۳۳)
❷ الدولة الاسلامية فی عصر الخلفاء الراشدین ص (۲۸۳)

اس دن قریش کے چار نوجوان زخمی ہوئے: حسن بن علی، عبداللہ بن زبیر، محمد بن حاطب، مروان بن الحکم رضی اللہ عنہم۔ ❶ اور مغیرہ بن اخنس، نیار بن عبداللہ اسلمی ❷ اور زیاد فہری قتل ہوئے۔ عثمان رضی اللہ عنہ دفاع کرنے والوں کو عدم قتال پر مطمئن کرنے میں کامیاب ہو گئے اور انہیں گھر سے باہر چلے جانے کا حکم دے دیا اور پھر آپ کے اور باغیوں کے درمیان راستہ صاف ہو گیا، گھر میں صرف عثمان رضی اللہ عنہ اور آپ کے اہل خانہ بچے اور دفاع کرنے والا کوئی نہ رہا اور گھر کا دروازہ کھول دیا گیا۔ ❸

گھر سے جب دفاع کرنے والے نکل گئے تو آپ نے قرآن کھولا اور تلاوت شروع کر دی۔ اس وقت آپ روزہ سے تھے، اسی دوران باغیوں میں سے ایک شخص جس کا نام روایات میں مذکور نہیں، آپ کے پاس پہنچا جب آپ نے اس کو دیکھا تو فرمایا: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے۔ ❹ یہ سن کر وہ شخص واپس چلا گیا، اس کا واپس ہونا تھا کہ ایک دوسرا شخص داخل ہوا، وہ بنی سدوس کا فرد تھا اس کو الموت الاسود (کالی موت) کہا جاتا تھا اس نے تلوار سے مارنے سے قبل آپ کا گلا دبوچ لیا۔ اس کا کہنا ہے کہ اللہ کی قسم! ان کے گلے سے ملائم کوئی چیز میں نے نہیں دیکھی۔ میں نے ان کا گلا دبایا تو میں نے ان کی جان کو جسم میں ادھر سے ادھر جن کی طرح بھاگتے ہوئے پایا، ❺ پھر اس نے آپ کو تلوار سے مارا آپ نے اپنے ہاتھ سے تلوار کو روکا آپ کا ہاتھ کٹ گیا۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم یہ پہلی ہتھیلی ہے جس نے مفصلات کو ضبط تحریر کیا۔ ❻

آپ کاتبین وحی میں سے تھے، آپ پہلے شخص ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی املاء سے مصحف لکھا، آپ کو اس حال میں قتل کیا گیا کہ مصحف آپ کے سامنے تھا، ہاتھ کٹتے ہی مصحف پر خون کے چھینٹے پڑ گئے اور خون کے چھینٹے اس آیت پر پڑے:

﴿فَإِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١٣٧﴾﴾ (البقرة: ۱۳۷)

ایک روایت میں ہے کہ جس نے سب سے پہلے آپ پر وار کیا اس کا نام رومان یمانی تھا اس نے لاٹھی سے آپ کو مارا اور جب باغی آپ کو قتل کرنے کے لیے پہنچے تو آپ نے یہ اشعار پڑھے:

اری الموت لا یبقی عزیزا و لم یدع

لعاد ملاذا فی البلاد و مرتقی

---

❶ فتنۃ مقتل عثمان (۱/ ۱۶۹) روایت صحیح ہے۔ تاریخ الطبری (۵/ ۴۰۴)

❷ الخلفاء الراشدون/ الخالدی ص (۱۸۴۔۱۸۵)، البدایۃ والنھایۃ (۷/ ۱۹۶)

❸ فتنۃ مقتل عثمان (۱/ ۱۸۸) ❹ تاریخ الطبری (۵/ ۴۰۵۔۴۰۶)

❺ تاریخ ابن خیاط ص (۱۷۴۔۱۷۵) إسنادہ صحیح او حسن

❻ تاریخ الطبری (۵/ ۳۹۸)

''موت کسی طاقتور سے طاقتور کو بھی نہیں چھوڑتی، اور نہ دنیا میں دوبارہ آنے کا موقع دیتی ہے۔''[1]

نیز فرمایا:

یبیت اهل الحصن و الحصن مغلق
و یاتی الجبال فی شماریخها العلی [2]

''قلعہ والے تو قلعہ بند ہو کر رات گزارتے ہیں اور بلند ہمت والے ہی پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچتے ہیں۔''

جب باغیوں نے آپ کو گھیر لیا تو آپ کی بیوی نائلہ بنت قرافصہ نے کہا: خواہ ان کو قتل کرو یا چھوڑ دو، یہ ایک رکعت میں پوری رات گزار دیتے تھے اور اس میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے۔[3]

نائلہ نے اپنے شوہر عثمان رضی اللہ عنہ سے دفاع کیا آپ کو اپنے جسم سے ڈھانپ لیا اور اپنے ہاتھ سے تلوار روکی۔ سودان بن حمران نے عمداً ان کی انگلیوں پر وار کیا اور آپ کی انگلیاں کٹ گئیں وہ پیچھے ہٹیں تو ان کی سرین پر مارا۔[4]

عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک غلام نے جب یہ صورت حال دیکھی تو عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے پریشان ہو گیا، اس کا نام نجیح تھا، اس سے برداشت نہ ہوا اور سودان بن حمران پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا اور جب قتیرہ بن فلان سکونی نے دیکھا کہ نجیح نے حمران کو قتل کر دیا ہے تو اس نے نجیح پر وار کر کے قتل کر دیا اور پھر عثمان رضی اللہ عنہ کے دوسرے غلام صبیح نے قتیرہ کو قتل کر دیا اس طرح گھر میں چار قتل ہوئے دو شہید اور دو مجرم۔ شہیدوں میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور آپ کے غلام نجیح تھے اور مجرموں میں سودان سکونی اور قتیرہ سکونی تھے۔

جب سبائی عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو سبائیوں کے منادی نے اعلان کیا: ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس شخص کا خون ہمارے لیے حلال ہو اور مال حرام ہو، معلوم ہونا چاہیے کہ اس کا مال ہمارے لیے حلال ہے لہٰذا گھر میں جو کچھ ہے لوٹ لو، اس کے بعد سبائیوں نے گھر میں فساد برپا کر دیا جو کچھ گھر میں تھا سب لوٹ لیا، عورتوں کے زیور تک اتروا لیے، سبائیوں کا ایک فرد کلثوم تجیبی عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی نائلہ کی طرف جھپٹا اور ان کے جسم سے چادر چھین لی اور ان کے سرین پر مارا اور کہا: تیری ماں برباد، کتنی بڑی تیری سرین ہے'' عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک غلام صبیح نے اس کی یہ حرکت دیکھی اور اس کے یہ ناشائستہ کلمات نائلہ کے حق میں سنے تو تلوار اٹھائی اور اس

---

[1] تاریخ الطبری (٥/ ٣٩٨) حسن لغیرہ
[2] فتنة مقتل عثمان (١/ ١٩١)، البدایة والنهایة (٧/ ١٩٢)
[3] الطبقات (٣/ ٧٦)، فتنة مقتل عثمان (١/ ١٩١)
[4] تاریخ الطبری (٥/ ٤٠٦-٤٠٧)

کو قتل کر دیا۔ ❶ پھر ایک سبائی نے اس غلام پر حملہ کر کے قتل کر دیا۔

جب سبائی امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کا گھر لوٹ چکے تو اعلان کیا: بیت المال کو مت چھوڑو، خبردار کوئی تم سے پہلے وہاں نہ پہنچنے پائے، اس میں جو کچھ ہو اس کو لے لو، بیت المال کے محافظین نے ان کی یہ باتیں سنیں اور بیت المال میں غلے کی صرف دو بوریاں تھیں، محافظین نے آپس میں کہا: یہ لوگ دنیا کے بھوکے ہیں لہٰذا اپنی جانوں کو بچاؤ، سبائی بیت المال پر ٹوٹ پڑے اور اس میں جو کچھ تھا اس کو لوٹ لیا۔ ❷

سبائی باغیوں کی مرادیں پوری ہوگئیں، انہوں نے امیر المومنین کو قتل کر دیا، عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد سبائیوں کے پیروکاروں میں سے بہت سے فسادی سوچ میں پڑ گئے، ان کے وہم گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ قضیہ امیر المومنین کے قتل تک پہنچ جائے گا، لیکن ان کے سبائی شیاطین نے ان کو غافل کر دیا اور عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ہنگامہ کھڑا کرنے کے لیے انہیں استعمال کیا، لیکن ان لوگوں نے آپ کے قتل کو قبیح جانا اور اس کو ناپسند کیا اور اس پر یہ لوگ نادم ہوئے اور ان کی وہی کیفیت ہوئی جو بنی اسرائیل کی بچھڑے کی عبادت کے وقت ہوئی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِن بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ ۚ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا ۘ اتَّخَذُوهُ وَكَانُوا ظَالِمِينَ ﴿١٤٨﴾ وَلَمَّا سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا قَالُوا لَئِن لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿١٤٩﴾﴾ ❸ (الاعراف: ١٤٨۔١٤٩)

"اور موسیٰ کی قوم نے ان کے بعد اپنے زیوروں کا ایک بچھڑا معبود ٹھہرا لیا جو ایک قالب تھا جس میں ایک آواز تھی کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ ان سے بات نہیں کرتا تھا اور نہ ان کو کوئی راہ بتلاتا تھا اس کو انہوں نے معبود قرار دیا اور بڑی بے انصافی کا کام کیا اور جب نادم ہوئے اور معلوم ہوا کہ واقعی وہ لوگ گمراہی میں پڑ گئے تو کہنے لگے اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ کرے اور ہمارا گناہ معاف نہ کرے تو ہم بالکل گئے گزرے ہو جائیں گے۔"

مدینہ میں صالحین اپنے خلیفہ کے قتل سے غمگین ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے لگے اور رونے لگے۔ لیکن کیا کر سکتے تھے؟ مدینہ پر سبائی باغی قابض تھے، اور اس میں فساد برپا کر رکھا تھا، اس کے باشندوں کو کچھ کرنے سے روکتے تھے۔ اور مدینہ کا بالفعل حاکم مصری باغیوں کا امیر غافقی بن حرب عکی تھا اور ان کے ساتھ ان کا منصوبہ ساز شیطان عبداللہ بن سبا تھا وہ یہودی اور شیطانی مقاصد و اہداف کی تکمیل پر شاداں و فرحاں تھا۔

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٤٠٧) ❷ ایضاً

❸ البدایة والنہایة (٧/ ١٩٧۔١٩٨)

امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل پر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے تبصرہ کیا: [1]

❀ **زبیر بن عوام** رضی اللہ عنہ :...... آپ کو جب عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا: اللہ عثمان پر رحم فرمائے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ سے کہا گیا بلوائی اپنے کیے پر نادم ہیں، تو آپ نے فرمایا: انہوں نے ہی تو اس کی تدبیر کی، انہوں نے ہی تو اس کی تدبیر کی، لیکن جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ حِيْلَ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴾ (سبا: ٥٤)

''ان کی چاہتوں اور ان کے درمیان پردہ حائل کر دیا گیا جیسے کہ اس سے پہلے بھی ان جیسوں کے ساتھ کیا گیا وہ بھی انہی کی طرح شک و تردد میں پڑے ہوئے تھے۔''

❀ **طلحہ بن عبیداللہ** رضی اللہ عنہ :...... آپ کو جب عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا علم ہوا تو فرمایا: اللہ عثمان پر رحم فرمائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ سے کہا گیا کہ یہ لوگ اپنے کیے پر پشیمان ہیں، تو آپ نے فرمایا: برباد ہوں یہ لوگ، اور اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:

﴿ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَ هُمْ يَخِصِّمُوْنَ ۝ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّ لَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾ (یس: ٤٩۔٥٠)

''انہیں صرف ایک سخت چیخ کا انتظار ہے جو انہیں آ پکڑے گی اور یہ باہم لڑائی جھگڑے میں ہی ہوں گے اس وقت نہ تو یہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے اہل کی طرف لوٹ سکیں گے۔''

❀ **علی بن ابی طالب** رضی اللہ عنہ :...... آپ کو جب عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا علم ہوا تو فرمایا: اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم فرمائے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ سے کہا گیا لوگ اپنے کیے پر نادم ہیں، تو آپ نے اللہ کا یہ ارشاد پڑھا:

﴿ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (الحشر: ١٦۔١٧)

''شیطان کی طرح کہ اس نے انسان سے کہا کفر کر جب وہ کفر کر چکا تو کہنے لگا میں تجھ سے بری ہوں میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ پس دونوں کا انجام یہ ہوا کہ آتش دوزخ میں ہمیشہ کے لیے گئے اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔''

---

[1] الخلفاء الراشدون/ الخالدی ص (۱۹۰)، البدایة والنهایة (۷/ ۱۹۷)

❀ **سعد بن ابی وقاص** رضی اللہ عنہ ...... جب آپ کو عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا: اللہ عثمان پر رحم فرمائے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تلاوت فرمائی:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ﴿١٠٥﴾ ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ﴿١٠٦﴾﴾ (الكهف: ١٠٣-١٠٦)

''کہہ دیجیے کہ اگر تم کہو تو میں تمھیں بتا دوں کہ باعتبار اعمال کے سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں؟ وہ ہیں جن کی دنیوی زندگی کی تمام تر کوششیں بیکار ہو گئیں اور وہ اسی گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں اور اس کی ملاقات سے کفر کیا اس لیے ان کے اعمال غارت ہو گئے پس قیامت کے دن ہم ان کا کوئی وزن قائم نہ کریں گے حال یہ ہے کہ ان کا بدلہ جہنم ہے کیوں کہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کو مذاق میں اڑایا۔''

پھر سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ ان کو شرمندہ کر دے اور انہیں رسوا و ذلیل کر دے پھر انہیں پکڑ لے۔ ❶

سعد رضی اللہ عنہ کی اس دعا کو اللہ نے قبول فرمایا۔ آپ مستجاب الدعا تھے، جو لوگ بھی عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے ان سب کو اللہ تعالیٰ نے پکڑ لیا جیسے عبداللہ بن سبا، غافقی، اشتر، حکیم بن جبلہ، کنانہ تجیبی، بعد میں یہ سب قتل ہوئے۔'' ❷

قتل کی تاریخ، شہادت کے وقت آپ کی عمر، نماز جنازہ اور تدفین:

۱. قتل کی تاریخ: ...... عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے سن کی تحدید میں بلاشبہ اجماع ہے اس سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ کا قتل ۳۵ھ میں ہوا، صرف مصعب بن عبداللہ سے مروی ہے کہ آپ کا قتل ۳۶ھ میں پیش آیا۔ ❸ لیکن یہ قول شاذ اور اجماع کے خلاف ہے، قول اول کے قائلین جم غفیر ہیں۔ عبداللہ بن عمرو بن عثمان، عامر بن شراحیل شعبی، نافع مولیٰ ابن عمر، مخرمہ بن سلیمان وغیرہ بہت سے لوگوں کا یہی کہنا ہے۔ ❹

مہینہ کی تعیین میں مورخین کا کوئی اختلاف نہیں کہ آپ ذوالحجہ میں قتل ہوئے، البتہ دن اور وقت کی تحدید میں

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٤٠٧-٤٠٨)، البدایة والنهایة (٧/ ١٨٩)

❷ الخلفاء الراشدون/ الخالدی ص (١٩٢)

❸ تاریخ الطبری (٥/ ٤٣٥-٤٣٦)

❹ فتنة مقتل عثمان (١/ ١٩٣-١٩٤)

اختلاف ہے، لیکن میرے نزدیک علماء کے اقوال میں سے جو راجح ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ ھ کو جام شہادت نوش فرمایا۔ ❶ رہا دن کی تحدید کہ کون سا دن تھا؟ تو اس سلسلہ میں تین اقوال وارد ہیں اور ان اقوال میں سے جو قول میرے نزدیک راجح ہے وہ جمہور کا قول ہے کہ یہ دن جمعہ کا دن تھا، کیوں کہ یہ جمہور کا قول ہے اور اس کے برخلاف کوئی قول اس سے قوی نہیں ہے۔ ❷ اور آپ کا قتل صبح کے وقت پیش آیا جمہور کی یہی رائے ہے اور اس کے برخلاف اس سے قوی تر کوئی قول نہیں ہے۔ ❸

۲. شہادت کے وقت آپ کی عمر: ......شہادت کے وقت آپ کی عمر کے سلسلہ میں روایات میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف قدیم ہے۔ یہاں تک کہ امام طبری رحمہ اللہ کہتے ہیں: آپ کی مدت حیات کی تحدید میں ہم سے قبل سلف کا اختلاف ہے۔ ❹

میرا میلان اس طرف ہے کہ آپ کی عمر شہادت کے وقت ۸۲ سال تھی، یہی جمہور کا قول ہے اور مختلف اسباب سے یہ راجح قرار پاتا ہے:

❀ آپ کے سن ولادت کا سن شہادت سے مقارنہ کیا جائے تو اسی قول کی تائید ہوتی ہے۔ آپ کی ولادت عام الفیل کے چھ سال بعد ہوئی اور شہادت ۳۵ ھ میں ہوئی آپ کی ولادت کی تاریخ کی شہادت کی تاریخ سے تفریق کرنے سے شہادت کے وقت آپ کی عمر کا پتہ چل جاتا ہے کہ ۸۲ سال تھی۔

❀ یہی جمہور کا قول ہے اور اس کے خلاف کوئی قوی ترین قول نہیں ہے۔ ❺

۳. نماز جنازہ اور تدفین: ......صحابہ کی ایک جماعت نے قتل ہی کے روز آپ کو غسل و کفن دیا اور آپ کا جنازہ اٹھایا، ان میں سے حکیم بن حزام، حویطب بن عبدالعزیٰ، ابوالجہم بن حذیفہ، نیار بن مسلم اسلمی، جبیر بن مطعم، زبیر بن عوام، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم تھے اور آپ کے اصحاب و خواتین کی ایک جماعت تھی ان میں سے آپ کی دو بیویاں نائلہ اور ام البنین بنت عتبہ بن حصین تھیں اور بچے تھے۔ آپ کی نماز جنازہ جبیر بن مطعم نے پڑھائی ہے۔ زبیر بن عوام، حکیم بن حزام، مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم کا نام بھی اس سلسلہ میں مروی ہے۔ ❻ لیکن میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ آپ کی نماز جنازہ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ کو دفن کیا، عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی وصیت کی تھی۔ ❼

آپ کو رات میں دفن کیا گیا۔ ابن سعد اور ذہبی کی روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے، ان دونوں نے ذکر

---

❶ تاریخ الطبری (۵/ ۴۳۵)
❷ تاریخ الطبری (۵/ ۴۳۶)
❸ تاریخ الطبری (۵/ ۴۳۷)
❹ تاریخ الطبری (۵/ ۴۳۸)
❺ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۲۰۴)
❻ البداية والنهاية (۷/ ۱۹۹)
❼ الموسوعة الحديثية مسند الامام احمد (۱/ ۵۵۵)، اس کے رجال ثقات ہیں لیکن سند منقطع ہے۔

کیا ہے کہ آپ کو مغرب وعشاء کے مابین دفن کیا گیا۔ ❶ رہی طبرانی کی روایت جس میں عبدالملک بن الماجشون کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک کو کہتے ہوئے سنا کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ قتل ہوئے تو تین دن تک بنوفلاں کے گھورے پر پڑے رہے۔ ❷ تو یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف اور متن کے اعتبار سے باطل ہے اس کی سند میں دو علتیں ہیں:

- عبدالملک بن ماجشون ضعیف ہے یہ امام مالک رحمہ اللہ سے مناکیر روایت کرتا ہے۔
- یہ روایت مرسل ہے کیوں کہ امام مالک رحمہ اللہ قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت موجود نہ تھے کیوں کہ آپ کی ولادت ۹۳ھ میں ہوئی ہے۔ ❸

رہا اس روایت کا متن، تو وہ باطل ہے اس سلسلہ میں ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو لوگ کہتے ہیں کہ آپ تین دن تک گھورے پر پڑے رہے تو یہ محض جھوٹ ہے، موضوع اور بہتان ہے، یہ ان لوگوں کی پیداوار ہے جن کو حیا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بدر کے دن کفار قریش کے مقتولین کو کنویں میں ڈالنے کا حکم فرمایا تھا اور پھر ان کے اوپر مٹی ڈال دی تھی حالاں کہ وہ اللہ کی بدترین مخلوق تھے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوقریظہ کے مقتولین کے لیے خندق کھودنے کا حکم فرمایا تھا اور وہ ان لوگوں میں بدترین لوگ تھے، جنھیں زمین میں دفن کیا گیا، مومن ہو یا کافر اس کو دفن کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ تو حیا مند انسان کے لیے کیسے جائز ہے کہ وہ علی رضی اللہ عنہ (جو امام وقت تھے) اور مدینہ میں موجود صحابہ کی طرف منسوب کرے کہ انہوں نے ایک میت کو تین دن تک گھورے پر پھینکے رکھا دفن نہیں کیا۔ ❹

کسی انسان کی عقل میں جو رفض وتشیع سے محفوظ ہو، یہ بات گھس نہیں سکتی کہ ان حضرات صحابہ نے تین دن تک اپنے امام کو بغیر دفن کے چھوڑے رکھا۔ باغی جو عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ قتل کے لیے آئے تھے ان کی قوت کچھ بھی رہی ہو کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی صفت بیان کی ہے اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے، یہ روایتیں جنھوں نے اسلامی تاریخ کو مسخ کیا ہے روافض کی دسیسہ کاریوں کا نتیجہ ہیں۔ ❺

٤. عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے محمد بن ابی بکر کی براءت: ......عثمان رضی اللہ عنہ کا قاتل ایک مصری شخص تھا روایات میں اس کا نام مذکور نہیں۔ روایات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ اصل میں سدوسی تھا، کالے

---

❶ الطبقات (۳/ ۷۸)، تاریخ الاسلام (عهد الخلفاء) (۱/ ٤۸)

❷ المعجم الکبیر (۱/ ۷۸)، استشهاد عثمان ص (۱۹٤)

❸ تهذیب التهذیب/ ابن حجر (٦/ ٤۰۸)

❹ الفصل (٤/ ۲۳۹-۲٤۰)

❺ عقیدة اهل السنة (۳/ ۱۰۹۱)

رنگ کا تھا، کالے پن کی وجہ سے اس کا لقب جبلہ تھا نیز اس کو ''الموت الاسود'' (کالی موت) کا لقب بھی دیا گیا ہے اور محب الدین خطیب کی تحقیق یہ ہے کہ عبداللہ بن سبا قاتل تھا چنانچہ کہتے ہیں کہ یہ ثابت ہے کہ عبداللہ بن سبا فسطاط سے مدینہ آتے وقت مصری باغیوں کے ساتھ تھا۔ ہر کردار میں جو اس نے ادا کیا اس کی یہی کوشش رہی کہ وہ پردہ کے پیچھے رہے، عین ممکن ہے ''الموت الاسود'' اسی کا اسم مستعار ہو اور اس کے ذریعے سے اپنی طرف اشارہ مقصود ہوتا کہ اسلام کو منہدم کرنے کے لیے اپنی دسیسہ کاریوں کو بروئے کار لا سکے۔ ❶

اور اس تحقیق پر یہ شہادت ہے کہ عبداللہ بن سبا کالا تھا، علی رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ آپ نے اس کو خبث اور کالے پن سے متصف کیا چنانچہ آپ نے اس سے متعلق فرمایا: "الخبیث الاسود" (خبیث کالا) ❷

عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے سلسلہ میں محمد بن ابی بکر کو متہم کرنا باطل ہے کیوں کہ اس سلسلہ میں روایات ضعیف ہیں اور متن شاذ ہیں کیوں کہ صحیح روایات کے خلاف ہیں اس لیے کہ صحیح روایات میں یہ بیان ہوا ہے کہ آپ کا قاتل ایک مصری شخص ہے۔ ❸ اور ڈاکٹر یحییٰ الیحیٰی نے کئی اسباب ذکر کیے ہیں جس سے عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے محمد بن ابی بکر کی براءت راجح قرار پاتی ہے، من جملہ ان اسباب کے یہ ہیں:

ا۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص کے مطالبہ کے لیے بصرہ تشریف لے گئیں اگر آپ کا بھائی بھی انہی قاتلین میں سے ہوتا تو کبھی بعد میں اس کے قتل پر غمگین نہ ہوتیں۔ اس کی تفصیل ان شاء اللہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے متعلق تفصیل کے وقت آئے گی۔

ب۔ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ پر علی رضی اللہ عنہ کی لعنت اور ان سے براءت کا اظہار اس بات کا متقاضی ہے کہ آپ انہیں اپنے سے قریب نہ کرتے اور نہ ان کو کوئی عہدہ عطا کرتے لیکن آپ نے محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر مقرر کیا اگر وہ قاتلین میں سے ہوتے تو آپ ایسا نہ کرتے۔

ج۔ ابن عساکر نے اپنی سند سے محمد بن طلحہ بن مصرف سے روایت کی ہے کہ میں نے ام المومنین صفیہ بنت حی رضی اللہ عنہا کے غلام کنانہ سے سنا کہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے موقع پر موجود تھا، اس وقت میری عمر چودہ سال تھی۔ ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا نے ان سے دریافت کیا کیا محمد بن ابی بکر کا ہاتھ عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے آلودہ ہوا، انہوں نے کہا: اللہ کی پناہ وہ داخل تو ہوئے لیکن عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: بھتیجے تو میرا ساتھی (قاتل) نہیں۔ وہ باہر آگئے۔ اور ان کا ہاتھ آپ کے خون سے آلودہ نہ ہوا۔ ❹

اس کی شاہد وہ روایت ہے جسے خلیفہ بن خیاط اور طبری نے ایسی سند سے حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کیا

---

❶ العواصم من القواصم بحوالہ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۲۰۷)

❷ لسان المیزان (۳/ ۲۹۰) ❸ فتنة مقتل عثمان (۱/ ۲۰۹)

❹ مرویات ابی مخنف فی تاریخ الطبری ص (۲۴۳)

جس کے رواۃ ثقہ ہیں اور حسن بصری رحمہ اللہ شہادت کے وقت وہاں موجود تھے۔ (1) فرماتے ہیں: محمد بن ابی بکر نے عثمان رضی اللہ عنہ کی داڑھی پکڑ لی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: تو نے میری ایسی چیز پکڑی ہے یا ایسی جگہ بیٹھے ہو جہاں تمہارے والد نہیں بیٹھ سکتے تھے، پھر وہ چھوڑ کر چلے گئے۔ (2)

اس سے عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے محمد بن ابی بکر کی براءت ظاہر ہوتی ہے بالکل اسی طرح جس طرح بھیڑیا یوسف علیہ السلام کے خون سے بری تھا اور یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ ان کے متہم ہونے کا سبب قتل سے قبل عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ان کا جانا ہے۔ (3)

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے گفتگو کی تو انہیں شرم آگئی، لوٹ گئے اور اپنے کیے پر نادم ہوئے اور اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور دوسروں کو روکنے لگے، لیکن ان کا روکنا فائدہ مند نہ ہوا۔ (4)

(1) مرویات ابی مخنف فی تاریخ الطبری ص (٢٤٤)، تهذيب الكمال (٦/ ٩٧)
(2) مرویات ابی مخنف فی تاریخ الطبری ص (٢٤٤)
(3) فتنة مقتل عثمان (١/ ٢٠٩)
(4) البداية و النهاية (٧/ ١٩٣)

(۴)

قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا موقف

بعض کتب تاریخ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے موقف کو مسخ کر کے پیش کیا ہے اس کا سبب وہ رافضی روایات ہیں جنھیں بہت سے مورخین نے ذکر کیا ہے، جو بھی تاریخ طبری اور دیگر کتب تاریخ میں ابو مخنف، واقدی اور ابن اعثم وغیرہ کی روایات کا تتبع کرے گا وہ یہ محسوس کرے گا کہ صحابہ ہی اس سازش کو حرکت دے رہے تھے اور اس فتنہ کو بھڑکا رہے تھے۔ ابو مخنف شیعی اتجاہ کا حامل ہے، خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ پر یہ اتہام لگانے میں ذرا بھی خوف نہیں کھاتا کہ آپ کی غلطیاں اور لغزشیں بہت زیادہ تھیں اور آپ کے ساتھ جو کچھ ہوا آپ اس کے مستحق تھے اور یہ شخص اپنی مرویات میں طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کی تصویر عثمان رضی اللہ عنہ کے مخالفین و معاندین کی شکل میں پیش کرتا ہے اور واقدی کی روایات ابو مخنف کی روایات سے ذرا بھی مختلف نہیں۔ ان روایات کے مطابق عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچتے ہیں اور عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف اعتراضات اور طعن و تشنیع کی بوچھاڑ شروع کر دیتے ہیں، اور ایسی رافضی روایات کی بھرمار ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف سازش سے متہم کرتی ہیں اور یہ باور کراتی ہیں کہ انہوں نے ہی لوگوں کو بھڑکایا اور فتنہ کو حرکت دی لیکن یہ سب سراپا جھوٹ اور کذب بیانی ہے۔ [1]

ان رافضی موضوع اور ضعیف روایات کے برخلاف الحمدللہ محدثین کرام کی کتابوں نے صحیح روایات کو محفوظ کر رکھا ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عثمان رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والے، آپ کی نصرت و تائید اور آپ کی طرف سے دفاع کرنے والے تھے اور قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے اپنی براءت کا اظہار کرتے تھے اور حادثہ قتل کے بعد قصاص کے مطالبہ کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس سے یہ بات بعید از قیاس قرار پاتی ہے کہ انہوں نے فتنہ کو ہوا دینے اور اس کو بھڑکانے میں کسی طرح کا ساتھ دیا ہو۔ [2]

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے بری ہیں جو بھی اس کے برخلاف کہتا ہے اس کی بات باطل ہے اس پر وہ کوئی دلیل قائم نہیں کر سکتا ہے جو صحت کے درجے کو پہنچ رہی ہو۔ اسی لیے خلیفہ بن خیاط نے اپنی تاریخ میں عبدالاعلیٰ بن الہیثم سے روایت کی ہے جو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حسن بصری سے کہا کیا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین میں مہاجرین و انصار میں سے کوئی تھا؟ تو حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: نہیں یہ تو مصر کے اجڈ

---

[1] تحقیق مواقف الصحابة (۲/ ۱۴۔۱۸)

[2] ایضًا

لوگ تھے۔ اور امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں کوئی صحابی شریک نہ تھا۔ آپ کو قتل کرنے والے رذیل اور نچلے طبقے کے ناکارے، بے وقوف، کمینے اور فسادی لوگ تھے جو مصر سے جتھا بنا کر اس مقصد سے آئے تھے۔ مدینہ میں موجود صحابہ دفاع سے عاجز رہے اور ان لوگوں نے آپ کا محاصرہ کر کے قتل کر دیا۔ ❶ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے قاتلین کے متعلق فرمایا: یہ صوبوں کے نچلے طبقے کے فسادی لوگ تھے۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: یہ اجنبی اور قبائل کے نکلے ہوئے لوگ تھے۔ ❷

ابن سعد فرماتے ہیں: یہ ادنیٰ درجے کے اور کمینے لوگ تھے جو شر پر متفق تھے۔ ❸

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ خارجی، مفسد، گمراہ، باغی، زیادتی کرنے والے اور ظالم لوگ تھے۔ ❹

علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ شر اور بد اخلاقی کے سرغنہ تھے۔ ❺

ابن عماد حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ رذیل اور قبائل کے اوباش لوگ تھے۔ ❻

عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ سے لے کر ظالمانہ قتل تک کے واقعات ان اوصاف پر شاہد ہیں۔ آپ سے ان کمینوں نے کھانا پانی روک دیا جب کہ آپ نے اپنے مال خاص سے مسلمانوں کی پیاس مفت بجھائی ❼ اور جب بھی مدینہ میں قحط اور بھکمری پڑی اپنا مال لوگوں پر بے دریغ خرچ کیا اور جب مسلمانوں کو کوئی مصیبت آئی یا کسی پریشانی سے دوچار ہوئے تو جود وسخا کے دہانے کھول دیے۔ ❽ علی رضی اللہ عنہ نے باغیوں کو سرزنش کرتے ہوئے کہا تھا: لوگو! جو حرکت تم کر رہے ہو یہ نہ مسلمانوں کے فعل سے میل کھاتی ہے اور نہ کافروں کے، ان سے پانی اور کھانا مت روکو، روم و فارس والے قیدیوں کو بھی کھلاتے پلاتے ہیں۔ ❾

صحیح روایات اور تاریخی واقعات اس بات پر شاہد ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف لوگوں کو بھڑکانے اور آپ کے خلاف فتنہ میں شرکت سے بالکل بری تھے۔ ❿

---

❶ شهيد الدار عثمان بن عفان ص (١٤٨)
❷ شرح النووى على صحيح مسلم (٥/ ١٤٨)، كتاب فضائل الصحابة
❸ طبقات/ ابن سعد (٣/ ٧١) تحقيق مواقف الصحابة (١/ ٤٨١)
❹ منهاج السنة (٣/ ١٨٩_٢٠٦)
❺ دول الاسلام / الذهبى (١/ ١٢)
❻ شذرات الذهب (١/ ٤٠)، تحقيق مواقف الصحابة (١/ ٤٨٢)
❼ دیکھیے: تحقيق مواقف الصحابة (١/ ٤٨٢)، البخارى، كتاب مناقب عثمان (٤/ ٢٠٢)
❽ التمهيد و البيان ص (٢٤٢)
❾ تاريخ الطبرى (٥/ ٤٠٠)
❿ تحقيق مواقف الصحابة (٢/ ١٨)

خون عثمان رضی اللہ عنہ سے براءت سے متعلق صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال

اہل بیت کی طرف سے مدح سرائی اور آپ کے خون سے ان کی براءت

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا:

❀......فاطمہ بنت عبدالرحمٰن یشکریہ اپنی والدہ سے روایت کرتی ہیں کہ ان کو ان کے چچا نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا انہوں نے جا کر عرض کیا: آپ کا ایک بیٹا آپ کو سلام کہتا ہے اور آپ سے عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کرتا ہے جن کے بارے میں لوگ بہت سی باتیں کر رہے ہیں تو ام المومنین نے فرمایا: اللہ کی اس پر لعنت ہو جو عثمان رضی اللہ عنہ پر لعنت کرے۔ اللہ کی قسم وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف اپنی پیٹھ ٹیکے ہوئے تھے اور جبریل علیہ السلام قرآن کی وحی لے کر آپ کے پاس آئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے کہہ رہے تھے: عثمان لکھو۔ اور اللہ تعالیٰ یہ مقام اسی کو عطا کرتا ہے جو اللہ و رسول کے نزدیک مکرم و معزز ہو۔ ❶

❀......مسروق روایت کرتے ہیں کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تم لوگ عثمان رضی اللہ عنہ سے ایسے دور رہے جیسے صاف کپڑا میل سے دور رہتا ہے، پھر ان سے قریب ہوئے تو انہیں بھیڑ کی طرح ذبح کر دیا۔

مسروق نے کہا: یہ آپ کا کام ہے آپ نے لوگوں کے نام خطوط لکھ کر خروج کرنے کا حکم دیا۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نہیں اس ذات کی قسم جس پر مومن ایمان رکھتے ہیں اور جس کے ساتھ کافر کفر کرتے ہیں، اب تک میں نے کوئی تحریر نہیں لکھی ہے۔ ❷

سبائیوں کی کذب بیانی اس سے قبل گزر چکی ہے کہ صوبوں کے لوگوں کے نام جعلی خطوط ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے روانہ کرتے تھے۔

❀......مکہ سے مدینہ حج کے بعد لوٹتے ہوئے جب آپ نے عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سنی تو فوراً مکہ واپس ہو گئیں اور جا کر حجر اسماعیل میں پردہ کر کے بیٹھ گئیں، لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا:

---

❶ المسند (٦/ ٢٥٠-٢٦١)، تحقیق مواقف الصحابة (١/ ٣٧٨)، البداية والنهاية (٧/ ٢١٩)

❷ فتنة مقتل عثمان (١/ ٣٩١)، تاريخ خليفة ص (١٧٦) اسناده صحيح

''لوگو! صوبوں کے لوگوں، چشموں پر رہنے والوں اور اہل مدینہ کے غلاموں میں سے فسادی کمینے جمع ہوئے۔ ان فسادیوں نے ابھی کل اس مقتول (عثمان رضی اللہ عنہ) پر چال بازی، کم سنوں کو عہدہ دینے اور چراگاہوں کو خاص کر لینے کا اتہام لگایا حالاں کہ ایسی عمر والوں کو پہلے عہدے دیے جا چکے تھے اور چراگاہوں کو خاص کیا جا چکا تھا، اور یہی مناسب تھا چنانچہ آپ نے سابقین کی اتباع کی اور ان لوگوں کو چراگاہوں سے ان کی اصلاح کی خاطر روکا اور جب ان کے پاس کوئی حجت وعذر باقی نہ رہا تو یہ ہنگامہ پر اتر آئے اور عدوان وسرکشی میں جلدی کی اور ان کے قول وفعل میں تضاد ہوا، خون حرام کو بہایا، بلد حرام کی حرمت پامال کی، محترم مال کو لوٹ لیا اور ماہ حرام کی حرمت پامال کی۔ اللہ کی قسم عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک انگلی کا باقی رہنا اس سے بہتر ہے کہ زمین ان جیسے لوگوں کو اپنے اندر سمو لے، لہٰذا تم ان کے خلاف متحد ہو کر نجات طلب کرو تاکہ دوسرے ڈریں اور بعد والوں کی جمعیت منتشر ہو۔ اللہ کی قسم جو ظلم انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ پر ڈھایا ہے اگر یہ عام گناہ ہوتا تو اس سے صفائی ممکن تھی جس طرح سونا میل کچیل سے صاف ہو جاتا ہے یا کپڑا گندگی سے صاف ہو جاتا ہے، اگر اس کو یہ دھو لیتے جس طرح کپڑا پانی سے دھو لیا جاتا ہے۔ ❶

مذکورہ معتبر روایات کی روشنی میں ام المومنین عائشہ اور امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے مابین تعلقات کی جو بہترین تصویر ہمارے سامنے آتی ہے اس کے بالکل برعکس طبری وغیرہ میں ایسی دوسری روایات موجود ہیں جو دونوں کے مابین تعلقات کی بالکل مختلف تصویر پیش کرتی ہیں اور سبائیوں کی چال بازیوں اور کھیل کو سمجھتے ہوئے عثمان رضی اللہ عنہ اور حرمات الٰہی کے دفاع میں جو بلند وحسین اور جذبہ وشعور سے پر کردار ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پیش کیا اس کو مسخ کرتی ہیں۔ ❷

عقد الفرید، اغانی، تاریخ یعقوبی، تاریخ مسعودی اور انساب اشراف میں جو روایات وارد ہیں اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیاسی کردار کے سلسلہ میں جو استدلالات پیش کیے گئے ہیں وہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سیاسی موقف کے خلاف ہیں اور وہ سب ناقابل اعتماد ہیں کیوں کہ صحیح روایات کے خلاف ہیں اور ان کی بنیاد واہی اور کمزور روایات پر ہے۔ ❸ ان میں سے اکثر روایات بغیر سند کی ہیں اور جو باسند ہیں ان کی سندیں مجروح ہیں، ان سے استدلال نہیں کیا جا سکتا، یہ ناقابل حجت ہیں اور جب ان کا مقارنہ دوسری صحیح اور حقیقت سے قریب تر روایات سے کیا جائے تو ان کا متن باطل قرار پاتا ہے۔ ❹

---

❶ تاریخ الطبری (٥/ ٤٧٣۔٤٧٤)

❷ دور المرأة السیاسی فی عهد النبی و الخلفاء الراشدین ص (٣٥٢)

❸ ان باطل استدلالات کے سلسلہ میں دیکھیے: الصدیقة بنت الصدیق/ العقاد ص (١١٦۔١٢٤)

❹ دور المرأة السیاسی ص (٣٧٠)

سیدہ اسماء محمد احمد نے ان روایات کے اسانید و متون کی تحقیق کی ہے جن کے اندر عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف رونما ہونے والے فتنہ میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے سیاسی کردار سے متعلق گفتگو کی گئی ہے۔ انہوں نے ان روایات پر نقد و جرح کی ہے جو طبری وغیرہ میں امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے مابین سیاسی اختلاف بیان کرتی ہیں۔ انہوں نے ان روایات کے کھوٹ اور کذب کو واضح کیا ہے اور پھر فرماتی ہیں کہ مناسب تو یہ تھا کہ ان تمام روایات کے ذکر سے اعراض کیا جاتا جیسا کہ ابھی میں نے ذکر کیا کیوں کہ معتبر طریق سے یہ ہم تک نہیں پہنچی ہیں، جن طرق سے یہ روایات ہم تک پہنچی ہیں ان کے رواۃ سب تشیع، رفض اور کذب سے متہم ہیں، لیکن ہم نے اس لیے ان روایات کو یہاں پیش کیا ہے کیوں کہ اولاً یہ روایات اکثر جدید تالیفات میں عام ہیں اور ثانیاً ان روایات کا عدم ثبوت اور ساقط الاعتبار ہونا بیان کرنا مقصود ہے جیسا کہ ہمارے سامنے یہ حقیقت واضح ہوئی۔ ان روایات نے عثمان رضی اللہ عنہ اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے مابین اور عثمان رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کے مابین اختلاف کی ایسی تاریخ پیدا کرنی چاہی ہے جس کا سرے سے وجود نہیں۔ ❶

اگر یہ بات صحیح ہوتی کہ انہوں نے باغیوں کے ساتھ عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کو ہوا دینے پر اتفاق کیا تھا تو ایسی صورت میں ان سے یہ توقع تھی کہ وہ ان باغیوں کے لیے کوئی عذر تلاش کرتیں، لیکن ایسی کوئی بات ان سے ثابت نہیں ہے، اور قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے موقف سے متعلق یہ روایات اگر صحیح ہوتیں تو یہ روایات ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ہم نوا صحابہ رضی اللہ عنہم کی عدالت کے اسقاط اور انہیں نا قابل اعتبار قرار دینے کے لیے کافی ہوتیں لیکن کسی قیمت پر ہم اس کو قبول نہیں کر سکتے کیوں کہ ان کی عدالت کے اثبات کے لیے سچی خبر اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے جو ان روایات کے ابطال و تردید کے لیے کافی ہے۔ لیکن ان روایات اور ان پر قائم استدلالات کے بطلان و سقوط کے باوجود ہم نے ان روایات کے سلسلہ میں توقف اختیار کیا تاکہ دینی، علمی اور تاریخی دلائل ایک ساتھ جمع ہو جائیں اور ایک دوسرے کو تقویت پہنچائیں۔ ❷

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

علی رضی اللہ عنہ اور آل بیت آپ کی تعظیم کرتے اور ان کے حق کے معترف تھے۔

❀ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے والے سب سے پہلے علی رضی اللہ عنہ تھے۔ ❸ قیس بن عباد سے روایت ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا تو علی رضی اللہ عنہ کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا: آپ وہ شخص ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((الا استحی ممن تستحی منه الملائكة .)) ❹

---

❶ دور المرأة السياسي ص (٣٧٠)

❷ دورة المرأة السياسي ص (٣٧١)

❸ البخاري، كتاب فضائل الصحابة (٣٧٠٠)

❹ مسلم، كتاب فضائل الصحابة (٢٤٠١)

''کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔''

❀ آپ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کی شہادت دی۔ نزال بن سبرہ سے روایت ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: وہ تو ملاء اعلیٰ میں ذوالنورین کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے آپ کی زوجیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے جنت میں گھر کی ضمانت دی۔ ❶

❀ آپ عثمان رضی اللہ عنہ کی امامت و خلافت کے معترف اور آپ کے اطاعت گزار تھے، آپ کے کسی امر کی مخالفت نہیں کرتے تھے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے محمد بن حنفیہ کے واسطے سے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں: اگر عثمان وادی ضرار جانے کا مجھے حکم دیں تو میں آپ کی بات سنوں گا اور اطاعت کروں گا۔ ❷ اس میں عثمان رضی اللہ عنہ کی اطاعت واتباع کی انتہا کی دلیل ہے۔ ❸

❀ جب عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ و اجماع کے بعد ایک قراءت پر لوگوں کو جمع کیا تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو ذمہ داری عثمان رضی اللہ عنہ پر ڈالی گئی اگر مجھ پر ڈالی جاتی تو میں وہی کرتا جو عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔ ❹

❀ علی رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے انکار کیا اور ان کے خون سے اپنی براءت کا اظہار کیا۔ آپ اپنے خطبہ وغیرہ میں قسم کھا کر کہتے تھے کہ انہوں نے آپ کو قتل نہیں کیا اور نہ قتل کا حکم دیا، نہ اس پر ابھارا اور نہ اس سے راضی ہوئے۔ یہ آپ سے اتنے طرق سے ثابت ہے جو قطعیت کا فائدہ دیتے ہیں۔ ❺ برخلاف رافضیوں کے اس زعم کے کہ آپ عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے راضی تھے۔ ❻ امام حاکم رحمہ اللہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے متعلق بعض روایات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: اہل بدعت نے جو یہ دعویٰ کیا ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں تعاون کیا تو وہ کذب اور بہتان ہے اس کے برخلاف متواتر روایات وارد ہیں۔ ❼

---

❶ العقيدة في اهل البيت بين الافراط والتفريط ص (٢٢٧) المختصر من كتاب الموافقة بين اهل البيت و الصحابة للزمخشري مخطوطة ، مكتبة المخطوطات بالجامعة الاسلامية۔ آخر میں دارالحدیث کے ذریعے سے اس مخطوطہ کی طباعت ہوئی۔

❷ السنة/ الخلال (١/ ٣٢٥) ص (٤١٦) اسناده صحيح

❸ العقيدة في اهل البيت بين الافراط و التفريط ص (٢٢٧)

❹ السنن/ البيهقي (٢/ ٤٢) ❺ البداية والنهاية (٧/ ٢٠٢)

❻ العقيدة في اهل البيت بين الافراط و التفريط ص (٢٢٩)، حق اليقين/ عبدالله شبر ص (١٨٩)

❼ المستدرك (٣/ ١٠٣)

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ تمام روایات علی رضی اللہ عنہ پر جھوٹ اور افتراء ہیں، علی رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں نہ شرکت کی نہ اس کا حکم دیا اور نہ اس سے راضی ہوئے، یہ آپ سے مروی ہے اور آپ سچے اور پاکباز ہیں۔ ❶

علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ میں تجھ سے عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے براءت کا اظہار کرتا ہوں۔ ❷

امام حاکم نے قیس بن عبادہ سے روایت کی ہے کہ میں نے جمل کے دن علی رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا: اے اللہ میں دم عثمان سے اپنی براءت کا اظہار تجھ سے کرتا ہوں۔ اور جس دن عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ہوا اس دن تو میری عقل اڑ گئی، میں اپنے آپ کو بھول گیا، لوگ میرے پاس بیعت کے لیے آئے تو میں نے کہا: اللہ کی قسم مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ میں ان لوگوں سے بیعت لوں جنھوں نے اس شخص کو قتل کیا جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس شخص سے حیا کیوں نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں اور مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ میں بیعت لوں اور عثمان مقتول زمین پر پڑے ہوئے ہیں، ابھی تک دفن نہیں ہوئے ہیں۔ پھر لوگ لوٹ گئے، جب عثمان دفن کر دیے گئے تو لوگ دوبارہ میرے پاس آئے اور مجھ سے بیعت کرنی چاہی میں نے کہا: اے اللہ جو میں کرنے جا رہا ہوں اس پر مجھے خوف ہے، پھر میرے اندر عزیمت پیدا ہوئی اور میں نے بیعت لے لی۔ اور جب لوگوں نے مجھے امیر المومنین کہہ کر مخاطب کیا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرا دل پھٹ گیا ہے اور میں نے کہا: اے اللہ تو مجھ سے عثمان کا حق لے لے یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے۔ ❸

امام احمد نے اپنی سند سے محمد بن حنفیہ سے روایت کی ہے: علی رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا قاتلین عثمان پر مقام مربد ❹ میں لعنت بھیج رہی ہیں تو علی رضی اللہ عنہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر چہرہ تک لائے اور کہا: میں قاتلین عثمان پر لعنت بھیجتا ہوں۔ اللہ ان پر پہاڑی و میدانی علاقوں میں لعنت نازل کرے، آپ نے یہ بات دو یا تین بار دہرائی۔ ❺

ابن سعد نے اپنی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں نے عثمان کو قتل نہیں کیا اور نہ ان کو قتل کرنے کا حکم دیا بلکہ میں نے روکا۔ اللہ کی قسم میں نے عثمان کو قتل نہیں کیا اور نہ اس کا حکم دیا، لیکن میں مغلوب ہو گیا، یہ آپ نے تین بار فرمایا۔ ❻

---

❶ منهاج السنة (٤/ ٤٠٦)

❷ العقيدة فى اهل لبيت ص (٣٣٠) اسناده حسن، الطبقات ٣/ ٣ متعدد طرق سے روایت کی ہے اور سب صحیح ہیں۔

❸ المستدرك (٣/ ٩٥)، بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا اور ذہبی نے موافقت کی۔

❹ یہ بصرہ سے قریب ایک جگہ کا نام ہے جو تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

❺ فضائل الصحابة (١/ ٥٥٥) رقم (٧٣٣) اسناده صحيح۔

❻ الطبقات (٣/ ٨٢)، البداية والنهاية (٧/ ٢٠٢)

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو عثمان رضی اللہ عنہ کے دین سے براءت کا اظہار کرے وہ ایمان سے بری ہے، اللہ کی قسم میں نے ان کے قتل میں تعاون نہیں کیا اور نہ اس کا حکم دیا اور نہ اس سے راضی ہوں۔ ❶

❀ عثمان رضی اللہ عنہ سے متعلق علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:...... آپ ہم میں سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے اور سب سے زیادہ رب تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے۔ ❷

❀ ابوعون سے روایت ہے کہ میں نے محمد بن حاطب سے سنا انہوں نے کہا کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: آپ ان لوگوں میں سے تھے:

((الذين آمنوا ثم اتقوا ثم آمنوا ثم اتقوا .))

''جو ایمان لائے پھر تقویٰ اختیار کیا پھر ایمان لائے پھر تقویٰ اختیار کیا۔''

اور آیت ختم نہ کی۔ ❸

❀ عمیرہ بن سعد سے روایت ہے کہ ہم علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ فرات کے ساحل پر تھے۔ ایک کشتی اپنا بادبان اٹھائے ہوئے گزری تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ﴾ (الرحمن: ٢٤)

''اور اللہ ہی کی (ملکیت) ہیں وہ جہاز جو سمندروں میں پہاڑوں کی طرح بلند (چل پھر رہے) ہیں۔''

اس ذات کی قسم جس نے ان کشتیوں کو اپنے سمندروں میں سے کسی سمندر میں بلند کیا، میں نے عثمان کو قتل نہیں کیا اور نہ ان کے قتل پر لوگوں کو ابھارا۔ ❹

❀ امام احمد رحمہ اللہ نے محمد بن حاطب سے روایت کیا ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ﴾

(الانبیاء: ١٠١)

''بے شک جن کے لیے ہماری طرف سے نیکی پہلے ٹھہر چکی ہے وہ سب جہنم سے دور ہی رکھے جائیں گے۔''

انہی لوگوں میں سے عثمان رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ ❺

علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس دن عثمان رضی اللہ عنہ قتل ہوئے میں کمزور پڑ گیا۔ ❻

---

❶ الرياض النضرة ص (٥٤٣) ❷ صفة الصفوة (١/ ٣٠٦)

❸ فضائل الصحابة (١/ ٥٨٠) اسناده صحيح۔ واضح رہے کہ قرآن میں ان الفاظ میں کوئی آیت نہیں ہے۔ (مترجم)

❹ فضائل الصحابة (١/ ٥٥٩_٥٦٠) اسناده صحيح لغيره ، رقم (٣٧٩)

❺ فضائل الصحابة (١/ ٥٨٠) رقم (٧٧١) اسناده صحيح۔

❻ المنتظم فی تاريخ الملوك والامم (٥/ ٦١)

حافظ ابن عساکر نے عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے براءت اور خطبے وغیرہ میں اس پر قسم کھانے اور اس پر عدم رضا کی قسم کھانے سے متعلق علی رضی اللہ عنہ سے وارد شدہ روایات کو جمع کرنے کا اہتمام فرمایا ہے اور یہ آپ سے متعدد طرق سے بہت سے ائمہ حدیث کے یہاں ثابت ہیں جو قطعیت کا فائدہ دیتی ہیں۔ ❶

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

امام احمد نے اپنی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اگر سب لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل پر جمع ہوتے تو ان پر اسی طرح پتھر برسائے جاتے جس طرح قوم لوط پر پتھر برسائے گئے تھے۔ ❷ اور آپ عثمان رضی اللہ عنہ کی مدح اور ان کی تنقیص کرنے والوں کی مذمت میں فرماتے ہیں: ابو عمرو پر اللہ رحم فرمائے اللہ کی قسم آپ اقارب پر سب سے زیادہ نوازش کرنے والے، نیکو کاروں میں سب سے افضل، بوقت سحر کثرت سے عبادت کرنے والے، جہنم کے ذکر کے وقت بہت زیادہ آنسو بہانے والے، ہر فیاضی کے وقت اٹھ کھڑے ہونے والے، ہر عطیہ کی طرف سبقت کرنے والے، انتہائی محبوب، خوددار اور وفادار تھے، آپ لشکر تبوک کو تیار کرنے والے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے۔ جو آپ پر لعنت کرے اللہ تعالیٰ اس پر قیامت تک لعنت کرنے والوں کی لعنت نازل فرمائے۔ ❸

زید بن علی رحمہ اللہ:

ابن عساکر نے اپنی سند سے سدی سے روایت کی ہے کہ میں آپ (یعنی زید رحمہ اللہ) کے پاس آیا اس وقت آپ کوفہ کے محلوں میں سے ایک محلے بارق میں تھے، میں نے عرض کیا آپ ہمارے سردار اور ہمارے حاکم ہیں، آپ ابوبکر و عمر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ فرمایا: ان دونوں سے ولاء و محبت رکھو اور فرماتے تھے کہ ابوبکر و عمر اور عثمان سے براءت علی سے براءت ہے اور علی سے براءت ابوبکر و عمر اور عثمان سے براءت ہے۔ ❹

علی بن حسین (زین العابدین) رحمہ اللہ:

علی بن حسین رحمہ اللہ سے ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے سلسلہ میں روافض کے قول سے براءت ثابت ہے۔ چنانچہ ابونعیم نے اپنی سند سے محمد بن علی (الباقر) سے روایت کی ہے وہ اپنے والد علی بن حسین (زین العابدین) سے روایت کرتے ہیں کہ عراق کے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخیاں کیں پھر عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر چھیڑا تو انہوں (علی بن حسین زین العابدین) نے ان سے کہا: کیا تم لوگ مہاجرین

---

❶ البداية والنهاية (٧/ ١٩٣)

❷ فضائل الصحابة (١/ ٥٦٣) رقم (٧٤٦)

❸ العقيدة فی اهل البيت، ص (٢٣٤)، مروج الذهب/ المسعودی (٣/ ٦٤)

❹ العقيدة فی اهل البيت (٣٣٥) و تهذيب تاريخ دمشق ص (٦/ ١٢)

اولین میں سے ہو؟ (جن کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے) ❶

﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝﴾ (الحشر: ۸)

''(فے کا مال) ان مہاجر مسکینوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیے گئے ہیں وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا مندی کے طلب گار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی راست باز لوگ ہیں۔''

ان لوگوں نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم ان لوگوں میں سے ہو جن کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ړ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ (الحشر: ۹)

''(اور ان کے لیے) جنھوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ) اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنا لی ہے اور وہ اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو، (بات یہ ہے) کہ جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب اور بامراد ہے۔''

ان حضرات نے کہا: نہیں، تو آپ نے ان سے فرمایا: تم لوگوں نے اس بات کا اقرار کیا اور شہادت دی کہ نہ تو تم ان لوگوں میں سے ہو اور نہ ان لوگوں میں سے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ تم لوگ تیسرے گروہ میں سے بھی نہیں ہو جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ جَاۗءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾

(الحشر: ۱۰)

''اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال۔ اے ہمارے رب بے شک تو شفقت و مہربانی کرنے والا ہے۔''

تم لوگ میرے پاس سے ہٹ جاؤ، اللہ تمہارے اندر برکت نہ دے اور نہ تمہارے گھروں کے قریب برکت

❶ العقیدۃ فی اهل البیت ص (۳۳۵) و تهذیب تاریخ دمشق (۶/ ۲۱)

دے، تم اسلام کا استہزاء کرنے والے ہو، تم اسلام کے اہل نہیں۔ ❶

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما:

تاریخی روایات میں جو کھوٹے اور کھرے کا پلندہ ہیں یہ وارد ہے کہ عمار بن یاسر اور عثمان رضی اللہ عنہما کے مابین اختلاف تھا، ان میں سے کچھ روایات تو سند کے ساتھ اور کچھ بغیر سند کے بیان ہوئی ہیں۔ اس سلسلہ میں میرے علم کے مطابق کسی نے سیر حاصل گفتگو نہیں کی ہے۔ اس اہم موضوع کا تعلق مخلوقات الٰہی میں سے ان نفوس قدسیہ سے ہے جو اللہ و رسول کے انتہائی محبوب ہیں اور کے سلسلے میں ایسی روایات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا جو بغیر لگام کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عزت و ناموس کو نشانہ بنائیں۔ ❷ یہ بے بنیاد اتہامات جو ان ضعیف روایات میں پیش کیے گئے ہیں یہ ہیں:

۱. عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی پٹائی:

وہ روایات جن میں عثمان رضی اللہ عنہ کا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی پٹائی کرنے کا ذکر ہے وہ اس موضوع کی مشہور ترین روایات ہیں، اس کو وضع کرنے والوں نے پٹائی کے اسالیب کے بیان میں انتہائی مہارت اور فنکاری کا ثبوت دیا ہے، یہ روایات اسانید کے بطلان و فساد کے ساتھ متن میں سخت نکارت کی حامل ہیں۔ ❸

قاضی ابوبکر ابن العربی عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب افتراءات کا ابطال و تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی پٹائی کرنے اور ان کا عطیہ روک لینے سے متعلق عثمان رضی اللہ عنہ کو متہم کرنا جھوٹ اور من گھڑت ہے، اسی طرح عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی پٹائی کا ڈرامہ بھی جھوٹ ہے۔ اگر آپ کی انتڑیاں پھٹ گئی ہوتیں تو آپ کبھی زندہ نہیں رہ سکتے تھے، علماء نے اس سلسلہ میں مختلف اعتذار پیش کیے ہیں جو بالکل مناسب نہیں اور نہ ان کی ضرورت ہے کیوں کہ یہ باطل پر مبنی ہیں اور باطل پر حق قائم نہیں کیا جا سکتا اور نہ جاہلوں کے ساتھ چل کر وقت ختم کیا جا سکتا ہے کیوں کہ اس کی انتہا نہیں ہے۔ ❹

یقیناً عثمان رضی اللہ عنہ کے اخلاق، ایمان، حیا، نرم خوئی، رقت طبیعت، اسلام میں سبقت اور جلالت اس سے کہیں بلند ہے کہ آپ ایک صحابی جلیل کے ساتھ تصرف کے اس گھٹیا درجہ پر اتر جائیں۔ خواہ کتنا بھی اختلاف رائے ہو، عثمان رضی اللہ عنہ ان کی سبقت و فضل کو اچھی طرح جانتے تھے۔ وہ عثمان جنھوں نے اپنی خاطر قتال سے لوگوں کو روک دیا فتنہ سے بچتے ہوئے اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت کرتے ہوئے اور پورے صبر و احتساب کے ساتھ موت کو پسند کر لیا، کیا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے ساتھ جن کی اسلام میں سبقت اور فضل آپ کو معلوم تھا وہ سب کر سکتے ہیں جن کا ان مزعومہ روایات میں ذکر کیا گیا ہے کہ آپ نے اپنے غلاموں کو انہیں مارنے کا حکم دیا یہاں تک کہ وہ بے ہوش ہو گئے اور آپ اس حالت میں ان کو پیٹ کر اپنے قدموں سے روندنے لگے، کیا عثمان رضی اللہ عنہ کے اخلاق و

---

❶ العقیدة فی اهل البیت ص (۲۳٦) البدایة والنهایة (۹/ ۱۱۲) الجامع الاحکام القرآن (۱۸/ ۳۱-۳۲)

❷ عمار بن یاسر/ اسامة احمد سلطان ص (۱۲۲)

❸ ایضاً ❹ العواصم من القواصم ص (۸۲-۸٤)

حیا سے اس کی توقع کی جاسکتی ہے کہ آپ جاہلیت کا نعرہ لگائیں اور عمار رضی اللہ عنہ کو ان کی ماں سمیہ رضی اللہ عنہا کے ذریعے سے عار دلائیں جب کہ اسلام میں ان کی سبقت اور ان کا فضل عثمان رضی اللہ عنہ پر عیاں تھا اور اسلام میں اول شہیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کی طرف عمار رضی اللہ عنہ کے انتساب کے شرف سے اچھی طرح واقف تھے؟

ہرگز نہیں عثمان رضی اللہ عنہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے ہیں، موثوق اور معتبر صحیح روایات میں تادیب اور توبیخ وزجر کے اس گرے ہوئے اسلوب کا سرے سے کوئی شائبہ نہیں پایا جاتا اور مزید براں آپ کے اخلاق عالیہ اور آپ کی سیرت وطبیعت اس کو بعید از قیاس اور مستبعد قرار دیتی ہیں اور بلاشبہ ان وضاعین وکذابین اور مفترین کی ریشہ دوانیوں اور رازہائے سربستہ کا پردہ فاش کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان موضوع روایات کو ان ائمہ اعلام کے معروف اخلاق ومواقف پر پیش کیا جائے اور اس دور کے معیار ومقاییس کے اعتبار سے ان کا جائزہ لیا جائے۔ ❶

۲. عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ پر سبائی فتنہ میں حصہ لینے اور عثمانؓ کے خلاف ہنگامہ برپا کرنے کا اتہام:

ان اتہامات اور افتراءات میں مورخین نے ان روایات پر اعتماد کیا ہے جن میں سے ایک بھی سند ومتن میں طعن سے خالی نہیں۔ سبائی فتنہ کو ہوا دینے، عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ہنگامہ برپا کرنے اور بغاوت وعصیان کی فضا عام کرنے کے سلسلہ میں عمار رضی اللہ عنہ کی طرف مختلف تہمتیں منسوب ہیں۔ ان روایات میں بعض کے اندر یہ مذکور ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں مصر اس غرض سے روانہ کیا تاکہ وہ وہاں کا جائزہ لیں کیوں کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تھی کہ عوام بغاوت پر اتر آئی ہے اور وہاں سبائی عمار رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف مائل کرنے اور ان پر اثر انداز ہونے میں کامیاب ہوگئے ہیں، یہ روایت جسے طبری نے بیان کیا ہے ❷ اس کی سند میں شعیب بن ابراہیم تمیمی کوفی ہے جو سیف کی کتابوں کا راوی ہے۔ اس کے اندر جہالت پائی جاتی ہے۔ اس کے بارے میں راوی کا کہنا ہے: یہ معروف نہیں، اس سے جو احادیث و اخبار مروی ہیں، ان میں نکارت ہے اور ان روایات میں سلف پر حملے ہیں۔ ❸ اس کو عمر بن شبہ نے تاریخ المدینہ میں روایت کیا ہے اور اس میں عمر کا شیخ علی بن عاصم ہے، اس کے بارے میں امام علی بن مدینی کہتے ہیں کثیر الاغلاط ہے اور جب اس کی غلطی کی تصحیح کی جاتی تھی تو رجوع نہیں کرتا تھا اور حدیث میں معروف تھا اور منکر احادیث روایت کرتا تھا۔ ❹

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ''لیس بشی '' ❺ (کسی کام کا نہیں) اور ایک مرتبہ فرمایا: ''کذاب لیس بشی'' ❻ امام نسائی نے فرمایا: متروک الحدیث ہے۔ ❼ امام بخاری نے فرمایا: محدثین کے نزدیک قوی نہیں،

---

❶ الخلیفۃ المفتری علیہ عثمان بن عفان ص (۱٤-٤۱)، عمار بن یاسر ص (۱۳۷)

❷ تاریخ الطبری (٥/ ۳٤۸)

❸ استشہاد عثمان و وقعۃ الجمل ص (۳۰)

❹ سیر اعلام النبلاء (۹/ ۲٥۳)

❺ سیر اعلام النبلاء (۹/ ۲٥٥)

❻ سیر اعلام النبلاء (۹/ ۲٥۷)

❼ سیر اعلام النبلاء (۹/ ۲٥٥)

محدثین نے اس پر کلام کیا ہے۔ ❶

کچھ حضرات نے کلام کرنے میں نرمی اختیار کی ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں صدوق ہے، غلطی کرتا ہے اور اس پر اصرار کرتا ہے۔ تشیع کے ساتھ متہم ہے۔ ❷

جس روایت کی سند کا یہ حال ہو اس پر اطمینان نہیں کیا جا سکتا خاص کر عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کا ورع وتقویٰ معروف ہے جس کے ساتھ یہ باور نہیں کیا جا سکتا ہے کہ آپ اس طرح کی دلدل میں پھنسیں گے جس میں صرف سبائی یہودی حاقد ہی اتر سکتا ہے۔ اللہ کی پناہ! صحابی رسول اس مستویٰ کو نہیں پہنچ سکتا۔ خالد غیث فرماتے ہیں: یہ روایت صحیح طریق سے ثابت نہیں مزید برآں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت اس روایت کے معارض ہے۔ ❸

اس سلسلہ کی باطل روایات میں وہ روایت بھی ہے جو سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ پر دوسرے ناراض ہونے والوں کے ساتھ صحابہ کرام بھی ناراض ہوئے اور سخت غضب ناک ہوئے، خاص کر ابوذر غفاری، عبداللہ بن مسعود، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم۔ ❹

اس روایت میں آفت یہ ہے کہ اس میں تدلیس سے کام لیا گیا ہے اور تدلیس بھی کوئی معمولی نہیں انتہائی خطرناک ہے، اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے، اس کی سند سے اسماعیل بن یحییٰ بن عبیداللہ جو متہم بالوضع والکذب ہے ساقط کر دیا گیا ہے اسی لیے علمائے حدیث نے اس روایت کی تضعیف کی ہے اور محمد بن عیسیٰ بن سمیع کے ترجمہ میں (جو ابن ابی ذئب سے اس کا راوی ہے) اس روایت کے کھوٹے پن کو ظاہر کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ ابن سمیع کے بارے میں فرماتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ ابن سمیع نے ابن ابی ذئب سے اس حدیث کو نہیں سنا ہے یعنی قتل عثمان کے سلسلہ میں زہری کی حدیث کو۔ اور ابن حبان فرماتے ہیں: ابن سمیع نے ابن ابی ذئب سے منکر حدیث بیان کی ہے اور وہ قتل عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی کتاب میں عن اسماعیل بن یحییٰ عن ابن ابی ذئب تھا لیکن اس نے اسماعیل بن یحییٰ کا نام سند سے ساقط کر دیا اور اسماعیل ذاہب الحدیث ہے۔ ❺

ڈاکٹر یوسف العش فرماتے ہیں جو روایت سعید بن مسیّب کی طرف منسوب ہے اس کو رد کرنا واجب ہے کیوں کہ تحقیق کے بعد اس کا موضوع ہونا واضح ہے چنانچہ امام حاکم نے بیان کیا ہے کہ اس کی سند کے ایک راوی نے سند میں سے ایک واہی شخص کو ساقط کر دیا ہے اور یہ روایت منکر ہے اور حقیقت میں اس سے اس احترام کا پتہ

---

❶ سیر اعلام النبلاء (۹/ ۲۵۵) ❷ تھذیب التھذیب ص (۴۰۳)

❸ استشھاد عثمان و وقعة الجمل ص (۸۶)

❹ تاریخ دمشق (۳۹/ ۴۱۵)، عمار بن یاسر ص (۱۴۴)

❺ تحقیق مواقف الصحابة (۲/ ۱۶-۱۸)، التاریخ الکبیر/ البخاری (۱/ ۲۰۳)، التھذیب (۹/ ۳۹۱) تھذیب التھذیب (۹/ ۳۹۲)

نہیں چلتا ہے جو سعید بن میسّب رحمہ اللہ کے یہاں ان کے دوسرے اقوال میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سلسلہ میں پایا جاتا ہے۔ ❶

۲۔ خونِ عثمان رضی اللہ عنہ سے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی براء ت:

حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ جب عمار رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کو قتل پر آمادہ کرنے کے لیے آئے تو مسروق اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے آپ کو اس سے متہم کیا، لیکن اس اتہام پر مشتمل اس روایت کی سند مجہول راوی شعیب اور ضعیف راوی سیف کی وجہ سے ساقط قرار پاتی ہے اور صحیح بخاری کی روایت میں ان چیزوں کا کوئی ذکر نہیں ہے لہٰذا یہ زیادتی قبول نہیں کی جاسکتی خاص کر جب کہ اس کے اندر عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما جیسے صحابی پر طعن کیا گیا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر سے شیطان سے محفوظ قرار دیے جا چکے ہیں ❷ اور جن کا رگ و ریشہ ایمان سے پر تھا۔ ❸

علماء نے اس طرح کے اتہامات کو باطل قرار دیا ہے جو عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اس کی لپیٹ میں اجلہ صحابہ کا ایک گروہ آجاتا ہے۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض لوگ جو یہ بیان کرتے ہیں کہ بعض صحابہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو باغیوں کے حوالہ کر دیا اور ان کے قتل سے راضی رہے، کسی صحابی کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ صحابہ نے اس کو ناپسند کیا، ناراض ہوئے اور ایسا کرنے والوں کو برا بھلا کہا۔ ❹

اور قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ بھی اس باب میں بیان کی جانے والی روایات کے مشابہ ہے، اصل مسئلہ یہ ہے کہ اہل حق کا راستہ اختیار کیا جائے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی بھی صحابی نے نہ آپ کے خلاف حصہ لیا اور نہ آپ کے دفاع سے پیچھے ہٹا اگر آپ ان صحابہ سے مدد چاہتے اور ان کو دفاع کی اجازت دیتے تو ایک ہزار یا چار ہزار اجنبی بیس ہزار یا اس سے زیادہ مقامی لوگوں پر غالب نہیں آسکتے تھے، لیکن عثمان رضی اللہ عنہ نے خود اپنے آپ کو اس مصیبت میں ڈالا۔ ❺ (کیوں کہ آپ اپنی خاطر مسلمانوں کا خون بہانا نہیں چاہتے تھے۔)

نیز فرماتے ہیں: سرکشوں اور جاہلوں نے یہ بیڑا اٹھا رکھا ہے کہ وہ یہ باور کرائیں کہ ہر جلیل القدر صحابی عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ہنگامہ برپا کرنے والا اور لوگوں کو بھڑکانے والا تھا اور جو کچھ ہوا اس سے راضی تھا اور ان حضرات نے فصاحت و بلاغت اور امثال پر مشتمل ایک خط گھڑا اور اسے عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا جس کے اندر یہ دکھایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ سے فریاد کر رہے ہیں۔ یہ سب موضوع اور من گھڑت ہے، اس سے مقصود سلف صالحین اور خلفائے راشدین کے سلسلہ میں مسلمانوں کے دلوں میں بغض و حسد اور غیظ و غضب بھرنا ہے۔ اس سے یہ بات نکھر کر ہمارے سامنے آتی ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم ہیں جب کہ بلا حجت و دلیل صحابہ کو متہم کیا گیا

---

❶ الدولة الاموية ص (۳۹)
❷ البخاری (۳۷۴۳)
❸ عمار بن یاسر ص (۱۴۷)
❹ البداية والنهاية (۷/ ۲۰۷)
❺ العواصم من القواصم ص (۱۲۹)

ہے اور تمام کے تمام صحابہ ان کے خون سے بری ہیں کیوں کہ انہوں نے آپ کے ارادے کے مطابق عمل کیا اور اپنے آپ کو باغیوں کے حوالہ کر دینے کے سلسلہ میں آپ کی رائے کو مانا۔ ❶

٤. خون عثمان رضی اللہ عنہ سے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی براءت:

جب عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا گیا تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مدینہ سے شام کے لیے روانہ ہو گئے اور فرمایا: اے مدینہ والو! جو بھی مدینہ میں رہے گا اور اس کے رہتے ہوئے ان (عثمان رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دیا گیا تو اس پر اللہ تعالیٰ ذلت و رسوائی مسلط کر دے گا۔ اور جو ان کی مدد نہ کر سکے وہ مدینہ سے بھاگ جائے۔ آپ گئے اور آپ کے ساتھ آپ کے بیٹے عبداللہ اور محمد بھی گئے اور آپ کے بعد حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے اور جن کو اللہ نے چاہا وہ ان کے پیچھے روانہ ہوئے۔ ❷

جب آپ کو عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی خبر ملی تو فرمایا: میں ابو عبداللہ ہوں، یہ ایسی جنگ ہے جس میں کسی زخم کو کوئی کھجلائے گا تو وہ اسے تازہ کر دے گا، اللہ تعالیٰ عثمان رضی اللہ عنہ پر رحم کرے اور ان کی مغفرت فرمائے۔ سلامہ بن زنباع جذامی نے کہا: اے عرب! تمہارے اور عرب کے درمیان دروازہ تھا تو جب دروازہ ٹوٹ جائے تو دوسرا دروازہ بنا لو۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہی ہم چاہتے ہیں اور دروازہ کے لائق ستالی جیسا شخص ہی ہو گا جو حق کو گڑھے سے نکال لے گا اور لوگ برابر عدل میں رہیں گے، پھر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھے:

فيـــا لهف نـفـسـي عـلـى مـــالك
ايـــصـــرف مـــالك حـــفـــظ الـــقـــدر

''مالک (کی موت) پر مجھے بہت افسوس ہے۔ کیا مالک تقدیر کو نہیں بدل سکتے تھے؟''

انـــزع مـــن الـــحـــر اودى بهـــم
فـــاعـــذرهـــم ام بـــقـــومـــي ســـكـــر

''کیا شدید اندھیرے نے انہیں ہلاکت میں ڈال دیا، تو میں انہیں معذور سمجھوں، یا میری قوم کے لوگ مدہوش ہیں؟''

پھر آپ پیدل روتے ہوئے چل دیے اور یہ کہتے رہے: ہائے عثمان! میں حیا اور دین کو آپ کی موت کی خبر دیتا ہوں یہاں تک کہ آپ دمشق پہنچ گئے۔ ❸

❶ العواصم من القواصم ص (١٣٢)
❷ تاریخ الطبری بحواله عمرو بن العاص / الغضبان ص (٤٦٤)
❸ تاریخ الطبری بحواله عمرو بن العاص / الغضبان ص (٤٨١)

یہ ہے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی سچی اور روشن تصویر جس کے اندر آپ کی شخصیت اور آپ کی زندگی کے خدوخال اور عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ قرب نمایاں ہے۔ رہی وہ تصویر جس کے اندر آپ کے کردار کو مسخ کر کے مصلحت پرست، خودغرض، دنیا دار کی شکل میں پیش کیا گیا ہے وہ متروک اور ضعیف ہے جسے واقدی نے موسیٰ بن یعقوب سے روایت کیا ہے۔ ❶

ان ضعیف و سقیم روایات سے مولفین اور مورخین کی ایک جماعت متاثر ہے جس کی وجہ سے انہوں نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو تحت الثریٰ پہنچا دیا ہے جیسے محمود بن شیت خطاب ❷، عبدالخالق سید ابورابیہ ❸ اور عباس محمود عقاد۔ عقاد تو سند کو دیکھنا ہی نہیں چاہتا اور اپنے قارئین کو بے وقوف بناتا ہے اور ان کے سامنے معاویہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو موقع پرست اور مصلحت پرست کی شکل میں پیش کرتا ہے اگرچہ تمام تاریخی ناقدین ان روایات کے بطلان پر متفق ہو جائیں جن سے عقاد نے اپنے تجزیہ میں استدلال کیا ہے تو اس کی عقاد کو کوئی پروا نہیں، چنانچہ ان ضعیف، واہی اور ناقابل حجت روایات کو ذکر کرنے کے بعد عقاد کا کہنا ہے کہ تاریخی ناقدین اس گفتگو کی صداقت اور ان کلمات کی صحت سے متعلق جو چاہیں کہیں، اس کی نقل ثابت نہیں، اس کی سند ثابت نہیں اور نہ نص ثابت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں (اگرچہ تمام کتب تاریخ اس کی تردید کریں) کہ دونوں (یعنی معاویہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما) کے مابین سلطنت اور ولایت پر معاونت و سودا بازی کا اتفاق طے پایا اور دونوں کے مابین اس حصہ پر سودا بازی ہوئی جو بعد میں دونوں کو حاصل ہوا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو کبھی دونوں میں اتفاق نہ ہوتا۔ ❹

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حقیقی شخصیت یہ ہے کہ آپ اصول پسند آدمی تھے عثمان رضی اللہ عنہ کی نصرت و امداد نہ کر سکے تو مدینہ کو خیرباد کہہ دیا اور جب ان کا قتل ہوا تو خوب روئے کیوں کہ آپ ان کے قریبی ساتھی، دوست اور مشیر تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں گورنر و حاکم نہ ہونے کے باوجود شوریٰ میں شریک ہوتے تھے۔ اور آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس اس غرض سے پہنچے تاکہ ان کے ساتھ مل کر قاتلین عثمان سے جنگ کر کے خلیفہ شہید کا بدلہ لیں۔ ❺ عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ان مجرم قاتلین کے خلاف آپ کے غصے کو بھڑکانے کے لیے کافی تھا اور ایسی صورت میں ان مجرموں سے بدلہ لینے کے لیے جنھوں نے حرم رسول کی بے حرمتی کی تھی، خلیفہ کو لوگوں کی نظروں کے سامنے قتل کیا تھا مدینہ کے علاوہ دوسری جگہ کا انتخاب ضروری تھا، اور عثمان رضی اللہ عنہ کی خاطر عمرو رضی اللہ عنہ کے غصہ ہونے میں کون سا تعجب ہے؟ اگر ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جن کو اس سلسلہ میں شک ہے تو اس کی بنیاد وہ جھوٹی روایات ہیں جو یہ تصویر پیش کرتی ہیں کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پیش نظر صرف حکومت و اقتدار تھا۔ ❻

---

❶ عمرو بن العاص/ الغضبان ص (۴۸۱)
❷ سفراء النبی ﷺ / محمود شیت خطاب، ص (۵۰۸)
❸ عمرو بن العاص/ عبدالخالق ابورابیہ ص (۳۱۶) ❹ عمرو بن العاص/ العقاد ص: (۲۳۱-۲۳۲)
❺ عمرو بن العاص/ الغضبان ص (۴۸۹-۴۹۰) ❻ عمرو بن العاص/ الغضبان ص (۴۹۲)

فتنہ قتل سے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال

انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: علی و عثمان رضی اللہ عنہما کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتی، تو انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگ جھوٹ کہتے ہیں ان دونوں کی محبت ہمارے دلوں میں ایک ساتھ جمع ہے۔ ❶

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ:

خالد بن ربیع سے روایت ہے کہ جب حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیماری کی خبر آئی تو ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے ساتھ مدائن روانہ ہوئے پھر جب عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا ذکر کیا گیا تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ میں وہاں موجود نہ تھا، نہ میں نے قتل کیا اور نہ میں اس سے راضی ہوں۔ ❷

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ابن سیرین سے روایت کیا ہے کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر حذیفہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ تو خوب جانتا ہے کہ میں خون عثمان سے بری ہوں، جن لوگوں نے آپ کو قتل کیا ہے اگر صحیح کیا ہے تو میں ان سے بری ہوں اور اگر غلط کیا ہے تو تو خون عثمان سے میری براءت جانتا ہے اور عنقریب عرب جان لیں گے اگر انہوں نے آپ کو قتل کر کے صحیح کیا ہے تو ہم اس سے دودھ دوہیں گے اور اگر غلط کیا ہے تو اس سے خون دوہیں گے چنانچہ لوگوں نے اس سے خون ہی دوہا، اس کے بعد ان سے تلواریں نہیں ہٹیں اور قتل و خونریزی بند نہیں ہوئی۔ ❸

ابن عساکر جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور ان کے سامنے امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا: لوگ ان کو قتل کر کے رہیں گے، میں نے کہا: تو پھر وہ (عثمان رضی اللہ عنہ) کہاں ہوں گے؟ فرمایا: جنت میں۔ میں نے کہا: آپ کے قاتلین کہاں ہوں گے؟ فرمایا: جہنم میں۔ ❹

ام سلیم انصاریہ رضی اللہ عنہا:

جب عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر آپ کو پہنچی تو فرمایا: اللہ آپ پر رحم فرمائے یہ لوگ آپ کے بعد خون ہی دوہیں گے۔ ❺

---

❶ تحقيق مواقف الصحابة (٢/ ٢٥)، تهذيب التهذيب/ ابن حجر (٧/ ١٤١)
❷ تحقيق مواقف الصحابة (٢/ ٢٧)
❸ تحقيق مواقف الصحابة (٢/ ٢٨) تاريخ دمشق، ص (٣٨٨)
❹ تاريخ دمشق ص (٣٨٨)، تحقيق مواقف الصحابة (٢/ ٢٨)
❺ البداية والنهاية (٧/ ١٩٥)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

ابو مریم سے روایت ہے فرماتے ہیں جس دن عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ہوا اس دن ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ کی دو چوٹیاں تھیں ان دونوں کو پکڑ کر فرما رہے تھے اللہ کی قسم عثمان کو ناحق قتل کیا گیا ہے۔ ❶

ابو بکرہ رضی اللہ عنہ:

علامہ ابن کثیر روایت کرتے ہیں کہ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں آسمان سے زمین پر پھینک دیا جاؤں یہ میرے لیے اس سے بہتر ہے کہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک کیا جاؤں۔ ❷

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ:

ابو عثمان نہدی سے روایت ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ہدایت ہوتی تو امت اس کے ذریعے سے دودھ دوہتی لیکن یہ ضلالت تھی جس کی وجہ سے امت کو خون دوہنا پڑا۔ ❸

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ:

ابن عساکر اپنی سند سے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: یقیناً اسلام مضبوط قلعہ میں محفوظ تھا، لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے اسلام میں دراڑ پیدا کر دی اور اس میں نشتر لگا دیا وہ لوگ اس دراڑ کو پر نہ سکے یا قیامت تک وہ اس دراڑ کو پر نہیں کر سکتے۔ مدینہ والوں میں خلافت تھی انہوں نے اس کو مدینہ سے نکال دیا اور یہ ان میں لوٹ نہیں سکتی۔ ❹

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما:

ابو نعیم نے معرفۃ الصحابہ میں اپنی سند سے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ مظلوم قتل ہوئے، آپ کو دہرا اجر دیا گیا۔ ❺

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ:

آپ نے فرمایا: عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل نہ کرو اگر تم نے ایسا کیا تو کبھی ایک ساتھ نماز نہ پڑھ سکو گے۔ ❻ اور ایک روایت میں ہے: اللہ کی قسم تم خون عثمان کو ایک سینگی بھر بھی بہاؤ گے تو اللہ سے دور ہو جاؤ گے۔ ❼

❶ تحقیق مواقف الصحابة (٢/ ٣١)، تاریخ دمشق ص (٤٩٣)

❷ تحقیق مواقف الصحابة (٢/ ٣١)، تاریخ دمشق ص (٤٩٣)

❸ تاریخ المدینة (٤/ ١٢٤٥)

❹ تاریخ دمشق ص (٣٢٨)، تحقیق مواقف الصحابة (٢/ ٣١)

❺ معرفة الصحابة (١/ ٢٤٥)، المعجم الکبیر (١/ ٤٦)

❻ معرفة الصحابة (١/ ٢٤٥)، المعجم الکبیر (١/ ٤٦)

❼ تحقیق مواقف الصحابة (٣/ ٣٤) فضائل الصحابة، اسناده حسن

حسن بن علی رضی اللہ عنہما:

طلق بن خشاف سے روایت ہے کہ ہم مدینہ گئے، ہمارے ساتھ قرط بن خیثمہ تھے ہم حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے ملے، آپ سے قرط نے کہا: امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کو کیوں قتل کیا گیا؟ فرمایا: مظلوم قتل ہوئے۔ ❶

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ:

یزید بن ابی عبیدہ سے روایت ہے کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ہوا تو سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ جو بدری صحابی ہیں، مدینہ چھوڑ کر ربذہ چلے گئے اور موت سے کچھ دن قبل تک وہیں رہے۔ ❷

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما:

ابو حازم سے روایت ہے کہ میں عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے پاس تھا آپ نے عثمان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ فرمایا، آپ کے فضائل و مناقب اور قرابت کا ذکر اس طرح کیا کہ وہ شیشہ سے بھی صاف وستھرا تھا پھر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا، آپ کے فضائل وسبقت وقرابت کا ذکر اس طرح کیا کہ وہ شیشہ سے بھی صاف وستھرا تھا۔ پھر فرمایا جو شخص ان دونوں کا تذکرہ کرے اس کو اس طرح ان کا تذکرہ کرنا چاہیے ورنہ نہ کرے۔ ❸ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: عثمان رضی اللہ عنہ کو برا بھلا نہ کہو، ہم انہیں اپنے بہترین لوگوں میں شمار کرتے تھے۔ ❹

دوسرے فتنوں کے برپا ہونے میں قتل عثمان رضی اللہ عنہ کا اثر

قتل عثمان رضی اللہ عنہ کا فتنہ دوسرے بہت سے فتنوں کے برپا ہونے کا سبب ثابت ہوا اور اس کا پرتو ان فتنوں پر پڑا جو اس کے بعد پیدا ہوئے۔ لوگوں کے دل بدل گئے، جھوٹ عام ہوا، عقیدہ وشریعت میں اسلام سے انحراف کا آغاز ہوا۔ ❺

عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل لوگوں کے درمیان فتنوں کے برپا ہونے میں عظیم ترین سبب قرار پایا، اور اس کے سبب سے امت آج تک افتراق واختلاف کا شکار ہے۔ ❻ دلوں میں افتراق رونما ہوا، بڑی مصیبتیں ہوئیں، شر پسند غالب آئے خیر پسند ذلیل ہوئے، فتنہ میں ان لوگوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جو اس سے عاجز تھے، اور خیر وصلاح سے وہ لوگ عاجز آگئے جن کی فطرت و عادت خیر وفلاح کی آماجگاہ تھی۔ لوگوں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بیعت کی آپ اس وقت خلافت کے سبب سے زیادہ مستحق تھے اور جو باقی تھے ان میں افضل تھے، لیکن دلوں میں

❶ الطبقات (۳/ ۸۱) ❷ تاريخ المدينة (٤/ ١٤٥)
❸ تحقيق مواقف الصحابة (١/ ٣٧٩)
❹ تحقيق مواقف الصحابة (٢/ ٣٧٩)، فضائل الصحابة، اسناده صحيح۔
❺ احداث و احاديث فتنة الهرج ص (٥٩٠) ❻ مجموع الفتاوى (٢٥/ ١٦٢)

میں افتراق و اختلاف پیدا ہو چکا تھا، فتنہ کی آگ بھڑک اٹھی تھی لہٰذا اتفاق پیدا نہ ہوا جماعت منظم نہ ہوئی، خلیفہ اور امت کے اچھے لوگ چاہتے ہوئے بھی اپنے مقاصد خیر کو پورا نہ کر سکے اور فتنہ و افتراق میں بہت سی قومیں داخل ہو گئیں۔ ❶

عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری سالوں میں آہستہ آہستہ اسلامی فتوحات میں ضعف پیدا ہونا شروع ہوا، جب سبائی فتنے نے اسلامی شہروں اور مرکز خلافت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تو عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے وقت اسلامی فتوحات کا سلسلہ بند ہو گیا اور یہ سلسلہ بند رہا بلکہ بعض مقامات پر مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا یہاں تک کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آغاز ہوا اور عالم اسلام کے اندر استقرار پیدا ہوا، امن و امان بحال ہوا اور پھر مشرق و مغرب اور شمال میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ پورے آب و تاب سے شروع ہوا۔ ❷

دوسروں پر ظلم و زیادتی دنیا و آخرت میں ہلاکت کا سبب ہے

یقیناً دوسروں پر ناحق ظلم و زیادتی دنیا و آخرت میں ہلاکت کا سبب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَتِلْكَ الْقُرٰۤى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ۝۵۹﴾

(الکہف: ۵۹)

''یہ ہیں وہ بستیاں جنھیں ہم نے ان کے مظالم کی بنا پر غارت کر دیا اور ان کی تباہی کی بھی ہم نے ایک میعاد مقرر کر رکھی تھی۔''

عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کرنے والے ان ظالم باغیوں کے حالات کا جو بھی جائزہ لے گا اس کے سامنے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ نے ان ظالموں کو نہیں بخشا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی دنیا میں رسوا و ذلیل کیا اور انتقام لیا، ان میں سے کوئی بھی نہ بچ سکا۔ ❸

خلیفہ بن خیاط اپنی تاریخ میں بہ سند صحیح عمران بن حدیر سے روایت کرتے ہیں کہ غالباً عبداللہ بن شقیق نے مجھ سے بیان کیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا پہلا قطرہ ﴿فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ﴾ ❹ (البقرہ: ۱۳۷) پر پڑا۔ ابوحریث نے بیان کیا کہ وہ اور سہیل نمیری گئے تو لوگوں نے انہیں وہ مصحف (قرآن) دکھایا جس میں خون کا قطرہ ﴿فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ﴾ پر موجود تھا مٹایا نہیں گیا تھا۔

---

❶ مجموع الفتاوی (۲۵/ ۱۶۲)

❷ احداث و احادیث فتنة الهرج ص (۵۹۱)

❸ تحقیق مواقف الصحابة فی الفتنة (۱/ ۴۸۳)

❹ اللہ تعالیٰ ان سے عنقریب آپ کی کفایت کرے گا۔

اور تاریخ ابن عساکر میں محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ میں کعبہ کا طواف کر رہا تھا اسی دوران ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے اللہ مجھے بخش دے اور میں نہیں گمان کرتا کہ تو مجھے بخشے گا۔ میں نے اس سے کہا، اللہ کے بندے میں تجھے کیا کہتے ہوئے سن رہا ہوں، ایسا تو کوئی نہیں کہتا۔ اس نے کہا کہ میں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر مجھے قدرت ہوئی تو میں عثمان کے چہرے پر طمانچہ لگاؤں گا۔ جب وہ قتل ہو گئے اور ان کی چارپائی گھر میں رکھی گئی لوگ آتے رہے اور آپ پر جنازہ پڑھتے رہے تو میں بھی داخل ہوا گویا کہ میں جنازہ پڑھنا چاہتا ہوں، میں نے دیکھا کہ جگہ خالی ہے کفن کا کپڑا اٹھایا اور چہرہ پر طمانچہ مار دیا اور پھر کپڑا ڈھانک دیا۔ اب میرا یہ دایاں ہاتھ سوکھ گیا ہے۔ محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے اس کے ہاتھ کو لکڑی کی طرح سوکھا ہوا دیکھا۔ ❶

ان ظالموں کے ظلم کی پاداش میں صرف مسلمانوں کا ان کے خلاف قیامت تک کے لیے تلوار کھینچ لینا کافی ہے۔

قاسم بن محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد اور بیعت خلافت سے قبل علی رضی اللہ عنہ کا گزر مدینہ میں دو آدمیوں کے پاس سے ہوا، وہ دونوں کہہ رہے تھے: بیضاء کا بیٹا قتل ہو گیا، اسلام و عرب میں آپ کے مقام کا کیا کہنا، پھر اللہ کی قسم اب یہ جگہ کوئی پر نہیں کر سکتا۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تم دونوں نے کیا کہا؟ انہوں نے اپنی بات دہرائی، آپ نے فرمایا: کیوں نہیں، اللہ کی قسم مردوں کے بعد مرد پیدا ہوتے رہیں گے اور لشکر کے بعد لشکر وجود میں آتے رہیں گے یہاں تک کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آئیں گے۔ ❷

قتل عثمان رضی اللہ عنہ پر مسلمانوں کا تاثر اور اس سلسلہ میں کہے گئے اشعار

اس مصیبت کا مسلمانوں پر بڑا گہرا اثر پڑا، حزن و غم نے انہیں ڈھانپ لیا ان کی آنکھوں کے آنسو سیل رواں کی طرح بہنے لگے اور عثمان رضی اللہ عنہ کی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہوئے اور رحمت کی دعائیں کرنے لگے۔

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین پر مرثیہ کہا، آپ کے قتل پر اپنے درد و غم کو بیان کیا، قاتلین کی ہجو کی اور ان کے کرتوت پر ان کی سرزنش کی۔ ❸ فرماتے ہیں:

أترکتم غزو الدروب وراءکم
وغزوتمونا عند قبر محمد

''اپنے پیچھے محاذ جنگ کو چھوڑ کر قبر نبوی کے پاس ہم سے جنگ کر رہے ہو۔''

---

❶ سیر الشہداء دروس وعبر للسحیبانی ص (٦٧) تاریخ دمشق ص (٤٥٨) تحقیق مواقف الصحابة (١/ ٤٨٥)

❷ تحقیق مواقف الصحابة (١/ ٤٨٥) التمهيد والبيان ، ص (٢٣٣)

❸ سیر الشہداء للسحیبانی ، ص (٦٢)

فلبئس هدى المسلمين هديتم
و لبئس امر الفاجر المتعمد

''مسلمانوں کا یہ طریقہ نہایت برا ہے اللہ تمھیں ہدایت دے۔ اور فساق و فجار کا یہ معاملہ نہایت برا ہے۔''

ان تقدموا نجعل قرى سرواتكم
حول المدينة كل لين مذود

''اگر تم (ان کے خلاف) اقدام کرتے ہو تو ہم تمہارے بڑے لوگوں کی مہمان نوازی مدینہ میں ڈبوں میں محفوظ انواع و اقسام کی کھجوروں سے کریں گے۔''

و تدبروا فلبئس ما سافرتم
ولمثل امر اميركم لم يرشد

''اور اگر پیٹھ پھیرتے ہو تو تمہارا پلٹنا نہایت برا ہوگا اور تمہارے سردار کا حکم بہتر نہیں ہوگا۔''

و كان اصحاب النبى عشية
بدن تذبح عند باب المسجد

''(قتل عثمان کی) شام کو صحابہ کرام گویا ایسے اونٹ تھے، جنھیں مسجد نبوی کے پاس ذبح کیا جا رہا ہو۔''

ابكى ابا عمرو لحسن بلائه
أمسى مقيما فى بقيع الغرقد ❶

''میں ابو عمرو (عثمان) پر ان کے بہترین کارناموں کے باعث رو رہا ہوں، جو اب بقیع الغرقد قبرستان میں جا چکے ہیں۔''

نیز حسان رضی اللہ عنہ نے کہا:

ما ذا اردتم من أخى الدين باركت
يد الله فى ذاك الاديم المقدد

''تم دیندار عثمان سے کیا چاہتے تھے، اللہ تعالیٰ اس خشک چمڑے کو برکت عطا کرے۔''

قتلتم ولى الله فى جوف داره
و جئتم بامر جائر غير مهتد

''تم نے اللہ کے ولی کو اس کے گھر میں قتل کر دیا، اور تم نے بہت بڑا ظلم کیا۔''

❶ تاريخ الطبرى (٥/ ٤٤٥)

فهلا رعيتم ذمة الله بينكم
واوفيتم بالعهد عهد محمد

"تم نے اپنے مابین اللہ کی پناہ کا خیال کیوں نہیں کیا، اور عہد نبوی کا پاس ولحاظ کیوں نہیں کیا۔"

الم يك فيكم ذا بلاء و مصدق
و أوفاكم عهد الذى كل مشهد

"کیا تم میں کوئی بھی اچھے کارنامے والا، سچا اور ہر موقع پر عہد کو پورا کرنے والا نہیں تھا؟"

فلا ظفرت ايمان قوم تبايعوا
على قتل عثمان الرشيد المسدد [1]

"لوگوں کے وہ ہاتھ برباد ہو جائیں جو ہدایت یافتہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل پر بیعت کیے تھے۔"

نیز فرمایا:

من سره الموت صرفا لا مزاج له
فليأت ماسدة فى دار عثمانا

"جسے صرف موت ہی پسند ہو، اسے عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں موجود رزمگاہ پہنچنا چاہیے۔"

مستشعرى حلق الماذى قد شفعت
قبل المخاطم بيض زان ابدانا

"خالص لوہے کے کڑوں والی دوہری زرہ اوپر سے نیچے تک پہنے ہوئے۔"

صبر افدى لكم أمى وما ولدت
قدينفع الصبر فى المكر وه أحيانا

"آپ صبر کیجیے، آپ پر میری ماں اور بھائی بہن قربان ہوں، بسا اوقات پریشانیوں میں صبر مفید ہوتا ہے۔"

فقد رضينا باهل الشام نافرة
وبالأمير و بالإخوان اخوانا

"کوچ کرنے والے اہل شام اور ان کے امیر سے میں خوش ہوں اور انہیں بھائی سمجھتا ہوں۔"

إنى لمنهم و ان غابوا و إن شهدوا
ما دمت حيا وما سميت حسانا

"موجودگی و عدم موجودگی ہر حال میں میں انہی میں سے ہوں، جب تک زندہ ہوں، اور جب تک

[1] البداية والنهاية (۷/ ۲۰۵)

میرا نام حسان ہے۔"

لتسمعن و شيكا في ديارهم
الله اكبر يا تارات عثمانا ❶

"عنقریب ان کے گھروں میں "اللہ اکبر، عثمان کا بدلہ لے لو" کا شور سنو گے۔"

نیز فرمایا:

إن تمس دار ابن اروی منه خالية
باب صريع و باب محرق خرب

"اگر عثمان رضی اللہ عنہ کا گھر ان سے خالی ہو گیا، تو اس کی حیثیت برباد، جلے اور اکھڑے ہوئے دروازے کی ہو گی۔"

فقد يصادف باغي الخير حاجته
فيها و يهوى إليها الذكر والحسب

"بھلائی کا طالب بسا اوقات وہاں اپنا مقصود پا جاتا ہے، اور وہاں حسب ونسب اور شہرت والے لوگ پہنچتے ہیں۔"

يايها الناس ابدوا ذات انفسكم
لا يستوى الصدق عند الله و الكذب

"لوگو اپنے آپ کو ظاہر کر دو، اللہ کے نزدیک جھوٹ اور سچ برابر نہیں ہو سکتے۔"

قوموا بحق مليك الناس تعترفوا
بغارة عصب من خلفها عصب

"خلیفہ کے حق کا اعتراف کرتے ہوئے بہت سارے لوگوں کے ساتھ حملہ کر دو۔"

فيهم حبيب شها الموت يقدمهم
مستلئما قد بدا في وجهه الغضب ❷

"جن کی قیادت سخت ناراضی کی حالت میں، زرہ پہن کر، موت کی بجلی بن کر حبیب بن مسلمہ فہری کر رہے ہوں۔"

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا:

---

❶ تاريخ الطبرى (٥/ ٤٤٧)

❷ تاريخ الطبرى (٥/ ٤٤٦)

ویح لامر قد اتانی رائع
هد الجبال فأنقضت برجوف

''ہائے میرے پاس ایسا ہولناک معاملہ پہنچا ہے جو پہاڑوں سے ٹکرائے تو وہ لرز کر پھٹ جائیں۔''

قتل الامام له النجوم خواضع
والشمس بازغة بكسوف

''ایسے خلیفہ کا قتل ہوا ہے جس کے لیے ستارے سرنگوں ہیں، اور سورج کو گرہن لگا ہوا ہے۔''

يالهف نفسي إذ تولوا غدوة
بالنعش فوق عواتق و كتوف

''ہائے افسوس جب لوگ کندھوں پر (خلیفہ کا) جنازے لے کر گئے۔''

ولوا ودلوا في الضريح اخاهم
ماذا اجن ضريحه المسقوف ❶

''اپنے بھائی کو دفن کر کے لوگ لوٹے، قبر نے کتنی عظیم شخصیت کو اپنی آغوش میں لے لیا ہے۔''

من نائل أو سود دوحمالة
سبقت له في الناس او معروف

''آپ لوگوں کے سردار رہے، انہیں عطیات و بھلائیوں سے نوازا، ان کی دیتوں کو ادا کیا۔''

كم من يتيم كان يجبر عظمه
أمسى بمنزلة الضياع يطوف

''آپ نے کتنے ہی یتیموں کی دلجوئی کی جو گم شدہ کی طرح بے یار و مددگار ادھر ادھر گھوم رہے تھے۔''

فرجتها عنه يرحمك بعد ما
كادت و ايقن بعدها بحتوف

''رحم کرتے ہوئے آپ نے انہیں ایسی مصیبت سے بچا لیا جو قریب تھا کہ انہیں ہلاک کر دیتی، اور انہیں موت کا یقین ہونے لگا تھا۔''

ما زال يقبلهم و يرأب ظلمهم
حتى سمعت برنة التلهيف

''آپ ان کا استقبال کرتے تھے، اور ان کے ظلم پر دادرسی کرتے تھے، تا آنکہ میں افسوس بھری آواز

❶ التمهيد و البيان ص (۲۱۰)

سنتا تھا۔"

أمسى مقيما بالبقيع و اصبحوا
متفرقين قد أجمعوا بحفوف ❶

"آپ بقیع الغرقد قبرستان میں مدفون ہو گئے، لوگ قبر کے تختوں کو اکٹھا کر کے یعنی دفن کر کے منتشر ہو گئے۔"

النار موعدهم بقتل امامهم
عثمان صهر فى البلاد عفيف

"نبی کے پاکباز داماد اپنے خلیفہ عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے باعث ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔"

جمع الحمالة بعد حلم راجح
و الخير فيه مبين معروف

"آپ نہایت بردبار اور متحمل مزاج تھے آپ کی بھلائی معروف و مشہور تھی۔"

يا كعب لا تنفك تبكى هالكا
مادمت حيا فى البلاد تطوف ❷

"اے کعب جب تک تم دنیا میں زندہ رہو گے حیران و پریشان روتے رہو گے۔"

نیز فرمایا:

فكف يديه ثم أغلق بابه
و أيقن ان الله ليس بغافل

"انہوں نے اپنے ہاتھوں کو روکا اور دروازہ بند کر لیا، اور یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ غافل نہیں ہے۔"

و قال لاهل الدار لا تقتلوهم
عفا الله عن كل امرئ لم يقاتل

"اور گھر میں موجود لوگوں سے کہا: ان سے قتال نہ کرو، اللہ تعالیٰ قتال نہ کرنے والے ہر شخص کو معاف کرے۔"

فكيف رأيت الله صب عليهم
العداوة والبغضاء بعد التواصل؟

❶ التمهيد و البيان ص (٢١١)
❷ التمهيد و البيان ص (٢١١)

''اچھے تعلقات کے بعد کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں عداوت و دشمنی ڈال دی۔''

و كيف رأيت الخير ادبر بعده
عن الناس إدبار النعام الجوافل؟ ❶

''آپ کے بعد لوگوں سے بھلائی بدکے ہوئے شتر مرغوں کی طرح روٹھ کر چلی گئی۔''

اونٹ کے چرواہے نمیری نے کہا:

عشية يدخلون بغير اذن
على متوكل اوفى و طابا

''اس شام کو جب لوگ زبردستی ایک اچھے وفادار اور اللہ پر بھروسہ رکھنے والے کے پاس جا رہے تھے۔''

خليل محمد و وزير صدق
ورابع خير من وطئ الترابا ❷

''جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست، سچے معاون اور روئے زمین کے اچھے لوگوں میں سے چوتھے تھے۔''

و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

---

❶ البداية والنهاية (۷/ ۲۰۵)

❷ البداية والنهاية (۷/ ۲۰٦) اس امت میں اس روئے زمین پر قدم رکھنے والوں میں سب سے افضل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر ابوبکر پھر عمر، پھر عثمان رضی اللہ عنہم ہیں۔

خلاصہ

۱۔ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ اپنی قوم میں افضل ترین لوگوں میں سے تھے۔ بڑی جاہ وحشمت کے مالک، مالدار، شرم وحیا کے پتلے، شیریں کلام تھے، آپ کی قوم آپ سے بڑی محبت کرتی تھی اور آپ کی تعظیم، توقیر اور احترام کرتی تھی۔ جاہلیت میں کسی بت کو کبھی سجدہ نہ کیا، زنا اور فحش کاری کے قریب نہ گئے، جاہلیت میں بھی شراب نہ پی۔

۲۔ جس وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو اسلام کی دعوت دی اس وقت آپ کی عمر چونتیس (۳۴) برس تھی۔ اسلام قبول کرنے میں آپ نے کوئی لیت ولعل نہ کیا، بلکہ فوراً ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت کو قبول کرنے میں سبقت کی اور سابقین اولین میں شمار ہوئے۔

۳۔ مسلمان آپ کے اسلام سے بے حد خوش ہوئے، آپ اور ان کے درمیان محبت اور اسلامی اخوت کا رشتہ مضبوط ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر نیک اختر رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی سے مشرف ہونے کی توفیق دی۔

۴۔ ابتلاء وآزمائش کی سنت افراد و جماعت، اقوام و امم اور ممالک و دول میں الٰہی سنت رہی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی یہ الٰہی سنت جاری رہی، ان نفوس نے اس ابتلاء وآزمائش کو برداشت کیا جس سے اونچے پہاڑ بھی عاجز آجائیں۔ اللہ کی راہ میں اپنے مال وخون کو صرف کیا۔ جہد ومشقت انتہاء کو پہنچ گئی اس ابتلاء سے معزز مسلمان بھی نہ بچے۔ عثمان رضی اللہ عنہ بھی اللہ کی راہ میں ستائے گئے اور اپنے چچا حکم بن ابی العاص کے ہاتھوں اذیتیں اٹھائیں۔

۵۔ جب سے عثمان رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لازم پکڑا، کبھی آپ سے جدا نہ ہوئے الا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کسی مہم پر روانہ کیا ہو جو کسی اور کے بس کا کام نہ ہو یا آپ ہی کی اجازت سے ہجرت حبشہ کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کو لازم پکڑنے میں آپ دیگر خلفائے راشدین کی طرح تھے گویا کہ اس صحبت کا التزام ان نفوس قدسیہ کا ایسا خاصہ تھا جس کے لیے اس ذات نے ان کو منتخب فرمایا تھا جس نے انہیں کے بعد دیگرے خلافت کے لیے منتخب فرمایا تھا۔

۶۔ ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا تعلق اس عظیم دعوت کے ساتھ سال اول سے انتہائی مضبوط تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نبوت کی خاص و عام خبروں میں سے کوئی خبر آپ سے مخفی نہ رہنے پائی اور نہ اس کے بعد شیخین ابوبکر و

عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں خلافت کی کوئی خبر آپ سے مخفی رہنے پائی اور بالفاظ دیگر آج کی اصطلاح میں اسلامی سلطنت کی تاسیس کے اعمال میں سے کوئی عمل آپ سے دور نہ رہنے پایا۔

۷۔ عثمان رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس تربیتی منہج پر تربیت پائی تھی وہ رب العالمین کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن سے ماخوذ تھا۔

۸۔ جو چیز آپ کی شخصیت پر اثر انداز ہوئی، آپ کی وہبی صلاحیت و قابلیت کو صیقل کیا اور آپ کی طاقت کو جوش دیا اور آپ کے نفس کی تہذیب کی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور مدرسہ نبوت میں آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنا تھا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے مکہ میں اسلام لانے کے بعد ہی سے آپ کی صحبت کو لازم پکڑا اور اسی طرح ہجرت کے بعد مدینہ میں آپ کی صحبت سے چپٹے رہے، اپنے نفس کو منظم کیا، مدرسہ نبوت میں علوم و معارف کے مختلف فروع و اقسام کے حلقوں میں اس معلم انسانیت و ہادی بشریت کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کے حریص رہے جس کو اللہ نے اچھی طرح ادب سکھایا تھا۔

۹۔ عثمان رضی اللہ عنہ معرکہ بدر سے بچتے ہوئے اور بھاگتے ہوئے پیچھے نہیں رہے تھے جیسا کہ اہل بدعت کا زعم ہے جو آپ پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت مقصود نہ تھی کیوں کہ اہل بدر کو بدر میں حاضری کی جو فضیلت حاصل ہوئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع کے نتیجہ میں حاصل ہوئی، عثمان رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی انہیں اپنی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا کی خبر گیری کے لیے لوٹا دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں پیچھے رہ جانے کی وجہ سے مال غنیمت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بھی حصہ لگایا اور فضل و اجر میں ان کو شریک رکھا کیوں کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرماں برداری ہی میں وہ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے۔

۱۰۔ محب طبری نے بیان کیا ہے کہ حدیبیہ کے موقع پر عثمان رضی اللہ عنہ کی کئی خصوصیتیں سامنے آئیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت کرتے ہوئے عثمان رضی اللہ عنہ کی عدم موجودگی میں اپنے ہاتھ کو عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام مکہ میں قیدی مسلمانوں کو پہنچایا۔ اس موقع پر ترک طواف سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی موافقت کی۔

۱۱۔ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے سلسلہ میں آپ کی سفارش کو قبول کیا۔

۱۲۔ مدینہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کی اجتماعی زندگی کے واقعات میں سے رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی شادی، اور عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہما کی وفات، پھر ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات ہے۔

۱۳۔ حکومت کی تعمیر و ترقی میں آپ کے تعاون میں سے بئر رومہ کو بیس ہزار درہم میں خرید کر امیر و غریب اور

مسافر سب کے لیے وقف کر دینا تھا۔ مسجد نبوی کی توسیع اور لشکر تبوک پر بھاری خرچ کیا۔

۱۴۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بے شمار احادیث وارد ہیں ان میں کچھ وہ احادیث ہیں جو دوسروں کے ساتھ آپ کی فضیلت پر مشتمل ہیں اور کچھ وہ ہیں جن میں صرف آپ کی فضیلت بیان ہوئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتنہ کی بھی خبر دی تھی جس میں عثمان رضی اللہ عنہ قتل ہوئے۔

۱۵۔ عثمان رضی اللہ عنہ عہد صدیقی میں ان صحابہ اور اہل شوریٰ میں تھے جن کی رائے اہم اور بنیادی مسائل میں لی جاتی تھی۔ آپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک مرتبہ میں دو میں سے دوسرے تھے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عزم و حزم اور شدائد کے لیے اور عثمان رضی اللہ عنہ رفق و نرمی اور صبر و حلم کے لیے مشہور تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ خلافت صدیقی کے وزیر اور عثمان رضی اللہ عنہ جنرل سکریٹری، ناموس اعظم اور کاتب اکبر تھے۔

۱۶۔ عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک آپ کا بڑا اونچا مقام و مرتبہ تھا، لوگوں کو جب عمر رضی اللہ عنہ سے کچھ سوال کرنا ہوتا تو عثمان بن عفان اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کا سہارا لیتے۔ (عثمان رضی اللہ عنہ کو ردیف کہا جاتا تھا۔ ردیف عربی زبان میں نائب کو کہا جاتا ہے، صدر مملکت کے بعد لوگ انہی سے امیدیں وابستہ رکھتے ہیں) اور جب یہ دونوں نہ کر سکتے تو ان کے ساتھ عباس رضی اللہ عنہ کو بھی شریک کر لیتے تھے۔

۱۷۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے افضل ترین اعمال میں شوریٰ کے وقت اپنے آپ کو خلافت سے الگ کر لینا اور اس شخص کا انتخاب کرنا ہے جس کا اصحاب حل وعقد نے مشورہ دیا اور اس سلسلہ میں عثمان رضی اللہ عنہ پر امت کو متفق کرنے میں اپنے فرائض منصبی کو بحسن وخوبی ادا کیا۔

۱۸۔ شوریٰ اور عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے سلسلہ میں روافض اور شیعوں نے باطل اور جھوٹی روایتوں کو تاریخ اسلامی میں بھر دیا ہے اور مستشرقین نے اس کو لے کر اس کی خوب نشر واشاعت کی اور بہت سے مورخین اور جدید مفکرین اس سے متاثر ہوئے ان روایتوں کو پرکھنے اور ان کی سند و متن کی تحقیق کرنے کی زحمت نہ کی پھر یہ جھوٹی روایات مسلمانوں میں پھیل گئیں۔

۱۹۔ بے شمار دلائل ہیں جو بتاتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ مستحق تھے، اور متمسکین کتاب وسنت کے نزدیک اس سلسلہ میں کوئی نزاع اور اختلاف نہیں ہے۔ آپ کی خلافت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسی طرح صحابہ کرام کے بعد آنے والے اہل سنت الجماعت (جنھوں نے صحابہ کا راستہ اختیار کیا ہے) کا اس بات پر اجماع ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت نبوت کے سب سے زیادہ مستحق عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔

۲۰۔ جب عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت ہوئی تو آپ نے لوگوں کو خطاب فرمایا اور اپنے سیاسی منہج کا اعلان فرمایا اور یہ واضح کیا کہ وہ کتاب وسنت اور شیخین کی سیرت کا التزام کریں گے اور اس طرف بھی اپنے خطاب میں اشارہ فرمایا کہ وہ علم وحکمت کے ساتھ حکومت کریں گے الا یہ کہ لوگ خود اپنے اوپر حدود کو عائد کر لیں۔

آپس میں تنافس، تباغض اور تحاسد کے خوف سے لوگوں کو دنیا کی طرف جھکنے اور اس کے فتنے میں مبتلا ہونے سے ڈرایا تاکہ امت افتراق اور اختلاف کا شکار نہ ہو۔

۲۱۔ ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شخصیت قائدانہ شخصیت تھی۔ آپ ربانی قائد کے درج ذیل اوصاف سے متصف تھے: علم، تعلیم، توجیہ کی قدرت، حلم، دریا دلی، نرمی، عفو و درگزر، تواضع، حیا، عفت، کرم، شجاعت، عزم و حزم، صبر، عدل، عبادت، خوف، بکاء، محاسبہ، زہد، شکر، لوگوں کی خبر گیری، اختیارات کی تحدید، باصلاحیت افراد سے استفادہ۔

۲۲۔ خلفائے راشدین کی صفات کی معرفت اور ان کی اقتداء کی کوشش ان ربانی قائدین کی صفات میں سے ہیں جو امت کی قیادت ثابت قدمی کے ساتھ متعین اہداف کی طرف کر سکتے ہیں۔

۲۳۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی مالی سیاست درج ذیل عام بنیادوں پر قائم ہوئی: عام اسلامی مالی سیاست کا نفاذ، رعایت کو وصولی مال میں خلل انداز نہ ہونے دینا، مسلمانوں سے بیت المال کے حق کو وصول کرنا اور ذمیوں سے بیت المال کے حق کو وصول کرنا ان کے حقوق کو ادا کرنا، ان پر ظلم نہ کرنا، عاملین خراج کا امانت و وفاداری کی صفت سے متصف ہونا، عوام کے پاس مال و دولت اور نعمتوں کی فراوانی کے نتیجے میں پیدا ہونے والے ہر طرح کے مالی انحرافات کو ختم کرنا۔

۲۴۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں عام اخراجات یہ تھے: گورنروں کی تنخواہیں، فوجیوں کی تنخواہیں، حج کے اخراجات، مسجد نبوی کی توسیع و ترمیم، مسجد حرام کی توسیع، پہلے اسلامی بیڑے کی تیاری، ساحل کو شعیبہ سے جدہ منتقل کرنا، کنوؤں کی کھدائی، موذنوں کے اخراجات وغیرہ۔

۲۵۔ فسادیوں اور خوارج کی طرف سے عثمان رضی اللہ عنہ پر بیت المال میں اسراف اور اپنے اعزہ واقرباء کو زیادہ دینے کا اتہام باندھا گیا اور اس اتہام کے سہارے سبائیوں نے باطل پروپیگنڈہ مہم چلائی اور شیعہ و روافض آج تک آپ کے خلاف اس کو منوانے میں لگے ہیں۔ یہ اتہامات تاریخی کتابوں میں آگئے، اور مفکرین و مورخین نے ان کو حقائق کی حیثیت سے استعمال کیا حالاں کہ یہ باطل و من گھڑت ہیں ان کا سرے سے ثبوت ہی نہیں۔

۲۶۔ ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا دور دور راشدی کا امتداد ہے جس کی اہمیت عہد نبوی سے متصل وقریب ہونے کی وجہ سے نمایاں ہے۔ دور راشدی عام طور سے اور شعبہ قضا خاص طور سے عہد نبوی کے قضاء کا امتداد ہے۔ عہد نبوی میں ثابت شدہ قضاء کی اس دور میں مکمل محافظت اور نص و معنی کی مکمل تنفیذ کی گئی تھی۔

۲۷۔ فتوحات کے سلسلہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے منصوبہ میں عزم و حوصلہ نمایاں تھا۔ درج ذیل امور سے اس کا اظہار ہوتا ہے:

فارس و روم کے باغیوں کو تابع کرنا، ان ممالک پر اسلام کی حکومت و پکڑ کو بحال کرنا، ان سے امداد کو روکنے کے لیے ان کے پیچھے ممالک میں جہاد و فتوحات کو جاری رکھنا، اسلامی شہروں کی حفاظت کے لیے فوجی مراکز قائم کرنا، بحری فوجی طاقت تیار کرنا کیوں کہ اسلامی لشکر کو اس کی ضرورت تھی۔

۲۸۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلامی فوجی چھاؤنیاں اور سرحدی فوجی مراکز صوبوں کے صدر مقام ہوا کرتے تھے۔ عراق کی فوجی چھاؤنی کوفہ و بصرہ میں تھی، اور شام کی فوجی چھاؤنی مکمل شام معاویہ رضی اللہ عنہ کے ماتحت ہونے کے بعد دمشق میں تھی، اور مصر کی فوجی چھاؤنی فسطاط میں قائم تھی۔ یہ فوجی چھاؤنیاں ایک طرف اسلامی سلطنت کی حفاظت کرتی تھیں تو دوسری طرف اسلامی فتوحات کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھیں اور اسلام کی نشر و اشاعت میں لگی تھیں۔

۲۹۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں مشہور جرنیل اور سپہ سالار یہ لوگ تھے:

احنف بن قیس، سلیمان بن ربیعہ، عبدالرحمٰن بن ربیعہ، حبیب بن مسلمہ

۳۰۔ ذات صواری کا معرکہ عسکری تجربہ، جنگی ساز و سامان اور نفری قوت پر عقیدہ صحیحہ کی بالادستی کا مظہر تھا۔ رومی قدیم زمانے سے سمندر کا گہرا تجربہ رکھتے تھے اور ان کے پاس سمندری جنگوں کا طویل تجربہ تھا اور مسلمان سمندری جنگ اور سمندری سفر کے سلسلہ میں ناتجربہ کار اور نئے تھے۔

۳۱۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی فتوحات میں اہم ترین دروس و عبر اور فوائد میں سے: اہل ایمان کے لیے نصرت و غلبہ کے سلسلہ میں الٰہی وعدہ کا پورا ہونا، جنگی اور سیاسی فنون میں ترقی، مسلمانوں کا سمندر کا سفر کرنا، اعداء سے متعلق معلومات جمع کرنا اور دشمن کے مقابلہ میں اتفاق و اتحاد کا حریص رہنا ہے۔

۳۲۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جمع قرآن کے واقعہ سے یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اختلاف سے ممانعت کی آیات کا کس حد تک فہم رکھتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اختلاف سے منع فرمایا اور اس سے ہوشیار کیا ہے۔ ان آیات کے فہم کی گہرائی کا ہی یہ اثر تھا کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جب قراءت قرآن میں اختلاف کو سنا تو کانپ اٹھے اور فوراً مدینہ پہنچے اور جو کچھ دیکھا اور سنا اس کی خبر عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچائی۔ اور مختصر سی مدت میں عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ کو ختم کیا اور اختلاف کا دروازہ بند کر دیا۔

۳۳۔ مسلمانوں کے دلوں کو جوڑنے اور ان کی صفوں کو متحد کرنے کے اسباب کو اختیار کرنا عظیم ترین جہاد ہے اور یہ اقدام مسلمانوں کے اعزاز اور ان کی سلطنت کو قائم کرنے اور شریعت الٰہی کے نفاذ کے سلسلہ میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کا امت کو ایک مصحف پر جمع کرنے میں خلفائے راشدین کی فقہ انتہائی حسین اور واضح شکل میں نمایاں ہے۔

۳۴۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلامی ریاستیں اور صوبے یہ تھے: مکہ، مدینہ، بحرین، یمامہ، یمن،

حضر موت، شام، آرمینیہ، مصر، بصرہ، کوفہ

۳۵۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال و افسران کی نگرانی اور ان کی خبروں پر مطلع ہونے کے لیے مختلف اسالیب اختیار کیے، ان میں سے بعض یہ ہیں: موسم حج میں حاضر ہونا، صوبوں اور شہروں سے آنے والوں سے سوال دریافت کرنا، جانچ پڑتال کرنے والوں کو صوبوں اور ریاستوں میں بھیجنا، گورنروں کو طلب کرنا اور ان سے سوال کرنا وغیرہ۔

۳۶۔ عہد راشدی میں امراء اور گورنروں کے حقوق یہ تھے: غیر معصیت میں ان کی اطاعت کرنا، ان کی خیر خواہی کا حق ادا کرنا، ان تک صحیح خبریں پہنچانا، معزولی کے بعد ان کا احترام کرنا، ان کی تنخواہیں دینا۔

۳۷۔ عہد راشدی میں امراء اور گورنروں کے فرائض یہ تھے: امور دین کی اقامت، لوگوں کو امن و امان بہم پہنچانا، اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، لوگوں کے لیے اشیائے خورونوش کی حفاظت میں پوری کوشش صرف کرنا، عمال اور وظیفہ دینے والے مقرر کرنا، ذمیوں کا خیال رکھنا، اور اپنے صوبے میں اہل رائے سے مشورہ لینا، صوبے کی تعمیری ضرورت پر غور وفکر کرنا، اور صوبوں کے باشندوں کے معاشرتی اور اجتماعی احوال کا خیال رکھنا۔

۳۸۔ عثمان رضی اللہ عنہ قابل اقتداء خلیفہ راشد ہیں، آپ کے افعال اور کارروائیاں اس امت کے دستوری ریکارڈ ہیں، عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد والوں کے لیے قرابت داروں کو قریب کرنے سے احتراز کرنے کی طرح ڈالی لیکن عثمان رضی اللہ عنہ نے قربت داروں کو قریب کرنے کی طرح ڈالی بشرطیکہ انتظامی صلاحیت و قابلیت کے حامل ہوں اور عثمان رضی اللہ عنہ پر جو اعتراضات کیے گئے وہ مباح کے دائرے سے خارج نہیں۔

۳۹۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے قرابت داروں میں سے جن والیوں اور گورنروں کو مقرر کیا انہوں نے اپنے صوبوں اور ریاستوں کے انتظام و انصرام میں اپنی قابلیت وصلاحیت ثابت کر کے دکھائی اور ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ نے بہت سے ممالک پر فتح عطا کی اور انہوں نے رعیت میں عدل و احسان کا طریقہ اختیار کیا، ان میں وہ حضرات بھی تھے جو یہ منصب عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں سنبھال چکے تھے۔

۴۰۔ جب بھی اسلامی تاریخ کے اس دور کا مطالعہ کیا جائے گا تو جو شخص بھی صحیح تاریخی وقائع کی طرف رجوع کرے گا اور ان حضرات کی سیرتوں کا جائزہ لے گا جن سے عثمان رضی اللہ عنہ نے ملکی انتظام و انصرام میں کام لیا ہے تو وہ پسندیدگی اور فخر کا اعلان کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اسلامی دعوت کی تاریخ میں ان کے جہاد کا کتنا خوشگوار اثر ہوا اور ان کے حسن انتظام و انصرام کے عظیم نتائج اس امت کی خوش حالی اور سعادت مندی کی شکل میں ظاہر ہوئے۔

۴۱۔ بہت سے مؤلفین و مصنفین نے دور عثمانی سے متعلق غیر منصفانہ اور غیر تحقیقی تحریروں میں عثمان رضی اللہ عنہ کو نہیں بخشا ان میں سے اکثر لوگ ضعیف اور رافضی روایات سے متاثر ہوئے اور عثمان رضی اللہ عنہ پر ظالمانہ اور باطل حکم

لگایا، جسے طٰہٰ حسین اپنی کتاب "الفتنة الكبرىٰ" میں، راضی عبدالرحیم اپنی کتاب "النظم الاسلامية" میں، محمد ریس نے اپنی کتاب "النظريات السياسية" میں، علی حسین خربوطلی نے اپنی "كتاب الاسلام و الخلافة" میں، ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی کتاب ''خلافت وملوکیت'' میں، سید قطب نے اپنی کتاب "العدالة الاجتماعية" میں، وغیرہم۔ یقیناً عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ مظلوم ہیں۔ آپ کے اولین معاندین نے افتراء پردازی کی اور متاخرین نے انصاف سے کام نہ کیا۔

۴۲۔ تاریخی حقیقت کہتی ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو جلا وطن نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اجازت طلب کی اور آپ نے ان کو اجازت دے دی۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے اعداء نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ آپ نے ان کو جلا وطن کر دیا تھا۔

۴۳۔ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ دور و نزدیک کہیں سے بھی عبداللہ بن سبا یہودی کے افکار و نظریات سے متاثر نہیں ہوئے۔ آپ نے مقام ربذہ میں وفات تک سکونت اختیار کی اور کسی فتنے میں شریک نہیں ہوئے۔

۴۴۔ فتنہ قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے مختلف اسباب ہیں: خوش حالی اور معاشرہ پر اس کا اثر، عہد عثمانی میں معاشرتی تبدیلی، عثمان رضی اللہ عنہ کا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد آنا، اکابر صحابہ کا مدینہ سے منتقل ہو جانا، جاہلی عصبیت، فتوحات کا رک جانا، زہد و ورع کا غلط مفہوم، اقتدار پسندوں کی امنگیں، حاقدین کی سازش، عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف اعتراضات کو ہوا دینے کی منظم اور محکم تدبیر، لوگوں کو برانگیختہ کرنے والے وسائل و اسالیب کو اختیار کرنا، عبداللہ بن سبا کا کردار۔

۴۵۔ فتنہ کی چنگاری کوفہ سے اٹھی، ان فسادیوں کو شام کی طرف شہر بدر کیا گیا، پھر الجزیرہ میں عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کے پاس ٹھہرے اور یزید بن قیس کے ساتھ خط و کتابت کے بعد یہ لوگ کوفہ لوٹ آئے۔

۴۶۔ فتنہ کے ساتھ تعامل کے سلسلہ میں عثمانی سیاست حلم وصبر، عدم استعجال اور عدل پر قائم تھی۔ آپ نے اس کے مقابلہ میں متعدد اسلوب اختیار کیے: تحقیق و جانچ کے لیے کمیٹیاں تشکیل دے کر روانہ کرنا، صوبوں کے باشندگان کے نام ہر مسلمان کے لیے عام اعلان کی شکل میں خطوط بھیجنا، صوبوں کے والیان اور گورنروں سے مشورے کرنا، باغیوں پر حجت قائم کرنا اور ان کے بعض مطالبات کو قبول کرنا۔

۴۷۔ فتنہ کے ساتھ تعامل کے سلسلہ میں جو بھی عثمان رضی اللہ عنہ کے طرز عمل میں غور وفکر کرے گا وہ اس سے بعض ایسے اصول وضوابط مستنبط کر سکتا ہے جو فتنوں کا مقابلہ کرنے میں مسلمانوں کے لیے مفید ثابت ہوں گے۔ انہی اصول وضوابط میں سے چند یہ ہیں: تحقیق وتوثیق، عدل و انصاف کا التزام، حلم وصبر، نفع بخش چیز کا حریص ہونا، مسلمانوں کے درمیان اختلاف ڈالنے والے امور کو نظر انداز کرنا، خاموشی اختیار کرنا اور کثرت کلام سے پرہیز کرنا، ربانی علماء سے مشورہ کرنا، فتنوں سے متعلق احادیث نبویہ سے رہنمائی حاصل کرنا۔

۴۸۔ محققین کے سامنے یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ کچھ اسباب تھے جس کی وجہ سے عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دفاع میں قتال کرنے سے روک دیا تھا۔ وہ اسباب یہ تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت پر عمل جو آپ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو چپکے سے کی تھی اور جس کو عثمان رضی اللہ عنہ نے محاصرہ کے دنوں میں بیان کیا اور بتلایا کہ یہ ان کے ساتھ معاہدہ ہے اور اس پر وہ صابر ہیں۔ آپ نے یہ ناپسند کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں آپ پہلے شخص ہوں جو مسلمانوں کا خون بہائیں۔ آپ کو اس حقیقت کا علم تھا کہ باغی صرف انہی کو قتل کرنا چاہتے ہیں لہٰذا آپ نے مسلمانوں کے ذریعے سے بچاؤ کو ناپسند کیا، اور یہ پسند کیا کہ اپنی جان دے کر مسلمانوں کی جانوں کو بچالیں۔ آپ کو اس کا علم تھا کہ اس فتنہ میں قتل ہوں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس کی خبر اس وقت دی تھی جب آپ کو مصیبت کے ساتھ جنت کی خوشخبری دی تھی اور یہ کہ وہ حق پر ثابت رہ کر فتنہ میں قتل ہوں گے۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی وصیت پر عمل جب کہ انہوں نے آپ سے کہا تھا کہ دفاع سے رک جائیں یہ آپ کے لیے بلیغ حجت ہے۔

۴۹۔ عثمان رضی اللہ عنہ کا قاتل ایک مصری شخص ہے۔ روایات میں اس کے نام کی وضاحت نہیں، محمد بن ابی بکر پر جو قتل عثمان کا اتہام ہے وہ باطل ہے اس سلسلہ کی روایات ضعیف ہیں اور اس کے متن شاذ ہیں کیوں کہ وہ صحیح روایات کے مخالف ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قاتل مصری شخص ہے۔

۵۰۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خون عثمان رضی اللہ عنہ سے بری ہیں، صحیح اخبار، وقائع اور تواریخ اس بات پر شاہد ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف لوگوں کو بھڑکانے یا فتنہ میں شرکت کرنے سے بری ہیں جیسا کہ ہم نے اس سلسلہ میں صحیح روایات پیش کی ہیں۔

۵۱۔ عثمان رضی اللہ عنہ بیدار مغز تھے، باغیوں کی سازشوں اور ان کے اغراض ومقاصد سے آپ غافل نہ رہے بلکہ آپ ان کی صفوں کو پھاڑنے اور ان کے منصوبوں کو معلوم کرنے میں کامیاب رہے اور بڑی شجاعت سے ان کا مقابلہ کیا اور اس بات کو ناپسند کیا کہ مسلمانوں میں سب سے پہلے تلوار کھینچنے والے بنیں اور امت کی خاطر اپنی جان قربان کردی، قربانی وایثار کی یہ بلندی ہے۔

۵۲۔ قتل عثمان رضی اللہ عنہ کا فتنہ دوسرے بہت سے فتنوں کے وجود کا سبب بنا اور اپنے بعد کے فتنوں پر اپنا سایہ ڈالا، لوگوں کے دل بدل گئے، کذب ظاہر ہوا، عقیدہ وشریعت میں اسلام سے انحراف شروع ہوا۔

۵۳۔ دوسروں پر ناحق ظلم وزیادتی دنیا وآخرت میں ہلاکت کے اسباب میں سے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَتِلْكَ الْقُرَىٰ أَهْلَكْنَاهُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِم مَّوْعِدًا ﴿٥٩﴾﴾

(الکہف: ۵۹)

''یہ ہیں وہ بستیاں جنھیں ہم نے ان کے مظالم کی بنا پر غارت کر دیا اور ان کی تباہی کی بھی ہم نے ایک میعاد مقرر کر رکھی تھی۔''

عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کرنے والے باغیوں کے احوال کا جو جائزہ لے گا اس کے سامنے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نہیں بخشا بلکہ ان کو ذلیل و رسوا کیا اور ان سے اس طرح انتقام لیا کہ ان میں سے کوئی نہ بچ سکا۔

۵۴۔ اس مصیبت کا مسلمانوں کے نفوس پر گہرا اثر پڑا، ان کی عقلیں غائب ہوگئیں، حزن وغم نے انہیں گھیر لیا، ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، ان کی زبانیں عثمان رضی اللہ عنہ کی مدح وثنا میں لگ گئیں اور ان کے لیے رحمت کی دعائیں کرنے لگے۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین پر مرثیہ کہا، رلانے والے غم ناک قصائد کے ذریعے سے آپ کے قتل پر مصائب و آلام کا کثرت سے ذکر کیا اور قاتلین کی ہجو کی، جس کو تاریخ نے ہمارے لیے محفوظ کر لیا، راتوں نے اسے مہمل قرار نہ دیا اور زمانے کی رکاوٹیں اور صدیوں کی دیواریں اسے ہم سے دور نہ کر سکیں۔

۵۵۔ یہ ہیں وہ حقائق جن کی جمع وترتیب اور تحقیق وتحلیل کی اللہ نے مجھے توفیق بخشی جس پر اس کتاب (عثمان بن عثمان رضی اللہ عنہ شخصیت اور کارنامے) کی فصلیں شامل ہیں۔ اس میں جو درست ہو وہ محض اللہ کا مجھ پر فضل ہے اس کا شکر واحسان ہے، اور جو اس میں غلطی ہو تو میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں۔ میرے لیے یہ کافی ہے کہ میں ان حقائق و براہین اور دلائل کو بیان کرنے کا حریص رہا ہوں جو خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ کی حقیقت واضح کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ میرے مسلم بھائیوں کو اس کتاب سے نفع پہنچائے اور قارئین اپنی دعاؤں میں مجھے یاد رکھیں، ان شاء اللہ غیاب میں ایک بھائی کی دعا دوسرے کے حق میں مقبول ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر اپنی کتاب کو ختم کرتا ہوں:

﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿١٠﴾﴾

(الحشر: ۱۰)

''اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمانداروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ اور دشمنی نہ ڈال اے ہمارے رب بے شک تو شفقت ومہربانی کرنے والا ہے۔''

اور شاعر کہتا ہے:

إن تجد عيبا فسد الخللا
جل من لا عيب فيه و علا

''تمھیں کوئی عیب ملے تو اسے دور کر لو۔ اللہ جل وعلا ہی بے عیب ہے۔''

اور شاعر کا قول ہے:

اطلب العلم ولا تكسل فما
ابعد الخير على اهل الكسل

''علم حاصل کرو، کاہلی مت کرو، کاہلی کرنے والوں سے بھلائی بہت دور ہوتی ہے۔''

احتفل للفقه في الدين ولا
تشتغل بمال و حول

''تفقہ فی الدین کی فکر کرو، دین سے روکنے والی چیزوں اور دنیاوی مال و دولت میں نہ پھنسو۔''

واهجر النوم وحصله فمن
يعرف المعروف يحقر ما بذل

''جاگو اور اسے حاصل کرو، جو اچھائی کی قدر جانتا ہے اس کے لیے سب کچھ خرچ کر دیتا ہے۔''

ولا تقل قد ذهبت اربابه
كل من سار على الدرب و صل

''یہ نہ کہو کہ تفقہ فی الدین والے چلے گئے۔ جو چلتا رہتا ہے منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔''

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

كتبه الفقير إلى عفو ربه ومغفرته و رحمته و رضوانه

علي محمد محمد الصلابي

٨/ ربيع الثاني ١٤٢٣هـ

١٨/ ٦/ ٢٠٠٢م

کتاب میں مذکور بعض مقامات کا تعارف

۱۔ **طبرستان:** یہ بحر قزوین کے جنوب میں واقع ہے اس کا صدر مقام ہمدان ہے۔ یہ دو کلمات سے مرکب ہے "طبر" فارسی میں کلھاڑی کو کہتے ہیں اور "زنان" کا معنی ہے خواتین، اس طرح طبرستان طبر+زنان [1] کا مرکب ہے۔

۲۔ **آذربیجان:** اصل کلمہ اتروباتن ہے جس کا معنی ہے آگ کی زمین۔ یہ بحر قزوین کے مغرب میں واقع ہے اس کا صدر مقام اردبیل ہے۔

۳۔ **آرمینیہ:** یہ بہت بڑا علاقہ ہے جو بحر اسود کے جنوب میں ایشیائے کوچک کے مشرق میں واقع ہے۔ چوں کہ اس کے باشندے ارمن ہیں اس لیے اس کو آرمینیہ کہا جاتا ہے۔ یہ یورپین ہندو قبائل ہیں، انہوں نے چوتھی صدی عیسوی کے آغاز میں نصرانیت کو قبول کر لیا تھا۔ اس کے بعد منوفیستی مذہب کو اختیار کیا۔ آرمینیہ کے باشندوں نے اسلامی فتوحات کا مقابلہ کیا اور اپنے نصرانی دین پر باقی رہے۔

۴۔ **طخارستان:** یہ علاقہ ماوراء النہر کے جنوب مغرب میں واقع ہے، اس کا صدر مقام بلخ ہے۔ اس کے اکثر علاقے افغانستان میں داخل ہیں اس کے اہم مراکز قندز اور خوست ہیں۔

۵۔ **خراسان:** اس کے معنی ہیں سورج کے نکلنے کی جگہ، ایران کی پہاڑی سے مشرق میں واقع ہے، اس کا صدر مقام مرو ہے۔

۶۔ **سجستان:** یہ علاقہ خراسان کے جنوب میں واقع ہے اس کا صدر مقام بست ہے۔ اس کا لفظی ترجمہ ہے کتوں کی سرزمین۔ کیوں کہ سگ کے معنی فارسی میں کتا اور آستان کے معنی علاقہ کے ہیں، لیکن اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہاں ساگا (اسکیثیین) نامی قوم آباد ہے اسی لیے اس کو سجستان کہا گیا اور اب اس کو سیستان کہا جاتا ہے۔

۷۔ **بلاد ماوراء النهر:** جیجوں (آمودریا) اور سیحون (سردریا) ان دونوں دریاؤں کے مابین علاقے کو بلاد ماوراء النہر کہا جاتا ہے۔ اس کے شہروں میں سے بخارا، سمرقند اور تاشقند ہیں اور موجودہ دور میں یہ علاقہ ترکمانستان ازبکستان اور تاجکستان جمہوریاؤں کے ضمن میں واقع ہے۔

---

[1] میرے خیال میں طبر+ آستان کا مرکب ہے، آستان بمعنی سرزمین، یعنی کلھاڑیوں کی سرزمین، جیسے ہندوستان، پاکستان، گلستان، جیسا کہ مولف نے خود "سجستان" میں ذکر کیا ہے۔

۸۔ **جرجان:** یہ علاقہ بحر قزوین کے مشرق میں واقع ہے۔ ماضی میں اس کا نام باختر یا بیکٹریا تھا جہاں زردشت نے اپنی دعوت کی بشارت سنائی تھی۔

۹۔ **خوزستان:** یہ علاقہ ایرانی پہاڑی کے مغرب جنوب میں واقع ہے۔ عراق کی سرحد اس سے ملتی ہے، اہواز اس کا قصبہ ہے، عربوں نے اس کو عربستان کا نام دیا تھا۔ رضا شاہ پہلوی نے ۱۹۲۵ء میں اس عربی حاکم شیخ خزعل کعبی کو گرفتار کر کے قبضہ کر لیا۔ یہ علاقہ پٹرول سے مالا مال ہے۔

المصادر والمراجع

١ـ أباطيل يجب أن تُمحى من التاريخ، إبراهيم شعوط، بيروت، المكتب الإسلامي، الطبعة الخامسة ١٤٠٣هـ ـ ١٩٨٣م.

٢ـ أثر التشيع على الروايات التاريخية، د. عبد العزيز نور ولي، دار الخضيري، المدينة، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ ـ ١٩٩٦م.

٣ـ أحداث وأحاديث الفتنة الأولى، عبد العزيز صغير دخان، تحت الطبع.

٤ـ الأحكام السلطانية، أبو الحسن علي بن محمد بن حبيب الماوردي، دارالفكر، بيروت، بدون تاريخ.

٥ـ أدب صدر الإسلام، واضح الصمد.

٦ـ الأدب في الإسلام في عهد النبوة وخلافة الراشدين، د. نايف معروف، دار النفائس، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ ـ ١٩٩٠م.

٧ـ الأساس في السنّة وفقهها السيرة النبوية، سعيد حوى، دار السلام، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ ـ ١٩٨٩م.

٨ـ أسد الغابة في معرفة الصحابة، عز الدين بن الأثير، أبي الحسن بن علي بن محمد الجزري، دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ ـ ١٩٩٦م.

٩ـ أشهر مشاهير الإسلام، رفيق العظم، دار الرائد العربي، بيروت، لبنان، الطبعة السادسة ١٤٠٣هـ ـ ١٩٨٣م.

١٠ـ أصول الإسماعيلية، لويس بارنارد، ترجمه إلى العربية خليل أحمد جلّو، جاسم محمد الرجب، بغداد مكتبة المثنى ١٣٦٧هـ ـ ١٩٤٧م.

١١ـ أصول مذهب الشيعة الإمامية، ناصر بن عبدالله الغفاري، دار الرضا للنشر والتوزيع، الطبعة الثالثة ١٤١٨هـ ـ ١٩٩٨م.

١٢ـ أضواء البيان في تاريخ القرآن، صابر حسن محمد أبو سليمان، دار عالم الكتب،

الطبعة الأولى ١٤٢١هـ ـ ٢٠٠٠م.

١٣ـ أعلام المسلمين لخالد البيطار.

١٤ـ الاكتفاء بما تضمنه من مغازي رسول الله ﷺ والثلاثة الخلفاء، لأبي الربيع سليمان بن موسى الكلاعي الأندلسي، عالم الكتب، بيروت، لبنان، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ ـ ١٩٩٧م.

١٥ـ الأموال لأبي عبيد.

١٦ـ أمير المؤمنين علي بن أبي طالب من الميلاد إلى الاستشهاد، د. أحمد السيد يعقوب السيد يوسف الرفاعي، دار الفضيلة، القاهرة.

١٧ـ الأمين ذو النورين، محمود شاكر، المكتب الإسلامي، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ ـ ١٩٩٧م.

١٨ـ الأنساب، أبو سعيد عبد الكريم بن محمد بن منصور التميمي، تحقيق عبد الرحمن بن يحيى المعلمي اليماني، بيروت، الناشر محمد أمين دمج، ١٤٠٠هـ ـ ١٩٨٠م.

١٩ـ أوليات الفاروق، د. غالب عبد الكافي القرشي، المكتب الإسلامي، بيروت، مكتبة الحرمين الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٣هـ ـ ١٩٨٣م.

٢٠ـ الإبانة في أصول الديانة، لأبي الحسن الأشعري، طبعة الجامعة الإسلامية ١٩٧٥م.

٢١ـ الإتقان للسيوطي، دار ابن كثير، دمشق، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٧هـ ـ ١٩٨٧م.

٢٢ـ إتمام الوفاء في سيرة الخلفاء، محمد الخضري، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ ـ ١٩٩٦م.

٢٣ـ الإدارة العسكرية في الدولة الإسلامية.. نشأتها وتطورها، الدكتور سليمان بن صالح بن سليمان آل كمال، جامعة أم القرى، معهد البحوث وإحياء التراث.

٢٤ـ إرشاد العباد للاستعداد ليوم المعاد، عبد العزيز المحمد السلمان، مطابع الخالد،

الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٦هـ.

٢٥- الإصابة في تمييز الصحابة، أحمد بن علي بن حجر، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٥هـ - ١٩٩٥م.

٢٦- الانشراح ورفع الضيق بسيرة أبي بكر الصديق، د. علي محمد الصَّلَّابيُّ، مكتبة الصحابة، الشارقة، الطبعة الأولى ١٤٢١هـ - ٢٠٠٠م.

٢٧- الاجتهاد في الفقه الإسلامي، عبد السلام السليماني، وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية بالمغرب، طبعة ١٤١٧هـ - ١٩٩٦م.

٢٨- استشهاد عثمان ووقعة الجمل في مرويات سيف بن عمر في تاريخ الطبري دراسة نقدية، د. خالد بن محمد الغيث، دار الأندلس الخضراء، جدة، الطبعة الأولى، ١٤١٨هـ.

٢٩- الاستيعاب في معرفة الأصحاب، لأبي عمر يوسف بن عبد الله بن عبد البر، دار الجيل، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٢هـ - ١٩٩٢م.

٣٠- الاعتصام، أبو إسحاق إبراهيم بن موسى اللخمي.

٣١- اقتضاء الصراط المستقيم مخالفة أصحاب الجحيم، لتقي الدين ابن تيمية، تحقيق د. ناصر العقل، طبع مطابع العبيكان، الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٤هـ.

٣٢- البحرين في صدر الإسلام، وأثرها في حركة الخوارج، عبد الرحمن عبد الكريم النجم، دار الحرية، بغداد ١٩٧٣م.

٣٣- البداية والنهاية، أبو الفداء الحافظ ابن كثير الدمشقي، دار الريان، الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ - ١٩٨٨م.

٣٤- البيان والتبيين، للجاحظ أبو عثمان عمرو بن بحر، دار الخانجي بمصر، ١٣٨٨هـ - ١٩٦٨م.

٣٥- تاريخ الدعوة الإسلامية في زمن الرسول والخلفاء الراشدين، د. جميل عبد الله المصري، الطبعة الأولى ١٤٠٧هـ - ١٩٨٧م.

٣٦- تاريخ ابن خلدون، دار النفائس، الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ - ١٩٩٩م.

٣٧ـ تاريخ الأمم والملوك لأبي جعفر الطبري، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٧هـ ـ ١٩٨٧م.

٣٨ـ تاريخ الإسلام، عهد الخلفاء الراشدين، محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، دار الكتاب العربي، الطبعة الأولى ١٤٠٧هـ ـ ١٩٨٧م.

٣٩ـ التاريخ الإسلامي، مواقف وعبر، د. عبد العزيز عبد الله الحميدي، دار الدعوة، الإسكندرية، دار الأندلس الخضراء، جدة، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ ـ ١٩٩٨م.

٤٠ـ تاريخ التشريع الإسلامي، محمد الخضري، المكتبة التجارية الكبرى، مطبعة السعادة، الطبعة السادسة ١٣٧٣هـ ـ ١٩٥٤م.

٤١ـ تاريخ الجدل، محمد أبو زهرة، دار الفكر العربي، الطبعة الأولى، ١٩٣٤م.

٤٢ـ تاريخ العرب الأدبي في الجاهلية وصدر الإسلام، نكلسن، رينولد، ترجمة صفاء خلوصي، بغداد: مطبعة المعارف ١٣٨٨هـ ـ ١٩٦٩م.

٤٣ـ تاريخ القضاء في الإسلام، د. محمد الزحيلي، دار الفكر دمشق، دار الفكر المعاصر، لبنان، الطبعة الأولى ١٤١٥هـ ـ ١٩٩٥م.

٤٤ـ تاريخ القضاعي، كتاب عيون المعارف وفنون أخبار الخلائف للإمام القاضي محمد بن سلامة بن جعفر الشافعي، مطبوعات جامعة أم القرى.

٤٥ـ تاريخ المدينة، أبو زيد بن شبّه النميري البصري، تحقيق محمود شلتوت، نشر السيد حبيب محمود أحمد، المدينة ١٣٩٣هـ.

٤٦ـ تاريخ اليعقوبي، دار بيروت للطباعة والنشر، طبعة ١٤٠٠هـ ـ ١٩٨٠م.

٤٧ـ تاريخ اليمن السياسي في العصر الإسلامي، حسن سليمان محمود، الطبعة الأولى، بغداد ١٩٦٩م.

٤٨ـ تاريخ خليفة بن خياط، أبو عمر خليفة بن خياط بن أبي هبيرة الليثي، تحقيق أكرم ضياء العمري، الطبعة الثانية، مؤسسة الرسالة، دار القلم، بيروت ١٣٩٧هـ.

٤٩ـ تاريخ دمشق ابن عساكر، ترجمة عثمان رضي الله عنه، تحقيق سكينة الشهابي، نشر المجلس العلمي بدمشق ١٩٨٤م.

٥٠ـ تبصير المؤمنين بفقه النصر والتمكين في القرآن الكريم، علي الصلابي، دار الصحابة، الطبعة الأولى ١٤٢١هـ.

٥١ـ التبيين في أنساب القريشيين، موفق الدين أبي محمد عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامة المقدسي، حققه محمد نايف الديلمي، عالم الكتب، الطبعة الثانية.

٥٢ـ تجريد أسماء الصحابة، شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، تصحيح صالحة عبد الحكيم شرف الدين، طبعة شرف الدين الكتبي وأولاده بومباي: الهند، ١٣٨٩هـ.

٥٣ـ تحفة الأحوذي بشرح سنن الترمذي، محمد عبد الرحمن المباركفوري، تصحيح عبد الرحمن محمد عثمان، مطبعة الاعتماد، نشر محمد عبد المحسن الكتبي.

٥٤ـ تحقيق مواقف الصحابة في الفتنة من روايات الطبري والمحدثين، تأليف د. محمد أمحزون، دار طيبة، مكتبة الكوثر، الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٥هـ ـ ١٩٩٤م.

٥٥ـ تذكرة الحفاظ، شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، بيروت، دار إحياء التراث.

٥٦ـ التربية القيادية، منير الغضبان، دار الوفاء، المنصورة، مصر، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ ـ ١٩٩٨م.

٥٧ـ تفسير القرطبي، لأبي عبد الله محمد بن أحمد الأنصار، القرطبي، دار إحياء التراث العربي، بيروت، لبنان ١٩٦٥م.

٥٨ـ التفوق والنجابة على نهج الصحابة، حمد بن بيله بن مرهان العجمي، مكتبة العبيكان، الرياض، الطبعة الأولى.

٥٩ـ تقريب التهذيب، لابن حجر.

٦٠ـ التمهيد والبيان في مقتل الشهيد عثمان، محمد بن يحيى بن أبي بكر المالقي الأندلسي، حققه د. محمود يوسف زايد، دار الثقافة الدوحة، الطبعة الأولى ١٤٠٥هـ ـ ١٩٨٥م.

٦١- التنظيمات الاجتماعية والاقتصادية في البصرة، في القرن الأول الهجري، صالح العلي، الطبعة الثانية، دار الطليعة، بيروت ١٩٦٩م.

٦٢- تهذيب ابن عساكر، دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٠٧هـ- ١٩٨٧م.

٦٣- تهذيب التهذيب، أحمد بن علي بن حجر، دار صادر، بيروت.

٦٤- جامع العلوم والحكم لابن رجب الحنبلي، مكتبة طيبة، المدينة المنورة، مؤسسة الكتب الثقافية، بيروت، الطبعة الثانية ١٤١٠هـ- ١٩٩٠م.

٦٥- الجرح والتعديل، أبو محمد عبد الرحمن بن أبي حاتم الرازي، مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية بحيدر آباد الدكن، الهند ١٣٧٢هـ.

٦٦- جمهرة أنساب العرب، علي بن أحمد بن حزم الأندلسي، تحقيق عبد السلام هارون، القاهرة، ١٣٨٢هـ.

٦٧- جولة تاريخية في عصر الخلفاء الراشدين، د. محمد السيد الوكيل، دار المجتمع، الطبعة الخامسة ١٤١٦هـ- ١٩٩٥م.

٦٨- حذيفة بن اليمان، إبراهيم العلي، دار القلم، دمشق، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ- ١٩٩٦م.

٦٩- حروب الإسلام في الشام في عهود الخلفاء الراشدين، محمد أحمد باشميل، الطبعة الأولى ١٤٠٠هـ- ١٩٨٠م.

٧٠- حروب الردة وبناء الدولة الإسلامية، أحمد سعيد بن سالم، دار المنار، ١٤١٥هـ- ١٩٩٤م.

٧١- الحضارة العربية في الإسلام، د. واضح الصمد، المؤسسة الحديثة للكتاب، طرابلس- لبنان.

٧٢- حقبة من التاريخ، عثمان الخميس، دار الإيمان الإسكندرية.

٧٣- الحكمة في الدعوة إلى الله، سعيد القحطاني، مؤسسة الجريسي، الرياض، السعودية، الطبعة الأولى ١٤١٢هـ- ١٩٩٢م.

٧٤- حِلية الأولياء، وطبقات الأصفياء لأبي نعيم أحمد بن عبد الله الأصفهاني، دار الكتب العلمية، بيروت.

٧٥- الخراج لأبي يوسف، منشورات مكتبة الرياض الحديثة، بدون تاريخ.

٧٦- الخراج وصناعة الكتابة، أبو الفتوح قدامة بن جعفر بن قدامة بن زياد البغدادي، شرح وتحقيق د. محمد حسين الزبيدى، دار الرشيد، بغداد ١٩٨١م.

٧٧- الخلافة الراشدة والدولة الأموية من فتح الباري، يحيى بن إبراهيم اليحيى، دار الهجرة، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ - ١٩٩٦م.

٧٨- الخلافة بين التنظير والتطبيق، محمود المرداوي، الطبعة الأولى ١٤٠٣هـ - ١٩٨٣م.

٧٩- خلافة عثمان بن عفان، د. محمد بن صامل السُّلمي، مكتبة سالم، العزيزية، جامعة أم القرى، الطبعة الأولى، ١٤١٩هـ.

٨٠- الخلافة والخلفاء الراشدون بين الشورى والديمقراطية، المستشار سالم البهنساوي، مكتبة المنار الإسلامية، الطبعة الثانية ١٤١٨هـ - ١٩٩٧م.

٨١- الخلفاء الراشدون أعمال وأحداث، د. أمين القضاة، دار الفرقان، الأردن، طبعة الفرقان الأولى ١٤٢٠هـ - ٢٠٠٠م.

٨٢- الخلفاء الراشدون بين الاستخلاف والاستشهاد، صلاح عبد الفتاح الخالدي، دار القلم، دمشق، الدار الشامية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٦هـ - ١٩٩٥م.

٨٣- الخلفاء الراشدون، حسن أيوب، دار التوزيع والنشر الإسلامية، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ - ١٩٩٧م.

٨٤- الخلفاء الراشدون، عبد الوهاب النجار، دار القلم، بيروت، لبنان، الطبعة الأولى ١٤٠٦هـ - ١٩٨٦م.

٨٥- الخليفة الفاروق عمر بن الخطاب، عبد الرحمن عبد الكريم العاني، د. حسن فاضل زغين، دار الشؤون الثقافية العامة، بغداد طبعة ١٩٨٩م.

٨٦- الخوارج والشيعة، يوليوس فلهاوزن.

٨٧- دراسات في الأهواء والفرق والبدع، وموقف السلف منها، د. ناصر بن عبد الكريم، مركز دار إشبيليا، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ ـ ١٩٩٧م.

٨٨- دراسات في عهد النبوة والخلافة الراشدة، د. عبد الرحمن الشجاع، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ ـ ١٩٩٩م، دار الفكر المعاصر ـ صنعاء.

٨٩- الدراهم المضروبة على الطراز الساساني للخلفاء الراشدين في المتحف العراقي، مجلة المسكوكات، مديرية الآثار العامة بغداد ١٩٦٩م، وداد علي القزاز.

٩٠- دماء على قميص عثمان بن عفان، دار البشير، الطبعة الأولى ١٤٢١هـ ـ ٢٠٠١م.

٩١- الدوحة النبوية، د. فاروق حمادة، دار القلم، دمشق، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ ـ ٢٠٠٠م.

٩٢- دور المرأة السياسي في عهد النبي ﷺ والخلفاء الراشدين، تأليف أسماء محمد أحمد زيادة، دار السلام بمصر، الطبعة الأولى ١٤٢١هـ ـ ٢٠٠١م.

٩٣- الدولة الأموية المفترى عليها، دراسة الشبهات ورد المفتريات، د. حمدي شاهين، دار القاهرة للكتاب، ٢٠٠١م.

٩٤- الدولة الأموية، يوسف العش، دار الفكر، الطبعة الثانية ١٤٠٦هـ ١٩٨٥م.

٩٥- الدولة الإسلامية في عصر الخلفاء الراشدين، د. حمدي شاهين، دار القاهرة.

٩٦- الدولة والسيادة، د. فتحي عبد الكريم مكتبة وهبة، بمصر، الطبعة الثانية ١٤٠٤هـ ـ ١٩٨٤م.

٩٧- الدين الخالص، محمد صديق حسن القنوجي البخاري، تحقيق محمد زهري البخار، مكتبة الفرقان.

٩٨- ديوان أعشى همدان، عبد الرحمن بن عبد الله بن الحارث، تحقيق د. حسن عيسى أبو ياسين، الرياض، دار العلوم، ١٤٠٣هـ ـ ١٩٨٣م.

٩٩- ذات الصواري، شوقي أبو خليل، دار الفكر، الطبعة الرابعة ١٤٠٠هـ ـ ١٩٨٠م.

١٠٠- ذو النورين عثمان بن عفان، محمد رشيد رضا، دار الكتب العلمية، الطبعة الثانية

١٤٠٢هـ ـ ١٩٨٢م، بيروت ـ لبنان.

١٠١ـ ذو النورين عثمان بن عفان، محمد مال الله، مكتبة ابن تيمية، الطبعة الأولى، ١٤١٠هـ ـ ١٩٨٩م.

١٠٢ـ الرد على الرافضة لأبي حامد محمد المقدسي، تحقيق عبد الوهاب خليل الرحمن، الدار السلفية، بومباي الهند، الطبعة الأولى ١٤٠٣هـ.

١٠٣ـ الرقة والبكاء، موفق الدين عبد الله بن أحمد بن قدامة، دار القلم، دمشق، الدار الشامية، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٢هـ ـ ٢٠٠١م.

١٠٤ـ الروض الأنف في شرح السيرة النبوية لابن هشام، أبو القاسم السهيلي، تحقيق عبد الرحمن الوكيل، دار الكتب الحديثة، طبعة ١٣٨٧هـ.

١٠٥ـ الرياض النضرة في مناقب العشرة، لأبي جعفر أحمد الشهير بالمحب الطبري، المكتبة القيمة، القاهرة.

١٠٦ـ زاد المعاد في هدي خير العباد، أبو عبد الله محمد بن أبي بكر ابن القيم، تحقيق شعيب الأرناؤوط، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الثالثة عشرة ١٤٠٦هـ.

١٠٧ـ الزهد للإمام أحمد بن حنبل، تحقيق محمد السعيد بسيوني زغلول، دار الكتاب العربي، بيروت ١٤٠٩هـ ـ ١٩٨٨م.

١٠٨ـ سفراء النبي ﷺ، محمود شيت خطاب، مؤسسة الريان، ودار الأندلس الخضراء، جدة، الطبعة الأولى ١٤٠٧هـ ـ ١٩٩٦م.

١٠٩ـ سنن أبي داود، الإمام أبو داود، تحقيق وتعليق عزت الدعاس، سوريا ١٣٩١هـ.

١١٠ـ سنن ابن ماجه، الحافظ أبو عبد الله محمد بن زيد القزويني، دار الفكر.

١١١ـ سنن الترمذي، أبو عيسى محمد بن عيسى الترمذي، دار الفكر ١٣٩٨هـ.

١١٢ـ السنن الكبرى، للحافظ أحمد بن الحسين البيهقي، طبع دار المعارف، بيروت، لبنان، توزيع مكتبة المعارف، الرياض.

١١٣ـ السنة والبدعة، عبد الله باعلوي الحضرمي، دار القلم، دمشق، الدار الشامية، بيروت، طبعة دار القلم، الطبعة الأولى ١٤١٣هـ ـ ١٩٩٢م.

١١٤ـ السنة، أبوبكر أحمد بن محمد الخلال، تحقيق د. عطية الزهراني، دار الراية، الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ.

١١٥ـ السيادة العربية والشيعة والإسرائيليات، فان فولتن ترجمة حسن إبراهيم حسن، ومحمد زكي إبراهيم، القاهرة، مكتبة النهضة المصرية، الطبعة الثانية ١٨٣٥هـ ـ ١٩٦٥م.

١١٦ـ السياسة الشرعية في إصلاح الراعي والرعية، تقي الدين أحمد بن تيمية، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الرابعة ١٩٦٩م.

١١٧ـ السياسة المالية لعثمان بن عفان، قطب إبراهيم محمد، الهيئة المصرية العامة للكتاب، ١٩٨٦م.

١١٨ـ سير أعلام النبلا، شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، الطبعة الثانية، مؤسسة الرسالة، بيروت ١٤٠٢هـ.

١١٩ـ سير الشهداء دروس و عبر، عبد الحميد بن عبد الرحمن السحيباني، دار الوطن، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ ـ ١٩٩٩م.

١٢٠ـ السيرة النبوية في ضوء القرآن والسنّة، د. محمد أبو شهبة، دار القلم، دمشق، الطبعة الثالثة ١٤١٧هـ ـ ١٩٩٦م.

١٢١ـ السيرة النبوية في ضوء المصادر الأصلية، د. مهدي رزق الله أحمد، مركز الملك فيصل للبحوث والدراسات الإسلامية، الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٢هـ ـ ١٩٩٩م.

١٢٢ـ السيرة النبوية لابن هشام، دار إحياء التراث، الطبعة الثانية ١٤١٧هـ ـ ١٩٩٧م.

١٢٣ـ السيرة النبوية، دروس و عبر، مصطفى السباعي، المكتب الإسلامي، بيروت ـ لبنان، الطبعة التعاسة ١٤٠٦هـ ـ ١٩٨٦م.

١٢٤ـ السيرة النبوية، عرض وقائع وتحليل أحداث، د. علي محمد الصلابي، دار الصحابة، الشارقة، الطبعة الأولى ٢٠٠١م.

١٢٥ـ شذرات الذهب في أخبار من ذهب، أبو الفلاح عبد الحي بن أحمد بن محمد

الحنبلي، بيروت، المكتب التجاري للطباعة والنشر.

١٢٦ـ شرح صحيح مسلم، للإمام النووي، بيروت، دار الفكر، طبعة ١٤٠١هـ ـ ١٩٨١م.

١٢٧ـ الشرف والتسامي بحركة الفتح الإسلامي، د. علي محمد الصلابي، مكتبة الصحابة، الشارقة، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ ـ ٢٠٠١م.

١٢٨ـ شعراء الخلفاء، نبال تيسير الخماش.

١٢٩ـ شهيد الدار عثمان بن عفان، أحمد الخروف، دار البيارق، دار عمار، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ ـ ١٩٩٧م.

١٣٠ـ الصارم المسلول على شاتم الرسول، لتقي الدين ابن تيمية.

١٣١ـ صبح الأعشى في صناعة الإنشا، أبو العباس أحمد بن علي القلقشندي، وزارة الثقافة والإرشاد القومي، القاهرة بدون تاريخ، نسخة مصورة عن الطبعة الأميرية.

١٣٢ـ صحيح البخاري، لأبي عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري، دار الفكر، الطبعة الأولى، ١٤١١هـ ـ ١٩٩١م.

١٣٣ـ صحيح التوثيق في سيرة وحياة ذي النورين، مجدي فتحي السيد، دار الصحابة بطنطا، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ ـ ١٩٩٦م.

١٣٤ـ صحيح السيرة النبوية، إبراهيم العلي، دار النفائس، الطبعة الثالثة ١٤٠٨هـ ـ ١٩٩٨م.

١٣٥ـ صحيح النسائي للألباني، مكتب التربية العربي لدول الخليج، الرياض، الطبعة الثالثة، ١٤٠٨هـ ـ ١٩٨٨م.

١٣٦ـ صحيح سنن ابن ماجه، للألباني، مكتب التربية العربي لدول الخليج، الرياض، الطبعة الثالثة ١٤٠٨هـ ـ ١٩٨٨م.

١٣٧ـ صحيح سنن الترمذي، محمد ناصر الدين الألباني، مكتب التربية العربي لدول الخليج، الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ.

١٣٨ـ صحيح مسلم، تحقيق محمد فؤاد عبد الباقي، دار إحياء التراث العربي، بيروت.

لبنان، الطبعة الثانية ۱۹۷۲م.

۱۳۹۔ الصديقة بنت الصديق، للعقاد، مطبعة المعارف، مصر ۱۹٤۳م.

۱٤۰۔ صفة الصفوة للإمام أبي الفرج ابن الجوزي، دار المعرفة، بيروت.

۱٤۱۔ صلاح الأمة في علو الهمة، د. سيد بن حسين العفاني، دار الرسالة، الطبعة الأولى ۱٤۱۷هـ۔ ۱۹۹۷م.

۱٤۲۔ الصواعق المحرقة في الرد على أهل البدع والزندقة، شهاب الدين أبو العباس أحمد بن حجر الهيثمي، دار الكتب العلمية، بيروت.

۱٤۳۔ الطبقات الكبرى، محمد سعيد بن منيع الهاشمي، دار صادر، بيروت، بدون تاريخ.

۱٤٤۔ عائشة والسياسة، سعيد الأفغاني، دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية، ۱۳۹۱هـ ۱۹۷۱.

۱٤۵۔ عبد الله بن سبأ وأثره في أحداث الفتنة في صدر الإسلام، سليمان بن حمد العودة، دار طيبة، الرياض، الطبعة الثالثة ۱٤۱۲هـ.

۱٤٦۔ عبد الله بن مسعود، عبد الستار الشيخ، دار القلم، دمشق، الطبعة الثانية، ۱٤۱۰هـ۔ ۱۹۹۰م.

۱٤۷۔ عبد الملك بن مروان والدولة الأموية، ضياء الدين الريس، مطابع سجل العرب، الطبعة الثالثة، سنة ۱۹٦۹م.

۱٤۸۔ عثمان بن عفان، الخليفة الشاكر الصابر، عبد الستار الشيخ، الطبعة الأولى، ۱٤۱۲هـ۔ ۱۹۹۱م.

۱٤۹۔ عثمان بن عفان، صادق عرجون، الدار السعودية الطبعة الثالثة، ۱٤۱۰هـ۔ ۱۹۹۰م.

۱۵۰۔ عثمان بن عفان، محمد حسنين هيكل.

۱۵۱۔ العشرة المبشرون بالجنة، محمد صالح عوض، مؤسسة المختار، القاهرة، الطبعة الأولى ۱٤۱۹هـ۔ ۱۹۹۹م.

١٥٢ـ عصر الخلافة الراشدة، د. أكرم ضياء العمري مكتبة العلوم والحكم، الطبعة الأولى ١٤١٤هـ ـ ١٩٩٤م.

١٥٣ـ عصر الخلفاء الراشدين، د. عبد الحميد بخيت، دار المعارف بمصر، الطبعة الثانية ١٩٦٥م.

١٥٤ـ عقائد الشيعة، ورونلدسن، دوايت تعريب (ع. م) القاهرة، مكتبة الخانجي، ١٣٦٥هـ ـ ١٩٤٦م.

١٥٥ـ العقد الفريد، أبو عمر أحمد بن محمد بن عبد ربه بن حبيب، دار الفكر، بيروت.

١٥٦ـ عقيدة السلف وأصحاب الحديث ضمن الرسائل المنيرية، للشيخ إسماعيل الصابوني، نشر محمد أمين دمج، بيروت، ١٩٧٠م.

١٥٧ـ عقيدة أهل السنة والجماعة في الصحابة الكرام، د. ناصر بن علي عايض حسن الشيخ، مكتبة الرشد، الرياض.

١٥٨ـ العقيدة في أهل البيت بين الإفراط والتفريط، د. سليمان بن سالم بن رجاء السحيمي، مكتبة الإمام البخاري، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ ـ ٢٠٠٠م.

١٥٩ـ العقيدة والشرعية الإسلامية، جولد تسهير، أجناس ترجمة د. محمد يوسف موسى وآخرين، القاهرة، دار الكتب الحديثة.

١٦٠ـ عمار بن ياسر، رجل المحنة وميزان الفتنة، أسامة محمد سلطان، المكتبة المكية، مكة المكرمة، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ ـ ١٩٩٩م.

١٦١ـ عمدة القاري شرح صحيح البخاري.

١٦٢ـ عمرو بن العاص الأمير المجاهد، د. منير محمد الغضبان، جامعة أم القرى، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ.

١٦٣ـ عمرو بن العاص، عبد الخالق سيد أبو رابية، الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ ـ ١٩٨٨م.

١٦٤ـ عمرو بن العاص، محمود العقاد، الناشر دار الكتاب العربي، بيروت ـ لبنان، الطبعة الثانية ١٩٦٩م.

١٦٥ـ العواصم من القواصم، القاضي أبو بكر بن العربي، تحقيق محب الدين

الخطيب، إعداد محمد سعيد مبيض، دار الثقافة، قطر، الدوحة، الطبعة الثانية ١٩٨٩م.

١٦٦ـ غزوة الحديبية لأبي فارس، دار الفرقان، عمان، الأردن.

١٦٧ـ فتح الباري بشرح صحيح البخاري، تحقيق الأستاذ محب الدين الخطيب، دار الريان، القاهرة، الطبعة الأولى ١٤٠٧هـ.

١٦٨ـ فتح القدير الجامع بين فني الرواية والدراية من علم التفسير، محمد علي الشوكاني، دار الفكر للطباعة والنشر، ١٤٠٣هـ ـ ١٩٨٣م.

١٦٩ـ الفتنة الكبرى، عثمان، طه حسين، دار المعارف بمصر، ١٩٤٧م.

١٧٠ـ الفتنة الكبرى، علي وبنوه، طه حسين، دار المعارف بمصر، ١٩٦٦م.

١٧١ـ فتنة مقتل عثمان، د. محمد عبد الله الغبان، مكتبة العبيكان، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ ـ ١٩٩٩م.

١٧٢ـ الفتنة، أحمد عرموش.

١٧٣ـ فتوح البلدان، لأبي العباس، أحمد بن يحيى البلاذري، مؤسسة المعارف، بيروت، لبنان، ١٤٠٧هـ ـ ١٩٨٧م.

١٧٤ـ فتوح مصر وأخبارها، لابن عبد الحكم، أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن عبد الحكم، نسخة عن طبعة لندن، ١٣٣٩هـ ـ ١٩٢٠م، نشر مكتبة المثنى، بغداد.

١٧٥ـ فوائد الكلام للخلفاء الكرام، قاسم عاشور الطبعة الأولى ١٤١٩هـ ـ ١٩٩٨م.

١٧٦ـ فصل الخطاب في مواقف الأصحاب، محمد صالح الغرسي، دار السلام، مصر، الطبعة الأولى ١٤١٦هـ ـ ١٩٩٦م.

١٧٧ـ الفصل في الملل والأهواء والنحل، لأبي محمد بن حزم الظاهري، مكتبة الخانجي، مصر.

١٧٨ـ فضائل الصحابة، لأبي عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل، دار ابن الجوزي، السعودية، الطبعة الثانية ١٤٢٠هـ ـ ١٩٩٩م.

١٧٩ـ فقه الأولويات محمد الوكيلي، المعهد العالمي للفكر الإسلامي، هيرندن، فيرجينيا، الطبعة الأولى ١٤١٦هـ ـ ١٩٩٧م.

١٨٠ـ فقه الخلافة وتطورها لتصبح عصبة أمم شرقية، د. عبد الرزاق أحمد السنهوري، مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ ـ ٢٠٠١م.

١٨١ـ الفكر الإسلامي بين المثالية والتطبيق، كامل الشريف.

١٨٢ـ فيض القدير للمناوي.

١٨٣ـ قادة الفتح الإسلامي في أرمينية، محمود شيت خطاب، دار الأندلس الخضراء، دار ابن حزم، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ ـ ١٩٩٨م.

١٨٤ـ قادة فتح السند وأفغانستان، محود شيت خطاب، دار الأندلس الخضراء، دار ابن حزم، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ ـ ١٩٩٨م.

١٨٥ـ قادة فتح بلاد المغرب، محمود شيت خطاب، دار الفكر، الطبعة السابعة ١٤٠٤هـ ـ ١٩٨٤م.

١٨٦ـ القاموس المحيط، للفيروز آبادي، مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان.

١٨٧ـ القواعد الفقهية مفهومها ـ تطورها ـ دراسة مؤلفاتها ـ أدلتها ـ تطبيقاتها، علي محمد الندوي، بيروت، دار القلم، الطبعة الأولى ١٤٠٦هـ ـ ١٩٨٦م.

١٨٨ـ القيود الواردة على سلطة الدولة، عبد الله الكيلاني، دار البشير، عمان، مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ ١٩٩٧م.

١٨٩ـ الكامل في التاريخ، أبو الحسن علي بن أبي المكارم الشيباني المعروف بابن الأثير، تحقيق علي شيري، دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ ـ ١٩٨٩م.

١٩٠ـ الكامل في اللغة والأدب، لأبي العباس محمد بن يزيد، الناشر البابي الحلبي، مصر، مؤسسة الرسالة، طبعة ١٣٥٦هـ ـ ١٩٣٧م.

١٩١ـ كتاب الإمامة والرد على الرافضة لأبي نعيم الأصبهاني، مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة، الطبعة الثالثة، ١٤٢٢هـ ـ ٢٠٠١م.

١٩٢ـ الكفاءة الإدارية في السياسة الشرعية، د. عبد الله قادري، دار المجتمع، جدة ١٤٠٦هـ ـ ١٩٨٦م.

١٩٣ـ كيف نكتب التاريخ الإسلامي؟ محمد قطب، دار الوطن السعودية، الطبعة الاولى ١٤١٢هـ.

١٩٤ـ لسان العرب، محمد بن مكرم بن منظور، دار صادر، بيروت.

١٩٥ـ لسان الميزان، أحمد بن علي بن حجر، حيدر آباد الدكن، مطبعة دائرة المعارف العثمانية ١٣٣١هـ ـ ١٩١٢م.

١٩٦ـ ليبيا من الفتح العربي حتى انتقال الفاطمية إلى مصر، د. صالح مصطفى مفتاح المزيني، منشورات جامعة قاريونس، بنغازي، الطبعة الثالثة، ١٩٩٤م.

١٩٧ـ مبادىء الاقتصاد الإسلامي، سعاد إبراهيم صالح، دار عالم الكتب، الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ ـ ١٩٩٧م.

١٩٨ـ المجروحون من المحدثين، أبو حاتم محمد بن حبان بن أحمد التميمي، تحقيق إبراهيم محمود زايد، دار الوعي، حلب.

١٩٩ـ مجلة البحوث الإسلامية، العدد العاشر.

٢٠٠ـ مجلة المؤرخ العربي، رقم ٢١.

٢٠١ـ مجمع الأمثال للميداني، تحقيق محمد محيى الدين عبد الحميد، دار المعرفة، بيروت، ١٣٧٤هـ ـ ١٩٥٥م.

٢٠٢ـ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي، بتحرير الحافظين العراقي وابن حجر، دار الكتاب العربي، بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٠٢هـ.

٢٠٣ـ مجموع الفتاوى، تقي الدين أحمد بن تيمية الحراني، دار الوفاء، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ ـ ١٩٩٧م.

٢٠٤ـ مجموعة الوثائق السياسة في العهد النبوي والخلافة الراشدة، د. محمد حميد الله، دار النفائس، الطبعة الخامسة ١٤٠٥هـ ـ ١٩٨٥م.

٢٠٥ـ المدينة المنورة، فجر الإسلام والعصر الراشدي، محمد محمد حسن شُرّاب،

دار القلم، دمشق، الدار الشامية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٥هـ ـ ١٩٩٤م.

٢٠٦ـ مرويات أبي مخنف في تاريخ الطبري، يحيى إبراهيم اليحيى، دار العاصمة، الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ.

٢٠٧ـ مرويات العهد المكي، عادل عبد الغفور.

٢٠٨ـ مرويات خلافة معاوية في تاريخ الطبري، خالد الغيث، دار الأندلس الخضراء، جدة، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ ـ ٢٠٠٠م.

٢٠٩ـ المستدرك على الصحيحين، لأبي عبد الله محمد بن عبد الله النيسابوري، دار الكتب العلمية، بيروت ـ لبنان، الطبعة الأولى ١٤١١هـ ـ ١٩٩٠م.

٢١٠ـ مسند الإمام أحمد، المكتب الإسلامي، بيروت، لبنان.

٢١١ـ المعارف لابن قتيبة.

٢١٢ـ معاوية بن أبي سفيان، صحابي كبير وملك مجاهد، منير محمد الغضبان، دار القلم، دمشق، الطبعة الثالثة ١٤١٧هـ ـ ١٩٩٦م.

٢١٣ـ معجم البلدان، ياقوت الحموي، دار صادر، بيروت ١٣٩٧هـ ـ ١٩٧٧م.

٢١٤ـ معجم الطبراني الكبير، لأبي القاسم سليمان بن أحمد الطبراني، مكتبة العلوم والحكم، الطبعة الثانية ١٤٠٦هـ ـ ١٩٨٥م.

٢١٥ـ معرفة الصحابة لأبي نعيم المتوفى سنة ٤٣٠هـ تحقيق محمد راضي ابن حاج عثمان، مكتبة الدار في المدينة النبوية، ومكتبة الحرمين في الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ.

٢١٦ـ المعرفة والتاريخ للفسوي، لأبي يوسف الفسوي، تحقيق أكرم ضياء العمري، مطبعة الإرشاد، بغداد ١٣٩٤هـ.

٢١٧ـ المغازي، محمد بن عمر الواقدي، تحقيق د. مارسدن جونس، عالم الكتب، بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٠٤هـ ـ ١٩٨٤م.

٢١٨ـ المغني، موفق الدين أبو محمد عبد الله بن أحمد بن قدامة، تحقيق د. عبد الله التركي، د. عبد الفتاح الحلو، دار هجر القاهرة، الطبعة الأولى ١٤١٢هـ.

٢١٩ـ المنار المنيف في الصحيح والضعيف، القاهرة، مطبعة السنة المحمدية.

٢٢٠ـ مناقب الشافعي للبيهقي، تحقيق أحمد صقر، مكتبة دار التراث، طبع دار النصر، الطبعة الأولى ١٣٩١هـ.

٢٢١ـ المنتظم في تاريخ الملوك والأمم لأبي الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد بن الجوزي، دار الكتب العلمية، بيروت.

٢٢٢ـ منهاج السنة النبوية لابن تيمية، تحقيق محمد رشاد سالم، مؤسسة قرطبة.

٢٢٣ـ منهج التربية الإسلامية لمحمد قطب، دار الشروق، الطبعة الخامسة ١٤٠٣هـ ـ ١٩٨٣م.

٢٢٤ـ منهج الرسول في غرس الروح الجهادية في نفوس أصحابة، د. السيد محمد نوح، نشرته جامعة الإمارات العربية المتحدة، الطبعة الأولى ١٤١١هـ ـ ١٩٩٠م.

٢٢٥ـ موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان، تحقيق حسين الداراني عبده كوشك، دار الثقافة العربية، دمشق، الطبعة الأولى ١٤١١هـ.

٢٢٦ـ المواعظ والاعتبار بذكر الخطط والآثار، المعروف بالخطط للمقريزي، أحمد بن علي بن عبد القادر تقي الدين أبو العباس المقريزي.

٢٢٧ـ موسوعة التاريخ الإسلامي، أحمد شلبي، مكتبة النهضة المصرية، الطبعة الرابعة عشرة، ١٩٩٦م.

٢٢٨ـ الموسوعة الحديثية مسند الإمام أحمد، وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد، بالسعودية، الطبعة الثانية ١٤٢٠هـ ـ ١٩٩٩م.

٢٢٩ـ موسوعة فقه عثمان بن عفان، د. محمد روّاس، قلعة جي، دار النفائس طبعة ١٤٠٤هـ ـ ١٩٨٣م.

٢٣٠ـ ميزان الاعتدال في نقد الرجال، محمد بن عثمان الذهبي، تحقيق: علي البجاوي، دار إحياء الكتب العربية، القاهرة، الطبعة الأولى ١٣٨٢هـ.

٢٣١ـ النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة، جمال الدين أبي المحاسن يوسف بن

تعزي بردي، وزارة الثقافة والإرشاد القومي، القاهرة، بدون تاريخ.

٢٣٢ـ نساء أهل البيت، أحمد خليل جمعة، دار ابن كثير، دمشق، سوريا.

٢٣٣ـ نشأة الفقه الاجتهادي وأطواره: محمد السايس، مطبعة الأزهر ١٣٨٧هـ ـ ١٩٦٧م مجمع البحوث بالأزهر، المؤتمر الرابع.

٢٣٤ـ نظام الأراضي في صدر الدولة الإسلامية، محمد حسن أبو يحيى، دار عمار، عمان، الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ ـ ١٩٨٨م.

٢٣٥ـ نظام الحكم في الإسلام، عارف أبو عبد، دار النفائس، الأردن، الطبعة الأولى ١٤١٦هـ ـ ١٩٩٦م.

٢٣٦ـ نظام الحكم في الشريعة والتاريخ الإسلامي، ظافر القاسمي، دار النفائس، بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٠٧هـ ـ ١٩٨٧م.

٢٣٧ـ نظام الحكم في عهد الخلفاء الراشدين، حمد محمد الصمد، المؤسسة الجامعية للدراسات والنشر والتوزيع، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٤هـ.

٢٣٨ـ نظام الخلافة في الفكر الإسلامي، د. مصطفى حلمي، دار الدعوة، الإسكندرية.

٢٣٩ـ النظم الإسلامية، صبحي الصالح، دار العلم للملايين، بيروت، لبنان، الطبعة السابعة ١٩٨٩م.

٢٤٠ـ النظم الإسلامية، وقائع ندوة أبو ظبي، مكتب التراث العربي لدول الخليج، طبعة ١٤٠٧هـ ـ ١٩٨٧م.

٢٤١ـ نهاية الإرب في فنون الأدب، شهاب الدين أحمد بن عبد الوهاب النويري، الهيئة المصرية العامة للكتاب، تحقيق محمد أبو الفضل إبراهيم، القاهرة ١٣٩٥هـ ـ ١٩٧٥م.

٢٤٢ـ الهجرة في القرآن الكريم، أحزمي سامعون جزولي، مكتبة الرشد، الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ ـ ١٩٩٦م.

٢٤٣ـ وجوب التعاون بين المسلمين للسعدي، دار المعارف، الرياض، الطبعة الأولى

١٤٠٢هـ.

٢٤٤ـ الوحدة الإسلامية، محمد أبو زهرة.

٢٤٥ـ وفيات الأعيان وأبناء الزمان، لابن خلكان أبو العباس شمس الدين أحمد، تحقيق: إحسان عباس، دار صادر، بيروت.

٢٤٦ـ ولاة مصر، أبو يوسف محمد يوسف الكندي، تحقيق د. حسن نصار، دار صادر، بيروت، بدون تاريخ.

٢٤٧ـ ولاية الشرطة في الإسلام، د. نمر الحميداني، دار عالم الكتب، الرياض، الطبعة الثانية ١٤١٤هـ ـ ١٩٩٤م.

٢٤٨ـ الولاية على البلدان في عصر الخلفاء الراشدين، د. عبد العزيز إبراهيم العمري، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ.

٢٤٩ـ اليمن في صدر الإسلام، د. عبد الرحمن الشجاع، دار الفكر، دمشق.

Sayyedna Usman Bin Affan رضی اللہ عنہ

Personality & Nobel Deeds

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

شخصیتہ و عصرہ

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ جَاءَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَلْفِ دِينَارٍ فِي ثَوْبِهِ حِينَ جَهَّزَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ. قَالَ فَصَبَّهَا فِي حِجْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَلِّبُهَا بِيَدِهِ وَيَقُولُ: «مَا ضَرَّ ابْنَ عَفَّانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ» يُرَدِّدُهَا مِرَارًا.

جنابِ عبدالرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنی جیب میں ہزار دینار لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کے لیے لشکر کی تیاری فرما رہے تھے تو انہوں نے وہ دینار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بکھیر دیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیناروں کو ہاتھ سے الٹ پلٹ کرتے ہوئے فرما رہے تھے: ”آج کے بعد عثمان بن عفان جو بھی عمل کریں انہیں وہ عمل (جنت میں داخل ہونے میں) کچھ نقصان نہیں پہنچائے گا۔ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار دھرا رہے تھے۔

مسند احمد: ٥/٦٣، حدیث: ٢٠٦٥٧۔ ترمذی، ابواب المناقب، باب فی عدعثمان تسمیته شهیدا و تجهیزه جیش العسرة: ٣٧٠١